اسرار البجلی فی شرح الاسرار المخفی

الشعر النقی فی ترجمہ

القول البجلی

مالک کتاب :- محمد شفیق رضوی ابن میراں صاحب ابن دستگیر صاحب تالاب والے -

نزد جامع مسجد بیجاپور ۵۸۶۱۰۴

اسرار الجلی فی شرح اسرار الخفی

التتبع النقی فی ترجمۂ

القولُ الجَلی

ملفوظ حضرت مسند الوقت امام شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی

مؤلفہ

حضرت شاہ محمد عاشق پُھلتی ۱۳۲۲ھ (مخطوطہ)

تعداد اشاعت چھ سو

سنہ اشاعت ۱۹۹۰ء

قیمت

ناشر مولوی حافظ تقی انور علوی

کاتب محمد احمد لکھنوی

طابع کامرشیل پرنٹرس گھسیاری منڈی لکھنؤ

ملنے کا پتہ

کتب خانہ انوریہ تکیہ شریف کاکوری ضلع لکھنؤ

انتساب

حضرت اقدس مرشد مرشدنا نائب الرسول قائم الزمان
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
کی روح پرفتوح کے نام جن کے فیوض کی تابندہ کرنوں نے
معارف و اسرار کی تشریح و تفہیم اور ترجمہ کی دشوار گذار
راہوں کو روشن کیا

اور

اپنے والد ماجد و استاذ مکرم حضرت مولانا حافظ شاہ
محمد مجتبیٰ حمید رضا صاحب قلندر مدظلہ کی ذات بصیرت کے
نام جن کے حکم اور رہنمائی نے مجھے یہ بار عظیم اٹھانے کا حوصلہ
دیا جن سے یہ بلکہ اس کے بیشتر مضامین سبقاً سبقاً ان سے
پڑھ کر معانی و مطالب میں استفادہ کرتا رہا۔

فہرست

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

عنوانات | صفحہ

عنوانات | صفحہ

عنوان | صفحہ

عنوان | صفحہ

عنوانات | صفحہ

عنوانات | صفحہ

ترجمہ: میں نے تفصیل کے ساتھ آپ کا بیان اپنی کتاب اتحاف
النبلاء میں لکھا ہے اور ہمارے معاصر مولوی محمد محسن بن یحیی البکری
الترہتی مرحوم نے اپنی کتاب الیانع الجنی میں آپ کا ذکر نہایت
بلاغت کے ساتھ نفیس پیرایہ سے کیا ہے۔ انھوں نے آپ کے ابتدائی
اور انتہائی احوال شرح و بسط سے بیان کئے ہیں۔ اگر کسی کو تفصیل کے
ساتھ آپ کے احوال معلوم کرنے کی خواہش ہو وہ آپ کی تالیف کی
طرف مراجعت کرے الخ

آپ کے احوال اور علم و فضل کا بیان تفصیل کے ساتھ یا مختصراً
کے ساتھ علماء کرام نے بکثرت کیا ہے البتہ آپ کی تالیفات کے ساتھ بے اعتنائی
کا یہ عالم ہے کہ صحیح طور پر کہا نہیں جا سکتا کہ ان کی تعداد کیا ہے۔ مولانا
حکیم سید محمود احمد برکاتی نے اپنی تالیف شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان
میں ۵۲ کتابوں کے نام لکھے ہیں، مولانا ڈاکٹر مظہر بقا نے "اصول فقہ اور
شاہ ولی اللہ" میں ۶۰ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ اور شاہ ولی اللہ کے تذکرہ
مولانا سید محمد نعمان مؤلف "اعلام الہدی یعنی تذکرہ حضرت شاہ
علم اللہ رائے بریلوی اپنے مکتوب میں جو شاہ ابوسعید حسنی کے نام
لکھا ہے، تحریر فرماتے ہیں۔

صاحب من! ظاہراً صحبت ایشان دو وجہ استتار کثیرہ تصنیفات
آں حضرت قریب بہ نود بل زیادہ در علوم دین از تفسیر و اصول و فقہ
کلام و حدیث مثل حجۃ اللہ البالغہ و اسرار فقہ و منصور و ازالۃ الخفا عن
خلافۃ الخلفاء و ترجمہ قرآن کہ ہر واحد قریب بہ ہشتاد و نود جز کلاں بہ حجم
خواہد بود و دیگر رسائل در حقائق و معارف مثل الطاف القدس، ہمعات و

فیوض الحرمین و انفاس العارفین وغیرہم کہ نشان از صحبت و برکت خدمت
می دہند می باید کہ عزیمت بداں آرند کہ ہمہ را نویسانیدہ رائج نمایند الخ

یہ مکتوب حیدر آباد سندھ کے مجلہ الرحیم کی جلد ۳ شمارہ ۳ ماہ اگست
۱۹۶۵ء میں چھپا ہے۔ آپ نے لکھا ہے۔

جناب من، حضرت کی ظاہری صورت آنکھوں سے اوجھل ہو چکی
ہے۔ آپ کی تصنیفات نوے کے قریب بلکہ اس سے زیادہ علوم دینیہ
ہیں، تفسیر، اصول، فقہ، کلام، حدیث میں جیسے حجۃ اللہ البالغہ، اسرار
فقہ، منصور، ازالۃ الخفاء اور ترجمہ قرآن کہ ان میں سے ہر ایک اسی
نوے جز میں بڑے حجم کا ہے اور دوسرے رسائل حقائق معارف میں
ہیں، جیسے الطاف القدس، ہمعات، فیوض الحرمین، انفاس العارفین
اور دوسری کتابیں جو حضرت والا کی صحبت اور برکت خدمت کا پتہ دیتی
ہیں، چاہیے کہ آپ اس کا عزم کرلیں کہ سب کو لکھوا کر رائج کر دیا جائے۔

مولانا برکاتی نے شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کی تحریرات میں تحریفات
کا عنوان دیکر دردانگیز مضمون لکھا ہے ان حضرات کی تالیفات کی کمیابی
اور نایابی اور ان میں تحریفات کا سلسلہ تو سقوط دہلی سے پہلے ہی شروع
ہو چکا تھا اور بارہ کتابوں کے متعلق ان میں سے لکھا ہے۔ خاکسار کے
علم میں ان کتابوں کا کوئی مخطوطہ نہیں ہے اور لکھا ہے شاہ صاحب
کے مصنفات کو نایاب کرکے دوسرا قدم یہ اٹھایا گیا کہ اپنے مصنفات کو
شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا اور اپنے نظریات کی تبلیغ شاہ صاحب
کے نام سے کی گئی۔ آپ نے ہذا البلاغ المبین ۲ تحفۃ الموحدین ۳
اشارہ مستمرہ ۴ قول سدید کے نام لکھے ہیں اور ۵ نام قرۃ العینین فی

ابطال شہادۃ الحسین، النجاۃ الغالیہ فی مناقب المعاویہ لکھے ہیں کہ ان
دو کو ارباب تشیع نے ایک دوسرے پہلو سے آپ کی طرف منسوب کیا ہے اور لکھا ہے کہ
کہ کل رسائل و کتب تصنیف کر کے شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دینے کے علاوہ ایک
ہلاکت خیز حرکت یہ کی گئی کہ شاہ صاحب کی تالیف میں جا بے جا ترمیم و اضافے
اور تحریف بھی کر دی گئی۔ اور دس بارہ سطر کے بعد لکھا ہے: یہی معاملہ شاہ صاحب
کے اخلاف کرام کی تالیف کے ساتھ کیا گیا۔

افسوس صد افسوس کہ اب تقسیم ہند کے بعد سے اس فعل شنیع میں بہت
اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ صاحبان اصلاح کے نام پر اپنے باطل عقائد کی تبلیغ کرتے
ہیں۔ یہ طریقہ یہود کا تھا جس کی مذمت کی جگہ اپنے کلام پاک میں اللہ تعالیٰ
نے کی ہے فرمایا ہے۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ
تَعْلَمُونَ۔ اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور یہ کہ چھپاؤ سچ کو جان کر۔

مولانا برکاتی نے البلاغ المبین وغیرہ کا ذکر کر کے لکھا ہے۔

مندرجہ رسائل میں اہل سنت و الجماعت کے نظریات سے متضاد نظریات
اور وہ متشددانہ افکار پیش کیے گئے ہیں جن کو یہ حضرات "تمسک بالکتاب
والسنۃ" کا نام دیتے ہیں اور جو کتاب توحید کی بازگشت ہیں۔ اس طرح
شاہ صاحب سے وہ لوگ کہ جن کی برصغیر میں اکثریت ہے بدظن اور دور کرنے
کی کوشش کی گئی۔

واضح رہے کتاب التوحید محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب ہے۔
اردو میں اس کا خلاصہ اور بیان تقویۃ الایمان کے نام سے چھپا اور نجد کے
ارباب اقتدار اور ابن باز وغیرہ کو خوش کرنے کے لیے تقویۃ الایمان کا
خلاصہ اب عربی میں کتاب التوحید کے نام سے ہوا ہے۔ اس طرح کل وشی

یرجع کل شیء الی اصلہ کا ظہور ہوا یعنی ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

مولانا سید محمد فاروق مترجم کتاب انفاس العارفین نے تقدیم
کے صفحہ ۲۸ میں لکھا ہے۔

اس امر کی طرف سید ظہیر الدین احمد نے اشارہ کیا ہے کہ صرف جعلی کتابیں ہی
نہیں بلکہ الحاقات بھی ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر شاہ صاحب کی
تفہیمات کی یہ عبارت پیش کی جا سکتی ہے جو ان کی ساری تعلیمات میں
ہمارے محققین کو سب سے پہلے نظر آتی ہے حالانکہ شاہ صاحب کے
دوسرے نظریات سے وہ کوئی مناسبت نہیں رکھتی (اور تحریف کرنے والوں
کی یہ عبارت لکھی ہے)

وقولہ باشرہ کل من ذھب الی بلدۃ اجمیر او الی قبر سالار مسعود
او ما ضاھاھا لاجل حاجۃ یطلبھا فانہ اثم اثما اکبر
من القتل والزنا، الیس مثلہ الا مثل من کان یعبد المصنوعات
او مثل من کان یدعو اللات والعزی (تفہیمات الٰہیہ مطبوعہ
حیدرآباد سندھ تفہیم ۲۲ صفحہ ۴۹ ج ۲)

یعنی ہر وہ شخص جو کسی حاجت کے لیے شہر اجمیر یا سالار مسعود کی قبر کو
(بہرائچ) جائے یا ان سے مشابہ کسی دوسری جگہ جائے اس نے گناہ کیا جو
قتل کرنے اور زنا کرنے سے بڑا گناہ ہے۔ کیا وہ اس شخص کی طرح نہیں ہے کہ
جو بنائی ہوئی چیزوں کی عبادت کرتا ہے یا جو کہ لات و عزیٰ کو پکارتا ہے

عاجز کہتا ہے کہ شاہ ولی اللہ کی عبارت میں اس باطل کا ملانے
والا شریعت مطہرہ کے اصول و قواعد سے بے بہرہ ہے۔ اس کو یہ معلوم نہیں
کہ کسی فعل کے ثواب کو یا گناہ کو فرض قطعی کے ثواب سے یا حرام قطعی

کے گناہ سے زیادہ اور بڑا قرار دینا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ
کا کام ہے کوئی دوسرا اس کا بیان نہیں کر سکتا۔ اس شخص کو یہیں
کہ قتل کرنے اور زنا کرنے کے گناہ کا منکر کافر ہے اور اجمیر شریف
شریف کسی حاجت کی طلب کے لیے جانے والا اگر کہتا ہے کہ اس پر
گناہ نہیں ہے تو وہ کافر نہیں ہے۔

علامہ سید سمہودی رحمۃ اللہ نے کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری جلد کے صفحہ [illegible] میں لکھا ہے
نے ایک شخص کو قبر نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والتحیۃ پر اپنے رخسار
کو رکھے دیکھا مروان نے اس کی گردن پکڑ کر کہا۔ یہ کیا کر رہے ہو
شخص نے کہا میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے حضور میں آیا ہوں۔ میں نے آپ سے سنا ہے۔ دین پر
گریہ نہ کرو جب دین کی زمام دینداروں کے ہاتھ میں ہو بلکہ اس وقت
گریہ کرو جب دین کی زمام غیر دینداروں کے ہاتھ میں آجائے۔
مبارک حدیث کے سنانے والے اور قبر مطہر پر اپنا رخسار رکھنے والے صحابی
جلیل القدر حضرت ابو ایوب انصاری تھے جن کے گھر میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا تھا۔ رضی اللہ عنہ [1]

---

[1] یہ روایت حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں لکھی ہے۔
حدثنا عبد الصمد ثنی ابی حدثنا عبد الملک بن عمرو ثنا
کثیر بن زید عن داود بن ابی صالح قال أقبل مروان یوماً فوجد
رجلاً واضعاً وجهه على القبر فقال أتدري ما تصنع فأقبل عليه
فإذا هو أبو أيوب فقال نعم جئت رسول الله صلى الله عليه وسلم
[illegible]

مولانا سید محمد فاروق نے تقدیم کے صفحہ یازدہ میں کیا خوب لکھا ہے۔
جزاہ اللہ خیراً۔

ہماری ملی تاریخ میں کسی چیز پر امت کا مسلسل کاربند ہونا بجائے خود ایک
شرعی دلیل اور حجت ہے آخر کیا وجہ ہے کہ اگر چودھری غلام احمد پرویز سنت
تعالیٰ کا انکار کریں تو وہ مجرم گردن زدنی ٹھہریں لیکن ہم میں سے بعض محققین
توحید کے نام پوری ہزار سالہ تاریخ پر پانی پھیر دیں تو وہ اسلامی خدمت
قرار پائے۔ شاہ ولی اللہ نے فیوض الحرمین، القول الجمیل، الدر الثمین
اور انفاس العارفین میں بزرگان دین کے واقعات، کرامات، اشغال،
اوراد، تصرفات، چلوں، روحانی امداد اور اس قبیل کی جو سینکڑوں حکایتیں،
مثالیں اور اپنے معمولات ذکر کیے ہیں، وہ اسی تاریخی تسلسل کی ایک کڑی
ہیں، پھر جگہ جگہ شاہ صاحب نے "کاتب الحروف می گوید" کے الفاظ کے
ساتھ انھیں اپنی طرف سے سند تحسین بھی دی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
یہاں ڈاکٹر ظہور الدین احمد کا وہ جملہ نقل کردوں جو انھوں نے انفاس
العارفین پڑھ کر لکھا ہے۔

"جو لوگ اولیاء اللہ کی روحانی قوتوں کے منکر ہیں ان کے لیے اس
تذکرے (انفاس العارفین) کے بیانات ایسے شواہد پیش کرتے ہیں جن سے
انکار شاہ ولی اللہ جیسے برگزیدہ عالم اور مومن کی گواہی سے انکار کے
مترادف ہے۔"

(بقیہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) ولم آت الحجر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقول لا تبكوا على الدين إذا وليه أهله ولكن ابكوا عليه إذا وليه
غير أهله (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۴۲۲)

تقی انور

یہ عاجز کہتا ہے. مولانا سید محمد فاروق نے لکھا ہے. "توحید کے نام سے
پوری ہزار سالہ تاریخ پر پانی پھیر دیں۔" کاش مولانا فاروق چہاردہ صد سالہ
تاریخ لکھتے. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منبر نبوی علیٰ صاحبہا الصلاۃ
والسلام پر قیام فرمانے کی جگہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں کھڑے
ہوئے بلکہ ایک درجہ نیچے کھڑے ہوئے انھوں نے مسنون مقام چھوڑا۔ اور
القدس کی فتح کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب احبار یہودی عالم
سے جو کہ آپ کے ہاتھ پر اسلام لے آئے تھے فرمایا: هَلْ لَكَ أَنْ تَسِيرَ مَعِيَ إِلَى
الْمَدِينَةِ وَتَزُورَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "کیا تمھاری خواہش ہے
کہ میرے ساتھ مدینہ چلو اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرو۔ چنانچہ
کعب احبار فلسطین سے سفر کرکے آپ کی قبر مطہر کی زیارت کے واسطے گئے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد شریف کا نام تک نہ لیا۔ حضرت بلال رضی اللہ
عنہ کو خواب میں آپ کی زیارت ہوئی اور وہ ملک شام سے دیوانہ وار آپ
کی زیارت کے واسطے روضۂ مطہرہ پر آئے اور اب مدعیان سنت کے نزدیک
آپ کی زیارت کے واسطے جانے والا مشرک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ
عنہما کا معمول تھا کہ آثار نبویہ سے مواظبت کے ساتھ برکت حاصل کیا کرتے
تھے، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں جن جن مقامات میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے قیام کیا تھا یا نماز پڑھی تھی وہ بھی ان مبارک مقامات میں قیام
کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے (اور ان کے صاحبزادے حضرت سالم کا بھی یہی
معمول رہا. ابن حجر نے فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۴۶۹ میں حضرت سالم کے عمل
کو بیان کرکے حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو اپنے گھر لے گئے کہ آپ وہاں کسی جگہ نماز پڑھ لیں اور وہ اسی جگہ کو

اپنا مصلیٰ بنا لیں۔ چنانچہ آپ نے وہاں نماز پڑھی اور حضرت عتبان
نے اس مبارک جگہ کو اپنا مُصلّیٰ بنایا. یہ واقعہ بیان کرکے ابن حجر نے
لکھا ہے هُوَ حُجَّةٌ فِي التَّبَرُّكِ بِآثَارِ الصَّالِحِينَ. یعنی یہ واقعہ اللہ
کے نیک بندوں کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے لیے حجت ہے۔

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود — سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

افسوس صد افسوس اب اس شخص کو مشرک کہا جاتا ہے جو آثار صالحین
سے برکت حاصل کرے. حضرت شاہ ولی اللہ اور آپ کے صاحبزادوں کی
تالیفات میں تحریف کا سلسلہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے رائج ہے
اور اب تیس چالیس سال سے اصحاب توحید منظم طریقہ سے اصلاح
کے نام پر اس مذموم فعل کا ارتکاب کر رہے ہیں عاجز کے پاس حضرت شاہ
عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن مجید طبع کردہ حکیم غلام نجف مطبع سلطانی میں ۱۲۹۳ھ
کا موجود ہے. یہ مبارک نسخہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے استعمال میں رہا
کرتا تھا. اتفاق سے عاجز نے تاج کمپنی لاہور کا [illegible] کا چھپا ہوا نسخہ لیا
اتفاقی طور پر اس میں دو تحریفات کا پتہ چلا ہے اور یہ دونوں تحریفات فوائد
میں کی گئی ہیں عاجز ان کو لکھتا ہے

۱۔ سورۂ بقر کی آیت ۱۷ کے ترجمہ کے آخر میں ف لکھ کر حاشیہ میں تحریر
فرمایا ہے۔

اللہ نے نبی سے دین اسلام روشن کیا اور خلق نے اس میں راہ پائی اور
منافق اس وقت اندھے ہو گئے. تحریف کرنے والے نے. اللہ نے نبی سے
دین اسلام روشن کیا: کو. اللہ کے نبی نے دین اسلام کو روشن کیا: کر دیا
اس کو خبر نہیں کہ اللہ نے سورۂ مائدہ کی آیت ۱۵ میں فرمایا ہے۔ قَدْ جَاءَكُم

رموز بیان فرماتے ہیں کاش دیوحال کی سرشاری ظاہر ہو باہر ہوتی ہے۔ مولانا
برکاتی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۷۸ میں حضرت شاہ عبدالعزیز کا ارشاد نقل کیا ہے
"بعد مراقبہ ہرچہ بہ کشف می رسید می نگاشتند" یعنی آپ پہلے مراقبہ کرتے تھے جو کچھ
آپ کے پاک سینہ پر اس وقت منکشف ہوتا تھا آپ اس کو قلم بند کرتے تھے
سرشاران جام الست کی یہی کیفیت ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف
ثانی شیخ احمد فاروقیؒ کے بیان کردہ اسرار و معارف پر بعض ظاہر بینوں
نے اعتراض کیا تو آپ نے اپنے پیر بھائی خواجہ حسام الدین احمد کو لکھا۔

این فقیر کہ این ہمہ دفاتر در بیان علوم و اسرار این طائفہ علیہ نوشتہ است
بے مزج سکر حاشا وکلا کہ آں حرام و منکرات دگر اند و سخن بافی است سخن
بافان کہ بہ سکر خالص متصف اند بیانانند چرا این قسم سخنان نہ بافتند و دلہائے
مردم را از جا نبردند؎

فریاد حافظ این ہمہ آخر بہ ہرزہ نیست
ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

(دفتر سوم مکتوب ۱۲۱)

یعنی اس طائفہ عالیہ کے علوم و اسرار کے بیان کرنے میں فقیر نے جو
یہ تمام دفاتر لکھے ہیں کیا یہ سب سکر و سرشاری کی آمیزش کے بغیر لکھے گئے ہیں۔
ہرگز نہیں، ہرگز نہیں ایسا کرنا منکر اور حرام اور سخن سازی ہے۔ وہ سخن ساز جو
اس سکر و سرشاری سے خالی ہیں کیوں اس قسم کی باتیں نہیں بنا سکے اور کیوں
نہیں لوگوں کے دلوں کو اپنی جگہ سے ہلا سکے۔

حافظ کی یہ ساری فریاد آخر بیکار اور لغو نہیں ہے۔ قصہ بھی انوکھا
ہے اور بات بھی نرالی ہے جو افراد ان علوم و اسرار سے بے بہرہ ہیں اور اس

چاشنی سے نا آشنا ہیں، وہ یقیناً حضرت شاہ ولی اللہؒ کی عبارتوں میں تحریفات
کریں گے اور ان پر کفر و زندقہ کا فتویٰ جڑیں گے جیسا کہ حضرت مجددؒ پر جڑ
چکے ہیں۔

مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے مولانا مسعود عالم کو جو نصیحت کی ہے
یہ اُس وقت کی نہیں ہے جب کہ وہ خود اس شاہ راہ پر آگئے تھے اور فنا فی
الشیخ کی وادی میں گھوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔

پا کر تجھے دینے کو میں کیا بھول گیا ہوں — ہر سود و زیاں دوسرا بھول گیا ہوں

(از سید سلیمان ندویؒ)

جس دن سے مرے دل میں تری یاد بسی ہے — ہر ایک کو میں تیرے سوا بھول گیا ہوں
منظور تری چشم رضا جب سے ہوئی ہے — امید جزا خوف سزا بھول گیا ہوں
آتا ہے خدا بھی ترے صدقہ میں مجھے یاد — گویا کہ بہ ظاہر میں خدا بھول گیا ہوں
سجدہ طرف کعبہ ہے دل تیری طرف ہے — اب قبلہ بھی اے قبلہ نما بھول گیا ہوں

(سلیمان نمبر معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۳۳۳)

لہ ویاد عقبیٰ لے علامہ حضرت سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے اس غزل میں اپنے پیر و مرشد کو مخاطب کر کے اپنا حال عرض کیا ہے حضرت سید صاحب اپنے عہد کے علما میں جو [illegible] رکھتے تھے وہ اہل [illegible] سید صاحب کے اس وجدان اور مرشد سے عشق [illegible] اصحاب [illegible] شرک جلی کا فتویٰ صادر کریں گے یا شرک خفی کا [illegible] وہ بھی [illegible] اور عام مسلمان کے ذہن و کردار پر [illegible] [illegible]

[illegible] معارف گڑھ [illegible]

یہی مولانا سید سلیمان تھے جو جنگ آزادی کے دوران میں سرہند شریف
آستانہ عالیہ مجددیہ پر اپنے دوستوں کے ساتھ گئے اور حضرت کے مزار پر انوار پر
فاتحہ نہیں پڑھی اور مسجد شریف کی دیوار پر بیٹھ گئے اور حضرت مجدد قدس سرہ
آپ پر ظاہر ہوئے الخ اور یہی مولانا سید سلیمان حضرت شاہ ولی اللہ کو مولانا اسمٰعیل
کا حقیقی معلم سمجھتے تھے، فسبحان الذی یغیر ولا یتغیر و سبحان من لا یقبل
الزوال۔

یہ عاجز ملفوظات میں شاہ ولی اللہ کا بیان لکھ رہا ہے کہ شاہ ولی اللہ
کی عمر اپنے حضرت والد ماجد کی وفات کے وقت تقریباً سترہ سال کی تھی
آپ نے ایک دن اپنے فرزند شاہ عبدالعزیز سے فرمایا: با مزار شریف
متوجہ بروحانیت ایشان می نشستیم پس راہ حقیقت برما کشادہ شدہ یعنی
اپنے والد ماجد کے مزار شریف پر ان کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر اکثر
اوقات بیٹھا کرتا تھا پھر حقیقت کی راہ مجھ پر کھلی۔

حضرت والد ماجد کی روحانیت سے آپ پر راہ حقیقت کھلی اور ۱۱۴۳ھ
کو اپنے ماموں اور خسر کے صاحبزادے جو آپ سے چار سال چوبیس دن بڑے
تھے اور آپ کے ہمدم و مونس اور آپ کے خلیفہ باختصاص اور آپ کی تالیفات
کے مؤلف جناب شیخ محمد عاشق پھلتی جن کی ولادت دس رمضان ۱۱۰۹ھ
میں ہوئی اور محمد غازی آپ کا تاریخی نام ہے اور دیگر رفقاء کے ساتھ حج
اور زیارت روضہ مقدسہ کے لیے روانہ ہوئے۔ حج سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا

فراغت یافتم از حج و عمرہ — چو احرام سر کوئے تو بستم
میں حج و عمرہ سے فارغ ہو گیا — جب آپ کی گلی کا احرام میں نے باندھا
بجو دیدم دولت زیبائے تو جاناں — ز تشویش وجود خویش رستم

اے جاناں جب آپ کا زیبا چہرہ میں نے دیکھا — اپنے وجود کی تشویش سے میں نے چھٹکارا پایا
بیا ساقی بدہ جام شرابے — کہ مخمور صبوحی الستم
آ ساقی مجھ کو اس شراب کا جام دو — کیونکہ میں الست کی صبوحی کا مخمور ہوں

اور پھر آپ نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا

إذا ما أتتني أزمة مدلهمة — تحيط بنفسي من جميع الجوانب
جب اس تاریک مصیبت نے جس نے تمام جانبوں سے میرے نفس کو گھیر رکھا تھا مجھے بے چین کیا
تطلبت هل من ناصر أو مساعد — ألوذ به من خوف سوء العواقب
میں نے تلاش کیا کیا کوئی معین مددگار ہو کہ نتیجوں کی برائی کے خوف سے اس میں پناہ پکڑوں
فلست أرى إلا الحبيب محمدا — رسول إله الخلق جم المناقب
تو میں نے نہ دیکھا مگر حضرت محمد محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مخلوق کے معبود کے رسول اور کثیر الفضائل ہیں
ومعتصم المكروب في كل غمرة — ومنتجع الغفران من كل تائب
اور مصیبت میں آفت رسیدہ کو بچانے والے اور ہر توبہ کرنے والے کے لیے مغفرت کی چراگاہ ہیں۔
وكان لنا نورا الله فينا لهديه — وصمصام تدمير على كل ناكب
اور ہدایت کے طلبگار کے لیے وہ ہم میں اللہ کے نور اور ہر منہ موڑنے والے کے لیے اللہ کی تلوار ہیں

سات مہینے آپ کا قیام مدینہ منورہ میں رہا۔ اس عرصہ میں آپ نے
علمائے کرام سے حدیث شریف کی تکمیل کی اور اپنے استاد گرامی ابوطاہر
جمال الدین محمد بن برہان الدین ابراہیم المدنی الکردی الکورانی
الشافعی کی فرمائش پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی
سرہندی قدس سرہ کی تالیف "رد روافض" عربی میں منتقل کی اور
اس کا نام "المقدمۃ السنیۃ فی الانتصار للفرقۃ السنیۃ" رکھا
اس رسالہ میں آپ نے جو مدح و ستائش حضرت مجدد کی کی ہو شایان

مطالعہ ہے۔ اور آپ نے جہاں بھی کچھ فوائد کا اضافہ کیا ہے یا کسی مسئلہ میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے "قال العبد الضعیف عفی اللہ عنہ" لکھ کر کیا ہے۔ ترجمہ کرنے میں آپ نے کسی قسم کا ناجائز تصرف نہیں کیا ہے۔ اس مبارک رسالہ کا نسخہ جب عاجز کو دستیاب ہوا، برخوردار سراسر نیک اطوار ڈاکٹر ابوالفضل محمد فاروقی رحمہ اللہ رضی عنہ نے جمعہ ماہ مبارک میلاد ۱۴۰۳ھ ۱۰ر دسمبر ۱۹۸۲ء کو حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی، دہلی ۶ سے اس کو شائع کیا، جزاہ اللہ خیر الجزاء وجعل الجنۃ مثواہ۔

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں روضۂ مبارکہ و مقدسہ سے اور بقیع غرقد میں قبۂ اہل بیت اطہار سے آپ نے خوب فوائد حاصل کئے۔ حضرات ائمۂ اہل بیت سے آپ کو نیا طریقہ ملا ہے۔ آپ نے اس کا ذکر فیوض الحرمین میں کیا ہے۔

چھ یا سات شعبان کو آپ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے۔ شیخ محمد عاشق نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے خاص اونٹ پر مجھ کو جگہ دی۔

واضح رہے کہ حجاز مقدس میں اونٹ کے دونوں طرف تقریباً چار چار فٹ لمبے کھٹولے ہوا کرتے تھے۔ اور ہر کھٹولہ میں ایک شخص ہوا کرتا تھا۔ ان کھٹولوں کو شغدف کہا کرتے تھے۔

اور لکھا ہے گیارہ شعبان ۱۱۴۴ھ کی رات کو منزل رابغ میں حضرت نے فرمایا: اگر کوئی میرے بیان کیے ہوئے معارف اور حقائق کو اس طرح لکھے کہ لوگ سمجھ سکیں وہ فوائد و اسرار کا مشاہدہ کرے گا۔

آپ نے لکھا ہے یہ سن کر میں نے اسی وقت کچھ لکھا اور پھر باقاعدہ پندرہ شعبان کو مکہ مکرمہ میں اس کام کو شروع کیا اور اس کا نام "القول الجلی فی ذکر آثار الولی" رکھا۔

اسی نوے سال پہلے تک اس کتاب کے چند نسخوں کا پتہ چلتا ہے مولانا رحمان علی مؤلف کتاب "تذکرۂ علمائے ہند" اور سید صدیق حسن خاں کے پاس یہ کتاب تھی لیکن اب اس کتاب کا کامل نسخہ تکیہ کاظمیہ قلندریہ کاکوری کے علاوہ غالباً دوسری جگہ نہیں ہے۔ خدا بخش لائبریری میں ناقص نسخہ ہے۔ اس کتاب کی تین قسمیں یعنی تین فصلیں ہیں پہلی قسم باقی دونوں قسموں سے بڑی ہے اور یہی حصہ خدا بخش لائبریری میں نہیں ہے۔ تکیہ کاظمیہ قلندریہ کاکوری کے سجادہ نشین محترم گرامی جناب مولانا مولوی محمد مصطفیٰ حیدر قلندر ہیں ان کے برادر خورد محترم گرامی جناب مولانا مولوی حافظ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر رہیں، تکیہ ان صاحبان کے دم سے آباد ہے۔ تین سال ہوتے ہیں کہ عاجز کی ان سے ملاقات ہوئی اور معلوم ہوا کہ جناب برادر خورد کے بڑے صاحبزادے مولانا مولوی حافظ تقی انور علوی حفظہ اللہ و وفقہ لما یحبہ و یرضاہ نے کتاب القول الجلی کا بہت عمدہ ترجمہ اردو میں "سفق التجلی فی ترجمۃ القول الجلی" کے نام سے کیا ہے۔ عاجز نے چند جگہ سے ترجمہ کو اصل سے ملا کر دیکھا اور بہت دل خوش ہوا۔ مؤلف نے جو کچھ لکھا ہے مترجم سلمہ نے اس کے مفہوم کو صحیح پیرائے میں بیان کیا ہے نیز جابجا بہترین صوفیانہ شرح حواشی میں کی ہے۔ اس کتاب سے حضرت شاہ ولی اللہ کے صحیح حالات منظر عام پر آجائیں گے۔ آپ اگر علم ظاہر میں یکتائے دہر تھے تو علم باطن

میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صاحب طریق تو تھے، آپ کا
کشف بے مثال تھا اور آپ کے انکشافات کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ عاجز
نے جناب مولانا محمد مجتبیٰ حیدر سے شاہ ولی اللہؒ کے چودہ ملفوظات
لیے ہیں جو القول الجلی میں تحریر ہیں تاکہ حضرت اقدس سرہ کے صحیح
حالات کا سب کو علم ہو اور حقیقت امر واضح ہو کہ آپ اہل سنت و
جماعت کے مقتدا تھے، وہابیہ اور اصحاب توحید کے عقائد سے
آپ کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اب ناظرین کرام حضرت کے ملفوظات اور
انکشافات ملاحظہ فرمائیں۔ شاہ ولی اللہؒ کو گروہ اسمٰعیلیہ وہابیہ،
غیر مقلد اور اہل حدیث نے تحریفات وتزویرات کرکے اپنے رنگ میں
عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔

القول الجلی فی ذکر آثار الولی کے چند کشوف اور ملفوظ

(۱) روزے عرس[1] حضرت بزرگ بود قدس سرہ حضرت ایشاں بر مزار
پدر اسرار نشستہ بودند ناگاہ حق سبحانہ بحضرت ایشاں الہام فرمود کہ
ایں تقریر را بمردم برسانید۔ وھو ھذا۔

ایں فقیر نسبت شتی دارد، بیک نسبت ولی اللہ بن عبدالرحیم است
وبہ دیگر انسان است، وبہ دیگر حیوان وبہ دیگر نامی وبہ دیگر جسم وبہ
دیگر جوہر وبہ نسبت آخر ہست است وبہ اعتبار آں نسبت ہم حجرم ہم شجر
ہم فرس ام ہم فیل وہم بعیر وہم غنم، تعلیم اسماء آدم را من بودم، و آنچہ نوح

[1] اس واقعہ سے واضح ہے کہ آپؒ اپنے والد ماجد حضرت بزرگ شاہ عبدالرحیم صاحب
کا عرس کرنے کے پابند تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ حضرت اقدسؒ کا عرس کیا کرتے
تھے بلکہ کتاب ہذا میں آپؒ کے سوئم اور اس میں فاتحہ خوانی کا ذکر بالتفصیل ہے

طوفان شد و سبب نصرت او شد من بودم، آنچہ بر ابراہیم گلزار گشت من بودم
توریت موسیٰ من بودم، احیاء عیسیٰ میت را من بودم، قرآن مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم من بودم، والحمد للہ رب العالمین۔

پس بر حضرت ایشاں ایں کلام گراں آمد کہ عادت شریف اخفائے
امثال ایں امور بود اما معلوم فرمودند کہ عدم اظہار ایں معنی موجب نوعے از
چیزے خواہد بود۔ مضطر شدہ آں را بیان فرمودند و دراں حال آثار شدت و
کلفت در روئے مبارک حضرت ایشاں مشاہدہ می افتاد چنانچہ در بعض
اوقات در حال وحی بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شدت تغیر طاری می شد
پیغمبر من آثر آں واللہ تعالیٰ۔ ہم چنیں کمل ورثہ را بعضے احیان از ایں معنی
خالی نمی باشند۔ (اصل صفحہ ۳۶، ترجمہ اردو صفحہ ۴۹)

یعنی ایک مرتبہ حضرت بزرگ کے عرس شریف کے موقع پر آپ مزار
شریف کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کو الہام ہوا کہ لوگوں تک یہ بات پہنچا
دو کہ یہ فقیر چند نسبتیں رکھتا ہے، ایک نسبت سے ولی اللہ فرزند عبدالرحیم
ہے اور ایک سے انسان ہے اور ایک سے حیوان اور ایک سے نامی اور
ایک سے جسم اور ایک سے جوہر اور ایک اعتبار سے وہ موجود ہے اور اس
اعتبار سے پتھر بھی ہوں، درخت بھی ہوں، گھوڑا بھی، ہاتھی بھی، اونٹ
بھی بھیڑ بھی، آدم کو اسماء کی تعلیم میں تھا، نوح کا طوفان جو اٹھا اور
ان کی کامیابی کا سبب ہوا، وہ میں تھا، ابراہیم پر جو گلزار ہوا وہ میں
تھا، موسیٰ کی توراۃ میں تھا، عیسیٰ کا مردے کو زندہ کرنا میں تھا، مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن میں تھا، سب تعریف اللہ رب العالمین کے لیے
ہے۔

ایسے امور کے متعلق آپ کی عادت چھپانے کی تھی، لیکن آپ کو محسوس ہوا کہ ان چیزوں کا ظاہر نہ کرنا کسی خاص بات کا سبب بن جائے گا لہٰذا مجبور ہو کر آپ نے بیان فرمایا، جیسا کہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول کے وقت شدت طاری ہوتی تھی، اور یہ اللہ کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے۔ آپ کی اُمّت کے اصحاب کمال بھی اس حالت سے خالی نہیں ہیں جس وقت آپ نے اس الہام کا بیان فرمایا اس وقت شدّت اور کلفت کے آثار آپ کے مبارک چہرہ پر نظر آ رہے تھے۔

تشریح۔ یہ عاجز کہتا ہے، ارباب طریقت کے لیے اس مبارک کشف میں کوئی غرابت نہیں ہے۔ اصحاب قلوب جب مراقبہ کرتے ہیں اور صفات تکوینیہ کی تجلیات سے سرشار ہوتے ہیں ان پر وحدت وجود کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے دفتر اول کے مکتوب ۲۹۱ میں لکھا ہے۔

ایسی توحید والے ارباب قلوب اگر اسی مقام سے عالم کو مراجعت کریں گے تو عالم کے ہر ذرہ میں اپنے محبوب کو دیکھیں گے ؟

یعنی مراقبہ میں لطائف کو عروج حاصل ہوتا ہے۔ مراقبہ صفات ہو یا ذات، عروج کے وقت سالک اس میں فانی اور مستہلک ہو جاتا ہے، اور جب لطائف کا نزول ہو چکتا ہے تو اس پر صحو طاری ہو جاتا ہے البتہ خمار اور سرور کی کیفیت اس پر ظاہر ہوتی ہے اور اگر سالک کے لطیفہ کو عروج ہوا اور وہ اس حالت میں مراجعت کرے تو دنیا کے ہر ذرہ میں اس کو ایک کیفیت نظر آئے گی جو مراقبہ میں پیش آئی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ محمدیہ سے وابستہ تھے ۱۱۴۳ھ میں کامل سات مہینے مدینہ منورہ میں قیام کیا علم ظاہر میں وہاں کے گرامی علماء سے استفادہ کیا اور علم باطن میں روضۂ مبارکہ مقدسہ کی خاک نبی کی اور حضرات اہل بیت اطہار کے مزارات مقدسہ کی زیارت کی اور دوام مراقبہ کرنے سے درجات کمال پر فائز ہوئے، آپ نے الدر الثمین میں حضرت حسینؓ کی عنایتوں کا ذکر فرمایا ہے اور لکھا ہے فَمِنْ ذٰلِكَ انْشِرَاحُ صَدْرِيْ لِلتَّصْنِيْفِ فِي الْعُلُوْمِ الشَّرْعِيَّةِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اس دن سے میرا سینہ کھل گیا علوم شریعت کے تصنیف کرنے میں اور آپ نے فیوض الحرمین میں لکھا ہے، جب میں نے اہل بیت اطہار کے قبور کی زیارت کی مجھ پر ایک خاص طریقہ کا اظہار ہوا جو اللہ تعالیٰ کے اولیا کا طریقہ ہے۔

اہل تمکین اور اصحاب صحو اگرچہ ایسے امور کا اظہار نہیں کرتے ہیں اور آپ کو حکم ملا کہ اس کا اظہار کریں۔ ہو سکتا ہے اس میں یہ حکمت ہو کہ خلائق کو معلوم ہو جائے کہ اصحاب قلوب پر ایسے واقعات ظاہر ہوا کرتے ہیں لہٰذا اپنی نادانی کی بنا پر اس کا رد و انکار نہ کیا جائے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مبارک ارشاد کو جناب سعدی شیرازی نے دو شعر میں بیان کیا ہے۔ فرمایا ہے ؎

مرا پیر دانائے روشن شہاب | دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر غیر بدبیں مباش | دوم آنکہ بر خویش خود بیں مباش

ملا حضرت ایشاں فرمودند کہ روز دہم ربیع الاول بحسب دستور قدیم قرآن خواندم و چیزے نیاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کردم و زیارت موئے شریف نمودم۔ در اثنائے تلاوت ملاء اعلیٰ حاضر شدند و روح پر فتوح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجانب ایں فقیر و دوستداران ایں فقیر بغایت
التفات فرمودہ دراں ساعت کہ ملاءِ اعلیٰ و جماعتِ مسلمین کہ با فقیر بودند بہ نیاز و
نیائش صعود می کنند و برکات و نفحات از آں حال تنزل می فرماید۔

(ص ۴۰) ترجمہ ص ۹

یعنی حضرت نے فرمایا۔ قدیم طریقہ کے موافق بارہ ربیع الاول کو میں نے
قرآن مجید کی تلاوت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ نیاز تقسیم کی
اور آپ کے مبارک بال کی زیارت کرائی۔ تلاوت کلام پاک کے دوران میں ملاء اعلیٰ
کا ورود ہوا (فرشتے نازل ہوئے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح
پرفتوح نے اس فقیر اور اس سے محبت کرنے والوں کی طرف بہت التفات
فرمائی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ملاء اعلیٰ (فرشتوں کی ٹولی) اور ان کے ساتھ
مسلمانوں کی جماعت نیازمندی اور عاجزی کی بنا پر بلند (عروج کر رہی ہے)
ہو رہی ہے (اوپر اٹھ رہی ہے) اور اس کیفیت کی برکتیں اور اس کی لطیفیں نازل
ہو رہی ہیں۔

تشریح۔ اس ملفوظ سے صاف طور پر ثابت ہے کہ خاص بارہ ربیع الاول
کو شاہ ولی اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ اور نذر و نیاز دلوایا کرتے
تھے اور یہ آپ کا پرانا طریقہ تھا اور دینگ۔ بحث میں حاضرین کو موئے مبارک
از بس مکرم و مقدس کی زیارت کراتے تھے اور شیرینی تقسیم کرتے تھے۔ تاریخ کی
تعیین کی وجہ سے (پناہ بخدا) کراہت تو درکنار آپ کو برکات اور انوار نظر
آتے تھے آپ حاضرین محفل کے درجات بلند ہوتے ہوئے دیکھتے تھے۔[1] ھذا

[1] حضرت قدس سرہ کو جو فیوض و برکات اور محفل میلاد مبارک میں ملائکہ کے نزول کے مشاہدات ہوئے
بالتفصیل آپ نے اپنی تالیف فیوض الحرمین مطبوعہ میں تحریر فرمائے ہیں۔

ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔

آپ نے رسالہ الدر الثمین کے صفحہ ۸ حدیث ۲۲ میں اپنے حضرت والد مولانا
شاہ عبدالرحیم کا بیان نقل کیا ہے کہ میں ایام مولود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے میلاد کا کھانا پکوایا کرتا تھا۔ ایک سال کچھ پاس نہ تھا کچھ بھنے چنے تھے ان
کو میں نے تقسیم کیا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھنے
چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ شاد اور بشاش ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاہ ولی اللہ اور آپ کے والد بزرگوار پابندی
کے ساتھ میلاد مبارک کے دن خوشی کا کھانا اور شیرینی تقسیم کیا کرتے تھے اور یہی
حضرت شاہ عبدالعزیز اور آپ کے شاگردوں کا طریقہ رہا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

۲ حضرت ایشاں فرمودند کہ در ایام عاشورا از جانب ائمہ اہل بیت رضوان اللہ
علیہم اجمعین مکرر اشارات معلوم شد کہ چیزے برائے فاتحہ ایشاں باید کرد بنا
براں روزے چیزے از حلوہ حاضر کردہ شد و قرآن ختم نمودہ فاتحہ خواندہ شد
پس سرور و ابتہاج در ارواح طیبۂ ایشاں مشاہدہ افتاد و نیز ارشاد فرمودند کہ
چوں در ارواح طیبۂ اہل بیت رضی اللہ عنہم بامعان نظر تامل واقع شد بہ
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ امتیازے و مکنتے و عظمتے مشاہدہ افتاد
کہ مثل ذلک در دیگراں معلوم نہ شد و خیال واضح گشت کہ نسبتے کہ مخصوص باہل بیت
است گویا از ملاحق انکار در ایں حضرت تام و کامل گشتہ و بعد از ان انتہائے جاں
نسبت و تلون باقی ماندہ پس در اولیاء اللہ سطوتے و ابہجتے کہ در غوث اعظم
معلوم می گردد در دیگرے یافتہ نمی شود۔ (ص ۴۴) ترجمہ ص ۱۰

یعنی حضرت نے فرمایا۔ عاشورا کے ایام میں حضرات ائمہ اہل بیت
اطہار رضی اللہ عنہم کی طرف سے مکرر اشارہ ہوا کہ ان حضرات کی فاتحہ کرائی جائے

چنانچہ ایک دن شیرینی منگوائی گئی اور قرآن مجید کا ختم کر کے فاتحہ دلائی گئی اور حضرات ائمۂ اطہار کی ارواحِ طیبہ میں خوشی اور مسرت کے آثار ظاہر ہوئے۔ پھر حضرت نے ارشاد کیا جب حضرات ائمۂ اہل بیت اطہار کی ارواحِ طیبہ میں گہری نظر ڈالی گئی تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مبارک روح میں ایک خاص قسم کا امتیاز، حکمت اور عظمت نظر آئی جو اوروں میں دیکھی نہ گئی اور قطعی طور پر یہ بات سمجھ میں آئی کہ جو مخصوص نسبت اہل بیت میں ہے وہ انکار کے مل جانے کی وجہ سے اتمام اور اکمال کی شکل اختیار کر گئی ہے اور آپ کے بعد یہ مبارک نسبت اسی کیفیت پر رہی اور پھر اس نسبت مبارکہ کی جو شوکت و عظمت حضرت غوث اعظم سیدنا عبد القادر جیلانی میں نظر آتی ہے وہ کسی دوسرے میں نظر نہیں آتی۔

تشریح۔ اس مبارک ملفوظ سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ حضرات ائمۂ اہل بیت اطہار قدس اللہ اسرارہم کے ایثار اور خوشنودی کی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ نے ایام عاشورا میں ان حضرات کی فاتحہ دلوائی۔

شاہ ولی اللہ نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نسبت مبارکہ کے متعلق بہت خوب کہا ہے حضرات مشائخ کبار نے ایک اور وجہ تحریر فرمائی ہے کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ام فروہ دختر حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم تھیں۔ حضرت قاسم مدینۂ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے ایک امام تھے۔ حضرت جعفر کو ان سے علمی اور روحانی

---

[1] آپ کے صاحبزادہ و جانشین سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث [illegible] مجالس محرم کرنے کے پابند ہے جس میں صحیح و مستند روایات بیان فرماتے تھے اور کثیر مجمع ہوتا تھا [illegible] ہزار [illegible] جمع ہو جاتے ہیں [illegible]

فوائد حاصل ہوئے۔ علامہ بدر الدین نے حضرات القدس میں آپ کا یہ قول لکھا ہے۔ وَلَدَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ مَرَّتَیْنِ۔ ابو بکر سے دو مرتبہ پیدا ہوا ہوں ایک جسمانی پیدائش ہے کہ وہ میرے نانا ہیں اور ایک روحانی پیدائش ہے کہ میں ان کے سلسلہ سے مستفید ہوا ہوں۔

[2] حضرت ایشان فرمودند کہ در عالم مثال در یکے از فرزندان خود جاہ و ثروتے تمام و عظمتے و نورانیتے عظیم مشاہدہ نمودم امید آن است کہ این معنی ظہور نماید و در بعضے از فرزندان علمے وسیع معلوم می شود و از بعضے دیگر بقائے نسل ادراک نمودہ می آید۔ (ص[illegible]) ترجمہ ص۱۰۹

یعنی حضرت نے فرمایا میں نے عالم مثال میں اپنے فرزندوں میں سے ایک میں عزت، دولت، بڑائی اور عظیم نورانیت دیکھی، امید ہے اس کا ظہور ہوگا اور بعض فرزندوں کا علم وسیع معلوم ہوا اور دوسرے بعض سے نسل کا باقی رہنا معلوم ہوا۔

تشریح۔ آپ کے فرزند شاہ عبد العزیز کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت، علمیت، نورانیت کی دولت سے نوازا۔ [illegible] ولی اللہ نے کتابیں لکھیں اور شاہ عبد العزیز نے چاروں اطراف میں ان کے علم کو پھیلایا [illegible] کے مسلم استاد ہوئے، شاہ عالم بادشاہ نے جاگیر عنایت کی [illegible] آپ کے اور آپ کے تین بھائیوں کے اور ایک [illegible]

---

[1] [illegible] جاگیر میں [illegible] اور [illegible] حسن پور [illegible] آباد [illegible] چاروں بھائیوں میں مشترک تھے [illegible] پھلت [illegible] حضرت آپ [illegible] آپ کی وفات کے وقت قریب ایک [illegible] نقد اور [illegible] سامان آپ کی [illegible] شاہ [illegible] یعقوب [illegible] سفر حج [illegible] اور چند ہزار [illegible] کے لیے [illegible] (تلخیص از مقالات طریقت مطبوعہ [illegible])

یعنی حضرت نے فرمایا حضرت شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہ کے عرس
کی رات کو ان کے مقبرہ میں لوگوں کی بھیڑ اور نغمہ سرائی کا ہنگامہ برپا تھا
لوگ اپنے شوق اور وجد میں مصروف تھے میں عشاء کے بعد اپنی مسجد
شریف میں بیٹھا تھا کہ نور کا ایک ٹکڑا میرے پاس لایا اور کہا گیا کہ وہاں پر
ذوق و شوق اور روح مبارک کی کرامات کا جو کچھ ظہور ہوا ہے وہ سب
مل کر اس صورت میں ہو گئے ہیں جو آپ کو ارسال کیا گیا ہے، اسی دوران
میں نفس ناطقہ کا اثر تمام عالم میں ظاہر ہوا اور یہ بات واضح کی گئی کہ وہ
نور بھی شیخ کا تابع ہے اگرچہ وہاں سے بھیجا بھی گیا ہے۔

تشریح۔ اس ملفوظ سے ثابت ہے کہ آپ کے محترم چچا کا یعنی عرس
ہوا کرتا تھا اور محفل سماع و سرود منعقد ہوا کرتی تھی اور لوگوں پر ذوق
و شوق طاری ہوتا تھا اور آپ کے محترم چچا کی روح کی کرامات (اور برکات
انوار) کا ظہور ہوا کرتا تھا اور وہ محفل نورانی ہوا کرتی تھی، شاہ ولی اللہ
کو اس احتفال پر کوئی اعتراض نہ تھا بلکہ آپ کو اس سے مشاہدات و
فیوضات روحانی حاصل ہوتے تھے۔

۲؎ اتفاق چناں افتاد کہ قبل ازاں شب وقت خواجہ محمد امین و خواجہ
ابوالخیر بہ طبخ و ادائے آنجناب مشغول شدند دریں باب اہتمام تمام
بکار بردند وقت شب جناب حضرت ایشاں ارشاد فرمودند کہ سابق

۱؎ حضرت اقدس نے اپنے والد ماجد کی چشم دید روایت حضرت مجدد الف ثانی کے پیر و مرشد
حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی کے عرس کا سماں جس میں نورانی محفل بعد عصر ہوتا تھا
نیز حضرت اقدس نے اپنے استاد شیخ ابراہیم کردی مدنی کا شدت ذوق سماع انفاس
قوامد انفاس العارفین صفحہ ۱۰۲، ۱۰۵ میں لکھے ہیں۔ تقی انور

ازیں مدتے دراز شد کہ یکبارگی در خانہ ما چیزے از طعام بہ دیر میسر آمدہ
بود و میاں نوراللہ متصدی سرانجام بعضے اسباب آں شدہ بودند بنابریں
نماز مغرب پیش از جماعت ادا کردہ آں را سرانجام دادند پس نماز شاں بہ
جناب الٰہی بہ محل قبول رسیدہ بود ہم چنیں امروز عمل ایں ہر دو عزیزاں
قبول گشتہ۔ (صفحہ ۱۲۲، ترجمہ صفحہ ۱۵۱)

یعنی۔ اس سے پہلے ایسا اتفاق ہوا تھا کہ خواجہ محمد امین اور خواجہ
ابوالخیر بڑے اہتمام سے رات کے وقت (حضور کی) دعوت پکانے میں مصروف
ہو گئے تھے (اس کام کی وجہ سے جماعت ان سے فوت ہو گئی تھی) حضرت نے
رات کو فرمایا۔ اس واقعہ سے ایک زمانہ پہلے ایک مرتبہ ہمارے گھر میں
کھانے کا سامان دیر سے میسر آیا۔ میاں نوراللہ (بڈھانوی) بعض چیزوں
کی فراہمی میں ساعی (کوشاں) ہوئے تھے اور اس (حضرت اقدس اور آپ
کے اہلبیت کی خدمت کی) وجہ سے انھوں نے مغرب کی نماز جماعت سے
پہلے پڑھ لی تھی اور پھر کام کے پورا کرنے میں مصروف ہو گئے تھے ان کی
نماز بارگاہ الٰہی میں قبول ہو گئی تھی۔ اسی طرح آج کے عمل میں ان دونوں
عزیزوں کی نماز قبول ہو گئی ہے۔

تشریح۔ جماعت سنت مؤکدہ ہے بلا عذر چھوڑنا ناراضی کا سبب ہے
خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی اور خواجہ ابوالخیر اور ان سے پہلے میاں نوراللہ
سے جماعت فوت ہو گئی تھی حضرت شاہ ولی اللہ کو کشف کے ذریعہ معلوم
ہوا کہ ان تینوں سے باز پرس نہ ہو گی۔ ان تینوں کو ان کا اخلاص کام آیا۔

۳؎ در حالت اعتکاف در ماہ رمضان شب بست و نہم یا بست و ہشتم
کہ بجز شوق و وجد و انجذاب چیزے دیگر را گنجائش نبود بہ تقریبے بعضے

فرزندان نجیب شیعیوں کو نہ تو نز — تاکہ سینوں کو چنگاریاں نہ جلادیں

خوش نصیب است آنکہ کرد انبساط — صرف یاد حق کند لیل و نہار

وہ خوش نصیب ہے جو سکر و انبساط کو — شب و روز خدا کی یاد میں صرف کرے

در رہ الفت بعزم و صدق تام — مردوار پا نہادہ استوار

پورے عزم اور سچائی کے ساتھ محبت کی راہ میں — مردانہ وار مضبوط قدم جمائے ہوئے ہو

چشم پر نم آہ پرسوزش بود — تن زبون و قلب باشد بے قرار

اس کی آنکھ نمناک اور دل پرسوز ہو — جسم عاجز اور دل بے قرار ہو

ہر زماں از شوق مستیہا کند — ہر نفس بر جان جاناں نقش نثار

ہر لحظہ شوق سے مستیاں کرے — ہر سانس میں محبوب کے نام پر قربان

ذکر پاکش دارد اے لہا ست زید — آتش عشقش سپر باشد ز نار

لے زید اس کا پاک ذکر دلوں کی دوا ہو — اس کے عشق کی آگ جہنم کی سپر ہوگی

افسوس ایسے فرد اکمل و بے مثال کو اہل اہواء نے وہابیت کے عقائد کا علم بردار ظاہر کیا ہے، آپ کے صاحبزادے اور آپ کے پوتے کے صاحبزادے آپ کے رفیق درس آپ کے خلیفہ اعظم جناب شیخ محمد عاشق آپ کے مسلک پر ترجمان اہل سنت و جماعت تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

و آگاہی آمد کہ ایں فرزندان کہ لطف الٰہی ایشاں را بما عطا کردہ ہمہ سعداء اند و نوعے از ملکیت در ایشاں ظہور خواہد کرد ولیکن تدبیر غیب تقاضا می کند کہ دو شخص دیگر پیدا شوند کہ در مکہ و مدینہ سالہا احیائے علوم دین نمایند و آنجا وطن اختیار کنند از طرف نسبت ایشاں بما متمکن باشد نہ آنکہ آدمی را در وطن مادر میلان طبعی دارد و انتقال جماعہ کہ وطن والدہ ایشاں متمکن باشد بسرزمینے بالطبع مستحیل است مگر بسبب قسر تا سر

([illegible] ۳۳۹-۳۴۰ [illegible])

یعنی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف سے یہ اولاد جو مجھ کو عنایت کی ہے، سب نیک بخت ہیں اور ان پر ایک طرح کی فرشتگی کا ظہور ہوگا اور غیبی تدبیر کا تقاضہ ہے کہ دو افراد اور پیدا ہوں جو سالہا سال مکہ اور مدینہ میں علوم دین کو ترویج کریں اور وہیں کی وطنیت اختیار کریں۔ ماں کی طرف سے ان کا رشتہ مجھ سے ہوگا۔ ایسی جماعت جس کا تعلق والدہ کے وطن سے ہو، وطن کو چھوڑنا مشکل کام ہے مگر یہ کہ کوئی بہت جدوجہد کرے۔

تشریح۔ آپ کے تین صاحبزادوں کا قیام دہلی میں تھا، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر۔ یہ تینوں حضرات بظاہر انسان اور بباطن فرشتہ تھے، عاجز کے پردادا حضرت شاہ احمد سعید فرمایا کرتے تھے کہ یہ تینوں بھائی علم کے سمندر تھے اور تفسیر کلام اللہ میں شاہ عبدالعزیز اللہ کی آیات میں سے ایک آیت تھے، تینوں بھائی صاحب نسبت و کشف صحیح تھے اور شاہ عبدالقادر کا کشف نہایت عمدہ تھا انھوں نے بارہ سال تک مجاہدہ اور اس طریقے کے بعض خلفاء سے استفادہ کیا تھا۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے نواسے شاہ محمد اسحاق اور شاہ محمد یعقوب مع متعلقین و اولاد اور اپنے داماد دین اور ان کے اہل و عیال اور مع دوسرے رفقاء کے ۱۲۵۸ھ کو حرمین محترمین ہجرت کر گئے اور وہاں سالہا سال علوم دین پڑھاتے رہے اور آخر وہاں کی پاک مٹی میں پیوند ہوگئے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

شاہ ولی اللہ کی وفات ۱۱۷۶ھ میں ہوئی ہے ان کی وفات کے بیاسی سال کے بعد یہ واقعہ ظاہر ہوا۔ سید صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب اتحاف النبلاء مطبوعہ نظامی کانپور در ۱۲۸۸ھ کے صفحہ ۴۲۰-۴۲۱

میں القول الجلی کی عبارت نقل کرکے لکھا ہے: مصداق این آگہی ظاہر
وجود ہر دو نواسۂ شاہ عبدالعزیز دہلوی است. مولوی محمد اسحاق و محمد
یعقوب. کہ ہجرت از دہلی کردہ در مکہ اقامت نمودند و سالہا باحیائے
روایت حدیث بہ اہل عرب و عجم پرداختند. یعنی اس آگاہی کا مصداق
جو شاہ عبدالعزیز دہلوی کے دو نواسے مولوی محمد اسحاق اور محمد یعقوب
ہیں جو دہلی سے ہجرت کرکے مکہ میں مقیم ہوئے اور برسوں اہل عرب اور عجم
کو حدیث کی روایت کی۔ یہ ہے اَلْمُؤْمِنُ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ کی ایک مثال
نواب صدیق حسن خاں (بھوپالی) کے پاس القول الجلی کا نسخہ تھا اور وہ
اسے مستند سمجھتے تھے وہ حضرت شاہ ولی اللہ کے کشف کے قائل ہوگئے
باوجودیکہ وہ اہل حدیث کے امیر اور غیر مقلدین اور وہابیوں کے اپنے
عہد میں امام تھے۔

روزے بہ شیخ عبدالعزیز کہ خلف الصدق ظاہراً و باطناً حضرت
ایشان اند در ضمن بعض تقریبات فرمودند کہ حضرت قبلہ گاہ ما چون ازین
عالم انتقال نمودند عمر من بیش [illegible] نبود و میان اہل اللہ یعنی برادر خورد ایشان
رفیع الدین بودند پس ما بمزار شریف اکثر اوقات متوجہ بروح
ایشان می نشستیم پس راہ حقیقت برما گشادہ شد. پس ازین حکایات
عجیبہ [illegible] از احوال خویش کردند۔

روزے فرزندان گرامی را بشارات نواختند و بہ شیخ عبدالعزیز خطاب
نمودہ فرمودند کہ فرزند من شیخ محمد را نسبت مع اللہ مانند نسبت شاہ حسین
[illegible] خواہد شد و نام تو در ملاء اعلیٰ حجۃ اللہ
است و نام رفیع الدین ابو العجائب است تسخیر عناصر ویرا باشد کہ ہرچہ

از زبان او بر آید صورت وقوع گیرد و نام عبدالقادر معین الحق کہ [illegible]
را بمال یا بنوعے دیگر اعانت نماید پس شیخ عبدالعزیز عرض نمودند کہ آیا
مارا ولایت نہ خواہد بود فرمودند نصیب تو [illegible] می باشد
در اتمام او [illegible] تعالیٰ۔ الحمد للہ در ہر یک ازینان آثار این بشارات
ظاہر و باہر است (صفحہ ۲۳) ترجمہ صفحہ دوم

یعنی ایک دن بعض تقریبات کے دوران اپنے فرزند شیخ عبدالعزیز
سے جو ظاہراً اور باطناً آپ کے خلف صدق تھے فرمایا کہ میرے والد
جب دنیا سے آخرت کو منتقل ہوئے تو تمہاری اس عمر کی طرح تھی
اور میرے چھوٹے بھائی میاں اہل اللہ کی عمر رفیع الدین کی سی تھی۔ سو
ہم ان کے مزار شریف پر آپ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا کرتے تھے
پھر مجھ پر راہ حقیقت کھل گئی۔ ان حکایات کے بعد آپ نے [illegible] کیا کہ میری
رحلت کا زمانہ قریب آگیا ہے۔

ایک دن آپ نے اپنے چاروں فرزندان گرامی کو بشارت عظیمہ سے نوازا
آپ نے شیخ عبدالعزیز سے فرمایا میرے فرزند شیخ محمد کو اللہ سے نسبت
شاہ حسین [illegible] آپ نے بیان فرمایا تھا جو [illegible] کی
نسبت کی طرح ہوگی۔ اور تمہارا نام ملاء اعلیٰ میں حجۃ اللہ ہے اور رفیع الدین
کا نام ابو العجائب ہے۔ ان کو عناصر کی تسخیر حاصل ہوگی جو بات کہیں گے
وہ ہو جائے گی اور عبدالقادر کا نام معین الحق ہے وہ مال سے یا دوسرے طریقہ
سے [illegible] شیخ عبدالعزیز کی مدد کریں گے۔ یہ سن کر شیخ عبدالعزیز نے
آپ سے پوچھا کیا ولایت مجھ کو نہ ملے گی۔ آپ نے فرمایا تجھے بھی
[illegible] انشاء اللہ تعالیٰ کا [illegible] ہے۔ وہ اس سے مراد کی تکمیل کرتا ہے

رسید کہ از عمر شریف سال شصت و دوم شروع شدہ بود، وقت صبح
روز شنبہ مرزا جان جاناں کہ از مشاہیر طریقۂ نقشبندیہ احمدیہ اند با جماعۂ
خویش بہ عیادت آمدند و خلوت ساختند کہ بجز چند کس از مخصوصان
این بندہ ہم طفیلی شان بود، دیگرے نبود، پس حلقۂ مراقبہ شد و قریب
نیم پاس ہم بہ آں صحبت ماند۔ بعد ازاں چوں مجلس مراقبہ منقضی شد و
مرزا رخصت خواستند از آں وقت حال مزاج شریف متغیر گشت و چیزے
از آثار انتقال ظہور نمودند تا کہ وقت ظہر ہماں روز طائر روح
پاک شاں بہ عالم قدس طیران نمود و بہ رفیق اعلیٰ پیوست۔

(ص ۲۶۳) ترجمہ حصہ دوم

یعنی، جب ۱۱۷۶ھ کے محرم کی آخری تاریخ ہوئی اور آپ کی
عمر کا باسٹھواں سال شروع ہو گیا تھا۔ ہفتہ کے دن مرزا جان جاناں
جو کہ طریقہ نقشبندیہ احمدیہ کے مشاہیر میں سے ہیں اپنی جماعت کے
ساتھ عیادت کے لیے آئے، خلوت کی محفل ہوئی، چند مخصوص افراد
کے علاوہ کوئی نہ تھا، یہ بندہ مخصوص افراد کا طفیلی تھا یعنی محفل میں
شریک تھا۔ تقریباً آدھ گھنٹہ مراقبہ کی محفل رہی پھر مرزا نے رخصت
طلب کی، اس وقت سے شاہ ولی اللہ کے مزاج شریف میں تغیر ہوا
اور رفتہ رفتہ موت کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے چنانچہ اسی دن ظہر
کے وقت طائر روح پاک نے عالم قدس کو پرواز کی اور رفیق اعلیٰ
سے جا ملا۔ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ وَنَوَّرَ ضَرِيحَهٗ۔

تشریح۔ آپ کی وفات ظہر کے وقت، ہفتہ کے دن ۲۹ ماہ محرم الحرام
۱۱۷۶ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۷۶۲ء کو دہلی میں ہوئی اور اپنے آل [illegible]

محمد عاشق نے کہا ہے۔ الحمد للہ سب میں بشارت کے آثار صاف طور پر
ظاہر ہیں۔

تشریح۔ اس مبارک قطعہ میں دو واقعات کا بیان ہے۔

پہلے واقعہ میں شاہ ولی اللہ نے اپنے فرزند دوم شاہ عبد العزیز سے
فرمایا کہ حضرت والد ماجد کی وفات کے وقت میری عمر آج تمہاری (۱۷) ...
تمہاری عمر ہے۔ میں ان کے مزار شریف کے پاس ان کی روحانیت کی طرف
متوجہ ہو کر بیٹھا کرتا تھا تا آں کہ راہ حقیقت مجھ پر کھلی۔

افسوس ہے اب مدعیان سنت و اصحاب توحید کے نزدیک یہ
عمل شرک میں داخل ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کو جو نعمت ملی اس کی
ابتدا ان کے والد ماجد کی مرقد مبارک سے ہوئی اور اس کا اتمام سرور
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارکہ پر ہوا۔ وہ روضۂ مقدسہ جس
کی زیارت پر اس سعادت کا شوق امیر المومنین حضرت عمر فاروق
کعب احبار کو دلا رہے ہیں۔

دوسرے واقعہ میں شاہ ولی اللہ نے اپنے صرف چار صاحبزادوں
شیخ محمد، شیخ عبد العزیز، شیخ رفیع الدین، شیخ عبد القادر کو بشارات
سے نوازا ہے اور جناب شیخ محمد عاشق نے لکھا ہے کہ بشارات کے آثار
صاف طور پر ظاہر ہیں۔[1]

۱۱۷۶ھ چوں سلخ محرم سَنَةَ سِتٍّ وَسَبْعِينَ بَعْدَ الْأَلْفِ [illegible]

---

[1] حضرت اقدس کی وفات کے وقت آپ کے صاحبزادوں کی عمریں یہ تھیں: شیخ محمد تقریباً [illegible] سال، شیخ عبد العزیز [illegible] سال چھ ماہ، شیخ رفیع الدین ۱۳ سال، شیخ عبد القادر تقریباً [illegible] سال، شیخ عبد الغنی [illegible] سال تھیں۔

نیز [illegible] مطبوعہ ۱۳۰۴ھ کے صفحہ ۱۰۳ میں ہے۔

میں ائمہ اہل بیت کی طرف متوجہ ہوا میں نے ان کا ایک خاص طریقہ
پایا اور وہی اصل ہے اولیاء کے طریقوں کا، میں اس اصل کا بیان کرتا ہوں
اور ان نسبتوں (جو اس سے ملتی ہیں) کا بیان بھی کرتا ہوں جو اولیاء اللہ کے
طریقوں میں ہوتے ہیں اور وہ اصل یہ ہے کہ یاد داشت کی طرف التفات
رکھی جائے۔ الخ

عاجز کہتا ہے طریقہ نقشبندیہ کی اصل طریقہ خواجگان ہے اور اس طریق
کے سرگروہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی متوفی ۵۷۵ھ ہیں آپ کو حضرت
خضر سے فوائد حاصل ہوئے ہیں آپ کے آٹھ ارشادات ہیں جو ان کے طریقہ کی
اساس ہیں (۱) ہوش در دم (۲) نظر بر قدم (۳) سفر در وطن (۴) خلوت در انجمن
(۵) یاد کرد (۶) باز گشت (۷) نگاہ داشت (۸) یاد داشت۔

حضرات خواجگان کے نزدیک ذوق اور وجدان کی رو سے دوام آگاہی
حاصل ہونے کا نام یاد داشت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اس اصل کو
حضرات ائمہ اہل بیت کے طریقہ کا اصل قرار دیا ہے۔

سلام ما رساند بجان ایشاں ۔۔۔ الہی از تو رحمت بیکراں باد

ف۱۲ (از تفہیم دوم) (مرقوم شد) در پیشے اگر میل سلطنت و رغبت حکومت
سر زند و ایں رغبت بہ الہام حق ظاہر نماید کہ برائے اعلاء کلمۃ اللہ بودہ است
قبول نباید کرد و سخن او معتبر نباید داشت کہ مفتون تسویل نفس و شیطان شدہ

علیہ کشف مذکورہ تفہیم دوم کتاب القول الجلی میں ہے۔ بلطف پٹنہ لائبریری کے نسخہ میں موجود ہے جس کا عکس میرے پاس آگیا ہے۔ یہ تسویل شیطان دونوں کے نفس میں کسی
کو آراستہ کرنا۔ سخن آرائی و دفتر آفتاب وغیرہ۔

است زیرا کہ وجود سلطنت در اولیائے اللہ با است بہ الہام حق و نظام امر
ملت صورت نیافتہ مگر در حضرت امام مہدی کہ در آخر زماں پیدا خواہد شد
و قیام ایں ہر دو امر بہ الہام الٰہی خواہد شد و غیر ایشاں [illegible] حق
حکم بہ بطلان او باید کرد و ایں از تسویل نفس است لا غیر اصل ندارد ختم

یعنی۔ آپ نے فرمایا اگر کسی درویش سے سلطنت کی خواہش اور حکومت
کی رغبت ظاہر ہو اور وہ اس رغبت کو الہام حق ظاہر کر کے بیان کرے کہ اللہ کے
کلمہ کی سربلندی کے واسطے ہے۔ قبول نہ کیا جائے کیونکہ یہ ہوائے نفس و
شیطان کا بنایا ہوا ہے اس امت میں اللہ کے الہام سے ملت کے نظام
کے لیے اولیاء اللہ میں سے سوا حضرت امام مہدی کے جو کہ آخر زمانہ میں
پیدا ہوں گے کسی اور کے لیے انتخاب اور قیام کی گنجائش نہیں ہے حضرت
امام مہدی ان دونوں کاموں کو کریں گے (یعنی اعلاء کلمۃ اللہ اور انتظام
امر ملت) ان کے علاوہ جو بھی اس کا دعویٰ کرے اس کی غلط روی کا حکم
کیا جائے۔ کیوں کہ اس کا یہ فعل از راہ نفسانیت ہے اور اس کی
کوئی اصل نہیں ہے۔

تشریح۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ کشف اور بیان بڑا اہم اور غور
طلب ہے۔ آپ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیائے حق اور اللہ کے
برگزیدہ افراد میں سے اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھ کو الہام ہوا کہ مسلمانوں
کا امیر بنوں اور اسلام کی خدمت کروں تو سمجھو کہ اس کو اپنے کشف اور الہام
کے سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے یہ کام آخیر دور میں حضرت امام مہدی کریں گے
اس مکاشفہ میں شاہ ولی اللہ کے دو الفاظ قابل بحث و تحقیق ہیں،
ایک لفظ درویش ہے اور دوسرا لفظ الہام ہے۔ درویش خدا رسیدہ

کو کہتے ہیں یعنی وہ نیک بندہ جس کی لو خدا سے لگ گئی ہو اور الہام دل میں
اچھے خیال کے آنے کو کہتے ہیں۔ اب مکتوبات سید احمد شہیدؒ کے مکتوب ۲۶
میں اس عبارت کو ملاحظہ کریں جو صفحہ ۱۴۰ میں ہے۔

"مصلحت وقت۔ چناں اقتضا کرد کہ اقامت ایں رکن رکین اسلام
بدون نصب امام بوجہ مشروع صورت نمی بندد بنا علیہ بتاریخ دواز(دہم)
جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۴۴ ہجری مقدس باتفاق مشاہیر سادات کرام و علما(ء)
اعلام و مشائخ عظام و صاحبزادگان ذوی الاحترام و خوانین ذوی ال(اقتدار)
و جماہیر خواص و عوام از اہل ایمان و اسلام بیعت امامت بر دست ایں
جانب واقع گردید و بروز جمعہ خطبہ بنام ایں جانب خواندہ شد و بر حسب
ایں خاکسار ذرۂ بے مقدار بحصول ایں مرتبہ منیف اوّلاً باشارات
غیبی و الہامات لاریبی مبشر شدہ بود"

اور اس کا ترجمہ صفحہ ۱۵۱ میں لکھا ہے یہ ہے

"مصلحت وقت کے مد نظر یہ تھی کہ اس رکن اعظم جہاد کا قائم رکھنا
شریعت کی رو سے بغیر امام کے تقرر کے ممکن نہیں تھا۔ اس لیے ۱۲ جمادی ال(ثانی)
سنہ ۱۲۴۴ھ مقدس کو مشاہیر کرام، مشائخ عظام اور قابل احترام شہزادوں اور
حشمت خوانین اور تمام خاص و عام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے امامت
بیعت اس عاجز کے ہاتھ پر تکمیل پائی اور جمعہ کے روز میرا نام خطبہ میں (پڑھا)

لے اس کے بعد ہی حضرت سید احمد شہیدؒ اپنے خطوط میں اپنے کو امیر المومنین لکھنے لگے (مکتوبات احمدی) دیوبند کے جلیل القدر عالم مولانا عبید اللہ سندھی تو عقیدت میں غلو کے اس مقام (تک) پہنچ گئے کہ وہ حضرت سید صاحبؒ کو امام معصوم بھی لکھ گئے ہیں جو اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے قطعاً خلاف ہے۔ (الرحیم جنوری سنہ ۱۹۶۶ صفحہ ۱۹)

اس خاکسار ذرۂ بے مقدار کو اس بلند مرتبہ کے حاصل ہونے کی بشارت،
غیبی اشارے اور الہام کے ذریعہ جن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں
پہلے ہی دی گئی تھی۔"

ایسے الہامات و اشارات کو جو موجود ہوں سلطان خیال ہوں حضرت امام
ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (مکتوب ۲۹۱ دفتر اول میں) معلول
قرار دیتے ہیں۔ کاش ممدوحین جناب سید اور ان کے رفقاء کار حضرت
شاہ ولی اللہ کے اس ارشاد سراسر رشاد کو پہلے ہی ملاحظہ فرما لیتے شاہ
ولی اللہ کی وفات کے ۶۴ سال بعد آپ کا یہ کشف ثابت ہوا۔ اگر سید
صدیق حسن خاں اس مکاشفہ کا بھی ذکر کر دیتے تو بہتر ہوتا۔

مولانا عبید اللہ سندھی نے حزب امام ولی اللہ کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ
کے صفحہ ۱۶۵ میں لکھا ہے۔

"جس دن سے امیر شہید افغانوں کے امیر بنے اسی وقت سے بغاوت
کی چنگاری اس اجتماع میں چمکتی رہی اگر معاملہ ہمارے ہاتھ میں ہوتا تو
ہم افغانوں کا امیر بناتے اور اسے امیر شہید کے بورڈ کا ایک ممبر بنا دیتے۔"

مولانا سندھی نے جو رائے لکھی ہے، درست رائے ہے ہو سکتا ہے کہ انھوں
نے یورپ اور روس وغیرہ کے دورہ میں ہمفرے جاسوس کی رپورٹ پڑھی
ہو جس کو جرمنی کی حکومت نے چھپوا لیا تھا اور پھر اس کا ترجمہ دوسرے ممالک
میں چھپا اور اب پاکستان میں ہمفرے کے "اعترافات" کے نام سے

لے حضرت سید احمدؒ کی ولادت سے ۵۰ سال قبل اور آپ کے رفیق خاص عالم اجل مولانا اسمٰعیل کی ولادت سے ۳۰ سال قبل حضرت (قدس سرہ) اس عالم فانی سے انتقال فرما چکے تھے۔

چھپا ہے کہ کس طرح انگریزوں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو سلطنت عثمانیہ کو
کمزور کرنے کے لیے تیار کیا اور پھر محمد بن سعود امیر نجد کو اس بات پر آمادہ
کیا کہ وہ محمد بن عبدالوہاب کے باطل عقائد کی حمایت کرے اور نجد کا بادشاہ
بنے۔ چنانچہ ۱۱۴۳ھ میں محمد بن سعود نے وہابی مذہب اختیار کیا۔ مذہبی امور
میں وہ ابن عبدالوہاب کا مطیع ہوا۔ اور آج تک یہی کیفیت ان دونوں گھرانوں
کی ہے۔

۱۳۔ چوں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در فتح مکہ مصاریع کعبہ را گرفتہ
ایستادند جماعۂ از صنادید قریش را کہ در باب ایذائے آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سعی بلیغ داشتند و سینہائے ایشاں بہ عداوت پر بود دیدند کہ ہمہ
جمع شدہ ایستادہ اند فرمودند چہ می گوئید گفتند می گوئیم کہ اَخٌ کَرِیْمٌ
فرمودند شاید ارادہ می کنید قصۂ یوسف را گفتند آرے۔ فرمودند من ہم
می گویم لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ ایں کلمہ گفتن ہماں بود
دغل و حسد از دلہا رفت۔ ہماں غرض تحفۂ حادثہ پیدا شد از باب
لطف و صفا کہ خرق عادت باشد بلا اشکال۔ و اصل ایں خرق عادت قوت
زہرہ بود کہ از میان نفس نفیس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جوش زدہ قوائے
زہرہ را کہ در نفوس ایشاں کافرہ بود در ہیجان آورد و ہر دو باہم طرفہ
تفاعل نمودند و طرفہ انجذابے و روحے و راحتے و بہجتے و سرورے بظہور
رسید و ہم چنیں وہب بن عمیر بہ قصد کشتن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم او را بر بعض امور معینہ مطلع ساختند و در ضمن
ایں مطلع ساختن طرفہ قوت زہرہ از نفس حضرت بر آمد و بر نفس بے
شرصفت رسید و عداوت را بہ کلی بسوخت۔ و ہم چنیں ثمامہ عزبائی ذیشان

زوجۂ ابی سفیان۔ ایں ہمہ قوت زہرہ است کہ از نفس صاحب شرع بر آمدہ
بہ نفوس دیگراں می رسد و قوائے زہرۂ ایشاں را در ہیجان می آرد و
طفیے طرفہ بہ نمود می رسد۔ ہم چنیں در بدر قوت مریخیہ ممزوجہ و چنداں
از قوت شمسیہ ممزوج شدہ از نفس نفیس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیوش
و غالب را مسخر خود گردانید و در غیب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیوش پراگندہ
منتشر گردانیدند و ہم چنیں روز حجۃ الوداع قوت مشتری با قوت شمسیہ
و قوت قمر و قوت زہرہ و قوت زحل و قوت عطارد در ہم آمیخت۔ حتی
کُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا جُزْءٌ وَاحِدٌ تا آں کہ یک چیز شد۔ در عالم تحفۂ تسخیر
و تالیفی و فرمانی و تشریعی منتشر گردانیدند (ص ۳۶۲،۳۶۳)

یعنی فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے
دروازے کے پٹوں کو پکڑ کر کھڑے ہوئے اور قریش کے سرداروں
کی ایک جماعت آپ کے سامنے کھڑی تھی جنھوں نے آپ کی ایذا رسانی
میں پوری کوشش کی تھی اور جن کے سینے آپ کی عداوت سے بھرے ہوئے
تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا تم کیا کہتے ہو۔ انھوں نے کہا۔ ہم کہتے ہیں
اَخٌ کَرِیْمٌ۔ آپ کرم کرنے والے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا شاید
تمھارا مقصود یوسف کا قصہ دہرانا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میں بھی کہتا
ہوں۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ۔ کچھ الزام نہیں تم
پر آج بخشے اللہ تم کو۔ اس بات کے سنتے ہی سارا مکر و حسد اُن کے
دلوں سے نکل گیا۔ فتح مکہ کا مقصد یہی خرق عادت کا تحفہ تھا جو لطف
و صفا کے طریقے سے بلا شک ظاہر ہوا۔ اس خرق عادت کی اصل زہرہ کی
قوت تھی جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس نفیس سے جوش مار کر

نکل اور اس نے زہرہ کی ان قوتوں کو جو نفوس اہل مکہ میں کافرانہ پوشیدہ تھیں ہیجان میں ڈال دیا۔ پھر دونوں نے باہم مل کر عجب معالجہ کیا اور کیا ہی عمدہ و اعلیٰ انجذاب و خوشی و راحت و مسرت کا ظہور ہوا۔

ایسا ہی معاملہ وہب جمحی کے ساتھ پیش آیا جب وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے ارادہ سے آیا۔ آں حضرت نے اس کو بعض معینہ امور خفیہ راز سے آگاہ کیا۔ آپ جب ان امور کا بیان فرما رہے تھے آپ کے نفس مبارک سے زہرہ کی قوت نکل اور چنگاری کی طرح وہب کے نفس پر گری اور وہب کی رعونت اور خباثت یکسر جل گئی۔

اسی طرح کا قصہ ثمامہ مرزبانی اور ہند زوجہ ابو سفیان کا ہے یہ سب قوت زہرہ کی کارستانی ہے کہ صاحب دولت کے نفس سے نکلتی ہے اور دوسروں کے چھپے ہوئے قوا کو ہیجان میں ڈال کر انوکھا طلسم دکھاتی ہے۔

اسی طرح بدر کے دن گرنے والی قوت اپنے سے دگنی آفتابی قوت سے گھل مل کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس نفیس سے جوش مار کر نکلی اور غالب کو اپنا مطیع کر لیا اور ایک مہینہ کی مسافت تک آپ کا رعب طاری کر دیا۔

اسی طرح حجۃ الوداع کے دن مشتری کی قوت، آفتابی قوت، ماہتابی قوت، زہرہ کی قوت، زحل کی قوت، عطارد کی قوت سے گھل مل گئی۔ کل واحد منہا جزء واحد۔ ان میں سے ہر ایک کا ایک ایک جزء یہ سب مل کر ایک شے ہو گئیں اور اس نے تمام عالم میں مسخر کرنے، مالوف کرنے حکم نافذ کرنے اور ایک شریعت کا تحفہ بھیج دیا۔

تشریح: حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی تحقیقی وابستگی طریقت میں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ سے ہے یوں اجازت دیگر سلاسل میں بھی ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہ کے زمانے تک سلسلۂ نقشبندیہ کے مدارج کا بیان ولایت کبریٰ تک ہوا تھا۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے نہایۃ النہایہ تک اس کا بیان کیا، اور آپ نے بیان کیا کہ انسان کی تخلیق میں عالم امر اور عالم خلق کے اجزا شامل ہیں۔ عالم امر کے اجزا نورانی ہیں اور وہ انسان کے سینہ میں مکین ہیں۔ یہ نورانی اجزا ہماری کوتاہیوں اور گناہوں کی وجہ سے اپنی نورانیت کھو بیٹھتے ہیں، اور جب خوش نصیب بندہ اللہ کی یاد میں مصروف ہوتا ہے یہ اجزا اپنی نورانیت حاصل کر لیتے ہیں اور جب وہ خوش نصیب مراقبہ کرتا ہے تو یہ نورانی اجزا پرواز کر کے اپنے اصول تک پہنچتے ہیں جو عالم امر میں ہیں۔ آپ نے پانچ نورانی اجزا کا بیان کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کو نیا طریقہ حضرات ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے ملا ہے۔ اس نئے سلسلہ کا تفصیلی بیان عاجز کی نظر سے نہیں گزرا ہے۔ آپ کے اس مبارک مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان پانچ نورانی طاقتوں کے علاوہ دوسری نورانی طاقتوں کے اجزا سے بھی انسان کے سینہ کو معلق اور مجلی قرار دیتے ہیں۔ سورۂ حم السجدہ کی آیت ۵۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ ہم دکھا دیں گے ان کو اپنی آیات۔ افقوں میں اور ان کے نفسوں میں۔ دلائل قدرت میں سے جو کچھ عالم کبیر میں ہے اسی کا نمونہ انسان کا جسم ہے

نے فلک داشت نشاں نے ملک را حاصل

آں چہ در سینۂ سودا زدگی آدم ہست

کچھ پہلے کتاب "القول الجلی" پر ایک مقالہ نعیم حیدر علوی کا کوربی یا
دہلی کے مجلہ تاریخ میں چھپا تھا۔ ایک مولوی صاحب نے اس کو پڑھ کر عاجز
سے کہا حضرت شاہ ولی اللہ نے نجوم اور ناشرات کو آپ کا بیان کیا ہے
اور یہ کچھ مناسب نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کا یہ کشوف بعض دیگر
فضلا کی نظر سے بھی گزرا اور انھوں نے اس کشوف اور نیز بعض دیگر کشوفات
کے حذف کرنے کا مشورہ دیا۔ اس سلسلہ میں عاجز کے پاس ایک مفتی صاحب کا
مکتوب آیا اور انھوں نے عاجز سے اس سلسلہ میں استفسار کیا۔ عاجز نے تحریر کیا
کہ کسی کی تالیف میں کمی بیشی کا تصرف ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام
پاک میں کئی جگہ اس قبیح فعل کی برائی بیان کی ہے۔ افسوس ہے مولانا اسمٰعیل
کے پیرو اس کام میں بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت
شاہ عبدالعزیز کی تحریرات و مکتوبات، حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمہ قرآن
اور دیگر کتابیں، حضرت مجدد الف ثانیؒ، ان کی اولاد، حضرت شاہ غلام
علی، حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی اور دیگر اکابرین کے احوال میں خوب
ہی تحریفات کر کے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولانا اسمٰعیل کا ہمنوا ان
کو قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب "القول الجلی" کو ان لوگوں سے محفوظ رکھے
اور یہ کتاب بلا کسی تصرف کے چھپے۔ بنا بریں اس سلسلہ میں عاجز نے کچھ
لکھا ہے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی دو شنبہ ۹ شوال ۶۷۱ھ
نے اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا
کے بیان میں لکھا ہے۔ قال القشیری: اجمعوا علیٰ ان المراد الملائکۃ
وقال الماوردی فیہ قولان احدھما الملائکۃ قالہ الجمہور

والقول الثانی ھی الکواکب السبعۃ حکاہ خالد بن معدان
عن معاذ بن جبل۔ قشیری نے کہا ہے اتفاق کیا ہے علماء نے کہ
المُدَبِّرَاتِ أَمْرًا سے مراد فرشتے ہیں اور ماوردی نے کہا ہے کہ المدبرات
کے بیان میں دو قول ہیں۔ ایک قول میں وہ ملائکہ ہیں اور یہ جمہور کا قول
ہے اور دوسرے قول میں وہ سات سیارے ہیں۔ اس قول کو خالد بن معدان
نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے بیان کیا ہے۔ علامہ قرطبی نے یہ بھی لکھا ہے
کہ اس قول کو قشیری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تدبیر عالم
کا تعلق کثرت کے ساتھ نجوم کی حرکات سے وابستہ کر دیا ہے۔ اگرچہ تدبیر
کرنے والا اللہ ہی ہے چونکہ یہ کام نجوم کے سپرد کر دیا گیا ہے اس لیے
نجوم کو مُدَبِّرَات فرما دیا ہے یعنی تدبیر کرنے والیاں۔

علامہ سید ابو الفضل شہاب الدین محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی
ج ۳۰ ص ۲۲ میں وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا سے فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا تک
کا بیان اس طرح کیا ہے کہ ان آیات کا تعلق سیارات سے ہے۔ لکھا
ہے کہ حسن و قتادہ و اخفش و ابن کیسان و ابو عبیدہ نے وَالنَّازِعَاتِ
غَرْقًا کا حمل نجوم پر کیا ہے۔ اور ابن عباس و حسن و قتادہ و اخفش
نے وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا کا حمل نجوم پر کیا ہے اور حسن و قتادہ
نے وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا کا حمل نجوم پر کیا ہے اور فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا
کا حمل نجوم پر معاذؓ سے مروی ہے۔ تدبیر کی نسبت کواکب کی
طرف مجازی ہے۔

علامہ سید محمد امین معروف بہ ابن عابدین نے رسالہ سَلُّ الحُسَام
الہندی میں جو کہ ان کے مجموعہ رسائل کے دوسرے حصہ میں ہے لکھا ہے

قال الامام المرغینانی صاحب الهدایة فی کتابه مختارات النوازل واما علم النجوم فهو فی نفسه حسن غیر مذموم

یعنی ہدایہ کے مؤلف امام مرغینانی نے اپنی کتاب مختارات النوازل میں لکھا ہے کہ علم نجوم فی نفسہ اچھا علم ہے اور وہ مذموم نہیں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک سیارہ کی قوت تعالیٰ نورانی طاقت ہے۔ اور ان نورانی طاقتوں سے انسان کا سینہ معمور ہے اور وہ پاک نفوس کہ جن کے سینے تجلیات کی آماجگاہ ہیں ان طاقتوں سے بحکم الٰہی کام لیتے ہیں۔ آپ کے بیان کردہ اسرار اور نہیں ہوتا اسرار و معارف کا اظہار ہر وقت نیک بندے کرتے رہیں گے ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

۳۳ در قسم سوم خدمت ایشان در عرس مخدوم جمال الدین قدس سرہ در موضع ہانسی بجہت زیارت قبر ایشان رفتند، در آنجا اژدحام بسیار بود [illegible] خدمت ایشان [illegible] قبر ایشان را تقبیل می کردند، خدمت ایشان آنجا قدرے توقف نمودہ از مقبرہ برآمدہ بیرون آں نشستند [illegible] تا شخصے سبب [illegible] پرسید، فرمود [illegible] ترقیات می [illegible] [illegible] بسبب [illegible] بشریت [illegible] ناسوتیہ [illegible] بالکلیہ [illegible] و چوں از [illegible] عالم انتقال نمود [illegible] از بشریت بالکلیہ [illegible] صفت [illegible] غالب می گردد [illegible]

(ص ۲۹)

یعنی حضرت [illegible] جمال الدین قدس سرہ کے عرس کے دن [illegible] وہ [illegible] کی قبر شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے

وہاں بہت بھیڑ تھی، آپ کی قبر شریف کے حجرے میں کثرت سے لوگ مصروف تھے۔ آپ نے تھوڑی دیر وہاں توقف کیا پھر مقبرہ سے باہر آکر بیٹھ گئے اور فرمایا جب تک انسان زندہ رہتا ہے جس قدر بھی وہ اللہ کی یاد کرتا ہے اس کو ترقیات حاصل ہوتی ہیں اور جسمانی تعلق کی وجہ سے بشریت اور عالم اجسام کی بندشوں سے پوری طرح چھٹکارا نہیں پا سکتا، اور جب وہ اس جہاں سے رخصت ہو جاتا ہے اس وقت اس کو بشریت کے عوارض سے پوری طرح نجات حاصل ہو جاتی ہے اور اس پر لاہوتی صفت غالب آجاتی ہے لہٰذا لوگ اس کی طرف جھکتے ہیں۔

تشریح۔ حضرت نے اس مبارک ملفوظ میں ناسوت اور لاہوت کے الفاظ استعمال کیے ہیں ناسوت عالم اجسام کا نام ہے جس وقت روح جسم میں داخل ہوتی ہے دور ناسوتی کا آغاز ہوتا ہے اور پھر جب خوش نصیب بندہ اپنے مولیٰ جل شانہ کی یاد کرتا ہو اور تجلیات اسماء الٰہیہ سے محظوظ ہوتا ہے وہ مقام ملکوت پر فائز ہوتا ہے اور جب مرتبہ صفات میں اس کو فنائیت حاصل ہوتی ہے مقام جبروت حاصل کرتا ہے اور جب وہ خوش نصیب ذات بحت الٰہی کی تجلیات کی آماجگاہ بنتا ہے، مقام لاہوت حاصل کرتا ہے اور جب تک روح کا تعلق جسم سے رہتا ہے وہ اس مقام کو بتمام وکمال حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جب اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے [illegible] المتقین فی جنات و نهر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔

میں ایسے خوش نصیبوں کا بیان ہے۔ جَعَلَنَا اللّٰہُ مِنْھُمْ جو لوگ
ڈیرے ڈالے ہیں باغوں میں ہیں اور نہروں میں، بیٹھے سچی بیٹھک میں
نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ ہے۔

اس ملفوظ میں حضرت نے "لہذا مسجودی شود" فرمایا ہے اس
مسجودیت کے سمجھنے کے لیے دو مبارک صحیح حدیثوں کو نظر میں رکھنا ضروری
ہے لہذا عاجز ان کا ترجمہ لکھتا ہے۔

(۱) مشکوٰۃ کے باب ذکر اللہ والتقرب الیہ میں بخاری سے روایت ہے
کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرماتا ہے
اللہ تعالیٰ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھتا ہے اس کو میں
لڑائی سے خبردار کر دیتا ہوں اور میرا بندہ کسی شے سے بھی جو مجھ
کو بہت محبوب ہے میرا قرب نہیں پا سکتا جو کہ وہ میرے عائد کردہ
فرض سے پاتا ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل
کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب
مجھ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے تو میں اس کی وہ سماعت ہو جاتا ہوں
جس سے وہ سنتا ہے اور وہ بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور
وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے اور وہ پاؤں ہو جاتا ہوں
جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر مجھ سے وہ طلب کرے البتہ میں اس کو دوں
اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے البتہ میں اس کو پناہ دوں گا۔ الخ

(۲) مشکوٰۃ کے باب الحب فی اللہ ومن اللہ میں مسلم کی ابو ہریرہ سے
روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے
محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر کہتا ہے مجھ کو فلاں بندہ سے محبت ہے

تم اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبریل کو اس سے محبت ہوتی ہے اور پھر
وہ آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ فلانے سے محبت رکھتا ہے تم سب اس
سے محبت کرو چنانچہ آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں ثُمَّ یُوضَعُ
لَہُ الْقَبُولُ فِی الْاَرْضِ پھر زمین میں اس کے لیے قبولیت رکھ دی
جاتی ہے الخ

یعنی زمین پر رہنے والوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہوتی
ہے خود بخود دل اس کی طرف مائل ہوتے ہیں سورۂ مریم کے آخر میں ہے
اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَہُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا
جو یقین لائے اور کی ہیں نیکیاں ان کو دے گا رحمان محبت۔ یعنی خدا ان
سے محبت کرے گا یا ان کے دل میں اپنی محبت پیدا کرے گا یا خلق کے
دل میں ان کی محبت پیدا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ نیک بندے
جو اللہ تعالیٰ کے محبوب بنتے ہیں اور جن کا سننا، دیکھنا، پکڑنا، چلنا
سب اللہ کے واسطے ہوتا ہے۔ ایسے برگزیدہ بندوں کی محبت اللہ تعالیٰ
عوام کے دلوں میں ڈالتا ہے پھر عوام کے دل خود بخود اس کی طرف
جھکتے ہیں، یہی ہے شان مسجودیت جو فنا فی اللہ ہونے کی وجہ سے
اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ باکمال عالم دین اور بلند مرتبہ شیخ طریقت
ہوئے ہیں حضرت میرزا جان جاناں مظہر قدس اللہ اسرارہم ان
کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ کا مثل چند ہی افراد ہوئے ہیں۔
ایسے حضرات کے اقوال کو ان طریقوں سے حل کرنا ضروری ہے
جو حضرات مشائخ کے طریقے ہیں۔

علامہ ابن مفتی عنایت احمد کاکوروی متوفی ۱۲۷۹ھ نے حضرت شاہ ولی اللہ کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے۔ آپ کے الفاظ کو نزہۃ الخواطر نے عربی میں نقل کیا ہے ان کا مفہوم اس طرح ہے۔

شاہ ولی اللہ کی مثال شجر طوبیٰ کی طرح ہے کہ جس کی جڑ اُن کے گھر میں ہو اور اس کی شاخیں تمام مسلمانوں کے گھروں تک پہنچی ہوئی ہیں مسلمانوں کا کوئی گھر اور ٹھکانا ایسا نہیں جہاں اس کی ٹہنی نہ پہنچی ہو۔ اکثر لوگوں کو خبر نہیں کہ اس ٹہنی کی جڑ کہاں ہے۔

یعنی ہندوستان میں جو علم دین پھیلا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذریعہ آپ کی مبارک ذات کو کیا ہے شیخ محمد محسن صدیقی ترہٹی نے "الیانع الجنی" کے آخر میں لکھا ہے کہ میں نے دو مرتبہ علامہ عبدالحق فاروقی خیرآبادی کو کہتے سنا ہے جب کہ انھوں نے حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب "ازالۃ الخفا" کا مطالعہ کیا۔ ایک مجمع کو مخاطب کرکے آپ نے فرمایا (عاجز ترجمہ کرتا ہے)

"جس شخص نے یہ کتاب تصنیف کی ہے وہ علم کا ایسا بحر ذخار ہے جس کا ساحل نظر نہیں آتا اور اُن پر اعتراض کرنے والا ایا ہوں میں سے ایک ایسا بھی جاہل ہے جس سے سمجھنے کی توقع نہیں کی جا سکتی یا وہ اُن انعامات پر حسد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کئے ہیں!"

اللہ تعالیٰ القول الجلی کے اس ترجمہ کو بہ وجہ احسن طبع کرائے اور یہ اصل فارسی نسخہ اہل علم اور ارباب ذوق کے سامنے آ سکے اور [illegible] حضرت کا علم

سب کو ہو۔

حضرت میرزا کا ارشاد "آپ کا مثل چند ہی افراد ہوئے ہیں" حقیقت امر کا اظہار کرتا ہے عاجز آپ کو متنبی کے اس شعر کا مصداق پاتا ہے۔

قَضَتِ الدُّهُورُ وَمَا أَتَيْنَ بِمِثْلِهِ ۔ وَلَقَدْ أَتَى فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَائِهِ

زمانے گزرے وہ اُن جیسا نہ لا سکے، اور وہ آئے تو اُن کا مثل لانے سے قاصر ہو

قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ وَنَوَّرَ ضَرِيحَهُ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَّآخِراً۔

جمعہ ۲ ربیع الآخر ۱۳۸۶ھ — ابوالحسن زید فاروقی

۲۲ دسمبر ۱۹۶۶ء — درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر

شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۶

کا ترجمہ چند سال قبل شائع کیا ہے اس کے مقدمہ میں تفصیل و تشریح سے
مبلغین عقائد نجدیہ کے ان الحاقات و تحریفات کی وضاحت کی ہے محترم
جناب مولانا حکیم محمود احمد صاحب برکاتی کی تالیف "شاہ ولی اللہؒ اور
اُن کا خاندان" اور اُن کے دیگر تالیفات و مضامین. جناب ایوب قادری
صاحب کی تالیف "مقدمہ وصایائے اربعہ" اور ان کے دیگر مضامین تذکرہ
سلیمان (از مولانا غلام محمد مطبوعہ مجلس علمی کراچی) اور بیشتر مضامین
جو رسالہ "الرحیم" حیدرآباد سندھ میں شائع ہوتے رہے ہیں ان سب
کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے. نیز دیگر علماء محققین (علامہ شبلی نعمانی و مولانا
سید سلیمان ندویؒ وغیرہ) کی تحقیق بھی اس سلسلہ کی ضرور ملاحظہ کریں۔

حضرت اقدسؒ کے اقوال و احوال و افعال پڑھ کر ہر صاف ذہن
و غیر متعصب شخص پر واضح و روشن ہو جانا چاہیے کہ حضرتؒ کی طرف
تفہیمات الٰہیہ وغیرہ میں جو وہابیانہ عقائد منسوب و الحاق کیے گئے
جن کی آج بھی تشہیر کی جا رہی ہے حضرتؒ پر محض افترا و بہتان ہے
کیا "نائب الرسول امام ولی اللہؒ" کے بارہ میں یہ کہنے کی شرمناک
جرأت کی جائے گی کہ ان کے ظاہر و باطن اور ان کے قول و فعل میں
اتنا زبردست تضاد تھا (جس کو عرف عام میں دوغلہ پن اور قرآن
میں منافقت کہا گیا ہے) نعوذ باللہ من ذالک. حضرت اقدسؒ اور
آپ کے اکابرین کے عقائد و نظریات معلوم کرنے کے لیے علاوہ قول
الجلی کے حضرت کی تالیفات انفاس العارفین. فیوض الحرمین
الدر الثمین کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

لکھنؤ میں آئی تنظیم سے متعلق ایک مولانا نے القول الجلی کے

اور ایک اقتباس بات سن کر کہا کہ حضرت شاہ صاحب سے لغزش ہوئی
اور لغزش سے تو حضرت معاویہ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ مجھے اُن کے
ذہن و فکر پر افسوس ہوا. کیا ایک عالم مجتہد. مجدد. امام جو زندگی بھر
لغزشیں و گناہ (گناہ بھی ایسے جو ان صاحبان کے نزدیک بدترین
بدعت سیئہ بلکہ شرک و کفر پر مشتمل ہیں) کرتا رہا اُن پر مصر رہا اپنے
نظریات کی اپنے افعال و اقوال سے تبلیغ و تشہیر کرتا رہا (یہ ان
صاحبان کے عقائد و نظریات کے تحت ان افعال بعید وہ اعمال شنیعہ
(اُن کے نزدیک) کے بعد بھی وہ شخص مصلح امت. مجدد. مجتہد. امام.
نائب الرسولؐ (جس کو خود رسولؐ نے اپنی نیابت کی خلعت عطا
کی) کے بلند مراتب پر فائض رہے گا اگر رہے گا تو پھر دوسرے
صوفیا اور اُن کے منتسبین و مقلدین گمراہ. بدعتی. قبور پرست مشرک
کے تلخ الفاظ سے کیوں مخاطب کیے جاتے ہیں. مولانا موصوف کی
اس تاویل و تمثیل پر میں کیا خود حضرت اقدس قدس سرہٗ کی روح اقدس
کتنی مضطرب و بے چین ہوئی ہوگی۔ العیاذ باللہ۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکان برد

میری رائے میں علماء محققین کا یہ فرض ہے کہ وہ حضرت اقدسؒ
کے تصانیف کے صرف وہ مخطوطے تلاش کریں جو حضرت کے عہد
کے لکھے ہوئے ہوں یا حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے عہد (تا ۱۲۳۹ھ) کے
ہوں. ایسے مخطوطے الحاق و تحریف سے محفوظ ہوں گے. ہند و پاک کے
کتب خانوں میں ایسے مخطوطے تلاش سے شاید مل جائیں. میرے کتب خانہ
میں حضرتؒ کے متعدد رسائل تصوف ایسے ہیں جو حضرت کے عہد کے

مخطوطے میں ایک رسالہ پر حضرت اقدسؒ کے دستِ مبارک کی لکھی چند
سطریں بھی ہیں۔

القول الجلی کا مکمل و قدیم نسخہ (مخطوطہ ۱۲۲۹ھ) صرف میرے مختصر
مگر گمنام کتب خانہ نوریہ میں محض اس کی گمنامی کی وجہ سے محفوظ رہ گیا
کئی سال سے ہندوپاک کے بکثرت اہل علم حضرات کی فرمائش و اصرار تھا
کہ القول الجلی کا اردو ترجمہ شائع کیا جائے۔ والد ماجد کے حکم پر
کا مطالعہ شروع کیا۔ حضرت اقدسؒ کی خاص اصطلاحات و دقیق مضامین
نیز کتابت کی بے شمار فاش غلطیوں سے ہمت نہیں ہوتی تھی۔ مطالعہ
کے دوران والد کے حکم دیا پہلی بار اسی غرض سے میں دہلی گیا۔ سفر
سے مجھے دلچسپی نہیں نہ اس سے قبل کبھی لکھنؤ سے آگے گیا تھا۔ حضرت
اقدس کے مزار پر انوار پر بصد شوق و ادب حاضر ہوا۔ بعدہٗ فاتحہ خوانی
آپ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر خاموش بیٹھ گیا اور زبان قلب
سے عرض کیا یہ بھی گزارش کی کہ حضرت نے (قول) اس انوار فین میں
طالبین کو قول الجلی کے مطالعہ اور اس سے استفادہ کا حکم دیا ہے۔ مجھ
عاجز و کم استعداد کو اس اہم کام (ترجمہ و تشریح) کے لیے فہم و استعداد و
ہمت عطا ہو۔ تھوڑی دیر بعد ہی مجھے اپنے لطیفۂ قلب میں عجیب سی
چمک بعدہٗ ٹھنڈک معلوم ہوئی ساتھ ہی اپنی ذات میں ہمت و قوت
محسوس ہوئی جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت اقدسؒ کی اجازت
و رضا ہو اور آپ کی روحانیت سے ضرور اعانت حاصل ہوگی۔ میں
انتہائی مسرت و خوشی میں والہانہ انداز میں بصد تشکر قدم بوس ہو کر
واپس آ گیا اور توکلت علی اللہ و بعدہٗ توکلت علیٰ تائید روح ولی اللہ،

کتاب کا ترجمہ شروع کر دیا اور کتاب کو والد ماجد سے سبقاً سبقاً پڑھتا
بھی رہا۔ ترجمہ کا اتمام و نیز شرح و حواشی یہ سب حضرت اقدسؒ کی روحانی
امداد و فیض ہے جو ناظرین با تمکین کے ملاحظہ کے لیے پیش ہے خصوصاً
صوفیائے کرام کے متبعین و علماء عوام اپنے اعتقادات درست کر کے اور
نفوس کی اصلاح کر کے حضرت کے صحیح و مستقیم راستہ پر گامزن ہوں اور
روحانی طور سے فیض و توجہات حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا کریں
میرے ترجمہ میں کوئی غلطی یا اہل نظر کو میری کم استعدادی کہیں نظر
آئے تو مجھ کو ایک معمولی انسان سمجھ کر صرف نظر فرمائیں اور مجھے دعائے
خیر میں یاد رکھیں۔

بڑی ناشکری ہوگی اگر میں اپنے معظم و محترم بزرگ محقق عصر حضرت
مولانا ابو الحسن زید مجددی فاروقی مدظلہ دہلوی کا شکریہ نہ ادا کروں
جنھوں نے تشریف لا کر میری ہمت افزائی فرمائی ترجمہ کو مختلف جگہوں
سے سنا اور مفید مشورے دیے اور پسند فرمایا اور اشاعت کے لیے متعدد
بار تاکید فرمائی بلکہ عہد واثق لیا۔ اپنے قلم سے مقدمہ تحریر فرما کر عطا
کیا جو زیب کتاب ہے (حضرت مولانا مدظلہ کے قلم مبارک کا لکھا ہوا
مقدمہ تبرکاً نیز سنداً کتب خانہ میں محفوظ ہے) حضرت مولانا مدظلہ
نے جن واقعات و حالات کو اپنے مقدمہ میں شامل کیا ان کے علاوہ
القول الجلی میں حضرت اقدسؒ کے مجاہدات ساتھ و مکاشفات و الہامات
اور بعض غیبی امور پر اطلاع نیز چند کرامات ہیں۔ راہ سلوک کے سالکین
کے لیے قدم قدم پر جو رکاوٹیں وا مجاہدے نفس و شیطان اور عقل جزوی
پیدا کرتے ہیں ان کے ہتھکنڈوں کو پہچان کر اور ادراک کر کے ان کو مغلوب

کرنے کے مجرب طریقے بھی ہیں۔ طالبین راہ حق و بحر توحید و عرفان کے شناوروں کو معرفت کے بے بہا گوہروں کے حاصل کرنے کے مجرب طریقے ہیں۔ لیکن اس راہ میں مرشد کی ذات میں فنائیت، محبت وادب واخلاص مقدم واولین شرائط ہیں۔ توفیق الٰہی بھی اسی وقت شامل حال ہوتی ہے۔

نہ ہر کس از محبت مایہ دار است — نہ با ہر کس محبت سازگار است
بروید لالہ باداغ جگر تاب — دل لعل بدخشاں بے شرار است

عقائد و معمولات کے متعلق چند مسائل حسب ذیل ہیں۔

حضرت کا اپنی صاحبزادی بی بی صالحہ کی شادی حسب رواج زمانہ دھوم دھام سے کرنا۔ مسمار کے موکلین کی طرف رجوع ہونا اور ان کے ذریعے سے مدد حاصل کرنا۔ انگشتری (انگوٹھی) کا واقعہ جس میں ستارۂ زہرہ کی میراث و اثرات تھے۔ تصور شیخ (شیخ کی برزخ قائم کرنا) کا وجوب و افادیت۔ ذکر جہر کے فوائد کثیرہ۔ بعض عارفین کی محبت مجازی کا ممد۔ سماع کے فوائد۔ مزامیر سننے کو بھی حضرت حرام نہیں سمجھتے تھے۔ اولیا اللہ کے مزارات پر حاضری کا التزام اور ان کی روحانیت سے فیض حاصل کرنا۔ بزرگان دین کی ارواح سے استمداد و حاجت روائی (حاجت دینی ہو یا دنیوی بہر حال حاجت ہے)۔ سجدۂ تعظیمی کی حلت و حرمت فرقہ سہ اسماعگ۔ بابا رتن ہندی و ابو سعید حبشی کی صحابیت پر بحث۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کے مقام کی بلندی (اپنی وفات کے بعد اپنے مزار شریف کے قریب ایک فقیر (محمد صفی ولد شاہ نور اللہ بڈھانوی) پر آپ کی روح کا ارادہ و اختیار اور دقیق در دقیق

حقائق و معارف بیان کرنا۔ حاضرین کے سوالات کا جواب دینا جو اس نو عمر کے علم و عقل و فہم سے بالاتر تھے۔ مولف کتاب معہ دیگر حضار اس وقت موجود تھے[۱]۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ بدعت حسنہ کو نہ صرف جائز و مستحب بلکہ اس سے زائد ضروری و مفید سمجھتے تھے اور اسی پر زندگی بھر عمل پیرا رہے۔ سب سے زائد محیر العقول حضرت اقدس کا واقعۂ وفات ہے۔ وفات سے اٹھارہ سال قبل (جب عمر شریف چوالیس سال تھی) آپ نے اپنے اصحاب سے بیان کر کے آگاہ فرما دیا تھا۔ معینہ عمر (۵۵ سال تھی) وقت معینہ آجانے پر زہرہ کی میراث و اثرات سے عمر شریف میں پانچ سال کا اضافہ ہو جانا پھر بعض پیران طریقت کی ارواح کی تجلیات سے عکس پذیر ہونے سے دو ایک سال عمر میں مزید اضافہ ہونا (عمر معینہ بجائے پچپن سال کے قریب باسٹھ سال ہو گئی) آخر بارہ میں (۱۸ سال گزرنے کے بعد) دوبارہ اس مشاہدہ کو بالتفصیل بیان کرنا اور اسکا حرف بحرف صحیح ہونا۔ بعض واقعات ایسے حیرت انگیز ہیں کہ عقل انسانی ابھی ان کے ادراک و فہم سے عاجز ہے۔ دنیا کے وہ سائنس داں ڈاکٹر جو اپنے علم و فن کے ذریعہ مردہ کے قلب کو متحرک کر کے زندگی کو ڈھالنے کی فکر میں سرگرداں ہیں یا ماہرین فلکیات و سیارگان ممکن ہو آئندہ ان نکات کو حل کر سکیں۔ اس واقعہ کے ایک ایک نقطہ کو انتہائی غور و خوض سے پڑھیں۔ روشن نقطہ کو مردہ جسم سے نکال کر جسم کے کان کے قریب رکھنا جہاں سے دماغ کی شریانوں کا تعلق ہے۔ مغربی ممالک کے بعض ڈاکٹروں کی جدید تحقیق ہے کہ صرف حرکت قلب بند ہونے سے کلی موت نہیں

۱۔ یہ واقعہ مقالات طریقت (مطبوعہ) میں بھی ہے جس میں شاہ نور اللہ بڈھانوی کے صاحبزادہ کا نام ہے۔

کی تعلیم بھی حاصل تھی تفصیل اذکار الابرار و تذکرہ حبیبی حصہ اول و
تاریخ مشاہیر کاکوری (اردو) و تذکرہ گلشن کرم (اردو) نیز تنویر البیان فی
ذکر اہل شاہ والا دراز (۲) سلاسل (عربی) سے معلوم کی جاسکتی ہے ان
اذکار نقشبندیہ کے طرق و ہدایات حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہ
خلف شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ نے اپنی ضخیم تالیف ملہم الصواب فی [illegible]
انوار اولی الالباب (فارسی) میں لکھے ہیں۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر رح کے
پیر طریقت حضرت کلیم عرفاں سیدنا شاہ باسط علی قلندر قدس سرہ الہ آبادی
اور حضرت اقدس شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مابین بھی روابط تھے
دونوں حضرات حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کے مسلک پر تھے

بندۂ احقر تقی انور علوی کاظمی [illegible]
تکیہ شریف کاظمیہ کاکوری ضلع لکھنؤ
۴ر شعبان [illegible]ھ

اظہار تشکر

یہ عرض کردینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنے مقدمہ و عرض شارح میں
اپنے جد اعلیٰ و حضرت اقدس کے سلسلہ کے روابط کا مجملاً ذکر کیا ہے جیسا کہ والد ماجد مدظلہ
نے اپنے والد ماجد و دیگر بزرگان قدس سرہم سے متعدد بار سنی ہوئی روایت بیان کی کہ حضرت
شاہ محمد کاظم قلندر رح (ولادت ۱۱۵۸ھ) ابتدائی سال میں دو بار اپنے پیر طریقت
حضرت کلیم عرفاں شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کئی
کئی ماہ حاضر رہتے تھے جس پر کاکوری سے جانے میں رائے بریلی میں حضرت شاہ ابو سعید
بریلوی اور ان کے چچا حضرت شاہ [illegible] بریلوی کے پاس چند روز قیام فرماتے تھے۔
دونوں سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ واپسی میں خانقاہ سلون میں قیام فرماتے
تھے تقریباً ۴۰ سال کی عمر تک جب تک جسم میں توانائی و طاقت رہی آپ کاکوری سے
پاپیادہ الہ آباد حاضر ہوتے بعدہٗ سواری پر آنے لگے ۔ سال کی عمر میں ترک دنیا
کرکے حضرت کلیم عرفاں سے بیعت و مجاہدات و ریاضات کرکے اجازت و خلافت
حاصل کی تھی، اسی لئے حضرت اقدس کے تصانیف و نوادر اسی خاندان والا شان
(رائے بریلی) سے حاصل ہوئے۔

دوسرا واسطہ یہ بھی ہے کہ میرے جد مادری حضرت مولانا حاجی امین الدین علوی محدث
کاکوروی کو حضرت شاہ ابو سعید بریلوی نے بیت اللہ میں میزاب رحمت کے نیچے [illegible]
مرید کیا تھا۔ سفر حج میں حضرت قدس سرہٗ نے حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی کو مرید کیا تھا، سفر
حج میں حاجی صاحب سفر و حضر میں عرصۂ دراز تک آپ کے ساتھ رہے۔ اور بعد کو رائے بریلی

بھی حاضر ہوتے رہے حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر زادہ حضرت شاہ ابو الغیث [illegible]
ابو سعید سے بھی خاص روابط تھے۔ ان خاندانی دیرینہ روابط خصوصی تعلقات کا علم [illegible]

اس دور میں بھی ہمارے محترم و معظم حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کو بخوبی ہے [illegible]
پر جب کبھی وہ یہاں تشریف لائے یا کہیں لکھنؤ میں ملاقات ہوتی ہے تو ہم سب پر بڑی شفقت
عنایت فرماتے ہیں۔ اور گاہے بگاہے ان خصوصی روابط کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

بڑی ناانصافی اور ناشکری ہوگی اگر میں ان دونوں صاحبان کا ذکر نہ کروں جنہوں نے
اس کی طباعت و کتابت کی اہم ذمہ داری لی یعنی عزیزی آفتاب حسینؒ مالک [illegible]
[illegible] ناداں محل روڈ لکھنؤ جن کو آستانہ شریف سے نسبت ارادت و بیعت حاصل ہے اور
موجودہ حضرات مدظلہ العالی سے بے انتہا خصوصی محبت و عقیدت رکھتے ہیں اور حضرت
سے بہت محبت و شفقت کرتے ہیں۔ انہی کی کاوش، سعی پیہم اور انتھک کوششوں سے یہ کتاب
منظر عام پر آسکی ورنہ موجودہ حالات میں یہ کام بڑا وقت طلب ہے۔ اور یہ سب کی بات بھی
تھی۔ انہوں نے کتابت، طباعت، کاغذ کی فراہمی اور جلد سازی وغیرہ کے تمام اہم
مسائل میں مجھے یکسر فارغ اور بے فکر رکھا۔ اور بڑی محنت و دوڑ دھوپ کی۔

برادر مکرم حبیب الرب صاحب علوی کا بھی بہت ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے [illegible]
کے سلسلہ میں [illegible] سے لکھنؤ تک کا سفر کیا اور اپنی مصروفیت کے باوجود [illegible]
کرکے کتابت کو طباعت کے لئے مرتب کیا۔ اللہ تعالیٰ دونوں صاحبان کو جزائے خیر عطا
کرے اور عمر طویل عطا فرمائے۔ تا دیر زندہ و سلامت اور دیار حق میں شاد رہے

فقیر [illegible]

[illegible]

[illegible] فقیر [illegible] علوی

کا ظہور ہوا۔ اور آپ کو نکاح ثانی کی خواہش پیدا ہوئی اور میاں شیخ محمد قدس سرہٗ
(جو آپ کے خلیفہ بزرگ تھے) کی بڑی صاحبزادی سے آپ نے نکاح فرمایا اور
ان کے بطن سے حضرت اقدس پیدا ہوئے اور ان کے بعد آپ کے برادر خورد شاہ
اہل اللہؒ جو کمالات ظاہری و باطنی سے متصف ہیں عالم وجود میں آئے۔ اس لیے
وہ واقعہ سابقہ آپ کو یاد نہ رہا اور آپ کا نام ولی اللہ رکھا بعد ازاں جب وہ
بشارت مذکورہ آپ کو یاد آئی تو قطب الدین احمد بھی نام رکھا۔ الحمد للہ کہ ذات
شریف دونوں ناموں کی مصداق ہوئی۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ جو علم شریعت
میں تفسیر و حدیث کی عالمہ تھیں اور آداب طریقت سے آراستہ اور تعلیم حقیقت
کی عارفہ نیز اسم بامسمیٰ یعنی فخر النساء تھیں اور اس سلسلہ میں بڑے بڑے بزرگ
مردوں سے سبقت لے گئیں تھیں ایک رات نماز تہجد کے لیے اٹھیں دونوں قریب
قریب نماز پڑھ رہے تھے نماز سے فراغت کے بعد جیسے ہی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے
دونوں کے مابین تھوڑا فاصلہ تھا کہ غیب سے دو ہاتھ اور برآمد ہوئے اور دعا کے
لیے اٹھ گئے۔ والدہ ماجدہ یہ دیکھ کر متعجب ہوئیں ان کو متعجب دیکھ کر والد ماجد نے
فرمایا کہ یہ دونوں ہاتھ ہمارے اس فرزند کے ہیں جو عنقریب عرصہ وجود میں قدم رکھے
گا۔ وہ بھی ہمارے ساتھ اس نماز تہجد اور دعا میں شریک ہے۔ بعد ازاں حضرت قدس سرہ
پیدا ہوئے اور سات سال کی عمر سے ہی اپنے والدین کے ساتھ نماز تہجد میں شریک
رہے اور نماز سے فراغت کے بعد دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھاتے تھے ہر وہ بات
جو آپ کے والدین کو سالہا سال قبل مشاہدہ کرا دی گئی تھی پوری ہوئی آپ کے والدین
یہ دیکھ کر وہ واقعات یاد کرتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے۔

حضرت اقدس ابھی رحم مادر ہی میں تھے کہ ایک دن آپ کی والدہ ماجدہ

لوگوں کو کھانا تقسیم کر رہی تھیں اور والد ماجد وہیں قریب ہی کھانا نوش فرما رہے
تھے اسی اثنا میں ایک سائلہ نے آواز دی اور اللہ کے نام پر روٹی کا ٹکڑا مانگا۔
حضرت بزرگ نے پہلے خادم کے ہاتھ سے نصف روٹی بھیجی اس کے بعد والدہ ہی
سے خادمہ کو بلا کر بقیہ روٹی بھی حوالہ کی اور فرمایا کہ میرا یہ لڑکا جو شکم مادر میں ہے
کہہ رہا ہے کہ راہ خدا میں پوری روٹی دینی چاہیے نصف پر اکتفا نہ کرنا چاہیے۔

ولادت باسعادت آپ کی قصبہ پھلت میں اپنے نانا کے وہاں ۴ شوال
۱۱۱۴ھ روز چہار شنبہ بوقت طلوع آفتاب ہوئی بعض ستارہ شناسوں نے علم
نجوم کی رو سے یہ کہا ہے کہ آپ کی پیدائش کے وقت حوت کا درجہ دوم طالع میں
تھا اور شمس بھی اسی درجہ میں تھا زہرہ آٹھویں عطارد گیارہویں۔ زحل دسویں اور
مشتری پندرھویں درجہ میں تھے اور وہ سال علویین کے قران کا سال تھا اور وہ
قران درجہ اول میں تھا اور مریخ اس سے دوسرے درجہ میں تھا اور راس سرطان
تھا اور منجملہ کرامات کے یہ بھی ہے کہ نجومیوں کے مطابق جس سیارہ فلکی میں آپ
کی ولادت ہوئی اسی میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی
کہ شمس و عطارد برج حوت میں تھے اور یقیناً یہی وجہ ہے جو آپ وارث کمالات
نبوت ہوئے۔ بعض اہل سعادت نے تاریخ ولادت عظیم الدین سے نکالی ہے اور علامہ
محمد اعظم کشمیری نے جو حضرت کے مرید خاص ہیں ایک قصیدہ مدحیہ لکھا ہے اس طرح

کہ اگر ہر مصرعہ سے ایک ایک حرف نکالیں تو تاریخ ولادت "ابرکرم بحر حلم عالی نسب
والامکان" نکلے گی اور قصیدہ کا آخری مصرعہ یہی ہے۔

سید علی جو آپ کے جدِ مادری کے یارانِ خاص میں سے تھے بیان کرتے
تھے کہ جب حضرت اقدس پیدا ہوئے تو تیسرے روز میں اپنے گھر سے حضرت
بزرگ (شاہ عبدالرحیم) کی خدمت بابرکت میں بغرض مبارکباد حاضر ہوا۔ شرفِ
حضوری حاصل ہونے پر میں نے مبارکباد دی۔ آپ نے از حد مسرور ہو کر فرمایا
کہ سید علی یہ لڑکا عجیب پیدا ہوا ہے۔ ولادت کے بعد جب وہ کپڑے میں لپیٹ کر
میرے پاس لایا گیا اور میری گود میں رکھا گیا میں نے اس کو آنکھ کھول کر دیکھا
پھر اپنی نسبت کی طرف متوجہ ہوا تو اپنے کو ترقی کی جانب گامزن دیکھا اور اپنی
نسبت میں زیادتی محسوس ہوئی اور حقیقتاً یہ سب اسی نومولود کی برکت کے سبب تھا

ابتدا سے ہی حضرت اقدس کی فطرت میں انتہا درجہ کی صفائی و پاکیزگی تھی
چنانچہ بچپن ہی سے جب کہ آپ بول بھی نہ پاتے تھے میل کچیل اور ناپاکی سے سخت
متنفر تھے۔ حتیٰ کہ میلے کپڑے خواہ خود پہنے ہوں خواہ دوسرا جس سے آپ مانوس
ہوتے تھے کبھی پسند نہ فرماتے تھے۔ اور ان باتوں میں تساہل برتنے پر خوش نہ
ہوتے تھے۔ انہیں ایام میں ایک بار اتفاقاً والد بزرگوار (شاہ عبدالرحیم) ایک کپڑا
پہنے تھے وہ کچھ میلے تھے آپ جب والد بزرگوار کی گود میں آئے تو گو زبان
سے بول نہ سکتے تھے آپ کے دامن کو پکڑ کر اتارنے کا اشارہ کیا۔ حاضرین میں
سے کوئی بھی اس کو سمجھ نہ سکا۔ جب یہ واقعہ بار بار ہوا تو آپ پریشان ہو کر رونے
لگے۔ آپ کے رونے پر بھی کوئی آپ کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ ہر شخص نے بہلانا چاہا
لیکن بے سود ہوا۔ دو تین روز اسی پریشانی میں گذر گئے ایک روز والد ماجد
صاف کپڑے پہنے ہوئے آئے جیسے ہی حضرت کی نگاہ پڑی دیکھتے ہی کھل گئے

اٹھے اور چہرہ پر جو حزن و ملال تھا وہ فوراً رفع ہو گیا اور خوشی و مسرت کے آثار
انور سے پھوٹنے لگی۔ حاضرین یہ دیکھ کر بات کی تہ کو پہنچ گئے اور بہت متعجب ہوئے

آپ کے دودھ چھوٹنے کے زمانہ میں آپ کی والدہ ماجدہ نے یہ خواب
دیکھا کہ ایک مسہری بچھی ہوئی ہے اور اس مسہری پر حضرت بزرگ نماز پڑھ رہے
ہیں جب نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ سرخ چونچ کا ایک فاختئی رنگ پرندہ
اس مسہری کے سرہانے بیٹھ گیا اور اپنی چونچ سے ایک کاغذ کا پرزہ نکال کر ان کے
سامنے ڈال دیا۔ آپ نے اسے اٹھا کر دیکھا تو لفظ اللہ سنہرے حروف سے لکھا
ہوا تھا وہ پرندہ پرزہ رکھ کر اڑ گیا اس کے بعد ایک دوسرا پرندہ جس کا جسم
سبز اور چونچ سرخ تھی آ کر بیٹھ گیا اور پہلے والے پرندہ کی طرح ایک کاغذ کا پرزہ
چونچ سے نکال کر سامنے ڈال دیا۔ حضرت اسے بھی اٹھا کر غور سے دیکھنے لگے
وہ بھی سنہرے حروف سے لکھا ہوا تھا پہلی سطر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور دوسری
میں یہ مضمون تھا کہ اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو ہم اس لڑکے کو نبی کر دیتے۔
والدہ ماجدہ فرماتی تھیں کہ ہم کو اس وقت یہ خیال ہوا تھا کہ یہ بشارت حضرتؒ
کے حق میں ہے لیکن حضرت کاغذ کا پرزہ دیکھ کر ہماری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ
میں نے کہا تھا کہ تمہارا یہ فرزند بزرگی و کمال میں ایسا اور ایسا ہو گا یہ بشارت بھی
اسی بات کی مؤید ہے۔ یہ سب وہ سچے واقعات ہیں جو غیبی خوابات معلوم ہونے کے
بشارتیں حضرت اقدس کے متعلق تھیں۔ اس کے بعد یہ بات بھی صاف ہو گئی
کہ پہلا پرندہ حضرت بزرگ قدس سرہ کو بشارت دینے والا تھا اس بات کی کہ
اسم اللہ ذات محض کے شہود پر دلیل ہے اور فاختئی رنگ کے پرندہ سے مراد
حضرت اقدس کی شیریں بیانی اور حقائق و معارف کے بیان میں صدق لہجہ
جس سے سننے والوں کے قلوب کا متاثر ہونا ہو اور یہ سب صفات حضرت اقدس

کی ذاتِ بابرکات میں اظہر من الشمس تھیں اور جو دوسرا پرندہ تھا وہ حضرتِ اقدس کے کمال کی بشارت دینے والا تھا اس لیے کہ ذاتِ صرف سے وصول کے بعد کشفِ مراتب کا وجدان اور احکام نشأتِ کمالِ نبوت سے ہی پیدا ہوتے ہیں طوطی جو فصاحت وبیان میں تمام پرندوں میں ممتاز ہو ان حقایق کو بیان کرنے کی طرف مشعر ہو اور یہ بات ذوق ووجدان اور حقایق ومعارف میں حضرتِ اقدس کی تصنیفات میں ظاہر ہوتے ہیں نصف النہار کے آفتاب کی طرح روشن ہے ؎

دلیل[1] ایں سخن گفتارِ او بس   دلیلِ آفتاب انوارِ او بس

چونکہ آپ فاروقِ اعظمؓ کے خلف الصدق ہیں جو کو کانَ بعدی نبیّ[2] لکان عمرؓ سے مخصوص تھے لہٰذا آپ اس بشارت سے متبشر کیے گئے۔

زمانۂ طفولیت میں حضرت بزرگ قدس سرہٗ کے ایک مرید نے جو اطراف دلی کے تھے اور بادشاہ کے وہاں ملازم تھے حضرتِ اقدس کے لیے زرکار کپڑے نذر بھیجا۔ گھر کے لوگوں نے اس خیال سے کہ عید قریب آگئی ہو اس روز آپ کو پہنائیں گے لباس مذکورہ آپ سے چھپایا۔ آپ نے از راہِ کشف معلوم کرکے اس کپڑے کے بارہ میں تجسس فرمایا۔ گھر والوں نے اس کے چھپانے کی اور کوشش کی اور انکار کردیا۔ آپ نے ان کے انکار کی ذرہ برابر پروانہ کی بلکہ اس کے برآمد کرنے پر مصر ہو اور فرمانے لگے کہ وہ زرکار لباس ہم کو دکھاؤ اور ازراہِ طفولیت رونے لگے۔ مجبوراً وہ کپڑا لایا گیا اور آپ نے زیبِ تن فرمایا۔

---

[1] اس بات کی دلیل کے لیے اس کی گفتگو ہی کافی ہے۔ (جیسے) آفتاب کی دلیل کے لیے اس کی روشنیاں (شعاعیں) ہی کافی ہیں۔
[2] اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے۔

شیخ عبدالکریم مسعودی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت بزرگ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک دولت مند شخص خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کرکے جوتوں کی جگہ پر بیٹھ گیا اور عرض کی کہ مجھے بخار آگیا ہو اس کے دفعیہ کے لیے توجہ فرمائیں۔ ہمارے حضرتِ اقدس جو اس وقت بہت چھوٹے تھے اور کھیل کود میں مشغول تھے اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ ایک سرخ رنگ کا عمامہ اور ایک دُلائی ہمارے لیے لاؤ بخار جاتا رہے گا۔ وہ شخص اٹھا یہ دونوں چیزیں لاکر حاضر کیں فی الفور شفا پائی۔

حضرت کے زمانۂ طفولیت میں ایک بار قصبہ پھلت میں عید کے روز حضرت بزرگ قدس سرہٗ عیدگاہ تشریف لے گئے اور آپ کو ایک گھوڑے پر جو سادات بارہہ میں سے ایک شخص نے نذر کیا تھا سوار فرماکر روانہ فرمایا۔ خدام ہر طرف سے آپ کو مضبوط پکڑے ہوئے جارہے تھے۔ راہ میں مبارک نام صوفی نے جو آپ کے جد کے مرید تھے اور اسرارِ تصوف سے واقف تھے آپ سے کچھ سوالات دریافت کیے۔ آپ نے حقایق ومعارف اس طرح بیان فرمائے کہ سامعین حیرت زدہ رہ گئے۔ اور ایسے ایسے باریک نکات زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمائے جو سائل کے حوصلے سے باہر تھے یہ حقایق اتنے نازک تھے کہ وہ سے یاد ہی نہ رکھ سکے جس وقت بھی یہ حقایق ومعارف انھیں یاد آتے وہ حیرت زدہ رہ جاتے۔

اخوند محمد دلیل جو ایک عارف وفاضل آدمی تھے نیز آپ کے والد بزرگوار کے مخصوص احباب میں تھے آپ کے جد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ چار سال کے تھے جمعہ کا دن تھا حضرت کے لیے پالکی آئی۔ سب لوگ وضو کرنے لگے۔ آپ سب سے پہلے وضو کرکے پالکی میں آکر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھے میں نے پوچھا بابا کہاں جارہے ہو، جواب دیا کہ وضو ساقط ہوگیا ہو وہ کرنے جارہا ہوں

اس غیر معمولی جواب پر میں نے متحیر ہو کر سوال کیا کہ وضو کن کن وجوہات سے ساقط ہو
ہو؟ آپ نے وہ تمام نواقضِ وضو جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں اور امام شافعیؒ
نے اپنے مذہب میں ان کو اختیار کیا ہے بغیر پڑھے ہوئے شرح و بسط سے بیان
فرمائے اور اتنی تفصیل سے کہ ہم کو بھی اس وقت یاد نہ تھے۔ یہ صورت مزید حیرت و
تعجب کا باعث ہوئی۔

ایک بار حضرت اقدس زمانۂ طفولیت میں اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں
مراقب بیٹھے ہوئے تھے اسی حالت میں آپ پر غیبت تو یہ طاری ہوئی اور اس
حالت میں جنت اور دیگر اشیائے غیب کا مشاہدہ فرمایا بعد از افاقہ اس میں کے
بعض اسرار بتقاضائے وقت بیان بھی فرمائے۔

آپ کی صغر سنی کے زمانہ میں شیخ فیروز شاہ جو اپنے زمانہ کے مشہور نقشبندی
صوفیوں میں تھے حضرت بزرگ قدس سرہٗ کی ملاقات کو آئے ان کا مشرب و
دنیا میں رویت بصری کے جواز میں تھا یعنی چشم ظاہر سے مشاہدۂ حق ہو سکتا ہے
اس مسئلہ میں حضرت بزرگ قدس سرہٗ سے بحث چھڑ گئی۔ آپ اپنی کم سنی کے باوجود
بحث کو نظر انداز کر کے شیخ فیروز شاہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہماری نگاہ
انتہائی کمزور و ضعیف ہے اپنے پیچھے کی کوئی چیز نہیں دیکھ سکتی اور دور والی چیز
جو سامنے ہو لیکن بعد مسافت کی وجہ سے نہیں دکھائی دے سکتی۔ بلکہ جو سر پر ہو اس کو
بھی نہ دیکھ سکے گی اور اپنے نفس سے زائد آنکھ کے قریب کوئی چیز نہیں ہے جب
اس کو ہی نہیں دیکھ سکتے تو ان کمزوریوں کے باوجود کیا امکان ہو سکتا ہے کہ
لطیف دالطف کا معائنہ کیا جائے۔ پھر آپ نے ان ترقیات کے بارہ میں جو
ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہیں اس طرح بیان فرمائیں کہ شیخ مطمئن و خاموش ہو گئے
آپ کی اس تقریر کے بعد وہ اکثر آپ کی تعریف فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ

میں نے مادر زاد ولی اگر کسی کو دیکھا تو اسی بچہ کو دیکھا!

محمد امین شہرت بجوان آباد جو [illegible] واقعہ [illegible]
[illegible] درویشوں کی خدمت میں آیا [illegible] قدس سرہٗ کی
میں [illegible] ہوا تھا اور تصوف کے متعلق اپنے [illegible]
[illegible] وہ چند اہم اور مشکل مسائل [illegible] قدس سرہٗ کی
میں لے کر حاضر ہوا اور بیان کرنے لگا حضرت اقدس اس وقت [illegible]
تھے جب وہ اپنے تمام [illegible] بیان کر چکا تو حضرت اقدس اپنا [illegible]
اس کی طرف متوجہ ہوئے اور قبل اس کے کہ حضرت بزرگ جواب دیں آپ نے
اس کے جوابات شافی دینا شروع کئے جب [illegible] اپنے سوال [illegible]
سن لیے تو وہ [illegible] مزید اہم مسائل دریافت کیے اس نے [illegible]
سن لیے۔ اسی طرح ایک ایک سوال کرتا اور جواب شافی پاتا [illegible]
[illegible] تو [illegible] اور [illegible] بیان [illegible]
[illegible] ہو گیا تو اس [illegible] کم عمری کو دیکھ کر سخت تعجب ہوا اور متحیر ہو [illegible]
[illegible] تمہارا سن تو اس کا متقاضی نہیں ہے یہ تمام جوابات تم نے
کسی کتاب سے معلوم کئے ہوں اس لیے یہ تمام باتیں [illegible]
ایسی عمر میں کسی کتاب سے معلوم کی ہوں یا کسی استاد سے [illegible]
پوچھا! [illegible] کو کہاں سے معلوم ہوئے [illegible] فرمایا [illegible]
[illegible] تو خود مجھ کو بھی [illegible] ان کے جواب [illegible]
[illegible] اور میں [illegible] تعجب ہوا اور آپ کے
کمال کا معترف ہوا۔

زمانۂ طفولیت میں جب آپ [illegible] لیتے تھے تو [illegible]

ان کے جوابات تو آسان ہیں اور بہت واضح طور پر سب بیان کر دیے جب
حلقہ درس میں شرکت کرنے والے لوگوں نے ملا سعد الدین تفتازانی کے جوابات تمام ختم
کر کے دیے تو وہ متعجب ہوئے جو آپ بلا تامل بیان کر چکے تھے۔ تمام حاضرین
آپ کی استعداد علمی اور فہم و لیاقت نیز ذہن عالی النظری اور سرعت الذہنی پر
متعجب ہوئے۔

ایک عورت تھی جس کا شوہر اسے چاہتا تھا اور نہ اپنے پاس بلاتا تھا۔ آپ
ان دنوں بہت چھوٹے تھے وہ عورت ہر وقت آپ کی خدمت میں عرض
حال کرتی اور دعا کی خواہاں ہوتی تھی لیکن اظہار مدعا نہیں کرتی تھی آپ کا
سن شریف ایسا نہ تھا کہ آپ یہ سمجھتے کہ زن و شوہر کے تعلقات کس قسم کے ہوتے ہیں۔
ایک دن آپ نے اس سے فرمایا کہ تم ہم کو پریشان نہ کیا کرو دعا سے کوئی فائدہ
نہ ہوگا تمہارا شوہر خدمت کبھی بھی نہ کرے گا نہ اپنے پاس رکھے گا۔ اور اس
استدعا سے آپ کا مطلب یہی تھا۔ تمام حاضرین آپ کے اس کشف پر متحیر
ہوئے اور واقعی ہوا بھی ایسا ہی کہ اس کے شوہر نے ساری عمر اس سے التفات
نہ کیا۔

آپ کی صغر سنی میں ایک بار آپ کے بڑے ماموں شاہ حمید اللہ نے
بشارہ میں دیکھا کہ جیسے بہت سے لوگ بادشاہ حقیقی یعنی حضرت خاتم النبیین
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت بزرگ قدس سرہٗ کی خدمت میں آئے اور
کہا کہ تم کو بادشاہ نے طلب کیا ہے۔ حضرت بزرگ قدس سرہٗ
بعجلت دربار شاہی میں حاضر ہو گئے اور حضرت اقدس بھی آپ کے ہمراہ تھے
جب وہاں سے اجازت پا کر رخصت ہوئے تو حضرت رسالت مآب سے ایک
خلعت حضرت بزرگ قدس سرہٗ کو عنایت ہوئی اور دوسری حضرت اقدس کو

حضرت بزرگ نے اسے پہننا چاہا اور ابھی پہننے بھی نہ پائے تھے کہ آپ نے بعجلت
تمام اپنے کپڑے اتار کر وہ خلعت زیب تن کر لی۔

حضرت اقدس کا سن شریف بارہ سال کا ہوگا کہ ایک تقریب میں کسی عزیز
سے آپ نے فرمایا کہ ارباب ریاضات کو جو کچھ کشف و کرامات سے مکشوف ہوتا
ہے وہ پاک طینت لوگوں کو بلا ریاضت و مجاہدہ کے حاصل ہو جاتا ہے اس نے
کہا کہ اس کی کوئی مثال دیکھئے تاکہ یہ بات مان لی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ
انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہو جائے گا۔ اسی دن حضرت نماز عصر ادا کر رہے تھے
کہ وہ معصیت عملی جو آپ کی ولادت باسعادت سے بیس یا پچیس سال پیشتر
یا اس سے کچھ زائد اُن عزیز سے بمقتضائے جوانی سرزد ہوئی تھی اور انہوں
نے اس کے چھپانے کی بہت کوشش کی تھی آپ کے سامنے ظاہر ہوئی۔ آپ نے
بعد اس کا معائنہ فرمایا کہ دوپہر کا وقت ہے اور آفتاب نصف النہار پر ہے
اور ہر شخص اپنے اپنے گوشہ میں آرام کر رہا ہے کہ گھر کے ایک دالان سے ایک
عورت برآمد ہوئی اس عزیز نے اس سے اپنی خواہش نفسانی پورا کرنے
کو کہا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو یہ صورت حال ان عزیز سے بیان کی
انہوں نے پہلے تو اس واقعہ سے انکار کیا لیکن جب حضرت اقدس نے فرمایا کہ
ہو سکتا ہے غلط ہو مجھے تو جو کچھ دکھلایا گیا ہے میں نے تم سے بیان کر دیا
اصل علم تو اللہ ہی کو ہے تب اُن عزیز نے اعتراف کیا اور اقرار کیا کہ واقعہ
مذکورہ درحقیقت صحیح ہے۔ اس واقعہ کے دو ہی تین روز بعد وہ عزیز اتفاقاً
کسی غیر آدمی کے گھر گیا اور وہاں اتفاقاً اس سے خلوت میں کوئی لغزش
ہو گئی جب وہاں سے واپسی پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے وہ پورا واقعہ
اس سے بیان کر کے فرمایا کہ یہ دوسرا گواہ ہے۔ اس وقت سے وہ عزیز دل سے

کرکے رومانحو کیا۔ اس وقت میری بغل میں کتاب خیر کثیر ہے۔ آپ نے
پوچھا کہ یہ کون سی کتاب ہے میں نے نام بتایا۔ آپ نے کتاب لے کر دیکھی
ملاحظہ فرمایا اور فرمایا کہ یہی عقیدہ میرے والد بزرگوار نیز دیگر اکابر کا تھا۔
اس سے آگے کچھ نہ فرمایا۔

حضرت اقدس کا سن شریف [illegible] سال کا تھا کہ ایک روز بلا کسی تقریب
ارادہ و خیال کے دل اسرار منزل میں سفر کا شوق پیدا ہوا اور یار و دیار
سے ہجرت کا عزم پختہ ہو گیا۔ چوں کہ نشاۃ ثانیہ شوق میں سیر الی اللہ سے سیر
سفر الی بیت اللہ ہے لہذا اس عزم کو حجاز کے لیے مقرر فرمایا لیکن حسب
کہ اعزا و اقربا حتی کہ والدہ ماجدہ بھی دامنگیر ہیں اور سیر و سفر کی اجازت
نہیں دے رہی ہیں تو اس ارادہ کو تمام لوگوں سے چھپایا۔ اور دوسری
سمت عزم سفر ظاہر فرمایا اور بہ باطن قبلہ مقصود کی طرف توجہ رکھی
اور بموجب اذا جاء نصر اللہ بطل نصر عیسیٰ تمام حقوق کی [illegible]
اور خصوصاً اعزہ کے حقوق کی رعایت کو نظر انداز کر کے دیار محبوب کی سمت
روانہ ہوئے۔ چلتے وقت ان اصحاب خاص سے جو آپ کے ہمراہ
چلنے کے لیے تیار ہوئے تھے اپنے ارادہ کا اظہار فرمایا چونکہ وہ سب
لوگ آپ کے جذبہ کے پروردہ تھے اور باوجودیکہ ان میں سے ایک فرد بھی
کبھی پیادہ ایک میل بھی چلنے کی سکت نہ رکھتا تھا تاہم ان سب نے عزم [illegible]

لہ جب حضرت کی [illegible] کی خبر اطلاع ہو گئی، نہر جیسی بغداد میں ایک نہر ہو جس
وہاں کے قرب و جوار [illegible] کی کاشتکاری کا دار و مدار ہو۔ جب [illegible]
[illegible] میں پانی بھر جاتا تو وہاں کی [illegible] سیراب ہو [illegible]
[illegible] کا وجود [illegible] میں فنا ہو جاتا ہے۔ [illegible]

کی سعادت کو غنیمت سمجھتے ہوئے بے زاد و راحلہ پورے شوق کے ساتھ
راہ متابعت اختیار کی۔ اس سفر پُر خطر میں آپ سے متعدد کرامات صادر
ہوئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ روانگی کے وقت [illegible] زبان غیب بیان سے
ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ ہمارے تمام امور کا کفیل ہے اس سفر میں ہرگز
بھوکا نہ رکھے گا اور صحیح سلامت واپس لائے گا اور ایسی ہی اس طرح
تحقیق ہوئی کہ باوجود زاد راہ کی قلت کے کہ گھر سے روانہ ہوتے وقت
تین چار دن سے زیادہ نہ تھے پورے سفر میں کہیں فاقہ نہ کرنا پڑا بلکہ
دوران سفر سب لوگ بہتر سے بہتر کھانے کھاتے رہے۔ اور جن
لوگوں نے زاد راہ کی قلت کو دیکھتے ہوئے [illegible] خرید [illegible]
کے اخراجات سے زائد خرچ [illegible] تب حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب ہم
نے حق تعالیٰ کی کفالت پر اعتماد کلی کر لیا ہے تو اب وہ اس پر راضی نہیں
ہے کہ ہم کھانے میں گھٹیا چیز استعمال کریں تاکہ خرچ میں کفایت ہو
بلکہ ہر شخص کو اس کا اختیار ہے کہ جس چیز کے کھانے کا دل چاہے
وہی پکائے۔ دوسرے یہ کہ روانہ ہوتے وقت یہ فرمایا کہ میرا اور [illegible]
سفر کا عزم پختہ ہو چکا ہے جو بہ رضا و رغبت مشقت اٹھانے پر راضی ہو
وہ ساتھ چلے ورنہ کسی پر زور نہیں اور نہ الزام کہ وہ خواہ مخواہ اس سفر
کی تکلیف اٹھائے۔ آپ کے تمام اصحاب گو کہ ان میں کا ہر فرد ناز و نعم
[illegible] میں پرورش پائے ہوئے تھا اور ایک منزل بھی پیادہ پائی کا متحمل
نہ تھا تاہم اس سفر طویل کو نہ صرف گوارا ہی کیا بلکہ اس حد تک تحت کشی
کا بھی مشتاق ہوا اور یار و دیار سے اتنا دل برداشتہ تھا کہ اگر کسی وقت
وطن کا تصور بھی آتا تو اس سے متنفر اور متوحش ہوتا تھا۔ حضرت خود حضرت

آپ کی ملاقات سے مشرف ہوئے۔ حضرت کے جذب، صحبت اور کشش و عطا نے
قرینی نے وہ رنگ دکھایا کہ ہر چیز کو چھوڑ چھاڑ شرفِ ملازمت اختیار کی۔
آپ مصلحتِ وقت کو مدِنظر رکھتے ہوئے ان کو اسی جگہ چھوڑ کر وطن مبارک تشریف
لے آئے۔ چونکہ حضرت کی فیض نظر نے رنگ دکھا چکی تھی انھوں نے بھی سب کچھ
چھوڑ شاہجہاں آباد کی راہ لی اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی
سعادت سے مشرف ہوئے نیز اشغالِ طریقت کے طالب ہوئے۔ آپ نے فرد
فرد ہر ایک کو اس کی صلاحیت کے مطابق تلقین کی کہ اگر کوشش کرتے
رہوگے اور مشق بڑھاتے رہوگے تو اس مرتبہ پر پہنچ جاؤگے اور اس سے آگے
ترقی تمھاری استعداد اور حوصلے سے باہر ہے اور ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ شغل
تعلیم فرما کر اس پر قائم رہنے کی تاکید کی۔ ان میں سے ایک شخص پر تو حسبِ ارشاد
ایسے احوال وارد ہوئے کہ وہ اس دارِ فانی سے رحلت کر گیا۔ اور دوسرا شخص
مزید ترقی کی طلب میں آپ کی مقررہ تلقین سے زائد کے لیے سرگرداں
اور دوسرے درویشوں سے رجوع ہوا لیکن کچھ بھی حاصل نہ کر سکا۔ آخر
مایوس ہو کر بیٹھ رہا۔ پھر آپ کی ہی مقررہ تلقین پر استقامت اختیار کی
اس کے فوائد ظاہر ہوئے اور ملک سندھ میں ٹھٹھ کے اطراف میں بکثرت
لوگ اس سے مستفید و حسبِ استعداد فیضیاب ہوئے۔

سادات بلند مرتبہ کے دو اشخاص وہاں کے حکام کی طبعی بدمزاجی سے تنگ آ کر
نوکری چھوڑ کر ادھر سے شاہجہاں آباد پہنچے۔ دونوں حضرت اقدس کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم شخص ان دونوں حکام کے ماتحت رہ
چکے ہیں اور انھوں نے بہت اصرار سے ہم کو بلایا ہے۔ ان دونوں میں سے ایک
تو اسی شہر میں ہے اور دوسرا دوسری جگہ ہے۔ جہاں ہماری بھلائی ہو وہاں

جانے کے لیے فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمھارے اس سوال کا جواب کل دیا جائے
گا۔ صبح کو وہ پھر حاضر ہو کر حسبِ وعدہ جواب کے طالب ہوئے۔ آپ نے
فرمایا کہ وہ حاکم جو شہر میں ہے پہلی ملاقات میں ہی تمھیں صاف جواب
دے دے گا اور جو دوسری جگہ ہے اس میں بھی بظاہر کامیابی کی صورت نظر
نہیں آتی۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہم کو تو انھوں نے خود بلایا ہے نیز ان سے وجہِ
قرابت داری امید کی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بات تو یہی ہے جو میں نے کہی
غرض کہ وہ دونوں اس امیر سے جو اس شہر میں تھا جا کر ملے اس نے پہلی
ہی ملاقات میں کہہ دیا کہ اب تمھارے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے یہ
دونوں مایوس ہو کر دوسری جگہ گئے وہاں بھی اس امیر نے ان کی عزت
کی تلاش میں بڑی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ جب ناکام و مایوس ہو کر
واپس آ گئے اور یہ واقعہ اس فقیر سے بیان کیا۔

ایک دن حضرت اقدس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کہیں سے کچھ شیرینی
آئی۔ آپ نے تمام حاضرین کو تقسیم فرمائی اور تھوڑی سی خود اپنے ہاتھ میں رکھ لی۔ ایک
شخص آیا اور مجلس میں بیٹھ گیا۔ تقسیم کرنے والے نے اسے بھی حصہ دیا۔ اس
وقت اس شخص کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر حضرتِ اقدس وہ شیرینی بھی
جو آپ کے سامنے رکھی ہوئی ہے مجھے عنایت فرما دیں تو میں سمجھوں کہ واقعی
آپ ولی ہیں تب میں آپ سے استفادہ کروں۔ آپ کو اس خطرہ کی خبر
ہو گئی لیکن قلبِ مبارک میں یہ آیا کہ اگر اس کے حسبِ منشا عمل کر دیا جائے
تو یہ ایک قسم کی خودنمائی ہوگی لہٰذا اس سے اعراض فرما کر وہ شیرینی برخلاف
عادت ایک ہی بار میں دہنِ مبارک میں رکھ کر نوش فرما گئے۔ وہ شخص
مذکور ان کے جانے کے بعد اپنے مخصوص اصحاب سے یہ واقعہ بیان فرمایا۔

افادہ حضرت اقدس نے بعض مشاہدات میں دیکھا کہ ان کے دست مبارک
میں نور کا ایک علم ہے اور آپ اسے اٹھائے بیت اللہ کی جانب رواں
ہیں۔ آناً فاناً وہ علم بلند ہونا شروع ہوا اور اس کی تیز روشنیاں اور کرنیں
اس سے نکل کر آسمان پر پھیل گئیں۔ اور آفتاب سے زائد روشن ہو گئیں
اور اس کا نور اس حد تک بڑھ گیا کہ زبانیں اس کے بیان سے عاجز ہیں۔
پس لوگ آپ کے اس بیان سے از خود رفتہ ہو گئے اور علماء و صلحاء نے [illegible]
کیا اور فتوحات الٰہی نے ظاہری و باطنی ریزش فرمائی۔ اور یہ واقعہ حرمین
شریفین کے دوبارہ سفر کا پیش خیمہ بن گیا اور جو کچھ مشاہدہ فرمایا تھا وہ
سب بعینہٖ واقع ہوا۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

افادہ جب حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کے سفر مبارک کی خواہش
دامنگیر ہوئی اور عزم مبارک پختہ ہو گیا تو ربیع الآخر سنہ ۱۲۳۶ھ کو اپنے
بڑے ماموں شیخ عبداللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کی ہمراہی میں براہ لاہور روانہ ہوئے
اس سفر پُر ظفر میں جہاں کہیں بھی کسی ولی کا مزار ہوتا وہاں جاتے اور
تھوڑی دیر ٹھہرتے اور اس کو جس قسم کی نسبت حق سے ہوتی وہ آپ کو
مکشوف ہوتی اس کو بالتفصیل بیان فرماتے جب پانی پت پہنچے حضرت
شاہ بوعلی قلندر اور شاہ شمس ترک و شاہ جلال قدس اللہ اسرارہم کے
مزارات پر حاضری دی۔ بعد ازاں سرہند پہنچ کر حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی
کے مزار پر حاضر ہوئے وہاں سے لاہور شیخ علی ہجویری قدس سرہ کے مزار
پر حاضری دی۔ پھر ملتان پہنچ کر مخدوم بہاء الدین و شاہ رکن عالم قدس سرہما
کے مزارات پر تشریف فرما ہوئے اور تمام اہل قبور کے احوال ایک ایک

؎ مؤلف کے والد ماجد

کر کے بیان فرماتے۔ [illegible] جب اکثر طالب علموں نے شرف بیعت حاصل
کر کے اشغال طریقت حاصل کیے بعض تو آپ کی ایک ہی توجہ مبارک سے
مرتبہ بیخودی پر پہنچ گئے۔ اور ایک مدت بعد ہوش میں آئے۔ اور بعض بے خودی میں
نعرے مارتے تھے اور آپ کے اس مقام سے رخصت ہوتے وقت کثرت
کا یہ حال تھا کہ [illegible] ساتھ چلے۔ بعض پیچھے رہ گئے حضرت اقدس
مصلحت وقت کو مد نظر رکھتے ہوئے سب کو تسلی و تشفی دے کر رخصت ہوئے
جب ملک سندھ میں پہنچے تو ہر سمت سے علماء و فضلاء و طلباء آپ کی تشریف آوری
کی خبر سن کر اشتیاق ملاقات کو حاضر ہوئے۔ بعض حسب مقدور دولت بیعت
سے فیضیاب ہوئے اور بعض محروم رہے۔ اور جب [illegible]
کے مضافات میں سے پہنچے تو علماء فضلاء کا یہ حال ہوا کہ [illegible] حضرت
کی خبر سن کر اپنے وطن سے بھاگ بھاگ آنے لگے اور اکثر [illegible] کوس کی مسافت
طے کر کے رات کے وقت پہنچے اور شرف ملازمت سے بہرہ یاب ہوئے اور
اسی وقت شرف بیعت سے سرفراز اور اشغال طریقت حاصل کر کے بقدر
استعداد فیضیاب ہوئے۔ جس وقت آپ نے شہر ٹھٹھہ میں نزول فرمایا تو اس
شہر کے تمام علماء و صوفیاء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ایک کثیر تعداد
سعادت بیعت سے سرفراز ہوئی۔ اور آداب طریقت و اشغال تصوف
استفادہ کیے۔ مخدوم محمد معین جو وہاں کے اکابر علماء میں تھے اور کتاب و
سنت کے تمام علوم و فنون اور معقول و منقول پر پورا ملکہ رکھتے تھے نیز
اصطلاحات سے خوب واقف تھے اور علم حقائق کے ادراک میں ذہن رسا
رکھتے تھے حضرت اقدس کی صحبت کو غنیمت سمجھتے ہوئے آپ کے جمال با
کمال کے گرویدہ ہوئے اور آپ سے اخذ فیض کر کے شرف اجازت سے

مالا مال ہوئے اور اسی درمیان بسبب رفاقت قافلہ چلنے میں تاخیر ہوئی اور
جہازوں کی روانگی کا وقت قریب آچکا تھا ہم تمام خادموں کو [illegible]
یہ بے چینی ہوتی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے ساحل سمندر پر پہنچنے سے پہلے
ہی جہاز روانہ ہو جائیں اور دولت حج اس سال بھی نصیب نہ ہو سکے آپ
نے ہمارے اس خطرہ پر مشرف ہو کر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس سال ہم حج
ضرور کریں گے جب سورت کی بندرگاہ پہنچے باوجودیکہ راہ میں بہت
تاخیر ہو چکی تھی اور تمام جہاز روانہ ہو چکے تھے تاہم ایک جہاز موجود تھا لیکن
وہ بھی آج روانہ ہونے والا تھا۔ مگر اتنا پُر ہو چکا تھا کہ اس میں مزید کی گنجائش
نہ تھی، اور قافلہ کے اکثر لوگ جگہ نہ ملنے کے باعث شہر سورت ہی میں ٹھہر
گئے تھے یہ خدا کا فضل ہی شامل حال تھا آپ کے تمام خدام کو اسی جہاز
پر جگہ مل گئی جب سوار ہونے کا قصد کیا تو اکثر لوگوں نے عرض کیا کہ روانگی
کا زمانہ بالکل ختم ہے بلکہ تقریباً ختم ہو چکا ہے اور اس کا خوف ہے کہ کہیں
یہ جہاز تباہ نہ ہو جائے بلکہ اسی کا یقین ہے اس لیے کہ اول تو یہ جہاز سست
رفتار ہے۔ دوسرے یہ کہ گذشتہ کئی سال سے اس کی مرمت بھی نہ ہو سکی اور اس
سب کے ساتھ ساتھ جہازوں کے ایام سفر بھی ختم ہو چکے ہیں مناسب وقت
یہ ہے کہ توقف فرمایا جائے اور جہاز کے مسافر بھی اگرچہ فرط حرص میں سوار
ہو چکے تھے لیکن دل ہی دل میں ڈر رہے تھے بلکہ آپس میں کہتے تھے کہ اگرچہ ہماری
منزل جدہ ہے جو حجاز کی بندرگاہ ہے تاہم یہ دیکھنا چاہیے کہ کیسے وہاں پہنچ
سکیں گے۔ اور اگر وہاں پہنچنا ممکن نہ ہوا تو مجبوراً کسی دوسری بندرگاہ پر جہاز
لے جانا پڑے گا۔ حضرت اقدس ان کی کسی بات کی پروا نہ کرتے ہوئے جہاز
پر سوار ہو گئے اور زبان مبارک سے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اسی [illegible]

فریضۂ حج ادا کریں گے۔ قصہ مختصر جہاز لنگر اٹھا کر روانہ ہوا اور باد موافق کی
بدولت پہنچا یلملم میں، وہ جدہ پہنچ کر لنگر انداز ہوا۔ اس بات سے جہاز کے تمام
لوگ متعجب تھے کہ اس زمانہ میں جس تیز رفتاری سے یہ جہاز چلا ہے کبھی اس سے
قبل نہ چلا تھا۔ اور چند روز بعد ذی قعدہ کو مکہ معظمہ میں داخل ہو کر عمرہ تمتع
ادا فرمایا، پھر ذی الحجہ میں فریضۂ حج ادا کیا۔ جب مکہ معظمہ میں قیام پذیر تھے
تو وہاں کے تمام اکابر علماء و فضلاء حضرت اقدس کی ملاقات کو آتے اور مختلف
علمی سوالات کرتے۔ آپ ہر مسئلہ کا حسب دلخواہ جواب دیتے اور تمام
علوم و فنون اور معقول و منقول میں حضرت اقدس کو فائق تر دیکھ لیا
تو آپ کی خدمت میں درس کی درخواست کرکے تلمذ اختیار کیا۔ [illegible]
ان کی اس درخواست پر مسجد حرام میں حنفی مصلے کے قریب درس دینا
شروع کیا، اتنا زائد مجمع بڑھنے لگا کہ دم مارنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ اور دقیق
مسائل اور مغلق و مشکل باتوں کے حل میں اتنی زیادہ شہرت ہوئی کہ اس جگہ
کے اکابر علماء کو بھی اگر کوئی پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تو حضرت اقدس سے
رجوع کرتے اور آپ اسے حل فرماتے۔ حنفی و شافعی و مالکی [illegible]
اہم مسائل میں آپ سے رجوع کرتے۔ چند ہی روز میں حضرت اقدس
اس ملک میں اتنے زیادہ معظم اور ہر دل عزیز ہو گئے کہ تمام اکابر [illegible]
آپ کی صحبت کو غنیمت سمجھتے ہوئے نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے اور
آپس میں کہتے تھے کہ واللہ باللہ حضرت ہی تمام اہل ہند میں سب سے زیادہ
عالم بزرگ ہیں۔ اور اکثر خدمت اقدس میں عرض کرتے کہ اسی جگہ
مستقل سکونت اختیار فرمائیے۔ اور وہاں کے حاکم نے ہر چیز کی ذمہ داری
اپنے سر لے لی تھی۔ لیکن حضرت اقدس ان کی کسی بات کو قبول نہ فرماتے

تب وہاں کے اکابر نے یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ دین مکہ کے ساتھ ارادۂ خیر رکھتا ہے
تو آپ کو اسی جگہ رکھے گا۔ ایک دن ایک سوڈانی عالم نے جو مدت سے
مکہ معظمہ میں مجاور تھا خواب دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے کہ اگر مذہب
کا عقیدہ سیکھنا چاہتے ہو تو شیخ ولی اللہ سے استفادہ کرو۔ عالم مذکور اس
خواب کے بعد شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور اخذِ طریق کرکے بعض
اسرار استفاضہ کئے۔ اور حرمین کے بکثرت لوگوں نے سعادت بیعت
حاصل کی نیز اشغال طریقت استفاضہ کئے اور جب بعد ادائے حج ماہ
ربیع الاول میں برائے زیارت سرور کائنات ﷺ مدینہ منورہ روانہ ہوئے
اثنائے راہ میں بکثرت اسرار آپ پر منکشف ہوئے اور جس وقت سرور
کائنات ﷺ کے روضۂ مطہرہ پر پہنچ کر شرف زیارت سے مشرف ہوئے حضور
کی بے شمار عنایات و کرامات آپ پر مبذول ہوئیں۔ جس دن بھی مواجہ شریف
میں جلوس فرماتے نئے نئے اسرار سے مستفیض ہوتے۔ چنانچہ کوئی مجلس
واردات سے خالی نہ ہوتی۔ اور حضرت اقدس کے مدینہ منورہ پہنچنے سے
قبل شیخ عبدالکریم انصاری نے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو
اکابر اہل مدینہ سے تھے حضرت اقدس کو خواب میں دیکھا اور مواجہ شریف
میں آپ کی عظمت و بزرگی معلوم ہوئی اس بنا پر وہ آپ کی آمد کے منتظر
تھے۔ جب آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو وہ دونوں بے قرار حضرت
اقدس کو ڈھونڈتے ہوئے آئے اور ملاقات کرکے مذکورہ بالا خواب بیان
کیا۔ اور روضۂ منورہ کے قریب مقام اصحاب صفہ میں حدیث مسلسل کی
اسناد جو ان کو پہنچی تھیں روایت کرکے اجازت دی اور مسجد نبوی کے
شیخ طاہر نے جو مشہور عالم نیز استاد شہر مدینہ تھے حضرت اقدس کی دعوت کی

جب آپ ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور محفل جمی، پہلے انھوں نے تمام علما
وفضلا کی موجودگی میں آپ سے سوال کیا کہ تم عربی میں بات کر سکتے ہو
آپ نے بطور انکسار فرمایا کہ ہاں کچھ بول لیتا ہوں۔ پھر انھوں نے کہا کہ
اکثر لوگ علمی تبحر اور حل مسائل کا دعویٰ رکھتے ہیں لیکن معقول کے بعض مسائل
ایسے ہیں کہ اب تک ان کو کوئی قاعدے سے نہیں بیان کر سکا ہے! اور بے محل
باتیں کرتا ہے جیسے تجدد امثال کا مسئلہ ہے کہ اشاعرہ عرض کے قائل
ہیں اور اس کو جوہر میں شامل نہیں کرتے اس کی تحقیق کیا ہے اور ان کے
درمیان اس اختلاف کا کیا سبب ہے؟ حضرت اقدس نے زبان عربی
ایسی فصاحت و بلاغت سے اس کی تشریح فرمائی کہ وہاں موجود تمام فضلائے
عرب آپ کی فصاحت و بلاغت پر انگشت بدنداں رہ گئے۔ اس کی
تحقیق میں ایسے ایسے دقیق نکتے بیان فرمائے جو ان میزبان کی سمجھ سے بالاتر
تھے۔ انھوں نے ان باتوں کو غنیمت بزرگ سمجھا چہ جائیکہ دخل در معقولات
کرتے۔ اس کے بعد ان کو کوئی علمی بحث حضرت اقدس کی خدمت میں
کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

انھیں ایام میں ایک روز ایک شخص نے حضرت غوث الاعظم شیخ
عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی تصنیف غنیۃ الطالبین جس میں آپ
نے فرقۂ حنفیہ کے بارے میں لکھا ہے سوال کیا اور اس کی تحقیق کا خواہاں
ہوا پس حضرت اقدس نے اپنے اجتہادات تقریر بیانی کر دیا [illegible]؟
علما نے پسند کیا۔ [illegible] فرمایا کہ وہ امام المفسرین
قطب، بہ حقیقت شیخ عبدالقادر [illegible] نے غنیۃ الطالبین میں جہاں بہتر
ناجیہ فرقوں کا ذکر فرمایا ہے وہاں یہ فرقہ ناجیہ میں تقسیم فرمایا ہے

جماعت کو دو فرقوں میں دیکھا۔ ان میں ایک فرقہ اصحاب [illegible] کا ر دیا دو رشت

(پچھلے صفحے کا بقیہ) عوام مومنین کا اعتقاد ہے جو کہتے ہیں کہ صانع ایک ہے اور تمامی
مصنوعات اسی ایک صانع سے ہیں۔ دوسری توحید شہودی معنوی ہے یعنی تمامی مخلوقات
خالق کی مظاہر ہیں لیکن ذوات مخلوقات ذات حق سے جدا ہیں۔ توحید وجودی
کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک توحید وجودی علمی دوسری توحید وجودی عملی کشفی۔
توحید وجودی علمی یہ ہے کہ سوائے ایک ذات اور ایک وجود کے دوسرا وجود نہیں
اور یہ وجود عین ذات ہے۔ دوسری توحید وجودی عملی کشفی جس کو توحید حالی بھی
کہتے ہیں۔ یہ سب میں افضل و اکمل ہے۔ اس کے تین درجے ہیں۔ اول یہ کہ عطا
الٰہی سے ایک جذبہ سالک پر وارد ہوتا ہے جس سے اس کی چشم حقیقت کھل جاتی
ہے اور وہ ہمہ تن معشوق حقیقی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور ما سوی اللہ کی طرف سے بے
توجہ ہوتا اور خلائق کے مدح و ذم اس کے نزدیک یکساں ہوتے ہیں اور یہ حالت
اکثر بسبب ذکر شغل اور ریاضت شاقہ کے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ سالک مجذوب کا حال
ہے۔ متذکرہ صدر مشاہدہ میں بھی وہ دوسرا گروہ اولیا کا تھا جن کے دلوں پر نور اور حجب
پر مستند سرور تھا یعنی تہذیب نفس کے انوار تھے اور بعض افراد کو محض عنایت ربانی سے
پہلے جذبہ وارد ہوتا ہے اور وہ بعد کو سلوک تمام کرتے ہیں۔ یہ حال مجذوب سالک کا ہے۔ اور
متذکرہ صدر مشاہدہ میں بھی وہ دوسرا گروہ اولیا کا ہے جو تفکر میں مستغرق تھا اور ان کے
دلوں پر تجلیات اور حجب پر غیرت تھی اور وہ توحید وجودی کے قائل تھے اور جن لوگوں
کو جذبہ حاصل ہوتا ہے اور وہ سلوک نہیں کرتے ان کو مجذوب کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ توحید
کی اور تین قسمیں ہیں۔ افعالی، صفاتی، ذاتی۔ افعالی کو حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں
ہمہ از اوست یعنی توحید شہودی بھی کہتے ہیں۔ سالک کو اول یہی توحید پیش آتی ہے اور اس میں
تمامی افعال سے یگانگی اور معرفت ذات ثابت ہوتی ہے اس لیے کہ جو کچھ خیر و شر [illegible]
[illegible]

(نقشبندیہ میں) [illegible] کا تھا اور توحید وجودی کا قائل تھا۔ ان کے دلوں پر ایک نور تھا

(پچھلے صفحے کا بقیہ) شر و خیر، موت و حیات، کفر و ایمان، طاعات و عصیان وغیرہ کہ جو
افعال موجودات سے ہیں دراصل حق تعالیٰ ہی سے ہیں کیونکہ فاعل حقیقی وہی ہے جیسا کہ
والقدر خیرہ و شرہ من اللہ میں وارد ہے کہ مخلوق سے صدور افعال بغیر ارادہ حق کے محال ہے
جو ہوتا ہے حق سے ہوتا ہے۔ دوسری توحید صفاتی ہے جس کو اصطلاح میں ہمہ با اوست
کہتے ہیں۔ اور یہ توحید افعالی کے محو کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اس سے مطلب یہ ہے کہ
حیات، علم، ارادت، قدرت، سمع، بصر، کلام، ذاتیت، [illegible] وغیرہ جتنے صفات ہیں ان کا
وجود بغیر ذات کے محال ہے۔ اور صفات ذات سے اور ذات صفات سے کبھی منفک نہیں
ہوتے۔ سالک کو چاہیے کہ تمام صفات حق کو اپنے میں تصور کرے اور اپنے کو اس میں
محو کرے۔ تیسری توحید ذاتی ہے جس کو ہمہ اوست بھی کہتے ہیں۔ اور یہ توحید صفاتی کو محو
کرنے کے بعد پیش آتی ہے اس لیے کہ صفات اور ظہور صفات اور افعال و آثار و عالم
میں بھی بغیر ذات کے ممکن نہیں۔ اور کبھی ذات سے منفک نہیں ہوتے اور ہر صفت بغیر
ذات موجود نہیں۔ بغیر وجود ذات کے ظہور صفات محال ہے۔ سو صفات و افعال و آثار کا
وجود اسی ایک وجود مطلق اور ذات بحت سے ہے۔ اسی واسطے صفات و افعال و آثار کو عین
ذات اور حقیقت اور ہمہ اوست کہتے ہیں۔ متذکرہ صدر مشاہدہ میں اولیاء اللہ کے ان دونوں
گروہوں میں سے کوئی بھی اس مقام تک نہ پہنچا تھا۔ ان کا مقصد حقیقت جامعہ کی طرف
متوجہ رہنا تھا۔ ان اقسام کے بعد توحید کی ایک قسم توحید الٰہی یا توحید حقیقی بھی ہے وہ یہ کہ حق
تعالیٰ ازل الآزال میں بوصف وحدانیت موصوف اور بصفت فردانیت منعوت تھا کان
اللہ ولم یکن معہ شیئا۔ اور اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ ازل الآزال میں تھا اور ابد الآباد
تک ویسا ہی رہے گا۔ یہی معرفت وہ راز ہے جس کو متذکرہ صدر مشاہدہ میں [illegible] کی معرفت
سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس سے عالم الاکمال ہے۔ [illegible]

باقی ہی کا ثمرہ ہو لیکن اہلِ وحدت الوجود اگرچہ سچی بات کے قائل ہوئے لیکن اپنے مشرب میں خطا کی کہ وہ جب اپنی ذاتِ ناقص کی بابت سریانِ وجود میں غور کرتے ہیں تو تعظیم و محبت و تنزیہ جن سے ملاءِ اعلیٰ نے حق کو پہچانا ان کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے اور ملاءِ اعلیٰ کی یہ معرفت ایک ایسا راز ہو جس سے وہ عالم بالا والے ہوا اور یہ علم وحدت الوجود اس کا مشرب ہوتا ہے جس میں وجہِ حق جوہرِ انسان میں ودیعت کیا ہوا ایک راز ہو تر و تازہ ہوتا ہو یعنی احکام نشآت میں مغلوب نہیں ہوتا اور وجود کے راز نے اس کو ہجومِ تنزلات کی کدورت سے پوشیدہ نہ کیا ہو اور تم میں وہ چیز اپنی اصل تازگی و شگفتگی پر باقی نہیں رہی ہو بلکہ مسخ ہو گئی ہو پس ان کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اور انھوں نے یقین کر لیا پھر میں نے کہا کہ یہ اسرارِ الٰہی ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس سے مخصوص فرمایا کہ میں اس کے ذریعہ تمہارے درمیان فیصلہ کروں۔ والحمد للہ رب العالمین

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ میں نے ۱۰ صفر ۱۱۴۳ھ کی شب میں خواب دیکھا کہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کے دستِ مبارک میں ایک ٹوٹا ہوا قلم ہے۔ آپ نے دستِ مبارک بڑھا کر وہ قلم اس فقیر کو عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ قلم میرے جدِ بزرگوار یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے پھر فرمایا کہ ٹھہر جاؤ تاکہ (امام) حسینؓ اس قلم کو درست کر دیں پس حضرت امام حسینؓ نے اس کو درست فرما کر مجھے عنایت فرمایا اس سے ایسا فرحت و سرور مجھے حاصل ہوا جو بیان میں نہیں آ سکتا۔ پھر ایک دھاری دار چادر لائی گئی جس میں ایک سفید دھاری تھی دوسری سبز تھی وہ چادر حضرات حسنینؓ

اور چہرہ ان پر مسرت و سرور تھا۔ اور دوسرا گروہ جو توحید وجودی کا قائل تھا اور ایک قسم کے تفکر میں غرق تھا۔ ان کے دونوں پر ایک حیا غالب ہے حق کے پہلو میں قائم ہیں اور عالم کے ساتھ ان کے چہرہ پر بشاشت تھی۔ وہ دونوں فریق باہم مناظرہ کرتے تھے۔ فریق اول کا کہنا یہ تھا کہ کیا تم ہم پر یہ انوار نہیں دیکھتے جو ہم کو اس طریقہ میں عطا کیے گئے کہ یہ انوار صراطِ مستقیم پر چلنے کا نتیجہ ہیں اور فریق ثانی کا کہنا یہ تھا کہ تمام موجودات کا اضمحلال وجودِ واحد میں ایک امرِ حق ہے لہذا ہم کو ایک ایسے راز کا علم ہو جس سے تم واقف نہیں۔ لہذا افضل ہم ہیں پھر جب بحث میں طوالت ہوئی تو انھوں نے مجھ کو حکم بنایا اور میرے فیصلہ پر راضی ہونا منظور کیا۔ پس میں ان کے درمیان کھڑا ہوا اور کہا کہ بعض علوم ایسے ہیں کہ ان کا ثمرہ تہذیبِ نفس ہے اور بعض علوم سے اگرچہ وہ نفس الامری اور واقعی ہوں لیکن ان سے یہ معنی حاصل نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نفوسِ خلائق کو مختلف استعدادات کے مطابق مخلوق کیا ہے اور ہر نفس کو علوم میں سے ایک خاص مشرب عطا کیا ہے۔ اگر اس علم میں مستغرق رہتا ہو تو اس کا نفس تہذیب پاتا اور اصلاح قبول کرتا ہے اور اگر خود کو اس میں مستغرق نہیں کرتا تو ان معنوں سے محروم رہتا ہے اور اس کا دارو مدار تہذیبِ نفس پر ہے۔ اور یہ مسئلہ توحید وجودی اگرچہ نفس الامری اور واقعی ہے لیکن یہ علم تم دونوں گروہوں میں سے کسی کا بھی مشرب نہیں ہے بلکہ تم دونوں کا مشرب یہ ہے کہ حقیقتِ جامعہ کی طرف متوجہ ہو اور یہ توجہ ملاءِ اعلیٰ کی توجہ کے موافق اور مناسب ہو یعنی توجہ تعظیم و ربوبیت سے مطلوب ہو۔ اور یہ گروہ جو اہلِ وحدت ہیں گو کہ اس مسئلہ سے جاہل نہیں لیکن اپنے مشرب میں غلطی نہ کی لہذا ان کے نفوس مہذب ہو گئے اور انوار کی

سکے رو برو رکھی گئی۔ حضرت امام حسینؓ نے اس کو اٹھا کر بزبان غیب فرمایا
تمہارے دادا جو جد ہیں رسول اللہ کے پھر اسے مجھے اٹھا دیا۔ میں نے اس کو بقصد تعظیم
و تکریم سر پر رکھا۔ اور جناب الٰہی میں اس نعمت عظمیٰ کے حصول کا شکر ادا
کیا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ ایک دن میں روح شمس تک پہنچا اور
اس کو دیکھا اور بات چیت کی اور میں نے اسے علیحدہ فی نفسہ دیکھا اور [illegible]
اور ارواح افلاک کو دیکھا کہ باہم بیٹھے ہوئے ہیں اور علوم و حکم میں
موافق ہیں اور کلام شمس کی تفصیل فیوض الحرمین میں مرقوم ہے۔

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ میں نے شعائر اللہ[1] (نشانیاں) کو دیکھا
کہ ایک نور اس کی بلندی پر چمک رہا ہے اور اس کی حقیقت اچھی طرح
دریافت کی۔ اور جب لوگ ان شعائر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو بعض
کی نیت صرف انتفاع و نفع اندوزی کی ہوتی ہے یعنی اس بات کا اعتقاد
کہ یہ شعائر اللہ سے ہے۔ اور ایک گروہ کی روحانی نگاہ کھلی ہوئی ہے اور وہ
اس نور کا ادراک کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کی قوت ملکیہ قوت بہیمیہ
پر غالب ہوتی ہے۔ اور ایک فرقے نے جب اس نور میں غور کیا تو تدلی الٰہی
میں داخل ہو گئے جو اس تدلی سے متصل ہے۔ اور یہ فرقہ اعلیٰ و اکمل ہے۔
حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حقیقت تدلی[2] پر

---

[1] ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب۔ اللہ کی نشانیوں کی تعظیم
و تکریم کرنا دلوں کی پاکیزگی کی دلیل ہے۔ علما محققین انبیاء و اولیا کی ذاتوں کو بھی شعائر
اللہ میں شمار کرتے ہیں۔ ([illegible])

[2] وہ تجلیات تجلی اعظم کے منبع سے صادر ہو کر تدبیر عالم کرتی ہیں تدلی کہلاتی ہیں۔

ہے وہ دنیا بشر کی طرف متوجہ ہو مطلع فرمایا کہ ان کا حق کی طرف قرب و
وصول ممکن ہو جائے۔ اور وہ تدلی عالم مثال میں متمثل ہے اور کبھی وہ انبیاء
اور کتب و شعائر کی صورت میں ظاہر فرماتا ہے اور میں مطلع ہوا حقیقت نبوت
اور حقائق انبیاء پر عموماً اور حقیقت خاتم الانبیاء پر خصوصاً اور حقائق
کتب آسمانی پر عموماً اور حقیقت قرآن عظیم اور حقیقت کعبہ اور حقیقت نماز پر
خصوصاً۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان اشیاء کی صورت میں تدلی کے ظہور کی
حکمت پر مفصل طور پر مطلع فرمایا۔ اور اس کی تفصیل فیوض الحرمین سے
معلوم ہو سکتی ہے۔

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں علوم
عطیہ ہوئے کہ جن میں سے بعض کی کیفیت سے میں نسمہ پر ہو گیا۔ اور ملا اعلیٰ
کی تحصیل کمال اور ملا سافل کے کسب کمال کا طریقہ اور جو اس پر مطلع
ہونا چاہے وہ فیوض الحرمین کی طرف رجوع کرے۔

نیز خود بدولت نے تحریر فرمایا کہ جب میں مدینہ منورہ جاتے وقت
شہدائے بدر کی قبور پر زیارت کو گیا اور ان کی قبور کرامت ظہور کے مقابل
کھڑا ہوا اچانک ان کی قبور سے لاتعداد انوار مثل انوار محسوسہ میری طرف
ظاہر ہوئے حتیٰ کہ میں متفکر ہوا کہ ان انوار کا ادراک چشم ظاہر سے کیا
جاتا ہے یا بہ بصیرت روح (بچشم باطن)۔ اور جب میں نے ان انوار کی حقیقت
میں غور کیا تو یہ منکشف ہوا کہ وہ انوار رحمت تھے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ جب میں اس قبر کی زیارت کو گیا جو حضرت ابوذر
غفاریؓ سے منسوب ہے صفرا میں جو مدینہ طیبہ کے راستہ میں ایک جگہ
کا نام ہے اور متوجہ ہو کر ان کی قبر کے سامنے بیٹھا۔ ناگاہ ان کی روح مثل

تیسری رات کے چاند کے رونما ہوئی۔ جب میں نے اس میں غور کیا
تو انوار اعمال اور انوار رحمت مخلوط تھے لیکن انوار رحمت غالب تھا۔
آپ نے تحریر فرمایا کہ مکہ معظمہ میں روزِ ولادتِ سرورِ کائنات ﷺ
(محفل میلاد شریف) مولد شریف میں لوگوں کا ایک جم غفیر تھا اور آنحضرت
پر صلوٰۃ وسلام اور آپ کے معجزات بیان کرنے میں مشغول تھے۔ ناگاہ
میں نے اس بقعۂ کریمہ سے بجلیاں چمکتی ہوئی دیکھیں۔ مجھے ان کے اوپر
کی فکر ہوئی کہ کیا وہ نگاہِ ظاہر سے ہیں یا نگاہِ باطن سے۔ پھر جب میں نے
غور کیا تو دیکھا کہ وہ ان ملائکہ کے انوار ہیں جو اس متبرک مقام پر مامور ہیں
اور ان میں انوارِ رحمت بھی شامل ہیں۔ اور ان انوار کی تفصیل فیوض الحرمین
میں مرقوم ہے۔

حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ جب میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور روضہ
اطہر کی زیارت سے مشرف ہوا تو آنحضرت ﷺ کی روح پر فتوح کو ظاہر اور عیاں
دیکھا لیکن نہ تو عالم اجساد میں اور نہ عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں
جو حسی ظاہر سے قریب ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ عوام جو درود وغیرہ میں
آنحضرت کی ثنا خوانیاں بیان کرتے ہیں وہ اسی جہت سے ہے پھر میں یکے
بعد دیگرے مرقد مطہر کی طرف متوجہ ہوا تو اس ذاتِ قدسی صفات نے
مختلف صورتوں میں ظہور فرمایا کبھی پر شکوہ و بارعب لباس میں (لباس
شاہانہ میں) کبھی جذب و محبت اور انس کی شکل میں اور کبھی سرایان کی
صورت میں۔ اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا اس مولد کی فضا روح مبارک
سے پر ہوگئی اور موجیں مار رہی ہے حتیٰ کہ اسے دیکھنے والا خود بھی
اپنے کو اس میں گم کر دیتا۔ اور سرورِ کائنات ﷺ کی وہ صورتِ پاک جس سے

آپ عالمِ ناسوت میں متمکن تھے مجھے دلجمائی وہی باوجود اس کے کہ میری فہاہت
روحانیت کی طرف تھی۔ پس مجھے یقین ہوگیا کہ اسوت کریمہ کی تقویم زنج شریفہ
کے خواص سے ہے اور ان الانبیاء لا یموتون وانھم یصلون ویحجون
فی قبورھم میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے آپ
پر صلوٰۃ وسلام بھیجا ہو اور آپ نے انبساط نہ فرمایا ہو اور میرے لیے ظاہر نہ
ہوئے ہوں اور وذٰلک لانہ رحمۃ للعالمین۔

حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ مدینہ منورہ میں داخلہ کے تیسرے روز
میں نے آنحضرت ﷺ اور آپ کے دونوں اصحاب رضی اللہ عنہما پر سلام بھیجا
اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر ان سب کا افاضہ فرمائیے جو اللہ نے آپ پر
افاضہ فرمائے ہیں کہ آپ کی خدمت میں ہم محتاج بن کر آئے ہیں اور آپ
رحمۃ للعالمین ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے میری طرف بہت زیادہ انبساط
فرمایا اور پھر گویا اپنی ردائے مبارک میں ڈھانپ لیا۔ اور مجھ پر اسرارِ عظیمہ
روشن فرمائے اور مجھے حاجتوں میں اپنی ذاتِ مبارک سے استمداد کی
کیفیت سے شناسا فرمایا۔ اور خود بدولت پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے والوں کے
جود و کرم کی کیفیت نیز اپنی ان اشخاص کی طرف انبساطی کیفیت سے جو بعض
بعض آپ کی مدح میں مبالغہ کرتے ہیں مطلع فرمایا۔ اور میں نے آنحضرت ﷺ
کی مظہریت کو تدلی الٰہی دیکھا جس کو صوفیہ حقیقتِ محمدیہ اور نبی الانبیاء
کہتے ہیں۔ اور میں نے ائمہ شریفہ کے تمام مذاہب اور صوفیہ کے طریقوں
کا بار بار برابر ایک دوسرے پر ترجیح کے بغیر آپ کے روبرو مشاہدہ کیا۔ اور
میں نے آپ کا لباس شاہانہ میں، مختلف صورتوں میں مشاہدہ کیا۔ اور آپ

---

۱ انبیاء علیہم السلام کو موت نہیں آتی وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے اور حج ادا کرتے ہیں

نے مجھے ان جملہ میں مقامات مجددیہ، وصائیہ وقطبیہ وارشادیہ عطا فرمانے اور
مجھے منصب امامت سے نامزد فرمایا اور میرے مذہب وطریقہ کی درستی فرمائی اور میں
نے آنحضرت ﷺ کو اسی طرح فیوض دینے والا دیکھا جیسے مشائخ مریدین کو دیتے
ہیں۔ اور یہ تمام واردات ایک ہی مشہد (حاضری) میں ہوئے۔ اور اس مشہد
کے اسرار و غوامض فیوض الحرمین میں بالتفصیل لکھے ہوئے ہیں۔

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے سرور کائنات ﷺ کے حضور
میں حدیث "کنت نبیا وآدم منجدل بین الماء والطین" کے بارہ میں سوال
کیا۔ آپ ﷺ نے مجھے اپنی صورت مثالیہ مشاہدہ کرائی نیز عالم مثال سے عالم اجساد
کی طرف اپنی منتقلی کی کیفیت دکھائی اور مجھے انبیاء علیہم السلام کی صورتیں اور
ان کے اشباح دکھائے۔ اور حضرت الٰہی سے ان پر افاضۂ نبوت کی کیفیت اور
جو کچھ عالم مثال میں آپ ﷺ پر مفاض ہوا ہو مشاہدہ کرایا۔ اور اولیائے کرام کی
صورتیں اور آپ ﷺ کے بعد افاضۂ علوم اور حقایق و معارف کی کیفیات ظاہر
فرمائیں۔ پس مجھ پر اصل حقیقت واضح ہو گئی اور اختلافات سے آپ کی مراد
معلوم ہو گئی۔ اور اسرار کی تحقیق فیوض الحرمین میں مرقوم ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ میں جس وقت بھی آپ ﷺ کے مرقد مقدس کی طرف متوجہ
ہوتا تھا آپ کی ذات منظر آیات کو ظاہر و باہر دیکھتا تھا۔ ایک روز میں آپ ﷺ کی
طرف متوجہ ہوا اور ان اسرار و معارف کی حقیقتوں کے بارہ میں جو مجھ پر ظاہر
ہوئی تھیں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے ان کی حقیقت مجھ پر ظاہر فرمائی اور ایک دن
مجھ کو ایک نور دکھائی دیا جیسے ملائکہ سادات کے انوار۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ
نور آپ ﷺ کے مرقد منور سے منبعث ہو رہا ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک روز میں [illegible]

اور ضحوۂ کبریٰ کے درمیان چاشت کی نماز پڑھ رہا تھا اسی اثنا میں ملاء اعلیٰ کے
قرب اور حدیث شریف "اما السجود فاجتہدوا فی الدعاء"[۱] کے اسرار ظاہر
ہوئے۔ اور حدیث شریف "ھل تضارون فی القمر لیلۃ البدر قالوا لا
قال فکذلک ترون ربکم فلا تغلبوا علی الصلوۃ قبل طلوع الشمس و
صلوۃ قبل غروبہا"[۲] کی حقیقت ظاہر ہوئی۔ اور میں نے اس وقت ہر آیت
اور ہر حدیث کو ایک بحر مواج دیکھا اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی ضبط تحریر
میں لایا جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہو جائیں۔ بعد ازاں تدلی اعظم غیر متناہی
الارجاء و بحر ناپیداکنار نے ظہور فرمایا۔ اور میں نے اپنے نفس ناطقہ کو بھی غیر متناہی
پایا جس نے اس تدلی کا مقابلہ کیا اور اس کو گرفت میں لے لیا۔ پس میرا نفس ناطقہ
کی عظمت و بڑائی رہ گیا اور جب مجھے اس حالت سے افاقہ ہوا تو میں نے
اپنے کو نور ہی پر دیکھا جو میرے اوپر نیچے اور دائیں بائیں سے جاری ہو کر اور
میرے قلب و نظر اور ہاتھ پاؤں سے جوش زن ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک روز مجھ پر آنحضرت ﷺ کی روح مطہر نے ہر قسم
کے لباسوں سے مجرد ہو کر تجلی فرمائی۔ میں نے اپنی روح سے اس کی فطرت
کے مطابق ایک صورت روحیہ مجردہ تراشی۔ اور انجذاب و رفعت سے اس کا
مشاہدہ کیا۔ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک روز آنحضرت ﷺ نے مجھ پر افاضہ فرمایا اور
میرے نفس ناطقہ کو اتنا وسیع کر دیا کہ میں آپ ﷺ کی وراثت سے لائق ہو گیا

۱؎ سجدوں میں دعا کے کوشاں رہو۔
۲؎ کیا تم کو چودھویں رات کا چاند دیکھنے سے کچھ ضرر پہنچتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا
نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح تم دیکھو گے اپنے پروردگار کو۔

انتہا کو پہنچ گیا۔) والحمد للہ رب العالمین۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سلوک میں ایک طریقہ بواسطہ آنحضرت عطا فرمایا اور آنحضرت ﷺ کی روح کریمہ نے مجھے بشارت دیتے ہوئے اس کی حقیقت پر اطلاع بخشی اور اس طریقۂ علیہ میں پہلا شخص جو آنجناب ولایت مآب کی شرف بیعت سے مشرف ہوا یہ خاکسار کاتب حروف ہے اور یہ بیعت شب جمعہ کی نصف شب کے آخر میں حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے ہوئی۔ والحمد للہ علیٰ ذلک

آپ نے تحریر فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس جگہ ان انوار کا مشاہدہ کیا جو تمام انوار سے غالب تھے۔ وہاں یہ مشہور ہوا کہ جو شخص اس جگہ نماز پڑھے گا بحر انوار میں مستغرق ہو جائے گا۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ کی اس نظر خاص کا جو سرور کائنات پر تھی مشاہدہ کیا۔ یعنی قول لولاک لما خلقت الافلاک[۱] سے مراد وہی نظر ہے۔ پس میں آنجناب کا طفیلی ہو گیا اور آپ نے مجھکو اپنے ساتھ چسپاں کر لیا اور جوہر سے مثل عرض ہو گیا اور اس نظر کا منظور نظر ہو گیا۔ نیز اس کا مستفیض ہو گیا اور اس کی حقیقت کا ادراک کر لیا۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کا عالم حدیث کے حق میں شفاعت کا اور موت کے وقت توسل اور علم حدیث سے توسل کا مشاہدہ کیا اور اس کی حفاظت عروہ وثقیٰ اور حبل ممدود ہے جو منقطع ہونے والی نہیں ہے۔ پس ہر مومن پر لازم ہے کہ یا محدث ہو یا ان کا طفیلی ہو جائے۔

۱۔ اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ میں ایک دن اس حدیث شریف سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این کان ربنا قبل ان یخلق الخلق قال کان فی عماء[۱] کا منتظر تھا۔ پھر مجھ پر اس نے برکات کا افاضہ فرمایا اور ایک نور عظیم ہیولیٰ کی شکل میں نہایت بلندی پر اس طرح متمثل ہوا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اس نور نے اپنی تمثیل کا محیط شعاعیہ ممتدہ احاطہ کر لیا ہے۔ اور مجھ سے کہا گیا کہ یہی حقیقت ہے اور آنحضرت کے اس قول کان فی عماء میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ نور اور تمثیل عماء ہے اور ان خطوط شعاعیہ سے مراد وہ قہر ہے جو وھو القاہر فوق عبادہ[۲] سے ثابت ہے۔ پس ایک قسم کی تعقل و طمانیت حاصل ہو گئی اور کوئی شبہ باقی نہ رہا۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ پر حیز طبیعت کی حیز قدس کی طرف ترقی کی کیفیت جس سے مراد قدم صدق ہے افاضہ فرمائی۔ نیز حیز طبیعت کی طرف اس قدم صدق کے انحدار کی کیفیت افاضہ فرمائی۔ اور میں نے اس ترقی و تنزل کے درمیان ہاتف و خاطر کے ظہور اور رویائے صادقہ و فراست کا مشاہدہ کیا اور میں نے ہر ایک کا مناسب حال ادراک کیا۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک روز میں آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ تھا ناگاہ

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ہمارا رب قبل تخلیق عالم کہاں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ عماء میں تھا۔ عماء کے لغوی معنی ابر باریک ہیں۔ اور صوفیا کی اصطلاح میں اللہ کے نفس کا نفس ہے جس کو علم و عقل کلی [illegible] کہتے ہیں اور اس سے مراد حقیقت الحقائق ہے جو موصوف بالحقیت و خلقیت نہیں ہوتی اور یہ مرتبہ ذاتی ہے جو بوجہ عدم اضافت کے کسی اسم یا صفت کا مقتضی نہیں ہے۔ آنحضرت کے اس ارشاد کا مطلب ہے ان العماء ما فوقہ ھواء وما تحتہ ھواء عماء کے اوپر بھی ہوا ہے اور نیچے بھی ہوا ہے (ترمذی)

۲۔ اور وہ (اس کا حکم) اپنے بندوں پر غالب ہے [illegible]

ایک نور انتہائی بلند ظاہر ہوا جس سے میرا فکر اور دماغ حیران ہو گیا اور اس کی
ہیبت نے مجھے متحیر کر دیا اور میرے باطن سے یہ آواز آئی کہ یہ نور [illegible]
اور اس کا آنحضرت کی نبوت میں ایک عظیم دخل ہے اور اس کی معرفت
حقیقتِ محمدی کی معرفت پر موقوف ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ میں ایک دن حضرات اہل بیت رضی
اللہ علیہم اجمعین کی قبور کی طرف متوجہ ہوا میں نے ان کو طریقہ [illegible]
فرمایا یعنی اولیاء اللہ کے طریقوں کی اصل و بنیاد ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک دن دوران طواف بیت اللہ میرے نفس
ناطقہ سے ایک نور عظیم ظاہر ہوا جس نے تمام عالم کو اپنی گرفت میں لے لیا
اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ قطب الارشادی کی پہچان اس نور سے ہوتی ہے
اور میں نے بیت اللہ کو دیکھا کہ ملاء اعلیٰ اور ملاء سافلی کی [illegible]
متعلق ہے جس طرح نفس ناطقہ کا بدن سے تعلق ہوتا ہے اور میں نے اپنے
کو ان کی ہمتوں سے مالامال دیکھا جن [illegible] کی بیتی [illegible]

آپ نے تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس حالت پر مطلع فرمایا جو
وہ زلزلے گا اور جو ظاہری و باطنی نعمتیں عطا کرے گا۔ اور مجھے دین و دنیا
کے مواخذے سے معصوم فرمایا اور مجھ پر اس نعمتِ عظمیٰ کا احسان رکھا کہ شاید
ہی کوئی اس دولت سے فائز ہوا ہو اور مجھ کو یہ دولت عیش عطا فرمائی اور
ہر سعادت میں سے ایک معتد بہ حصہ عطا فرمایا۔ اور مجھے خلافت باطنیہ
کی خلعت پہنائی۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک بار میں نے اپنی روح کو دیکھا کہ وہ دو چند
ہوتی اور بے اندازہ پھیل [illegible] وسعت پائی اور میں نے اس سر کا ادراک کیا

کہ اس عظمت و وسعت کا نتیجہ حضرت الٰہیہ کے اسرار کا حلول ہے جو ملاء اعلیٰ میں
منعقد ہوتے ہیں اور اسمائے الٰہیہ کی برکات کا نزول جو مدارک کلیہ میں منعقد
ہو گئے ہیں۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ مجھ پر مبداء و معاد کے اسرار نیز اہل جہنم کے لباس سرابیل
من قطران اور اہل بہشت کے لباس سندس و حریر نیز اہل جہنم کی روسیاہی
اور اہل بہشت کی سرخروئی کے اسرار افاضہ ہوئے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ مجھ پر کرامات کے طریقوں کے ظہور کے اسرار کا افاضہ فرمایا
اور مجھ پر اہل دیانہ کی کرامتوں کے درمیان فرق سمجھایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے اس قول کا سر جو آپ نے ابی رافع سے فرمایا جب وہ [illegible] بار دراع
طلب کیا۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ بکری کے تو دو ہی دراع ہوتے
ہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر تم سکوت کرتے تو یکے بعد دیگرے دراع ملتے
رہتے میں مانگتا رہتا اور تم دیتے رہتے (یعنی وہ ختم ہی نہ ہوتے)

آپ نے تحریر فرمایا کہ جب میں بیت اللہ کے اندر داخل ہوا اور اپنے
باطن کی طرف متوجہ ہوا تو مجھ پر صراط مستقیم کی حقیقت نے تجلی کی اور میں نے
پل صراط کو دیکھا کہ جہنم پر قائم ہے اور وہ حقیقت کے مجسموں میں سے ایک مجسمہ
تھا اور میں نے بیت اللہ کے جوف کی اس حقیقت کے ساتھ ایک خصوصیت
دیکھی وہاں مشاہداتِ موعودہ اور ہر مشہد کے اسرار و رموز ختم ہوئے
اس کی تفصیل فیوض الحرمین میں لکھی ہوئی ہے جو اس پر واقف ہونا
چاہے وہ اس کی طرف رجوع کرے۔

جب حضرت اقدس حرمین شریفین کے سفر مبارک سے اپنے دولت خانہ
فیض آشیانہ واپس تشریف لائے حقائق و معارف آگاہ فضائل و کمالات

دست گاہ شاہ صدر عالم جو حضرت اقدس کے علم بزرگوار کے پوتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے فیوض الحرمین کے مشہد اول کا مطالعہ کیا تو میرے دل میں آیا کہ کاش صاحب رسالہ کے مقام پر میں مطلع ہو جاتا۔ میں فجر کی اذان کے بعد پوری توجہ اور فراغت کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اللہ نے مجھ پر یہ عبارت القا فرمائی اقمناہ فی مقام الصدیقیۃ الکبریٰ بعدازاں میرے سر میں یہ ندا کی گئی کہ اس مقام پر وقامت کا ذریعہ آنحضرتؐ کی روح پر فتوح ہے جس طرح جبرئیل امین وحی کا ذریعہ تھے پس یہ ان کے لیے نہایت مبارک مقام ہے۔ اس کے بعد میں نے بقیہ رسالہ کا مطالعہ کیا اور اس کے تمام مشاہد مقدسہ کو واقع کے مطابق پایا۔

حقائق و معارف آگاہ شاہ نور اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کے حرمین شریفین تشریف لے جانے کے دوران اس ملک میں قحط پڑ گیا اور بارش بالکل غائب ہو گئی۔ تمام مخلوق پریشان ہو کر گریہ وزاری کرتی تھی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ انھیں ایام میں ایک دن میں مراقب بیٹھا ہوا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ حضرت اقدس نے حجاز سے اس ملک کی طرف توجہ فرمائی ہے۔ اب بارش ہو گی۔ انھیں ایام میں خوب بارش ہوئی اور کثرت سے غلہ پیدا ہوا اور قحط دور ہوا۔ جب حضرت اقدس اس ملک میں واپس تشریف لائے تو تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ جس دن یہاں قحط پڑا تھا آپ حرمین شریفین سے اس ملک کی طرف توجہ فرما کر جہاز پر سوار ہوئے تھے۔

ملا شیخ محمد یوسف نام جو ایک عالم آدمی اور دیانت دار درویش تھے

له میں نے ان کو وہ لقیت کبریٰ کے مقام پر فائز کیا۔

ایک شخص دوست محمد سے کہ وہ بھی فاضل آدمی تھے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں اکثر اوقات ایک عزیز کے پاس جو تصوف میں مشہور تھے جایا کرتا تھا اور مجھے یہ معلوم تھا کہ ان کے عقائد اچھے نہیں ہیں اور ایک دوسرے شخص کے پاس بھی جایا کرتا تھا جس کی صحبت میں تاثیر تھی اور بظاہر وہ پابند شرع تھا۔ اور ان دونوں پر مجھے پورا اعتماد تھا۔ ایک دن میں نماز فجر کے لیے اٹھا۔ جماعت تیار تھی صرف تکبیر کہنے کی دیر تھی میں نے چاہا کہ دو رکعت پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جاؤں جیسے ہی نیت باندھنے کا ارادہ کیا وہ دونوں متشکل ہو کر سامنے آ گئے اور مجھے نماز سے روکنے لگے میں نے ہر چند چاہا کہ ان سے روگرداں ہو کر نماز شروع کر دوں لیکن باوجود میری کوشش کے یہ بات کسی طرح ممکن نہ ہوئی۔ ان میں سے ایک تو سجدہ کی جگہ پر بیٹھ گیا تاکہ میں سجدہ نہ کر سکوں اور دوسرا میرے پہلو میں کھڑا ہوا مجھے روکنے لگا گو کہ ارکان شرعیہ کی حقیقت میں میں راسخ الاعتقاد تھا لیکن اس بات سے مجھے شک پیدا ہوا اور جب کوئی چارہ نہ رہا تو عاجز آ کر لاحول پڑھنے لگا۔ اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پریشانی پر پریشانی بڑھتی جا رہی تھی اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ نماز کا وقت جاتا رہے گا۔ تمام بزرگان سابق یعنی اولیائے کرام اور انبیائے عظام کے فرداً فرداً نام لے رہا تھا اور ان سے مدد چاہ رہا تھا لیکن بے سود آخر کار مجھے یاد آیا کہ ایک بار حضرت اقدس نے فرمایا تھا کہ پریشانی اور مشکل پڑنے کے وقت مجھے یاد کر لینا۔ جیسے ہی میں نے حضرت اقدس کا نام لے کر مدد طلب کی دیکھا کہ حضرت اقدس تشریف لائے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے دونوں کے کان پکڑ کر میرے سامنے سے بھگا دیا۔ اور مجھے اس آفت سے نجات دی۔

میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ یہ بات بھی حضرت اقدس
سے عقیدت کی زیادتی کا سبب ہوئی۔

حافظ عبد النبی جو آپ کے مرید و خلیفۂ خاص ہیں بیان کرتے ہیں کہ
میں نے ایک شب خواب میں سرورِ کائنات کو دیکھا جب میں نے اپنے
سر کو آپ کے قدموں پر ڈالنا چاہا تو دیکھا کہ حضرت اقدس تھے۔

ایک بار حضرت اقدس راقم الحروف کے وطن قصبہ پھلت تشریف لائے عصر
کا وقت تھا اور آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا کہ اس مکان میں وہ انوار دکھائی
دے رہے ہیں جو ملائکہ سفلی کے انوار کے مشابہ ہیں جو اس مقام کے لوگوں کو اپنے
گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نور میں
حضور کو دخل نہیں ہے بلکہ اس قسم کے انوار کا انتشار (پھیلنا) محض اعمال جسمانیہ
(جوارح) سے ہے گویا وہ اعمال خاص طور پر ان انوار کا منشا ہیں۔ بعد ازاں اپنے
جد مادری کے مزار پر تشریف لے گئے اور بیٹھے۔ بعد ازاں فرمایا کہ یہاں شہود و مشاہدہ
کے انوار ہیں جو قسم اول سے زیادہ لطیف ہیں اور دونوں قسموں کے درمیان فرق یہ
ہے کہ قسم اول اس عالم کی اشیاء سے ہے اور قسم ثانی اشیائے عالم آخرت سے۔

حقائق و معارف آگاہ شاہ نور اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے
خواب دیکھا کہ ایک بلند مقام ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس مقام پر سرورِ کائنات
تشریف فرما ہیں میں حاضر ہو کر دور کھڑا ہو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بچہ جو اتنا
چھوٹا ہے کہ نشست و برخاست کی بھی طاقت نہیں، کھڑا ہوا ہے اور لوگ
کہہ رہے ہیں کہ یہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی اثنا آسمان سے ایک باعجب
شخص (ذات) اترا جس کے متعلق لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہی حق تعالیٰ ہے میں
نے شکر ادا کیا کہ اللہ کو بھی دیکھ لیا۔ پھر اس شخص نے جاتے وقت اس لڑکے کو

پکڑا اور بطریق دانگی (دایہ کے طور پر) اس بچہ کو کھلانے لگا۔ (یعنی) کھانا پینا
دیا اور اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ بعد ازاں وہ شخص چلا گیا میں نے چاہا کہ قریب
جا کر زیارت کروں جب قریب پہنچا تو دیکھا کہ میرے مرشدِ برحق یعنی حضرت
اقدس ہیں۔ ادام اللہ ظلال ارشادہ

حضرت اقدس ایک بار رمضان المبارک کے مہینہ میں پھلت میں تشریف
رکھتے تھے جب ستائیسویں شب ہوئی اثنائے تراویح راقم کی طرف متوجہ ہوئے
اور کان میں فرمایا کہ یہ وقت انتشارِ روحانیات کا ہے اور آپ کے اس فرمانے
سے اشارہ شبِ قدر کے ظہور کا تھا۔ آپ کے اس فرمانے نے لباس غفلت اتار کر
خلعتِ حضوری پہنا دی۔ اسی وقت عجیب و غریب آثار ظاہر ہونے لگے۔ جب نماز
کے بعد حلقۂ ذکر ہوا اصحابِ حلقہ کو انشراحِ تمام حاصل ہوا۔ اور بعضوں پر
وجد و بکا غالب آیا۔ صبح کے وقت فقیر نے اس بات کے معنی جو آپ نے
زبانی کہی تھی پوچھے آپ نے زبانِ غیب ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد
ظہورِ حقیقی ہے۔ حدیث نبوی میں اس سے فتحِ ابواب سماء کی تعبیر لی گئی ہے
اس ظہور کی خاصیتوں میں سے ملائکہ اور روحانیاتِ سماویہ کا روحانیات
ارضیہ سے اختلاط (میل) ہے۔ اور اس کے معنی اس وقت سے ظاہر ہوئے
جب میں تقریباً نصف تراویح پڑھ چکا تھا۔ پھر میں نے چار دوگانہ پڑھے
ایک دوگانہ باقی رہ گیا تھا کہ یہ معنی پوشیدہ ہو گئے اور اس کے انوار باقی رہ گئے

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہونے والی بات ہونے سے قبل ایک امر حظیرۃ القدس
سے نازل ہوتا ہے اور عالم مثال سے عالم ارضی کی طرف منتقل ہوتا ہے پھر
اس کے احکام زمین میں پھیل جاتے ہیں اور اس کا مجھے ایک بار بذاتِ خود
مشاہدہ بھی ہوا کہ کچھ لوگوں میں آپس میں جھگڑا ہوا اور عداوت و کینہ اس حد

تک پہنچ گیا کہ ان سے اس وقت مصالحت کرانا ممکن نہ تھا لیکن مدت دراز گزرنے
کے بعد میں نے ان کی عداوت دور کرنے کے لیے اللہ کی طرف متوجہ ہو کر التجا کی
دیکھا کہ ایک نقطۂ نورانیہ مثالیہ حظیرۃ القدس کہ زمین کی طرف نازل ہوا جیسے
جیسے وہ اترتا تھا ان میں انبساط پیدا ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی باہمی
عداوت کافور ہو گئی۔ اور میں ہنوز اس مجلس سے اٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ ان
میں آپس میں میل ہو گیا اور باہم محبت پیدا ہو گئی۔ اور آیۂ کریمہ ھو الذی
اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ کے اصل معنی ظاہر ہو گئے۔ والحمد للہ علی ذلک

حضرت اقدس نے فرمایا کہ میرے بعض لڑکے ایک مرض میں مبتلا
ہوئے۔ میرا دل ان کی طرف مشغول ہوا۔ نماز ظہر پڑھ رہا تھا کہ مجھے مشاہدہ
ہوا کہ ان کی موت عالم مثال سے نازل ہو چکی ہے بعد ازاں اسی رات ان
کی وفات ہو گئی۔

حضرت اقدس فرماتے تھے کہ ایک بار مجھے ایک شخص کی طرف سے انقباض
(تکدر) لاحق ہوا اور یہ حال تقریباً دو گھنٹے رہا اور اس بات کے ظاہر کرنے
میں اپنے کو مجبور پاتا تھا۔ اس وقت یہ معلوم ہوا کہ یہ انقباض کسی کی ہلاکت
کا موجب ہوا اچانک اس کی جگہ پر ایک دوسرا شخص ختم ہو گیا اور وہ بچ گیا
(زندہ رہ گیا) اور اس کے معنی بہت دقیق ہیں جس کا اظہار اس جگہ ممکن نہیں
ہے۔ (یہ تکدر اس کی زندگی کا ضامن بن گیا کہ بزرگوں کا تکدر بھی بظاہر زحمت
ہوتے ہوئے بھی سراسر رحمت ہے)

حضرت اقدس نے فرمایا کہ بنی آدم کے گناہ (برائیاں) عالم مثال میں حقیقت
انسانیہ کے نزدیک (جو اس عالم میں تمثیل رکھتی ہے) جمع ہوتی ہیں۔ پس اولاً
شرور مذکورہ ایک کمزور جانور کی شکل اختیار کرتی ہیں۔ پس ہمیشہ گنہگار

لوگ پے درپے اس سے ملحق ہوتے رہتے ہیں اور ان صورتوں کے مطابق بدلتے
رہتے ہیں یہاں تک کہ آخر میں انسان کی صورت میں ظہور پاتے ہیں اور یہی
حقیقت دجال ہے جو اس کی (گنہگار) کی ناسوتی شکل میں متحد ہوتے رہتے ہیں
ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ ایک قوم برائیوں میں مبتلا ہوئی اور افعال
بد کی مرتکب ہوئی یہاں تک کہ وہ برائیاں حشرات الارض میں سے ایک
بدشکل اور کمزور جانور کی شکل میں متشکل ہوئیں۔ میں نے ان کے قتل کا ارادہ
کیا۔ لوگوں نے کہا کہ ان کے قتل سے کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ اگر یہ قتل کر
دیئے جائیں گے تو ان سے زائد سخت پیدا ہوں گے۔ اس وجہ سے کہ جب وقت
یہ امر وجود میں آتا ہے اس کا زائل ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ یہ سن کر مجھ پر ایک
ہیبت طاری ہوئی۔ پھر دوسری طرف متوجہ ہوا۔ دیکھا کہ حضرت لوط علیہ السلام
اس جگہ تشریف فرما ہیں۔ میں نے ان کی خدمت میں اس بات کا اظہار کیا
آپ نے فرمایا کہ ہم بھی اسی انداز میں ان کے (اپنی قوم) ساتھ معاملت کرتے ہیں
حضرت لوطؑ کی صحبت کی برکت سے میرا وہ خوف جاتا رہا اور اطمینان حاصل
ہوا اور اس وقت یہ واضح ہوا کہ قیامت کا سر بھی یہی ہے (کے پیچھے بھی یہی
راز ہے)

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دنیا کو ایک عورت
کی شکل میں دیکھا کہ لوگوں کی ایک فوج اس کی عاشق و شیدا ہے ان میں سے
بعض اس کے عشق میں جوگی بنے ہوئے ہیں اور بعض انتہائی کمزور و نحیف ہیں
اور وہ ان میں سے کسی کی طرف متوجہ نہیں بلکہ میری طرف بصد شوق راغب ہے
اور اپنی طرف بلا رہی ہے اور اس کے طالب اس کا سوز و اشتیاق میرے سامنے
بیان کر رہے ہیں۔ باوجود اس سب کے مجھے اس سے دور رہنے کی خواہش ہے

اور حیا بھی دامنگیر رہے۔ جب اس کی طرف سے بہت زیادہ طلب بڑھی تو میں بتوفیق
نفرت وہاں سے بھاگا اور زمین کے آخری کنارے پر جا پہنچا وہاں حضرت
جبرئیل موجود تھے انھوں نے مجھے اٹھا کر میرے مقام پر پہنچا دیا اور اس عورت
کو قتل کر کے دوبارہ پھر زندہ کیا اور میرے عقدِ نکاح میں دے کر کہا کہ اب
یہ تم کو ضرر نہ پہنچائے گی۔ اس کے بعد میری وہ نفرت و وحشت زائل ہو گئی۔

اس دوران جب کہ قطب الملک سلطان سید عبداللہ خاں تخت شاہی پر بیٹھے
کچھ عرصہ بعد ان کو ایک سخت مرض لاحق ہوا۔ بیماری نے اس حد تک طول کھینچا کہ زندگی
کی امید باقی نہ رہی۔ خان مذکور کو اس کی فکر لاحق ہوئی کہ کسی کو اپنا جانشین مقرر کر
دیں۔ خواجہ محمد سلطان نے کرامت مآب حضرتِ اقدس کے حضور میں عرض کیا کہ
شاہزادے تو بہت ہیں معلوم نہیں کہ سلطنت ان میں سے کس کی قسمت میں ہے،
حضور توجہِ خاص اور کشف سے اس بات پر مطلع فرمائیں۔ آپ نے زبان غیب
ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ تختِ سلطنت تو سلطان روشن اختر ہی کا ہے اور وہی
مستقل بادشاہ ہوگا۔ چونکہ خواجہ محمد سلطان ان کے باپ کے معتمد ملازمین میں تھے
اس خبر بشارت اثر سے نہایت خوش ہوئے اور اس بات کو شاہزادے کی خدمت میں
عرض کیا اور وہ اس وقت سے اس منصب کے منتظر رہے۔ لیکن جب عبداللہ خاں
کی وفات کے بعد ان کے بھائی تختِ شاہی پر بیٹھے تو ان کو قدرے پریشانی و
ملال ہوا تاہم حضرتِ اقدس کے فرمانے کے بموجب ان کی بشارت کے منتظر رہے
کچھ عرصہ بعد ان کا انتقال ہو گیا اور محمد شاہ مستقل طور پر بادشاہ ہو گئے اور
آپ کے فرمان کی برکت بنفس نفیس ظاہر ہو گئی۔

جس زمانہ میں سید حسین علی خاں کو مغلوں نے قتل کر دیا اور بادشاہ کو گرفتار
کر کے ہجوم کیا اور سید عبداللہ خاں بادشاہ اور فوج کے مقابلے کے لیے کثیر فوج

لے کر نکلے اور سلطان ابراہیم کو تختِ شاہی پر بٹھا کر خود جنگ کے لیے مستعد ہوئے۔ خواجہ محمد
سلطان نے ولایت مآب حضرتِ اقدس سے عرض کیا کہ اس جنگ میں فتح کس کو نصیب
ہوگی؟ آپ نے ان سے فرمایا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبداللہ خاں کی ساری فوج
متفرق ہو گئی ہے اور اس کا ہاتھی میدان میں تنہا رہ گیا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ
اس کی فوج کو شکست ہوگی اور فتح محمد شاہ کی قسمت میں ہے"۔ انجام کار جب
جنگ چھڑی تو بعینہٖ وہی واقع ہوا جیسا حضرتِ اقدس نے زبان غیب ترجمان سے
فرمایا تھا۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ ایک رات خواب میں مجھ پر حالت آب طاری
ہوئی اور عجیب کیفیت رونما ہوئی۔ اس وقت یہ شعر بے اختیار زبان پر جاری تھا ؎

رَأَيْتُكَ رَبِّي فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا   فَبِالْقَلْبِ إِدْرَاكًا وَبِالْعَيْنِ الْبَصَرَا[1]

اور اس شعر سے اس حالت کی تعبیر کی۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو بیت مذکورہ یاد
تھی۔ اس فقیر نے جناب ولایت مآب کی خدمت میں عرض کیا کہ اس حالت کی وضاحت
فرمائی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حقیقت الحقائق کا اس کی تمام تجلیات کے ساتھ
انکشاف تھا اس حیثیت سے کہ اگر اس ادراک کو زائد کیا جائے تو بعید نہیں ہے۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ شرک کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک شرک عبادت[2]

---

[1] اے میرے پروردگار میں نے تجھے دیکھا ہر مقام پر، قلب سے ادراک کرتے ہوئے اور
آنکھ سے دیدار کرتے ہوئے (یعنی بصارت و بصیرت سے)

[2] شرک عبادت کا تعلق ساجد کی نیت پر منحصر ہے یعنی اگر سجدہ کرنے والا اپنے معبود کو کامل قدرت
اور عالم کی تدبیر کرنے والا سمجھتا ہے تو وہ سجدہ عبودیت ہے لیکن اگر کسی غیر معبود کو اپنی
ذلت کے اظہار کے لیے سجدہ کرے تو وہ شرک نہیں ہے۔ بلکہ سجدہ تعظیمی ہے نہ کہ سجدہ
عبادت۔

کر رہا تھا کہ اسی اثنا انوار ملکیہ ظاہر ہوئے ان کی شعاعیں اتنی تیز محسوس ہوتی
ہوتی تھیں معلوم ہوا کہ حدیث میں جو حفت الملائکہ کا لفظ آیا ہے اس سے مراد یہی
انوار ہو سکتے ہیں اگرچہ اس کے معنی دوسرے بھی ہوں گے۔ نیز اس وقت ارواح
طیبہ کی توجہ اور خصوصاً آنحضرتؐ کی روح مقدس کی توجہ ظاہر ہوئی اور اس وقت
یہ واضح ہوا کہ ان سب کا ظہور اس عمل کی قبولیت کی علامت ہے۔ اور یہ بھی فرمایا
کہ بعض اوقات قبولیت کی علامت عمل کرنے کے دوران ہی ظاہر ہو جاتی ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت
حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے بعد ان سے بیعت کر رہی ہو اور صحبت اختیار کر کے ان سے
اخذ فیض کر رہی ہے۔ پھر مجھے یہ دکھلایا گیا اور میرے دل میں یہ القا ہوا کہ یہ ملت اسلام
کے نصاریٰ ہیں اور مجھ پر یہ انکشاف کیا گیا کہ اگرچہ وہ شریعت میں تابع اسلام ہیں
لیکن وہ فیض ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سے کھلا ہے اور ان کی نسبت
آنجناب سے ماخوذ ہو۔ اور ان کا استدلال ظاہر میں حضرت عیسیٰؑ کی تعریض پر منحصر
اور ان کے قلوب ان کی اتباع پر متحد ہیں اور آپ ہی کی نسبت سے فنائی الشیخ کا رتبہ
رکھتے ہیں اگرچہ حضرت عیسیٰؑ جو کچھ فرماتے ہیں عین موافق شرع محمدی ہی ہوگا نیز کچھ وہ چیزیں
ایسی ہیں جو شریعت محمدیہ میں خطاب ذاتی سے مخصوص ہیں لیکن علمائے ظاہر سے مخفی رہ
ہو سکتے ہیں اور اس کو شریعت کا حکم سمجھ لیا ہو یا جب ان پر یہ بات مشتبہ ہوئی تو انھوں نے
احتیاط برتی ہو[۱] اور وہ معاملات جو وہ شرائع کے ساتھ کرتے تھے اُن کی نسبت بجالاتے

۱؎ جو شریعت حضرات محدثین کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے اس میں احکام ذاتی اور عام احکام میں تمیز نہیں کی گئی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ اپنی قرب قیامت کی بعثت میں تمیز فرمائیں گے۔ راسخین فی العلم کو چاہیے کہ اشکال رفع کریں۔ ۲؎ ایک گروہ جیسا بونوں میں ایسا ہو جن کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہو کہ وہ راہ راست پر ہیں اور مشرکین میں ان کا شمار نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰؑ آکر دونوں قسموں میں تمیز فرمائیں گے۔ بعض عام لوگ اس نکتہ کو نہیں
سمجھتے اور گمان کرتے ہیں کہ یہ شریعت محمدیہ کی مخالفت ہے۔ راسخین فی العلم اس
کو ظاہر کرکے اشکال رفع کریں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار زمانہ طفولیت میں واقعہ میں حضرت
امام ابوحنیفہ کو دیکھا دراز قد۔ گندمی رنگ۔ سیاہ داڑھی کھڑے ہوئے یہ آیت
تلاوت فرما رہے ہیں حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ[۱] اور مجھے مخاطب
کرکے فرما رہے ہیں کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے اور اس کی محافظت سے
مطلب یہ ہو کہ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد سے غروب آفتاب تک تسبیح وتہلیل میں
مشغول رہنا چاہیے اور اسی واقعہ میں یہ بھی دیکھا کہ ایک شخص نے میرے ہاتھ میں
ایک کتاب دے کر کہا کہ اس میں امام ابوحنیفہؒ نے احادیث جمع کی ہیں اور اس کا
نام شفا ہے۔

حافظ عبدالنبی بیان کرتے ہیں کہ ان دنوں حضرت اقدس کا یہ معمول تھا کہ بعد
نماز عشاء اخذ فیض کرنے والوں کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ ایک دن کسی اہم کام
کی وجہ سے آپ کو عجلت ہوئی اور توجہ کا وقت کم تھا۔ اس وقت اس فقیر کی طرف
پورے طور پر متوجہ ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ جیسے مجھ میں ایک گرہ پڑی تھی جو آپ کی
توجہ خاص سے کھل گئی اور میرے اندر سے میری روح باہر نکل دیکھا تو ایک نور متعین
تھا بدن کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ محض خالی ہے اور ظلمانی۔ یا گویا بوسیدہ
کپڑے کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس وقت مجھ پر ایک ذوقی حالت طاری تھی اور یہ تمنا
تھی کہ کاش اب اس جسم عنصری کی طرف واپسی نہ ہو اور یہ حال تقریباً چار ساعت رہا
بعد ازاں میں نے دیکھا کہ روح دوبارہ بدن میں ضم ہو گئی اور جیسے پانی کی طرح ہو گئی۔

۱؎ پابندی کرو نماز کی اور خاص طور پر نماز وسطیٰ کی۔

توجہ ہو جاتا ہو کسی شخص کی ایذا رسانی کے لیے کسی وجہ سے خواہ ذریعہ الفاظ ہو یا عمل سے ہمت سے یا اور کسی طریقہ سے۔ اور یہ تعبیر لفظ سحر سے اسی قسم کی توجیہ مراد لینا ہے۔

حضرت اقدس نے ایک دن اس فقیر سے بزبان غیب فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے نظام منزل میں انتشار پیدا ہوگا اگر چہ معاملات میں الجھن پیدا ہوگی۔ اس واقعہ کے تقریباً ایک سال بعد انتشار رونما ہوا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ مجھے ایک دن بطریق وجدان محقق ہوا کہ کسی نے سحر کیا ہے اور اس کا اثر بہت سخت ہے اور اس کا علاج دودھ ہے۔ پس جلد اس کو اختیار کیا۔ جب جمعہ کے دن وقت مقررہ پر بریلی پہنچا تو عجیب حالت طاری ہوئی۔ سارے حواس یک سو ہو گئے اور صریح خطاب نازل ہوا کہ واپس جاؤ۔ جو کچھ دودھ سے مقصود تھا حاصل ہو گیا۔ دوسرے دن صبح کو واپسی ہوئی۔ خطاب نازل ہونے کے وقت سے رنج و ملال کا اثر نفس پر تھا اور جب عالم مثال میں تمثیلات الیمہ اور ان کے افراد یا ارواح سفلیہ کی جانب توجہ ہوتی تھی فوراً مضمحل دور ہو جاتا تھا اور دوبارہ کمی کے ساتھ ظاہر ہوتا تھا اسی طرح رفتہ رفتہ بالکلیہ جاتا رہا اور خارجی اثر بھی زائل ہو گیا۔[1] والحمد للہ علی ذلک۔

---

[1] پہلے حضرۃ اقدس سے اطمینان ظاہری کا اثر دور ہوا۔ پھر سحر کا مشاہدہ ہوا اور یہ عرفان حاصل ہوا کہ نفوس کو توجہ کی غیر معمولی قوت حاصل ہوتی ہے جو ان کے نفوس میں ودیعت ہوتی ہے اور جب ان کے قلوب سے کسی کو بچانا مقصود ہوتا ہے تو اس شخص کو یا قوم کو ان کی نظر سے پوشیدہ کر دیا جاتا ہے۔ قرآن اور صلوٰۃ عظام کے پڑھنے سے یہی بات حاصل ہوتی ہے اور اسی عرفان سے آپ نے بچا کر ہمکو ان کی نظر سے پوشیدہ کیا۔ پھر آپ کے وجدان نے آپ کے نظام منزل منتشر ہونے کی جانب اشارہ کیا یعنی آپ کو معلوم ہو گیا کہ کوئی باطنی پریشانی لاحق ہونے والی ہے۔ پھر وجدان ہی سے معلوم ہوا کہ کسی نے سخت قسم کا سحر کیا ہے اور اس کا علاج دودھ ہے چنانچہ آپ نے فوراً دودھ استعمال فرمایا۔ پھر جب آپ قصبہ بریلی پہنچے تو عجیب حالت طاری ہوئی۔ سارے حواس یک سو ہو گئے

(بقیہ اگلے صفحے پر)

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک روز کسی وجہ سے کچھ تھوڑا سا میں نے کھا لیا تھا۔ شب کے وقت اچانک حافظ عبد الغنی کے دل میں یہ خیال آیا کہ میرے لیے دودھ لائیں۔ پس وہ لائے۔ تھوڑا سا میں نے پیا پھر ایک دوسرے شخص کو دیا اس نے نہ پیا اور پھینک دیا۔ اسی وقت میں باوضو سو گیا۔ واقعہ میں سرور کائنات ﷺ کی صورت روحیہ کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں وہ دودھ ہمارا بھیجا ہوا تھا۔ وہ شخص جس نے اس عطیہ عظمیٰ کو قبول نہ کیا وہ ایک بڑی سعادت سے محروم رہا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقت محمدی ﷺ سے منکشف فرمائی۔ نفس ناطقہ میں ایک نقطہ نورانیہ کی صورت میں کہ اس کی شعاعیں اس کا احاطہ کر رہی ہیں جب بھی اس کی حقیقت کی طرف متوجہ ہوتا تھا اپنی ہمت سے اس کو معظم و مکرم رکھتا تھا اور اس سے احسان کی معاملت کرتا تھا۔ اور اس کی فخامت و عظمت خواب اور واقعہ میں دیکھتا تھا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک روز کسی کام کے سلسلہ میں اپنے گھر سے اٹھا اور جانے کا ارادہ کیا۔ اثنائے راہ کسی مرد یا عورت کی جانب متوجہ ہوا۔ ان میں گناہوں کی ظلمت کا مشاہدہ ہوا۔ الا ماشاء اللہ

حضرت اقدس کے ایک خادم نے آپ کے آستانہ سے بہت دور اپنے وطن میں جا کر کھینچا۔ ان ایام میں بیشتر یہ ہوتا تھا کہ وہ جو کچھ بذریعہ عریضہ سوال کرتا

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ) اور صریح خطاب نازل ہوا کہ واپس جاؤ جو کچھ اس سے مقصود حاصل ہو گیا یعنی تم کو سحر کی معرفت حاصل ہو گئی لیکن واپسی کے خطاب سے حزن طاری ہوا جو عالم مثال میں تمثیلات الیمہ اور ان کے افراد یا سفلی کی ارواح کی جانب متوجہ ہونے سے مضمحل ہو جاتا تھا۔ اور دوبارہ کمی کے ساتھ ظاہر ہوتا تھا اسی طرح رفتہ رفتہ زائل ہو گیا۔

(محقق اُود)

عریضہ بھیجنے سے قبل ہی حضرتِ اقدس کے وہاں سے اس کو جواب مل جاتا تھا اور جو کچھ
اس کے احوال کے حصول کے لیے علم فرماتے تھے وہ ان کے احاطہ کے ساتھ اس حالت
کا ملاحظہ بھی فرماتے تھے کہ سرفراز نامہ کا مطالعہ کرتے تو وہ حال اس پر ظاہر ہو جاتا
تھا۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ بارھویں ربیع الاول کو حسبِ دستورِ قدیم میں نے قرآن
پڑھا اور آنحضرتؐ کی نیاز تقسیم کی اور موئے مبارک کی زیارت کی۔ اثنائے تلاوت میں
ملاءِ اعلیٰ حاضر ہوئے اور آنحضرتؐ کی روحِ پرفتوح نے اس فقیر نیز فقیر کے دوستوں
کی طرف نہایت التفات فرمایا اس وقت میں نے دیکھا کہ ملاءِ اعلیٰ اور مسلمانوں کی
ایک جماعت کا دائرہ ہے کہ ان کے ناز و نیاز [illegible] عروج کر [illegible] اور برکات
[illegible] اس [illegible] نزول کر رہے ہیں۔ قم و قم

حضرتِ اقدس نے ایک بار فرمایا لڑکے ایک دریا آگ کا نظر آ رہا ہے جو عالم
ناسوت میں داخل ہو چکا ہے [illegible] بڑے بڑے حادثات [illegible]
حقیقت میں فتح و ظفر ملتِ محمدیہ ہی کے مقدر میں [illegible] ہر دم [illegible]
ہے اور حقیقتاً اسی قسم کے فتنے ملت و حکومت کے امور میں پیدا ہوئے جن کا تدارک
بجز تائیدِ غیبی ممکن نہ ہوا۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ
کو دیکھا کہ فقیر کے غریب خانہ پر تشریف فرما ہیں، اور مجلسِ توجہ قائم ہے اور [illegible]
مقابل میاں نور اللہ بیٹھے ہیں لیکن اپنی دونوں آنکھیں کھلی چھوڑ دی ہیں اور ادنیٰ
تاثیرِ توجہ ان پر ظاہر ہوتی ہے حرکت کرتے ہیں اور سر ہلاتے ہیں۔ جب مجلسِ توجہ قریب
ختم ہونے کو پہنچی یہ فقیر اندر آیا اور ختم کے بعد ان سے سوال کیا کہ کیا آنکھ بند کرنا اور
ہلانا [illegible] تھا [illegible] نے یہ تو نہیں [illegible] اسی وقت [illegible]

کرنے لگے۔ اس فقیر نے جو حضرت کے منتسبین سے ہو کہا کہ ان کے حال پر توجہ ضروری ہے
اور حضرتِ اقدس کی اس فقیر کے حال پر توجہ معلوم ہو رہی ہے کہ حدِ بیان سے باہر ہے
یقین ہے کہ تھوڑی دیر بعد مبدل بہ رحمت ہو جائے گا۔ اس وقت میں نے فاتحہ کے
لیے عرض کیا آپ نے فاتحہ پڑھ کر دعا کی اثنائے فاتحہ میں نے کہا عبدالغنی کے
حق میں بھی۔ پھر میں نے کہا بلکہ عَبْدِیَ الْغَنَوِی کو۔ گویا ان کے ہمراہ کوئی دوسرا
بھی بیٹھا ہے اس وقت ایک شخص پر جو مجلسِ توجہ میں ذکرِ زبانی میں مشغول تھا
بے حد عتاب فرمایا اس فقیر نے ہر چند اس کو منع کیا لیکن نہ مانا اس وقت آپ گھر گئے
اور جب اندر سے لوٹے تو اس مبارک جگہ سے جہاں آپ بیٹھے تھے نور اللہ پر دوبارہ
توجہ فرمائی۔ اس بار انھوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور سر جھکا لیا اور سکون
سے بیٹھ گئے۔ یہ فقیر عین مجلسِ توجہ میں آیا انھوں نے چاہا کہ یہ تواضع اٹھیں یا
کچھ حرکت کریں میں نے ہاتھ اور سر سے اشارہ کیا کہ حرکت نہ کرو۔

شیخ محمد عابد جو ایک مردِ حق آگاہ اور صوفی باصفا تھے اور حضرتِ اقدس
کے جدِ امجد کے مرید تھے اور ان کی رحلت کے بعد عرصۂ دراز تک حضرتِ اقدس
کی خدمت میں رہے اور آپ کے فیوض سے بھی بہرہ اندوز ہوئے نیز شرفِ اجازت
سے سرفراز ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں خواب میں سرورِ کائنات کی
زیارت سے مشرف ہوا۔ دیکھا کہ ایک بہت بلند مقام ہے اور اس مقام پر
بہت سے صحابۂ کرام اور اولیائے عظام جمع ہیں اور ان کے درمیان ہمارے
حضرتِ اقدس بھی تشریف فرما ہیں اور آنحضرتؐ کلیتاً آپ کی طرف اس
انداز سے متوجہ ہیں کہ کسی دوسری طرف التفات نہیں فرماتے۔ ناگاہ حضرتِ
اقدس کسی کام کی غرض سے اٹھے۔ آنحضرتؐ نے سب کو ان کی تعظیم کے لیے کھڑے
ہونے کا حکم دیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آنحضرتؐ کو اس مجلس میں لوگوں کو

حضرتِ اقدس کی تعظیم و تکریم کی رغبت دینے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں ہے۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ ایک شب میں نے اپنی والدہ ماجدہ کو خواب میں دیکھا کہ ایک چشمہ آپ کی طرف جو پتھر سے نکلا ہے اور شاید چشمہائے بہشت سے ہے، اشارہ کرکے کہہ رہی ہیں کہ اگر فلاں شخص میاں اہل اللہ کو (جو حضرتِ اقدس کے برادر خورد ہیں) راضی کرلے تو یہ چشمہ اس کو دے دیں ورنہ نہ دیں۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ ایک دن عید اضحیٰ کے بعد مجھے دکھلایا گیا کہ اس فقیر کے نفسِ ناطقہ[1] کو مشتمل کیا اور اس صورت کے لوازم (یعنی علم تدبیر، علم خلق، علم ابداع، علم تدلی جو کمالات اور جمع آئیہ ہیں۔ اور علم تہذیب نفس ہے۔) عطا فرمائے اور یہ علوم اس قسم کے نہیں ہیں جو ایک صفحے میں لکھے جاسکیں بلکہ ہر علم ایک علم جدید ہے اور اس کے بیان کے لیے ایک دفتر چاہیے۔

عرب کا ایک شخص احمد یار جانام لرزہ و بخار میں مبتلا ہوا۔ بیماری روز بروز بڑھتی گئی۔ ایک دن اس نے خواب دیکھا کہ سید عبدالرحمن صفات جو سادات آلِ علی میں سے ایک ہیں اور حضرموت میں دفن ہیں (کے مزار پر) زیارت کے لیے گیا اور ہمارے حضرتِ اقدس بھی وہاں تشریف فرما ہیں اور آپ نے ان بزرگ کے لیے بغرضِ ایصالِ ثواب سورۂ یٰسین پڑھی۔ اور اس شخص نے سورۂ ملک پڑھی۔ بعد ازاں دونوں نے فاتحہ پڑھا۔ حضرتِ اقدس نے تھوڑا حلوہ اس کو عنایت کرکے فرمایا کہ تو یہ کھا تو تمہارے مرض کا ازالہ اسی حلوہ کے کھانے میں ہے۔ بعد ازاں وہ جاگ گیا اور حضرتِ اقدس کی

[1] نفسِ ناطقہ شرح ان کی دیکھنے میں [illegible] مراد ہے اور یہ قلب اور روح اللہ کے درمیان برزخ ہے، روح حیوانی اس کا مرکب ہے، جب قلب مصفیٰ ہوجاتا ہے تو وہ بھی روح کا رنگ پکڑ لیتا ہے اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے قلب کو بھی نفس ناطقہ کہہ دیا ہے۔
(نقل از [illegible])

خدمت میں حاضر ہوکر پورا واقعہ عرض کیا۔ آپ نے اس واقعہ کی تصدیق فرماتے ہوئے سورۂ یٰسین اور پھر سورۂ ملک تلاوت فرمائی۔ اور ان بزرگ پر فاتحہ پڑھا اور حلوہ منگا کر اس سے فرمایا کہ کھاؤ تمہارا ازالۂ مرض اسی میں ہے۔ وہ (تعمیل ارشاد میں) اسے کھا کر اپنے گھر واپس گیا چند ہی روز بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ "اکلت الحلویٰ فزالت البلویٰ"[1]

محمد قاسم نام کا ایک عرب (جو شاہجہان آباد کی ایک عربی سرائے میں رہتا تھا) بیان کیا کہ سرائے مذکورہ کے بعض عرب امراء ضعفِ سلطنت کے بارہ میں متفکر تھے۔ اسی شب خواب دیکھا کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کی درگاہ میں حاضر ہیں اور ایک کثیر جماعت قضیۂ مذکور کے سلسلہ میں متفکر ہے اور حضرتِ اقدس گویا صاحبِ اختیار ہیں اور اس قسم کے امور آپ ہی سے متعلق ہیں۔ اس جماعت نے آپ سے رجوع کرکے اپنا سوال عرض کیا۔ حضرتِ اقدس نے شیخ کے مزار پر جاکر اس بارہ میں مشورہ کیا اور تھوڑا تبرک مزار کا لے کر باہر آئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ جو برے دن گزرنا تھے وہ گزر چکے اب آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا کرم شاملِ حال ہوگا۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور آپ کے مقابل بیٹھا ہوں۔ پہلے آپ ﷺ نے تین صورتِ مثالیہ اظہار فرمائیں۔ اول جیسی جس کی اعلیٰ و اسفل کی سمتیں بہت کشادہ ہیں اور اس کی بیچ کی اسفل سے چوڑائی میں زیادہ ہے اور اعلیٰ سے اسفل تک تدریج ہے جس طرح جسم مخروطی میں ہوتا ہے اور یہ صورت آنحضرت ﷺ کی نسبتِ خاصہ کی مثال ہے۔ دوسری صورت ایک مدور شکل میں جیسے ایک طبق زمین پر رکھا ہو اور اس کے بیچ میں ایک لکڑی کھڑی ہوئی ہو اور وہ ان سالکوں کی نسبت کی تصویر ہے جنھوں نے جذب سے ابتدا

[1] میں نے حلوہ کھایا مرض دور ہوگیا۔

نفع نہ پایا۔ تیسری صورت یہ تھی کہ ایک جسم دوسری قسم کے مشابہ ہے مگر اس میں فرق یہ ہو کہ
وہ لکڑی سی زمین پر لگی ہوئی ہے اور وہ طبق اس پر رکھا ہوا ہو اور وہ ان مجذوبوں
کی نسبت کی صورت ہو جو مراتبِ سلوک سے چنداں نفع نہیں رکھتے اور ان صورتوں کو
دکھلانے کے دوران تین باتیں القا فرمائیں کہ آنحضرتؐ کی نسبتِ خاصہ یہ ہو کہ لطیفۂ
مجردہ روحانیہ اور مراتبِ عقلانیہ جسمانیہ سب اپنے کمالاتِ مناسبہ سے متصف ہوں
اور مراتبِ روحانیہ قوی تر ہوں اور پانچ چیزیں مراتبِ روحانیہ سے نہیں ہیں مگر یہ کہ
اس کا عالمِ جسم میں ایک خلیفہ اور نمونہ ہو اس کے مانند کہ وہ محبتِ ذاتیہ کا نمونہ ہوتی
ہے وہ وہ محبتِ افعال ہے اور انقیاد روح کا خلیفہ وہ سجدہ ظاہر ہو اور جن لوگوں
نے اس جامعیت کو نہ پایا ہے ان کی دو قسمیں ہیں ایک قسم مجذوبوں کی ہے جنھوں نے
مراتبِ روحانیہ کی تکمیل کی ہو نہ مراتبِ جسمیہ کی۔ اور ان کی وسعت صرف جانبِ فوق ہو
اور دوسری قسم ان سالکوں کی ہو جنھوں نے مراتبِ سافلہ کی تکمیل کی ہو نہ مراتبِ
روحانیہ کی، اور ان کی وسعتِ کمال جانبِ تحت ہے۔ جب یہ معرفتِ جلیلہ میرے دل
میں جاگزیں ہوگئی تو آنحضرتؐ نے مراقبے سے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا اور اپنے دونوں
دستہائے مبارک اٹھائے اور بیعت و مصافحہ کے لیے اشارہ فرمایا یہ فقیر اٹھا اور
آپ کے زانو سے زانو ملا کر اور اپنے ہاتھ آپ کے ہاتھوں میں دے کر بیعت کی۔ بیعت
سے فراغت کے بعد چشمہائے مبارک بند کریں اور یہ فقیر بھی حضورِ مبارک میں آنکھ
بند کر کے متوجہ ہوا اس وقت وہ نسبتِ خاص جس کا علم پہلے ہی ہو چکا تھا عطا ہوئی
فخصصت بہا علماً وحالاً والحمد للہ (میں مخصوص ہو گیا علم اور حال دونوں
اور اس واقعہ میں کوئی کلام و کلمہ درمیان میں نہ تھا بلکہ افاضہ روحانیہ تھا اور اشارت
فعل سے جاننا چاہیے کہ پہلا شخص جو اس واقعہ کے بعد شرفِ بیعت سے مشرف ہوا یہ
فقیر تھا اور یہ تیسری بیعت تھی۔ فالحمد للہ علی ذٰلک۔ واعیاذاً باللہ

شیخ صدر العالم ابن شیخ فخر العالم ابن شیخ کبیر عارف باللہ شیخ ابو الرضا محمد
قدس سرہٗ نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک متبرک مجلس قائم ہے۔ اسی دوران ان کے قلب میں
من جانب اللہ القا ہوا کہ شیخ ولی اللہ سے مصافحہ کرو اور مصافحہ کی حدیث سنو۔ وہ بیان
کرتے تھے کہ اس سے قبل مجھ کو اس بات کا علم بھی نہ تھا کہ حدیث مصافحہ بالمسلسل حضر
کی روایات سے ہو ابھی یہ لیں اسی واقعہ میں وہ حدیث حضرتِ اقدس سے سنی اور مصافحہ کیا۔
صبح کو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ مذکورہ بیان کیا اور حسب الحکم اس کی شہادت
میں وہ حدیث سنی اور مصافحہ کیا۔

ایک شخص شیخ کمال الدین نامی جو سندھی تھے اور آپ کے [illegible] تھے ایک
دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت ان کے دل پر ایک نامناسب رنگ جس
پر معقولات کا چھایا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو ملاحظہ فرمایا۔ بعد ازاں تحقیق کرنے
پر معلوم ہوا کہ ان ایام میں علم کلام کی کتابیں بشغف تمام ان کے مطالعہ میں تھیں اور
ان کی لذات ان پر غالب آگئی تھیں۔

بہدھ کے ایک شخص کو عرصے تک مفتی شہر ہونے کی آرزو تھی لیکن ان کی یہ آرزو
پوری نہ ہوئی۔ ناچار حضرتِ اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اور توجہ کے خواہاں
ہوئے۔ آپ نے ان کی طرف توجہ فرما کر مقصد بر آنے کی بشارت دی۔ چند ہی روز بعد ان
کو مفتی کا منصب حاصل ہو گیا اور شہر مذکور کی طرف رخصت ہوئے اور وہاں سے دو جلد
سنن کبریٰ بیہقی کی آپ کی خدمت میں نذر بھیجیں۔

فضل اللہ خاں نے جو ایک خوش طبع اور عالم آدمی تھے اور اکثر فنون میں مہارتِ تامہ
رکھتے تھے نیز بادشاہِ وقت کے استاد بھی تھے۔ حضرتِ اقدس کی خدمت میں عرض کیا
کہ ایک مقصد کے لیے عرضی لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں گزاری ہے اور پوری امید ہے کہ
جلد یہ کام انجام پا جائے گا اس لیے کہ بادشاہ نے از خود کئی بار کہا کہ درخواست پیش کرو

پہنچی صلعم کو بقیہ حاشیہ، بعد فرمایا کرنا تا قیامت، وعنایت انھیں سے متعلق رہو گی۔ جس طرح بعض پیغمبر
کو بعض پیغمبروں پر فضیلت ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ جملہ پیغمبروں کے اوصاف و خصوصیات کے جامع
تھے اسی طرح آپ کے اہل بیت میں صاحب نسبت روحانی میں بعض درجات و مقامات تھے کہ اولیت
جو فرد دوسرے فرد سے بلکہ صفات مشترک رکھتے ہوئے بھی بلکہ جس میں امتیازی خصوصیات کسی اور
اس بالمقابل شاہ صاحب نے نسبت جعفریہ کا عرفان حاصل کرکے ان کے ذات مقام سے [illegible]
اور واقفیت بخشی اور یہ ہم لوگ نقوش کے لیے ان کا بس تو اتحفہ ہو، شہادت حضرت [illegible]
کی بھی تھی اور شہادت حضرت امام حسینؓ کی بھی تھی لیکن دونوں میں فرق یہ ہوا کہ [illegible]
اور یہ بھی اسی طرح دونوں شہادتیں دونوں صورتوں کی جامع ہو گئیں اور ان میں [illegible]
نقص باقی نہیں رہا۔ جس میں بہ رنگ پھول ہوتے ہیں بعض کی خوشبو تیز ہوتی ہے اور بعض کی [illegible]
[illegible] فقہ جعفری جس کو انھوں نے حضرت امام علیہ السلام کی طرف منسوب کر رکھا
ہے اس پر حضرت اقدس قدس سرہ نے اپنی تصنیف [illegible] الحنیفہ فی الانتصار [illegible]
میں بڑی تحقیق و دلائل قاطعہ اور نیز صحیح روایات و اسناد سے بحث فرما کر غلط ثابت کر دیا ہے
آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ اگر حضرت امام جعفر صادقؓ نے علیحدہ کوئی فقہ مدون فرمائی ہو
تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تلامذہ جو حضرت امام علیہ السلام کے خوان علم
کے خوشہ چیں [illegible] حضرت [illegible] ضرور [illegible] فرماتے بلکہ اس سے استفاضہ و استفادہ کرتے۔ [illegible] فقہ
نے اور بھی بہت سی خود ساختہ روایات و اقوال گھڑ کر آپ کی ذات عالی سے منسوب کر دیں جو
روایت کے خلاف ہونے کے علاوہ اخلاق کے اقدار سے بھی گری ہوئی اور شرمناک ہیں
و باللہ [illegible] حضرت مولانا ابو الحسن [illegible] صاحب
نے [illegible] تحریر فرمایا ہے جو اس رسالہ کو شائع فرمایا [illegible] مطبوعہ [illegible] دہلی
کے مخطوطے [illegible] اس رسالہ کا ایک نسخہ [illegible] کا مخطوطہ ہے۔ (رقمی اور)

ان کا مجلس قائم ہو۔ اور بعض مشائخ ایک شخص کے بارہ میں جو سوائے کلمۂ زبانی کے اسلام
کے احکام سے کچھ واقفیت نہیں رکھتا اختلاف رائے کر رہے ہیں کہ کیا ایسے شخص کو مسلمان کہہ
سکتے ہیں یا نہیں۔ میں نے کہا کہ ایمان کے معنی تصدیق بالقلب کے ہیں اور جب اس کا دل
ہی اس کے اصل معنوں سے لاعلم ہے تو صرف زبان سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ
لینے سے کیا فائدہ۔ میں نے دیکھا کہ میرے اس کے کہہ دینے سے تمام اہل مجلس تنگ دل اور
پریشان خاطر ہو گئے اور کہنے لگے کہ کیا ہوا آخر کار وہ کلمۂ توحید تو پڑھتا ہے کیوں مسلمان
نہیں ہے۔ اسلام میں اسی قدر کافی ہے (اقرار لسانی) اور معلوم ہوا کہ اس معاملہ میں سبب یہ
تھا کہ ملائکہ سفلیہ کو ان کے جسموں اور صور اعمال کی طرف پوری توجہ ہے اور انھیں صور وغیرہ
انتزاع پر نظر رکھتے ہیں اور ارواح کے اعمال پر اتنا علم اور اطلاع نہیں رکھتے لیکن یہ علوم ان
پر ملائکہ علویہ سے مترشح ہوتا ہے کیونکہ ملائکہ علویہ کی توجہ ارواح کے اعمال کی جانب
زیادہ رہتی ہے۔

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ایک بار کسی ضرورت کے سلسلہ میں مجھے آزردگی ہوئی میں
نے دیکھا کہ بہت سے ملائکہ کی ارواح اس تمنا کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں اور ان میں
اس تمنا نے بہت زیادہ سرایت کی ہے۔ بعض ارواح نے واضح طور پر یہ کہا کہ اس کا کسی سے
اظہار نہ کیا جائے بہت جلد وہ تمنا پوری ہو گی۔ اور یہ معلوم ہوا کہ ارواح اس کے اظہار سے
جو اس عالم میں ہوتا ہے دل تنگ ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک دن کسی بات پر ایک
شخص سے رنجش ہو گئی۔ اور کدورت بیٹھ گئی۔ دیکھا کہ تقریباً دس ہزار ارواح اس رنگ
کے ساتھ برآمد ہوئیں اور اس شخص کی نسبت کی وجہ سے ناخوش اور افسردہ ہیں۔

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز میں بہت مقروض ہو گیا میں نے اس کی
ادائیگی کی دعا مانگی اور اس رات ایک مسکین کو ایک روٹی خیرات کی۔ صبح کو مراقبہ میں
دیکھا کہ تجلی الٰہی کی طرف سے جو حظیرۃ القدس میں ہے آنحضرت ﷺ کی روح کریمہ کے دست مبارک

نے ایک روٹی اس فقیر کو عنایت کی۔ اس وقت میں دیکھ رہا تھا کہ وہ روٹی اوپر سے اتر رہی ہے اور پھر نیچے آکر مجھ میں غائب ہو گئی۔ اور اس وقت یہ الہام فرمایا کہ ایک تھیلی خیرات کر دینا چاہیے جس کے باعث اس فیضان کی برکت جاری و باقی رہے گی۔ مراقبہ کے ختم کے بعد میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایک تھیلی بنائی اور خیرات کر دی۔ اسی روز اتنی فتوحات ہوئیں کہ تمام قرض ادا ہو گیا نیز دیگر ضروریات و اخراجات کو کافی ہوا۔ اور امید ہے کہ اس سر کا ظہور آئندہ بھی جاری رہے گا۔

ایک بار ایک میواتی شخص حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ کیا تم میاں ابو القاسم کی ملاقات کو گئے تھے۔ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ وہ ان اطراف میں اپنی بزرگی و شیخی میں مشہور ہیں۔ کیا حضور نے اسی جگہ ان سے ملاقات کی تھی یا وہ تشریف لے گئے تھے؟ آپ نے فرمایا ان کے نام سے ہی میں واقف نہ تھا ملاقات کا کیا ذکر۔ ابھی میرے دل میں القا کیا گیا کہ ان کے حال کے بارہ میں تم سے پوچھوں۔

حافظ عبد الغنی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز عشا کے بعد جب مراقبہ کا وقت ہوا حضرت اقدس نے فرمایا کہ جو مراقبہ کرے وہ یہاں بیٹھے باقی سب لوگ اٹھ جائیں کیونکہ ان کے قلوب کے اندر مختلف کیفیات دل کو پریشان کرتے ہیں پس تمام لوگ وہاں سے اٹھ گئے۔ راوی کہتا ہے کہ ایک سادہ لوح اور بہرا شخص اس مجلس میں موجود تھا میں نے اس سے کہا کہ تم بھی اٹھ جاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں اس کو تکلیف نہ دو اس سے کچھ حرج نہیں [illegible] کی طرف سے کچھ کدورت پہنچی تھی وہ معلوم ہے [illegible] وہ اٹھ کر جا چکا ہے اور اظہار کرتے [illegible] مناسب نہیں [illegible] چھپانا مناسب ہے۔

ہدایت اللہ نام کے ایک صاحب جو اپنے وطن [illegible] سے شاہجہاں آباد آ رہے تھے جب [illegible] کے قریب پہنچے تو ایک [illegible] دیکھا کہ ایک مقام پر بہت بڑی مسند بچھی ہوئی ہے اور بہت سے لوگ کھڑے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ مسند کس کی ہے

[illegible] نے بتایا کہ حضرت قطب زمانہ کی ہے اور تم بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو گے [illegible] سے مستفید ہونا چاہیے۔ وہ شاہجہاں آباد پہنچے اور جیسا اتفاق ہوا تھا حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے اور اپنی حسب استعداد فیضیاب ہوئے ان کے اپنے وطن سے نکلنے کا سبب یہ تھا کہ ان کو اپنے بھائی سے جن کو اپنی دولت و ثروت کا غرہ تھا کچھ رنجش پیدا ہو گئی جس کی بنا پر انھوں نے یہ طے کر لیا کہ بھائی سے علاحدہ ہو کر اپنی روزی کا خود انتظام کریں گے جب شاہجہاں آباد پہنچے سب سے پہلے جس سے ملاقات ہوئی ان کے بعد [illegible] اس سے بگڑے تعلقات تھے اس وجہ سے اس سے بھی امید منقطع ہو گئی۔ نا امید ہو کر اس واقعہ کو حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہاں جاؤ یہ تمہارا کام ضرور پورا ہوگا۔ بعد ازاں اس شخص سے جس سے اس کو کوئی امید نہ تھی اس کی حاجت پوری ہوئی۔ اور وطن واپس ہوتے وقت راستے میں بعض مالدار لوگوں سے ملاقات ہوئی جن سے ایک گھوڑا اور کچھ نقدی بغیر توقع حاصل ہوئی اور وہ صحیح سلامت وطن پہنچا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار عالم مثال میں اپنے ایک فرزند کی جاہ و حشمت اور عظیم نورانیت مشاہدہ کی۔ امید ہے کہ اس کا ظہور ہوگا۔ اور بعض فرزندوں میں وسعت علمی معلوم ہوتی ہے اور بعضوں سے بقائے نسل کا ادراک ہوتا ہے۔

حضرت اقدس کی اہل خانہ کو ایک سخت مرض لاحق ہو گیا خدام نے اس کے دفعیہ کے لیے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ "اب شفا ان کی قسمت میں نہیں ہے دعا سے کوئی فائدہ نہ ہوگا"۔ اہل خانہ جب بھی دعا کے لیے کہتیں آپ ہمیشہ ان کے جواب میں بہانہ کر دیتے تاکہ وہ دل شکستہ نہ ہوں لیکن مخصوصین اس بات سے پورے طور پر واقف تھے چند دنوں بعد وہی ہوا جیسا ارشاد فرمایا تھا۔ اور بیماری سے دو تین سال پیشتر ایک مرتبہ یہ فرمایا کہ حیات مستعار پر اعتماد نہ کرنا چاہیے اس کی مدت دراز نہیں ہے۔ اس بات سے

کو اس کی صورت رو جیہہ بہت حسین ہے پھر زمانہ گذرنے کے بعد اس کے اجزائے ترکیبی میں خلل واقع ہوا اور صورت کی وہ رونق اس حد تک نقصان پذیر ہوئی اور ایسی رقیق ہو گئی جیسے کاغذی شکل ہوتی ہے یا جیسے نقش بر آب۔ کہ اس کے اجزائے صغیرہ باقی رہے دوسرے کے متصل بغیر پیوست ہوئے باہم واقع ہوں اور اس سے شکل دکھلائی دے معلوم ہو کہ اس صورت کی بقا کا سبب خیال عرش میں اس کا حصول ہو اور جس جزنا سوت میں اس کے ظہور سے قبل ہوا تھا اور اب بھی اسی طرح وہاں متمثل ہے۔ اور میں اس کو توجہ فرمایا کرتا ہوں پس اگر ایک لحظہ کے لیے بھی اس کا تعلق وہاں سے منقطع ہو جائے تو اس کا شیرازہ وجود فوراً بکھر جائے اور عقد محبت وا ہو جائے۔

ایک دن عبد اللہ نام قاری جو بخارا کا طالب علم تھا حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ ایک شخص نے مجھ پر دعویٰ کر کے میرا گریبان پکڑا اور مسجد کے ایک گوشہ میں لے گیا جہاں رسالت مآب تشریف فرما ہیں اور مجھ کو اس دعوے کے متعلق کوئی علم نہیں ہے پھر وہ آپ سے انصاف کا طالب ہوا۔ آنحضرتؐ نے مجھ سے اشارتاً اس سلسلہ میں استفسار فرمایا۔ چونکہ میرے خیال میں اس کا دعویٰ جھوٹا تھا اس لیے مجھے یہ فکر ہوئی کہ واقعی اگر آنحضرتؐ اس دنیا میں ہوتے تو اس کا فوراً فیصلہ فرماتے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ کیا حضور بے خبر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں بے خبر ہوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جو کچھ یہ شخص کہہ رہا ہے میں نہیں جانتا اور نہ مجھے اس کی کوئی خبر ہو آپ نے فرمایا کہ دعا کو واقعی کو ذہن میں سلام کر کے حجرہ شریف میں اٹھ بیٹھے۔ [illegible] واپس آیا اس وقت میں نے دیکھا کہ میں اب مسجد کے قریب جس کے ایک گوشہ میں آنحضرت تشریف فرما ہیں حضرت اقدس [illegible] فرما رہے ہیں اور الفاظ وہی ہیں جو حضرت فرما رہے ہیں۔ تب میں نے ان کو دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ [illegible]

ہی کی ہے اور وہ تردد بالکل ختم ہو گیا۔

۲۴ ماہ شعبان سنہ ۱۱۰۰ھ کو حضرت اقدس پھلت تشریف لائے اور ۲۵ ماہ مذکور کو ایک شخص غلام احمد نام ساکن قصبہ بڈھانہ نے جو قصبۂ پھلت سے دس کوس کی مسافت پر مغرب جانب واقع ہے خواب دیکھا کہ وہ اور چند دوسرے لوگ شاہ محمد زاہد کے مقبرہ کے نزدیک جو قصبۂ مذکور میں ہے کھڑے ہیں اور جو خشک سالی جو اس سال ہوئی تھی پریشان و مضطرب ہیں۔ اور اس سلسلہ میں گفتگو کر رہے ہیں۔ اسی دوران ایک طویل القامت وجیہ صورت مرد چشمے کی جانب سے آیا اور کہنے لگا کہ رنج و غم کرنے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کل ایک ولی زمانہ پھلت میں آیا ہے اور میں اسی سے ملاقات کر کے آرہا ہوں اتفاقاً اس ضلع میں ان کی تشریف آوری کی برکت سے اقدوم میمنت لزوم بارش ہو گی نیز دوسری برکتیں ظاہر ہوں گی۔ جاگنے کے بعد اس نے یہ خواب اپنے ساتھیوں سے بیان کیا اور مقتضائے حسن عقیدت اس خواب کو بشارت سے تعبیر کرتے ہوئے آپ کے قدوم فیض لزوم کی برکات کا منتظر رہا۔ پس معتقدین و مخلصین کے مدعو کرنے پر وہاں تشریف لے گئے دو تین روز بعد شخص مذکور نے حضرت اقدس کے خدام کی ضیافت کی اسی شب بے انتہا بارش ہوئی۔ ان دنوں بارش ایسی غائب ہو گئی تھی کہ لوگ مایوس ہو چکے تھے۔ اور کسانوں نے صرف اللہ کے بھروسہ پر خشک زمین میں بیج ڈالا تھا۔ جب بارش رحمت ہوئی گویا تن مردہ میں جان تازہ دوڑ گئی اس مشاہدہ کی برکت سے عقیدت مندوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دوسرے فیوضات کے منتظر ہوئے۔

انھیں دنوں میں حضرت اقدس کے بڑے ماموں شیخ علیم اللہ جو فقیر راقم حروف

حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ یہ بھی حضور کی غلامی میں شامل ہونے کے خواہاں ہیں
حضرتِ اقدس نے علیہ وہی الفاظ زبانِ غیب ترجمان سے ارشاد فرمائے جو میں
نے سید سے پہلی ملاقات کے دوران کہے تھے (کہ یہ شاہ جہان آباد ہے۔ یہاں ایسے
ایسے مشائخ بہت ہیں ان کو دیکھ بھال لو) یہ فقیر آپ کے اس فرمانے پر دکشف ہوا
منقلب ہو گیا اور کسی دوسری جگہ کا قصد نہ کیا اور چند ہی روز بعد آپ کا حلقہ بگوش
ہو گیا۔

ایک شخص سلطان حسین خاں نام جو حضرتِ اقدس کے مرید تھے ان کا لڑکا سخت
بیمار ہوا اور جب مرض شدت اختیار کر گیا تو وہ حضرتِ اقدس کی خدمت میں حاضر
ہو کر مرض کے دفعیہ کے لیے توجہ کے خواستگار ہوئے۔ حضرتِ اقدس فرماتے تھے
کہ اسی دوران میں نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت میرے سامنے آئی
اور مریض کے لیے علاج کی استدعا کی اس کے کہنے کے مطابق میں نے ایک چینی یا
شیشہ کے برتن پر آیاتِ قرآنیہ اور دعائے آیسہ اس طرح لکھیں کہ کوئی جگہ خالی نہ رہی
پھر میں نے کہا کہ پانچ روپیہ نقد بزرگوں کی نیاز دو یعنی ایک روپیہ برائے خواجہ
نقشبندؒ ان کے اہلِ سلسلہ کے اور ایک برائے حضرت غوث الاعظمؒ اور ان
کے سلسلہ کے نام اولیاء و ذریت کے لیے اور ایک برائے خواجگانِ چشتؒ اور ایک برائے
اہلِ سلسلہ سہروردیہ کبرویہ اور ایک برائے ارباب سلسلہ شاذلیہ شطاریہ مقرر کرو، پہلے
اپنے پاس نکال کر رکھ لو اور اس چینی کے برتن کو پانی سے دھو کر اسے پلاؤ، دوسرے
روز بھی نیاز مقرر کر کے ایسا ہی کرو، اور تیسرے دن بھی اسی طرح۔ شفا پانے کے بعد
چندہ روپیہ جمع کر کے ہمارے پاس لے آنا کہ تمہارے مریض کی شفا اسی میں ہے
پس یہ واقعہ حضرتِ اقدس نے ان سے بیان فرمایا۔ سلطان حسین خاں نے ایسا ہی
کیا۔ حضرتِ اقدس نے ایک برتن لکھ کر انہیں عنایت فرمایا اور اس کے پینے سے

دوسرے روز ہی میں ان کے لڑکے کو شفائے کلی حاصل ہو گئی اور انہوں نے مقررہ نیاز
حضرت کے سامنے پیش کی۔

شیخ شمس الحق بیان کرتے ہیں کہ ایک طالب علم نے میرے والد شیخ بدر الحق
کے ذریعہ حضرتِ اقدس سے ایک کتاب مستعار لی۔ ایک روز حضرتِ اقدس نے
مجھ سے فرمایا کہ اس طالب علم سے وہ کتاب جو عاریتاً وہ لے گیا تھا لے آؤ۔ اور
بڑی تاکید و مبالغہ فرمایا کہ لے ضرور آنا۔ اگر وہ کوئی عذر کرے یا بہانہ کرے تو اس سے
کہہ دینا کہ اگر تم کو ضرورت ہو گی تو پھر دے دی جائے گی۔ حسبِ ارشاد میں اس کے
پاس گیا اور کتاب کا تقاضہ کیا۔ وہ اس وقت مدرسہ سے اپنے گھر جا رہا تھا۔ کہنے
لگا کہ اس وقت تو میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں اور کتاب ابھی ختم بھی نہیں
ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ اگر ان کو دوبارہ ضرورت ہو گی تو
دو تین روز بعد پھر دے دی جائے گی۔ لیکن اس وقت ضرور لے آنا۔ اس نے
ناخوش ہو کر کہا کہ اس کے کیا معنی دو تین دن بعد پھر دے دی جائے گی۔ میں
نے کہا کہ معنی تو میں نہیں جانتا مجھ سے فرمایا یہی ہے۔ بہرحال بڑی کوشش کے
بعد میں وہ کتاب اس سے لے آیا۔ وہ طالب علم جب اپنے گھر گیا رات ہی میں
اچانک ہیضہ میں مبتلا ہوا اور ختم ہو گیا۔ تیسرے روز اس کے ورثا مدرسہ آئے
اور اس کے کمرہ کی تلاشی لے کر جو کچھ اسباب پایا مع کتابوں وغیرہ کے جو اس کا تھا
یا اس نے دوسروں سے لیا تھا سب اس کی وراثت سمجھ کر اپنے ساتھ لے گئے اور کتابوں کے اصل
مالکان ہر چند داد و فریاد کرتے رہے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس وقت مدرسہ کے تمام طلبا کہنے لگے یہ
بھی حضرت کی کرامت تھی کہ اپنی کتاب پہلے ہی منگوا لی ورنہ وہ بھی وہ لے جاتے۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ ایک شب جنوں کے بعض احوال ظاہر ہوئے۔ ان میں
سے ایک یہ ہے کہ بعض اجنہ کو انحرافِ مزاج مثل جنون پیدا ہو جاتا ہے اور دہا [illegible]

بنی آدم میں جو ربط ہو جاتے ہیں خواہ دشمنی کے اعتبار سے ہو خواہ محبت و عشق کے اعتبار
سے خواہ بنی آدم کے تسخیر کے اعتبار سے جس طرح بعض بنی آدم کا انجذاب جنوں کی طرف
ہوتا ہو یہ حال انحراف مزاج کی وجہ سے ہوتا ہے اور میں نے اس رات جنوں کی [illegible]
جو وقت دیکھا ان کو جنون طاری ہوا اور ان کے چہرے سرخ ہو گئے اور ان کی حرکات
نظم و انتظام کی حدود سے خارج ہو گئیں اور ان کے قبائل نے ان کو چھوڑ دیا جیسے [illegible]
[illegible] ترک کر دیتے ہیں جیسا اس وقت وہ مجنون جن انسانوں [illegible]
[illegible] میں جنوں کے گروہ حاضر نہیں ہوتے
[illegible] کا غلبہ نتیجہ خیز ہوتا ہے۔

[illegible] فرمایا کہ مجھے نظر آ رہا ہے [illegible]
[illegible] حادثات عظیم پیدا [illegible]
[illegible] وحادثات و تعصبات [illegible]
[illegible]

[illegible]

بلکہ اس کا ازالہ حضرت صاحب دلوں کی ہمت پر منحصر ہو گا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہر دہلی
جو دارالسلطنت ہے اس میں ہر جگہ سے زیادہ آفت برپا ہو گی۔ اس وقت عوام الناس
کے لیے یہ بات بعید از قیاس تھی تاہم بعض راسخ العقیدگی کی بنا پر اس خبر صدق اثر کو نقش
وحی کے سمجھے۔ بہر حال جب سنہ ۱۱۵۰ھ شروع ہوا تو فرمایا کہ حادثات و مصائب کی ابتدا
ہو گئی۔ پس سخت طوفانی بارش ہوئی جس نے بڑے بڑے محلات اور فتوحات منہدم
کر دیے اور عالم برباد ہو گیا اور اس کے بعد سے روز بروز حادثات میں اضافہ ہی ہوتا
گیا۔ بالآخر ایک غنیم دکھنی نے یورش عظیم برپا کر کے خلق کو تاخت و تاراج کیا باوجود اس کے
کہ سلطان وقت کی باہیبت فوج اس کے مقابلہ کے لیے نکل آئی تھی اس نے سب کو لپیٹا
کر کے شاہجہان آباد کے قریب وہ لوٹ مار اور قتل و غارت گری کی کہ اس شہر جیسا ایک
جھٹکا پڑ گیا شہر کے کنارے بڑے گھمسان کا رن پڑا اور لا تعداد لوگ قتل ہوئے آخر کار
بڑی پریشانیوں کے بعد اس آفت سے رہائی ہوئی۔ اس واقعہ کے بعد بعض عقیدت مند
نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ مقررہ آفت جس کے بارے میں ارشاد ہوا
تھا یہی تھی یا کوئی دوسری ہو گی۔ آپ نے زبان الہام سے فرمایا کہ یہ نہیں ہے بلکہ وہ
دوسری ہے۔ بعد ازاں حقائق آگاہ شاہ نور اللہ جو ایک دن شاہجہان آباد کی شاہی
بازار میں کسی کام کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے وہاں سے واپسی پر آپ نے ان سے فرمایا
بازار اور بازار والوں کا حال تم نے کیسا پایا۔ عرض کیا کہ بظاہر تو محفوظ ہیں لیکن سب میں
ایک قسم کی وحشت و سراسیمگی نظر آتی ہے۔ آپ نے بزبان غیب فرمایا کہ یہ بازار بہ
زبان حال کہہ رہے ہیں کہ اس جگہ خون کی نہریں بہیں گی اس خبر وحشت اثر سے تمام
حاضرین بہت متعجب ہوئے اس لیے کہ شاہی بازار ہر طرح سے محفوظ تھا اس طرح کے کسی
خوف و خطر کا شائبہ تک نہ تھا۔ اس قصہ کے ایک سال بعد نادر شاہ خراسانی کا فتنہ
عظیم برپا ہوا۔ اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ اس نے پہلے تو ہزاروں خونریز فوجی جمع کر کے

کابل پر جو ہندوستان کی سرحد ہے چڑھائی کرکے وہاں ہزارہا لوگ تیغ بے دریغ سے قتل کیے اور افراتفری کے بعد شہروں کے بہت سے لوگوں کو ساتھ لے کر بلند پہاڑوں اور چوٹیوں پر قبضہ کرکے ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ پھر جس دیہات اور شہر میں پہنچا تاخت و تاراج کرکے ویران کر دیا۔ یہاں تک کہ کرنال شہر کے قریب بادشاہ ہند سے مقابلہ پڑا اور دونوں طرف سے صف آرائی ہوئی۔ اسی دوران بعض عقیدت مندوں نے حضرت اقدس کو اس ہولناک فتنہ کے بارہ میں بغرض استفسار عرضداشت لکھی۔ آپ نے جواباً یہ عبارت تحریر فرمائی کہ تشویش عظیم پیش آئے گی، انجام کار سلطنت محمد شاہ ہی کی رہے گی۔ اور سید مکمل خاں نے بھی اس بارہ میں عرض کیا۔ آپ نے جواب میں ان کو بھی یہی الفاظ تحریر فرمائے کہ سلطنت تیموریہ رہے گی۔ پس جنگ عظیم واقع ہوئی۔ ہندوستانی فوج کے بارہ ہزار سواروں نے شربت شہادت نوش کیا۔ پیادوں کے بارہ میں کیا کہا جائے جو بے حساب قتل ہوئے۔ سفاکوں کے اس دست برد سے دلی بابِ شدید ظاہر ہوا اور ہندوستان کا لشکر خوفزدہ ہوا۔ بیشتر منظور دین اطراف جوانب میں قتل کیے گئے اور جو باقی بچے ان کو قزلباش افواج نے قید کر لیا۔ اس دوران خدا معلوم کتنے بھوک پیاس سے ختم ہو گئے اور سلطان و وزیر دونوں قید ہوئے۔ پھر نادر شاہ اس معرکہ گاہ سے روانہ ہوا اور شاہجہان آباد پہنچ کر قلعہ و قصر شاہی میں داخل ہوا۔ اس کی ظالم و جابر افواج کی گذرگاہ پر جتنی آبادیاں اور شہر وغیرہ تھے سب ویران و برباد کر دیے۔ شہر پانی پت جو اپنی خوبصورتی و خوشنمائی میں تماشا گاہِ خلق تھا مقتلِ عام بن گیا تھا۔ لاتعداد لوگ قتل و غارت کر دیے گئے۔ حتیٰ کہ ایک عرصہ تک وہ شہر بھیڑیوں اور گیدڑوں کی آماجگاہ بنا رہا۔ جب آپ کی وہ بات کہ شہر مثل دیہات اور دیہات ویران گاؤں کے مانند ہو جائیں گے بعینہ پوری ہوئی۔ اور شاہجہان آباد میں داخلہ کے تیسرے روز نادر نے قتل عام کا حکم دے دیا۔

صبح سے لے کر سہ پہر تک تیس ہزار سوار قتل و خوں ریزی کرتے رہے اور ہر جاندار از قسم انسان یا حیوان جو بھی سامنے آیا تہ تیغ کیا گیا حتیٰ کہ کتے اور بلی تک کو زندہ نہ چھوڑا۔ اور شہر میں آگ لگا کر تمام بازاروں اور محلات کو جلا دیا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور تمام بازاروں میں عموماً اور بازار شاہی میں جو چاندنی چوک کے نام سے مشہور ہے خصوصاً خون کی ندیاں جاری ہو گئیں اور قیامت موعود نما ہوئی۔ اور وہ مقامات اور جگہیں جو لوگوں کی نگاہوں میں بہت محفوظ تھیں ایسی ویران و تباہ ہوئیں کہ لوگوں کو رات تو رات دن کو بھی وہاں جانا بوجہ خوف مشکل تھا۔ بعد ازاں تمام شہر کا اس طرح محاصرہ کیا کہ کسی متنفس کو شہر میں آمد رفت اور شہر سے باہر جانے یا باہر سے شہر میں آنے کی اجازت نہ تھی۔ اور ان ایام میں ایک عالم بھوک و پیاس کی شدت سے ختم ہو گیا اور ان کی لاشوں کے تعفن سے ایسی وبا پھیلی جس سے خدا معلوم کتنی مخلوق لقمۂ اجل بنی۔ اور یہ وہ سب تمام اخبارِ غیبیہ جو حضرت کی زبان الہام ترجمان سے بیان ہو چکی تھیں بعینہٖ پوری ہوئیں اور جب حالات اس حد تک پہنچ گئے تو سلطنت تیموریہ کے قائم و باقی رہنے کی بشارت جو حضرت اقدس نے دی تھی لوگوں کو بعید از عقل معلوم ہوئی اور لوگوں میں جب اس قسم کی بات کا ذکر ہوتا تو عوام میں کوئی بھی اس کی تصدیق نہ کرتا بلکہ بعید از قیاس سمجھتا اور اجتماع نقیضین[1] جانتا۔ اکثر لوگ بدگمان اور بدعقیدہ ہو گئے کہ آپ نے غلط بیانی کی۔ یہاں تک کہ قادر مطلق کی قدرت جلوہ گر ہوئی۔ اس متغلب سفاک نے سلطنت کے تمام خزانے و دفینے جدیدہ و قدیمہ جواہر و زر نقرہ وغیرہ بادشاہ و امرائے سلطنت سے چھین کر اپنے قبضہ میں کیے اور حکومت محمد شاہ کے سپرد کرکے خود خراسان کی راہ لی۔ اور وہ امر موعود یعنی حضرت کا ارشاد

---

[1] دو ضدوں کا باہم جمع ہونا

کے حق میں یہ امر جاری ہوا کہ ان کی اولاد میں قیامت تک نبوت و حکمت باقی رہے گی اور
جیسا حکم فرزیدوں کے حق میں جاری ہوا کہ اس کے خاندان میں حکومت و سلطنت باقی
رہے گی جب تک اللہ چاہے گا یا جیسا حکم چنگیز و تیمور کے حق کے بارہ میں جاری ہوا کہ ان
میں سلطنت و حکومت کا دور رہے گا جب تک اللہ چاہے گا۔ اسی طرح مجھے مکاشفہ ہوا کہ
میری کتابوں اور میری ذریت میں بھی ایک امر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جاری کیا ہے کہ وہ
ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک باقی رہے گا۔ الحمد للہ کہ یہ بات روز بروز ظہور پذیر ہے اور
اس کی قوی امید ہے کہ علیٰ وجہ الکمال عروج و ترقی کرے گی۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ توریت کی ایک جلد کھلی
ہے اور اس مقام پر جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف ہے لکھا ہوا ہے کہ آپ
سے بیک وقت جہاد اور مخالطت ازواج واقع ہوں گی۔ پس میں نے کہا کہ اس کا مطلب
یہ ہے کہ یہ دونوں صفات ذات اقدس میں بدرجۂ اتم ہوں گی نہ یہ مطلب کہ ایک ہی وقت
میں ان دو فعلوں کا صدور ہوگا۔ اور اس تاویل کے حل ان کلمات کی تطبیق ہو جائے
گی جن کو بظاہر قرآن مجید کے خلاف سمجھتے ہیں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ رمضان میں ایک بار میں نے قرآن پڑھا۔ پھر میں نے
چاہا کہ بجائے تلاوت کے قرآن کی سورتوں سے کچھ حفظ کروں۔ اسی اثنا میں حقیقت قرآن
سے یہ ملتفت ہوا کہ سارا قرآن بطور حفظ تمہارے دل میں مترتب ہے لیکن فعل کے ساتھ
اس کا خروج و ظہور ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک بار ایسے شخص
کے پاس قرأت کی جائے جس کا سلسلۂ قرأت آنحضرت کی طرف متصل ہو اور جب
یہ شرط متحقق ہو جائے تو پھر حفظ میں محنت و مشقت کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

حافظ عبد الغنی نے بیان کیا کہ ایک دن جمعہ کا دن تھا اور مشکوٰۃ شریف کے درس
کے وقت بہت سے لوگ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر تھے بات شیعوں کے ذکر

صحیح وجود میں آیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ اور ان فتنوں کے دور میں جب کہ ایک
عالم پر مصائب و زلازل کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ اکثر معتقدین آپ کی خدمت میں
امن و امان اور محافظت کے بارہ میں دعا و توجہ کے خواستگار رہتے تھے آپ سب کو تسلی
و تشفی دیتے رہتے تھے چنانچہ اپنے بڑے ماموں کو تحریر فرماتے ہیں کہ تم عاجزوں پر دو مہر
ہے ان شاء اللہ حفاظت فرمائے گا۔ اور شیخ بخت الدین بڈھانوی سے ارشاد فرمایا کہ
جمع اور اطمینان کامل رکھو اگر سارا عالم آگ ہو جائے تب بھی اللہ کے کرم بے پایاں سے
امید ہے کہ تم سب سلامت رہو گے وارادوا بہ کیدا فجعلناھم الاخسرین۔ پس
بفضل الٰہی حضرت کی بنفس نفیس توجہ کی برکت سے تمام وابستگان آنحضرت
ظاہری و باطنی طور پر محفوظ و مامون رہے۔ اور محلہ کشک زو زنجیاں جہاں حضرت اقدس کا
مکان ہے بہمہ وجوہ محفوظ رہا۔ مفسدین فجار کے صدمہ سے پورے شہر میں اگر کوئی جگہ
محفوظ رہی تو وہ یہی مقام برکت نظام تھا۔ ان آیات بینات (واضح نشانات)
کے ظہور کے سبب راسخ الاعتقاد ارادت مند مرتبہ حق الیقین پر ترقی پذیر ہوئے۔
والحمد للہ رب العالمین۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس وقت کے حوادث عظام میں سے ایک تو وہ ہے جو وسط
شوال میں نازل ہوا واللہ اعلم۔ یعنی انقلاب عظیم نازل ہوئی اور اموات و احیا
کا الہام محمد شاہ کے حق میں دعا و عافیت کے ساتھ ہوا اور دوسرا یہ ہے کہ شیخ محمد زبیر
سرہندی نے وفات پائی اور یہ پھیل جانے والے حادثہ کی پہلی شرط ہے جو اس زمانہ کے
ہر شیخ و صوفی پر آنے کا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ مجھے متعدد بار مکاشفہ ہوا کہ عبارت میں ایک سر عجیب ہے
جو اس کے اہل میں قیامت تک پایا جائے گا یا جب تک اللہ چاہے گا جیسا کہ حضرت ابراہیم

[illegible]

چل نکلا۔ آپ نے فرمایا کہ بہرحال وہ اہل قبلہ ہیں ان کا ذبیحہ درست ہے۔ پھر فرمایا کہ لفظ
شیعہ پر ایک بات مجھ کو معلوم ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں پوچھا گیا
آنجناب سے حکم ہوا کہ لفظ امام میں غور کرنے سے اس کی کیفیت واضح ہو جاتی ہے۔ ناقل
کہتا ہے کہ ان کلمات کے تکلم کے وقت میں اپنی انہیں نگاہوں سے دیکھ رہا تھا کہ ایک نور آپ
کے سینۂ مبارک سے اس طرح نکلا جس طرح آفتاب ابر سے نکلتا ہے۔ اور اس کی شعاعیں تمام
در و دیوار کو روشن کر دیتی ہیں، اسی طرح اس نور نے منتشر ہو کر تمام اہل مجلس کو اپنے گھیرے
میں لے کر سب کو منور کر دیا اور باہم محیط ہو گیا۔ اور تمام قلق و کدورت جو ہمارے دلوں میں
تھی سب کو زائل کر دیا اور یہ امر کچھ فاہی نہ تھا بلکہ عین مشاہدہ تھا۔ والحمد للہ علی ذلک۔

نیز حافظ صاحب موصوف نے بیان کیا کہ ایک شب میں نے واقعہ میں دیکھا کہ بازار
اور گلی کوچوں میں کثیر مجمع ہے اور بہت سے سوار اس طرح گھوم رہے ہیں جس طرح بادشاہ نوعمر
بہمہ توزک وشکوہ نکلتا ہے۔ میں نے ان سواروں میں سے ایک سے پوچھا کہ یہ مجمع کیسا ہے۔
اس نے کہا کہ حضرت شاہ ولی اللہ کے دیکھنے کے لیے تشریف لائے ہیں۔ یہ سن کر مجھے
بے انتہا مسرت و خوشی حاصل ہوئی کہ سبحان اللہ ہمیں دولت دیدار شب و روز حاصل ہے
اور ہم اس کی قدر نہیں جانتے۔ پھر میں بصد شوق و اشتیاق آپ کے دیدار پر انوار کی دولت
سے مشرف ہونے کے لیے اٹھا اور اسی وقت آنکھ کھل گئی۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار عالم مثال میں خواجگان چشت کی مقابر کی
طرف جو قریہ چشت میں مدفون ہیں توجہ واقع ہوئی۔ اس قدر شعاعیں اور نورانیت
دکھائی دی جو حد بیان سے باہر ہے گویا ان کی عبادات بھی صورت ذات ہیں۔ دیکھ کر
مجھ کو تعجب ہوا کہ ان طہارات و عبادات کا بھی نورانیت میں ایک اثر ہے لیکن یہ طرح
نہیں بلکہ گویا یہ نورانیت بشرط طہارات جوہر نفس سے نکلی ہے اور ہر شخص کے لیے آسان
کر دی گئی ہے وہ چیز جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک شب میں نے واقعہ میں دیکھا کہ جیسے میں حضرت
نظام الدین اولیاء کی زیارت کو گیا۔ آپ نے کفن ہٹا کر چہرۂ مبارک نکالا۔ رنگ آپ کا
گندمی اور ریش مبارک سفید تھی۔ مجھ سے فرمایا کہ کوئی غزل سناؤ۔ اس وقت میرے دل
میں آیا کہ میں خوش آواز تو ہوں نہیں جس سے آپ کو خوش کر سکوں لیکن تعمیل حکم میں
اَلَا یَا اَیُّہَا السَّاقِی اَدِرْ کَاْسًا وَّنَاوِلْہَا کے دو شعر سنائے آپ بہت مسرور و محظوظ
ہوئے اور بے انتہا مسرت چہرۂ انور سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔ اس وقت یہ سمجھ میں آیا
کہ آپ کی غرض اس سے یہ ہے کہ کچھ گانا چاہیے اور پرانے اشعار ضرور سننا چاہیئے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس پر عزم مصمم ہو گیا کہ اب (لڑکی صاحبہ) کی شادی
کر دینا چاہیے اور دعوت طعام وغیرہ جو لوازمات شادی میں ہیں وافر مقدار میں
اور حسن وخوبی انجام دینا چاہیے۔ یہ سامانی اسباب مہیا ہونے کا وعدہ الٰہی تھا اور اسی پر
میرا قلب مطمئن تھا ورنہ ظاہری اسباب کچھ نہ تھے جس کو دیکھ کر اعزہ میرے حوصلے کا
پورا ہونا ناممکن سمجھتے تھے۔ میرے حسب دلخواہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس طرح اپنے وعدے
پورے فرمائے کہ مجھے جس وقت جتنی ضرورت ہوئی اسی وقت بغیر میری فکر و کوشش
کے انتظام ہو جاتا۔ گویا ایک محاسب ہے جو حساب لگا کر ضرورت پھر بھیج دیتا ہے یہاں
تک کہ اس کار خیر سے حسب دل خواہ فراغت کے بعد بھی بعض دیگر ضروریات درپیش
ہوئیں جن کو پورا کرنا اس وقت ممکن ہی نہ تھا اسی روز سو روپیہ فتوحات (نذر) میں
آگئے اور وہ ضرورتیں بھی رفع ہو گئیں اور اس سے قبل اسی بارہ میں دو خواب میں نے
دیکھے کہ جیسے میں ہاتھی پر سوار ہو کر برادر عزیز میاں اہل اللہ کے گھر گیا۔ اچانک ایک پتھر
مجھ پر گر پڑا اور میرا راستہ روک دیا۔ میں نے اپنی قوت سے ایک ہی ہاتھ سے اس پتھر
کو پکڑا اور بہت دور پھینک دیا۔ اور دوسرا خواب یہ دیکھا کہ میں اس سلسلہ میں بہت
متفکر ہوں اچانک حضرت والد ماجد کا ایک دفینہ نکلا اور اس سے جملہ اسباب جہیز مثل

زیورات و ملبوسات و فرش و فروش وغیرہ سب مہیا ہو گئے اس سے مزید مسرت و خوشی ہوئی۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ انہیں ایام میں ایک دن واقعہ میں دیکھا کہ ایک شخص عطاء اللہ نام (جس سے پہلے کبھی شناسائی نہ تھی) کی ملاقات کو سوار ہو کر چلا جب اس سے ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ وہ گندمی رنگ قریب بصورت موکل اسم یا دھلب کبیر تھا جس کو میں پہلے ہی دیکھ چکا تھا پھر وہ ملاقات کرنے کے بعد میرے پاس سے اٹھ کر ایک طرف گیا اور مجھے اپنے گھر آنے کی خواہش ہوئی چند بار میں نے اس کا نام (عطاء اللہ) لے کر پکارا وہ آیا اور دو روپیہ نقد پیش کیے۔ میں نے پہلے تو اس میں سے ایک روپیہ قبول کیا لیکن اس نے باصرار دوسرا بھی پیش کیا۔ اسی وقت میرے دل میں یہ آیا کہ کوئی چیز فتوحات میں سے ہوگی لیکن دو بار میں۔ اس کی تخصیص میں اسم وہاب کی تلاوت کو دخل ہے۔ چنانچہ چند جلسوں میں اسی تعداد میں جس میں اس کو پکارا تھا بڑھا فتوحات بھی دو بار میں ہوئیں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ خواجہ حبیب اللہ کشمیری نے خواب دیکھا کہ وہ وضو اور نماز کے ارادے سے ایک جنگل میں کھڑے ہیں جہاں زرد آلو کے بے شمار درخت ہیں ناگاہ غیب سے ایک آواز سنائی دی کہ نماز کے لیے تھوڑا توقف کرو اور انتظار کرو کہ حضرت پیغمبر ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ انھوں نے دو تین ساعت توقف کیا آخر بنا بر عجلت بعض لوگوں نے نماز پڑھ لی بعد ازاں یہ سنا کہ آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے ہیں اور نماز عصر پڑھ رہے ہیں یہ سن کر ان کو اپنی عجلت کی وجہ سے حضور ﷺ کے شرف اقتدا حاصل نہ ہونے پر افسوس ہوا اور بڑی ندامت ہوئی بعد ازاں چند زرد آلو لے کر آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیے آپ نے اس میں سے چند زرد آلو لے کر اشارہ فرمایا کہ اندر بھیج دو۔ اور آپ کی مراد آپ کے دولت کدہ سے تھی۔ اسی ضمن میں یہ سمجھ میں آیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ یہ دوست محمد کی لڑکی کے لیے بھیج دینا چاہیے۔ حضرت اقدس

فرماتے تھے کہ ولی مذکور نے یہ خواب ہم سے بیان کر کے اس کی سمجھ کے مطابق اس کی تعبیر یہ کی کہ سات روپیہ اور چار عدد ناشپاتیاں پیش کیں۔ اور ہم نے اس کی تعبیر مختصر بیان کی اور اعمال خیر سے دلیل لی۔ اور اس اشارہ کا مطلب بعد میں ظاہر ہوا کہ آپ کی مرضی لڑکی کی شادی میں چار اشرفی سے مدد کرنے کی تھی۔ پس اس عزیز نے بغیر اس تعبیر کو سمجھے ہوئے چار اشرفی بھیجیں۔ وکان ذلک تعبیر رؤیای قد جعلها ربی حقا۔

خواجہ محمد امین جو حضرت اقدس کے مخصوص احباب میں تھے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت اقدس قیلولہ سے بیدار ہوئے اور فرحت و مسرت چہرۂ انور سے پھوٹی پڑتی تھی۔ فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں کفار سے جہاد کی غرض سے نکلا اور مقابلہ کیا لیکن تم وہاں شہید ہو گئے ہو جس کی بنا پر میں بہت مضطرب اور غمزدہ ہوں اور تمھاری لاش ایک چارپائی پر چھوڑ کر میاں امین اللہ کو تمھارے نزدیک حفاظت کے لیے چھوڑ کر خود تجہیز و تکفین کے انتظام میں مشغول ہوں اسی اثنا میں ایک جاننے والا نظام الدین نام پہنچا اور فتح و نصرت کی مبارکباد دی اور کہا کہ تم نے بہت بڑا کام کیا جو کفار سے جنگ کی میں نے کہا ہاں لیکن اس جنگ میں میرا فلاں آدمی شہید ہو گیا جس سے انتہائی رنج و غم ہے۔ پھر اسی حالت میں میں نے دیکھا کہ حق تعالیٰ نے تمھیں زندہ کیا تمھاری دوبارہ زندگی سے مجھے ایسی مسرت و خوشی ہوئی کہ میری آنکھ کھل گئی۔ بعد ازاں اس خواب کی مختصر تعبیر یہ بیان فرمائی کہ موت و حیات سے مطلب فنا و بقا ہے اور نظام الدین کے آنے سے اشارہ علم کا باقی رہنا ہے جو دین کے رواج کا سبب ہوگا۔ واللہ اعلم

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار شاہجہان آباد میں چیچک کا زور ہوا۔ انہیں دنوں ایک رات میں نے واقعہ میں دیکھا کہ میں سادات میں سے ایک عزیز کے گھر

لہ اور یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جس کو میرے رب نے سچ کر دکھایا۔

میں آیا ہوں اس نے کہا کہ مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے مزار پر چلو گے
میں نے کہا کہ اس سے بہتر کیا ہوگا۔ پھر وہ مجھے ایک مقبرہ کے قریب لے گیا اور خود وہاں
کھڑا ہو گیا اور مجھ سے کہا کہ اس مکان کے اندر چلے جاؤ اور اشارہ سے بتایا اور خود
داخل نہ ہوا۔ جب میں مقبرہ میں داخل ہوا تو تلاش کیا کہ حضرت کا مزار شریف کون سا
ہے پس ایک شخص نے مقبرہ کے صدر جانب اشارہ کیا جب میں ادھر بڑھا تو دیکھا کہ
وہاں کوئی قبر نہیں ہے۔ اس وقت حضرت کی روح مبارک ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ آؤ
ہم تم کو ایک ایسی چیز تعلیم کریں کہ جب کسی مقام پر جن وغیرہ معلوم ہوں (گویا
اس سے مراد آپ کی چیچک سے تھی) تو اس کے دفعیہ کے لیے اس طرح پر توجہ کرنا چاہیے
اور وہ ایک طرح کی ہمت کی نسبت تھی جو آپ نے تعلیم فرمائی۔ اور اس وقت یہ
محسوس ہو رہا تھا کہ گویا ایک جن ہے جو اس توجہ کرنے سے پریشان ہو رہا ہے بعد ازاں اس
واقعہ سے افاقہ ظاہر ہوا۔ اس دوران جس نے بھی اس بارہ میں مدد لی بفضل الٰہی
اس آفت سے نجات پائی۔ تقریباً سو آدمیوں نے رجوع کیا اور شفایاب ہوئے۔

حافظ عبد الغنی نے بیان کیا کہ اسی دوران میرا ایک لڑکا چیچک میں مبتلا ہوا
اور مرض بہت طول پکڑ گیا۔ میں بے قرار ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور توجہ
کا طالب ہوا۔ آپ نے میری استدعا پر ایک تعویذ لکھ کر عنایت فرمایا اور اس نے
شفا پائی۔ پھر دوبارہ اسی مرض میں مبتلا ہوا ایک دن حالت اتنی نازک ہو گئی
کہ میں نے دیکھا کہ اس میں جان باقی نہ رہی اور مجھے یہ خیال ہوا کہ اس کی
روح جسم سے جدا ہو گئی۔ یہ دیکھ کر میں سخت بے قرار و ناشاد ہو خدمت اقدس
میں پہنچا میرا حال یہ تھا کہ منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی حضرت اقدس میری حالت
ملاحظہ فرما کر از حد غمگین و رنجیدہ ہوئے اور دوبارہ تعویذ لکھ کر عنایت فرمایا۔ اور اسی
اس کی برکت سے وہ بچہ تین ساعت بعد اس میں جنبش پیدا ہوئی اور شفائے کامل حاصل ہو گئی

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار شیخ ابو الرضا محمد قدس سرہٗ (آپ کے چچا) کے
عرس کے موقعہ پر رات کے وقت جب کہ اُن کے مقبرہ میں ہنگامہ و سرود[1] جاری
تھا اور حاضرین پر (سماع و سرود سے) ذوق و وجد طاری تھا میں [illegible]
اپنی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ نغمہ کا ایک ٹکڑا سامنے لایا گیا اور یہ کہا گیا کہ جو
کچھ اس محفل میں ذوق و شوق اور روح مبارک کی توجہ کی برکات ہیں سب
نے مرکب ہو کر یہ صورت اختیار کی ہے جو عطائے الٰہی ہے اور اسی وقت تمام
عالم میں نفس ناطقہ کا سریان ظاہر ہوا اور یہ واضح ہوا کہ وہ نور اسی منبع کا
تابع ہے اگرچہ اسی جگہ سے بھیجا گیا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار ایک بے کیف شے غیب سے ظاہر ہوئی
اور وہ دو صورتوں میں متمثل ہو گئی۔ ان میں ایک صورت نور سیاہ[2] کی تھی جس نے
مجھ میں اس طرح سرایت کیا کہ میرے تمام اعضا و اجزا میں حتیٰ کہ ہاتھوں اور پیروں
کی انگلیوں کے ناخنوں تک میں سرایت کر گئی اور تمام بدن اس سے پُر ہو گیا
اس سے ایک قسم کی دل جمعی و طمانیت ظاہر ہوئی اور دوسری صورت ایک چاند
کے ٹکڑے کی تھی اور وہ بھی میرے اندر سما گئی۔

حضرت اقدس کے دستخط مبارک کے ساتھ یہ عبارت لکھی ہوئی ہے کہ ایک
وقت یہ فقیر بعض خلوات میں کمزور ہو گیا اور حواس پراگندہ ہو گئے اس
وقت یہ دو شعر بغیر میری کوشش و خواہش کے خیال میں متمثل ہوئے مجھ
نسبت اویسیہ جوش زن ہو کر غالب ہوئی جس سے وہ ضعف زائل ہو گیا

---

[1] بمعنی نغمہ و سماع یعنی راگ۔ بحوالہ برہان و جہانگیری و [illegible]۔ غیاث اللغات
[2] نور سیاہ و تجلی ذاتی یعنی سواد اعظم اس تجلی ذاتی کا غیب الغیب عالم شہادت ہے۔

شُوْقِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَجْزِیْ وَحَاجَتِیْ ۔ وَضُعْفِیْ وَذَنْبِیْ فِیْ هَوَاكَ وَعَاهَتِیْ
أَمَا أَنْتَ تَرْثِیْ لِمَنْ قَدْ أَصَابَهُ ۔ غَلِیْلُ الْهَوٰی فِیْكَ وَكَانَ صَبَابَةً

حضرت اقدس نے فرمایا کہ (اللہ کے نام وہاب کے خادم) کا مجھے مشاہدہ ہوا، ایک جوان سیاہ رنگ صوفیا و علماء کے لباس میں جس میں ایک ازار اور ایک چادر رہی جس وقت میں یا وھاب کہتا تھا وہ میری طرف التفات کرتا تھا گویا اس غذا کے علاوہ وہ کچھ سنتا ہی نہیں ہے۔ اس وقت یہ معلوم ہوا کہ اسماء کے خدام کا قمر کے ساتھ ایک خاص ربط ہی اور یہ معلوم ہو گیا کہ وہ حاضر نہیں ہوتے مگر اس ساعت میں جب کہ سیر قمر بروج مسعود میں ہوتی ہے اور بسا اوقات یہ ہوتا ہو کہ خدام اسماء آدمیوں کی آواز سنتے ہیں لیکن ان میں جنبش و حرکت پیدا نہیں ہوتی لیکن اس وقت جبکہ قمر فلک کے موضع مسعود پر پہنچا ہو اور یہ معلوم ہو گیا کہ دعوت اسماء میں اوضاع قمر کے علاوہ جو کافی ہو اوضاع فلک کی معرفت کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک دن خواجہ محمد امین جو آپ کے خاص اصحاب میں تھے آپ کے فوائد (جو انھوں نے مرتب کیے تھے) لائے کہ ایک دن صبح کے مراقبہ کے بعد حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ آج مراقبہ میں برکات شامل حال ظاہر و باطن مشاہدہ ہوئیں اور وسعت و تکثیر علوم اور اپنی تصنیفات میں وسعت عظیم مشاہدہ ہوئی والحمد للہ علی ذلک۔

نیز فوائد میں یہ بھی ہو کہ دوسرے روز اسی وقت مراقبہ کے بعد فرمایا کہ آج میں نے حجب الٰہی کا مشاہدہ کیا جو تمام ظاہر و باطن کے اطراف کو گھیرے ہوئے ہیں اور اس مشاہدہ کا استغراق موجب طمانیت و ازدیاد راحت ہوا۔ الحمد للہ علی نعمائہ۔

ﺎ؎ یا رسول اللہ میری خستہ حالی، بے بسی، حاجت، میرا ضعف، اور میری اذیت اپنی محبت میں ملاحظہ فرما رہے ہیں، کیا آپ اس شخص پر ترس نہیں کھائیں گے جو آپ کا گرویدہ ہوں گے جو آپ کی محبت میں تڑپ رہا ہے، اور آتش فراق میں جل رہا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک مقام پر حضرت والد ماجد تشریف فرما ہیں میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کاتب حروف سے فرمایا کہ تم بھی اس وقت وہاں موجود ہو۔ پس حضرت والد ماجدؒ نے بطور حکایت و قصہ بیان فرمایا کہ ایک صورت چاندی سے تیار کی اور اس میں قلب کی صورت صاف شفاف مثل براق دکھائی اور اس قلب میں ایک شمع ہی انتہائی خوش نما اور موزوں پس جو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس سے صفا و نور کا استفادہ کرتا ہے۔ ہم نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ ہر شخص کا لطیفہ انا اس میں بیدار ہوتا ہو چنانچہ انانیت کبریٰ اس میں ظاہر ہوتی ہو جو اس کی طرف متوجہ ہوگا اسی کے رنگ میں رنگ جائے گا گویا اس قصہ سے مراد یہی تھی۔ اس وقت بغایت شوق مجھ پر گریہ طاری ہوا اور حضرت والد ماجدؒ بھی آب دیدہ ہوئے۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔

سنہ ۱۱۵۵ھ میں حضرت اقدس نے چالیس روز کا اعتکاف فرمایا۔ ان دنوں بے شمار حقایق و معارف یعنی اجسام و نفوس افلاک و ملاء اعلیٰ و عقول و عوالم جنان و ابدان مثالیہ اور حقایق و لطائف بارزہ و کامنہ انسانیہ ظاہر ہوئے اور ہر ایک کی فنا و بقا کے کمالات کا بیان اور ان لطائف کے مطابق کمالات انسانیہ کی تفصیل اور توحید ذاتی اور حقیقت توحید وجودی کے احکام کی وضاحت اور حقایق قطب ارشاد اور قطب مدار اور رجال الغیب کی تفصیل اور حکایت مقالات ملاء اعلیٰ اور مزارات کی تفصیل وغیرہ وغیرہ جو حضرت تجلی اعظم نے افاضہ فرمایا بیان کیے جائیں کہ زبان کو اس کے بیان کی طاقت نہیں اور آپ نے ان سب کو تفہیمات الٰہیہ میں تحریر فرما دیا ہو۔ انھیں ایام میں ایک روز خاکسار کاتب حروف سے جو خدمت اقدس میں حاضر تھا زبان کرامت ترجمان سے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہو کہ ہمارے یہ علوم یعنی علم حدیث وغیرہ ہماری اور تمھاری اولاد میں

انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ باقی رہیں گے۔ اور ایک دن یہ بھی فرمایا کہ بعض افراد انسانیہ
میں تجرِ بحت کے اقتضائے تقاضا سے ایک نقطہ انتہائی روشن تجلی اعظم کے بزرات
میں سے ہر ذرہ اولیٰ کے مقابل بلکہ اس ذرہ کا نمونہ ہوتا ہے اور تمہاری حقیقت میں
وہ نقطہ موجود ہے اور (بیدار رہو) اس بشارتِ عظمیٰ کے ساتھ ساتھ جس کا شکر حوصلۂ
استعداد سے باہر ہے اور بھی بہت سی نوازشیں فرمائیں۔ نیز ایک شب مغرب و عشا
کے درمیان جب کہ یہ خادم خدمتِ اقدس میں حاضر تھا خطاب کرکے فرمایا کہ کل
تیرہ رمضان تھی اور جمعہ کا دن تھا بعد نماز عصر مغرب کے قریب ایک ساعت
وجودہٗ منکشف ہوئی میں اس وقت اس کی اطلاع دینا چاہتا تھا لیکن وہ گھڑی
ایسی لطیف تھی کہ خیال ہوا کہیں یہ گزر نہ جائے لہٰذا اس اطلاع دہی کو موقوف
کرکے ظہورِ تاثیر کے بارہ میں اور حصولِ ثمرات کے لیے وہ دعا جو نئی تصنیف ہوئی
تھی اپنے منتسبین اور احباب اور اولاد کے لیے میں نے کی اور اس میں خواجہ محمد
امین اور اس خاکسار کو بھی مخصوص فرمایا۔ اس بشارتِ عظمیٰ سے ارادت مندوں
کی امیدیں قوی ہو گئیں اور انھیں مبارک ایام میں یعنی رمضان کے عشرۂ اخیرہ
کی طاق راتوں میں نصف شب کے وقت جب کہ حضرتِ اقدس آرام فرما تھے فرمایا
کہ خواب میں سوتے میں میں نے اپنے دل میں انجذاب تام پایا اور اسی وقت یہ
بھی معلوم ہوا کہ یہ وقت نزولِ برکات اور قبولیتِ دعا کا ہے اور خواب سے بیداری
کا بھی سبب ہوا اس وقت میں نے دیکھا کہ وقت کم ہے دوسروں کو اطلاع نہیں دی
جا سکتی اور نہ اس وقت اس کا موقع ہے لہٰذا اس سبب سے اعراض کرکے دعا میں
مشغول ہوا۔ صبح کو یہ واقعہ حاضرین سے بیان فرمایا۔ سبحان اللہ کار محبوباں جدا از کار جملہ
عالم ہست۔ اگر سوتے بھی ہوں تب بھی ان کو بیدار کرکے دعا منگواتے ہیں پھر اسے
قبول فرماتے ہیں اس میں ایک لذت بخش نکتہ ہے جس نے یہ ذوق نہ پایا اس نے کیا

ؔ مبارک۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آئندہ راتوں میں بھی برکات کا نزول معلوم ہو رہا ہے۔
حافظ عبدالنبی نے (جو حضرتِ اقدس کی طرف سے ملقب بحافظ عبدالرحمن ہیں اور
آپ کے خاص اصحاب میں ہیں) ابتدائے شب میں ظہورِ برکات کی علامات بتائیں
خواجہ محمد امین کو نیند کی حالت میں جاذبات و برکات نے اپنے آغوش میں لے
لیا اور ایک عجیب حالت طاری ہوئی۔ بیدار ہوکر بہرہ اندوز ہوئے اور پھر دوبارہ
سو گئے اور عین حالت خواب بے شمار فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے ؎

خوش[1] بود خوابہائے بیداراں   خوش بود کارہائے بے کاراں

نیز موصوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے عین حالتِ خواب میں دیکھا کہ حضرت
ولی نعمت موجود ہیں اور میں شبِ قدر کی برکات کی کیفیت بیان کر رہا ہوں اور
آپ تصدیق فرماتے جا رہے ہیں جب یہ ماجرا آپ کے حضور میں عرض کیا تو فرمایا کہ
تم صادق الحال ہو۔ اور حافظ عبدالنبی اس شب کی کیفیات بیان کرتے ہیں کہ کیفیتِ
فلکی مسعود ہوئی تھی اور آثار ارواحِ افلاک و نجوم ظاہر ہوئے تھے۔ اور حضرت
تجلی اعظم کی توجہ افلاک کے بارہ میں واقع ہوئی اور انوارِ خیر اور وقت سحر
بکثرت روحانیات کا ظہور ہوا۔ حضرت تجلی اعظم نے روحانیت کو سعادت کے
ساتھ ختم فرما دیا۔ اور یہ کہا کہ میں حضرت کے اصحاب کے حق میں دعا کروں اور
خواجہ محمد امین کو دیکھا کہ ایک فیض نے ان کا احاطہ کر لیا ہے گویا وہ ہماری دعا
وغیرہ سے بے نیاز ہیں اور یہ بھی بتایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسری عظیم
رات ابھی باقی ہے۔ پھر ۲۳ رمضان بعد نماز عصر جب کہ حضرتِ اقدس مراقبہ میں
تھے اور استغراق کامل غالب تھا یہ خاکسار اور خواجہ محمد امین خدمت میں حاضر تھے
نیز دوسرے لوگ بھی حلقہ میں بیٹھے تھے قریب مغرب مراقبہ سے سر مبارک اٹھایا اور

[1] بیدار رہنے والوں کی نیندیں اچھی ہوتی ہیں۔ بیکار لوگوں کا کام اچھا ہوتا ہے۔

زبانِ فیض ترجمان سے فرمایا کہ آنے والی رات بھی برکتوں والی ہے اور اس خاکسار کو بھی ان بشارتوں سے سرفراز فرمایا جو اس کی لیاقت و قابلیت سے بالا تھیں پس جب ستائیسویں شب آئی شروع ہی سے انوار و برکات کا ظہور ہونے لگا اور بذاتِ خود شب بیداری کی۔ آپ کے فیض توجہ سے ہر شخص نے اپنی استعداد کے مطابق اس رات انوار و برکات حاصل کیے اور حافظ عبدالرحمٰن نے (جنہوں نے اس رات اس فقیر کی استدعا پر اس نیازمند کے احباب و اولاد کے حق میں دعا کی تھی) دیکھا کہ گویا ایک نور اس فقیر سے نکلا اور ایک دو شاخہ درخت کی شکل میں متشکل ہوا اور اس نور کی تجلی نے دونوں شاخوں میں ظہور کیا پھر یکجا ہو کر بلند ہونا شروع ہوا اور اسی اثنا میں ایک دوسری صورت ظاہر ہوئی معلوم ہوتا تھا کہ ایک لمبی رسی ہے جو زمانہ کے ختم ہونے تک اور قیامِ قیامت تک ہے اور اس رسی کے حلقے باہم پیوست ہیں اور ہر حلقہ میں بتیاں روشن ہیں اور اس کا مطلب یہ بتایا کہ اس سے مراد سلسلۂ اولاد وغیرہ ہے اور یہ بتیاں (فتیلے) ان کے اعیانِ ثابتہ ہیں اور یہ روشنی تجلی اعظم کا نور ہے اور ان تمام سے بعض میں ذاتِ بحت کی حقیقت عکسی طور پر موجود ہے۔ نیز اس وقت یہ بھی معلوم کیا کہ اس سلسلہ کے اتصال میں فصل نہ ہوگا۔ اور تمہیں کو ان بشارات سے فقیر کو نوازا۔ جب یہ واقعہ حضرتِ اقدس سے عرض کیا تو فرمایا کہ یہ سب حق ہے۔

انہیں ایام میں ایک دن خواجہ محمد امین صبح کے مراقبہ میں حضرتِ اقدس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ یہ عبارت ان کو الہام ہوئی "بہترین کاغذ وہ ہے جس پر کلامِ حق لکھا جائے اور بہترین بندہ وہ ہے جس میں ہماری صورت ظاہر ہو" انھوں نے اس کو حضرتِ اقدس سے عرض کیا اور آپ کے تصدیق کرنے پر وہ خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ اور انہیں مبارک راتوں میں ایک دن بعد نماز تہجد خواجہ محمد

امین نے آپ کا مصنفہ قصیدہ "اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم" خوش الحانی سے پڑھنا شروع کیا اس کے سننے سے آپ از حد مسرور ہوئے۔ اور اس کا پرتو حاضرین پر اس درجہ محیط ہوا کہ سب کو حضوریِ تامہ حاصل ہوئی علی الصباح خواجہ صاحب موصوف موردِ عنایاتِ بے کراں ہوئے اور آخر رات میں بعد نماز تہجد خواجہ محمد امین نے آپ کے حکم کے بموجب مثنوی معنوی کے اشعار سے

خوشتر آن باشد کہ سرِ دلبراں   گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

آپ کے حضور میں نہایت پُردرد آواز میں پڑھنا شروع کیے اس کے سننے سے آپ اس قدر محظوظ ہوئے کہ آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ اس وقت خواجہ صاحب مذکور پر بے حد عنایات و نوازشات فرمائیں۔ اور انہیں ایام میں اس ضعیف پر ظاہری و باطنی علوم و معارف افاضہ فرمائے جن کا شکر ادا کرنا حد کے امکان سے باہر ہے۔ فلہ الحمد علی ذلک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ الحاصل اس چلۂ فیض آگین کا ہر روز دل افروز تھا اور ہر شب روح کا پیمانہ طرب سے لبریز ہوتا تھا اور وہی ایام خدام آستانہ شریفہ کی زندگی کا خلاصہ تھا۔ الحمد للہ علی آلاءہ و نعمائہ

خواجہ محمد امین دہلوی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرتِ اقدس مثنوی مولانا روم اپنے مطالعہ کے لیے محل سرائے لے گئے۔ شام کے وقت مجھے اس کے مطالعہ کی خواہش ہوئی لیکن آپ سے اس کا مانگنا بے ادبی معلوم ہوئی۔ آپ از راہِ کشف میرے شوق پر مطلع ہو گئے اور اسی وقت نسخہ مذکورہ عنایت فرمایا۔

نیز خواجہ صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آپ کی مجلس میں بعض مستورات کو آسیب نے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ میرے دل میں آیا کہ وضو کر کے کوئی چیز اس کے دفعیہ کے لیے پڑھ کر دم کر دوں اس ارادہ سے اٹھا تھا اور ہنوز وضو نہ کیا تھا کہ ایک انتہائی سیاہ شے نکل کر بھاگی

میں ایک ڈھیلا اٹھا کر اس کے پیچھے دوڑا۔ وہ آگے آگے تھی اور میں اس کے پیچھے پیچھے۔ یہاں تک کہ وہ دروازہ پر پہنچی اتنے میں دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئی جب میں دروازہ پر پہنچا تو اسے بدستور بند پایا۔ اس وقت سے اس آسیب نے کسی کو پریشان نہ کیا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار مجھ پر فتح باب فرمایا گیا اور یکبارگی اسمائے حسنیٰ اور آیاتِ عظمیٰ اور ادعیہ جس کر کر میری گود میں جمع کر کے ڈال دیئے کہ یہ تصرف میں ہمارا عطیہ ہے لیکن ہر آیت اور اسم اور دعا اس شرط کے ساتھ ہے جو مقررہ عام قاعدہ میں نہیں سما سکتا۔ بلکہ اس کا اصل قاعدہ عالم غیب کا انتظار ہے جس طرح حالت استخارہ میں ہوتا ہے کہ عالم غیب سے جس آیت اور اسم کی طرف اشارہ ہوتا ہے وہی آیت اور اسم اسی طور سے اہل فن کے نزدیک تلاوت کرنا چاہیے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برکاتِ عظیمہ ہماری اولاد ذریتی کے حق میں شامل حال ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد بقائے سلسلہ ہے جب تک اللہ چاہے۔ اور حضرت والد ماجد قدس سرہ نے بھی بارہا ارشاد فرمایا کہ ہمارا سلسلہ تا قیام قیامت باقی رہے گا۔ غالباً آپ کے اس فرمانے کا اثر اسی طرح سے ظاہر ہوگا۔

حافظ عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرتِ اقدس محرابِ مسجد کے متصل تشریف فرما ہیں اور میں بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تو ہمارے طریقہ میں داخل ہو چکا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر آپ نے اپنے دستِ مبارک بیعت کے لیے بڑھائے میں نے فوراً اپنے دونوں ہاتھ آپ کے دستِ مبارک میں دے دیئے۔ اس وقت میں یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ بیعت خصوصی ہے جس سے آپ نے مجھے مشرف فرمایا اس لیے کہ میں اس سے قبل ظاہری طور پر بھی آپ کے شرف بیعت سے مشرف ہو چکا تھا۔ اس وقت

میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ کی صورتِ مبارکہ آپ کے سر اقدس پر موجود ہے اور آپ اس جذبۂ شوق میں مغلوب ہیں اور آپ میں تغیر حال ظاہر ہے اور اس تغیر نے مجھ میں بھی اثر بلیغ کیا۔ اس وقت آپ نے اپنا دہن مبارک بندہ کے منہ پر رکھ کر فرمایا کہ اُخْرُجْ اُخْرُجْ۔ اس وقت اس کا مطلب فہم ناقص میں یہ آیا کہ اس صورت کو نیچے لے جاؤ۔ پھر میں نے اس تصرف سے یہ دیکھا کہ وہ صورت درجہ بدرجہ نیچے آ رہی ہے اور میں اُسے آپ سے کھینچ کر نیچے لا رہا ہوں اور آپ القا فرما رہے ہیں یہاں تک کہ وہ منہ سے داخل ہو کر سینہ تک پہنچ گیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک کہ ایک عرصہ گزر چکا ہے اب بھی اس کی تاثیر اپنے میں محسوس کرتا ہوں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

نیز موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نماز فجر کے وقت جب کہ حضرتِ اقدس نماز ختم کر کے مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے میں مسجد میں پہنچا دیکھا کہ آپ خلافِ معمول آنکھیں کھولے ہوئے بیٹھے ہیں اور دستِ مبارک میں تسبیح ہے انوار بے غایت جبین کرامت آگیں سے تاباں و درخشاں ہیں اور آپ کے تمام اعضاء پر ایک جوش موجزن ہے۔ میں کیا کہوں کہ وہ نور ذات الٰہی تھا انتہائی عظمت و بزرگی اور شان و شوکت سے مجسم کہ کسی طرح اس کی تعریف و توصیف ممکن ہی نہیں۔ باوجود اس کے کہ بیشتر انوار کے اقسام میں جانتا ہوں اور ان کے اقسام سے آشنائی بھی ہے لیکن جس قسم کے نور کا مشاہدہ اس وقت ہوا کبھی نہ ہوا تھا۔ اس کی تیزی کا حال یہ تھا کہ ایک بار نظر پڑنے کے بعد دوبارہ نظر کو تاب نہ تھی۔ اس وقت یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر یہی صورتِ حال رہی تو آئندہ حضوری کا امکان نہ ہوگا اور یہ ظاہر ہوا کہ حضرتِ اقدس کی دعا جس کسی کے شامل حال ہو بکثرت برکات رکھتی ہے۔ اگر وہ وقت

قبولیت دعا کا ہو تو ایک بار دعا کرنا کافی ہو جو مع اللہ کا ہر کاتب محسوس سے
احاطہ کر لیتی ہو اور اگر کسی شخص کی سعادت ازلی رہبری کرتی ہے تو ان کے دل
میں اس کی طرف سے توجہ ہو جاتی ہو ایسا کہ اس کی دعا کی خوبیاں
خاطر مبارک میں سو بار گراں ہیں اور اس کا مطلوب و مقصود حضرت اقدس
کے دل میں جاگزیں ہو جائے تب تو یہ چیز اس کے انجاح مطالب کے لیے ایک
قوی سبب ہو جاتی ہو اور جو شخص آپ کی نظر کیمیا اثر پر چڑھ جائے اگر تانبا ہو
تب بھی سونا ہو جائے۔ لیکن شرط یہ ہو کہ دل نفس منزل کے گوشہ میں جاگزیں
ہو جائے۔ اور اشتغال طریقہ میں مشغول اور آنجناب کی محبت میں ڈوبا ہوا
اور افاضہ کا منتظر رہے۔ ایسی چیز کے لیے آمادہ ہو جس کی وجہ سے خاطر شریف
میں قبولیت پیدا ہو جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار حضرت زہرہ اور حضرت قمر کے اوقات
میں دو انگوٹھیاں بنوانے کا اتفاق ہوا اور وہ دونوں دو عورتوں کو دی
گئیں تھوڑے دنوں بعد وہ دونوں سخت تکلیف میں مبتلا ہوئیں ہر چند
علاج کیا گیا کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ روز بروز تکلیف بڑھتی گئی اور اس کا سبب
معلوم نہ ہو سکا۔ آخر ایک روز ان دونوں انگوٹھیوں نے ہمارے سامنے شکایت
کی اور حد سے زیادہ گلے شکوے کیے کہ ہم کو بغیر طہارت استعمال کیا
جاتا ہو اور ہماری [illegible] پاکیزگی کا خیال نہیں رکھا جاتا جس کی وجہ سے ہم
بہت اذیت میں ہیں۔ اور ان عورتوں کی بیماری کا بھی یہی سبب ہو۔ پس ہم
نے ان [illegible] کا حکم دیا اور [illegible] ان سے لے کر احتیاط سے پاک و صاف جگہ
پر رکھ دیا تب ان دونوں نے شفا پائی۔ پھر ہم نے بہت تاکید اور سختی سے کہہ دیا
کہ ان کو بغیر طہارت ہرگز نہ پہنا جائے۔ شرط کی ادائیگی کے بعد ان انگوٹھیوں میں

سے ایک جو حضرت قمر سے متعلق تھی مدت تک رہی لیکن جو حضرت زہرہ سے
متعلق تھی اس کو بمقابلہ اول شکایت زیادہ تھی وہ مصالحت کے لیے تیار نہ ہوئی
چنانچہ کچھ عرصہ بعد وہ گھر سے گم ہو گئی اور چند روز بعد اصحاب میں سے ایک کی
جیب سے برآمد ہوئی گویا وہ زنانخانہ میں رہنے پر راضی نہ تھی۔ لہٰذا وہ ضرورتاً
اپنے پاس رکھ لی گئی۔ اور (اسی طرح) ایک دوسرے شخص نے بھی ایک انگوٹھی
بنوائی اور اس کے استعمال میں احتیاط نہ برتی اس انگوٹھی نے بھی ہم سے
شکایت کی اور ایسا معلوم ہوا کہ روحانیت کو بھی جس کے شرف میں وہ انگوٹھی
بنائی جاتی ہو اس میں ودیعت کر دیا جاتی ہو اور یہ (بھی) واضح ہوا کہ وہ نفس
طہارت کی طرف مائل ہو۔

میر افضل بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سلطان المشائخؒ کی زیارت کو
بہت حاضر ہوا کرتا تھا اور مزار اقدس کے متصل بیٹھا کرتا تھا۔ ایک بار واقعہ میں
آپ نے مجھ کو خرقہ نیز دیگر تبرکات عنایت فرمائے۔ میں نے عرض کیا کہ سلسلۂ چشتیہ
میں کس بزرگ سے بیعت کروں۔ فرمایا کہ شاہ ولی اللہ سے۔ میں نے باہر نکل کر
لوگوں سے اس نام کے بارہ میں دریافت کیا۔ انھوں نے حضرت اقدس کا پتہ
بتایا نیز یہ بھی بتایا کہ مخدوم زادگان میں سے ایک بزرگ اس نام کے سرہند میں
بھی ہیں۔ اس بات سے مجھے فکر ہوئی کہ کس کی طرف اشارہ ہو۔ اسی اثنا میں ان
سرہند والے بزرگ کی وفات ہو گئی۔ اور پھر سلطان المشائخؒ کی طرف سے حضرت
اقدس کی طرف دوبارہ اشارہ ہوا۔ ناقل آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف
بیعت سے مشرف ہوا اور اپنے حسب استعداد مقصود کو پہنچا۔

[illegible]ھ میں حضرت اقدس نے چلہ کشی کا قصد فرمایا اور حقائق آگاہ
عرفان پناہ شاہ نور اللہ کو ان کے وطن قصبہ بڈھانہ سے اور اس فقیر خادم

کاتب حروف کو اس کے وطن پھلت سے اپنے جاذبۂ لطف و کرم سے کھینچ کر آستانۂ
عرش نشانہ میں اپنے مقام اعتکاف پر مشرف فرمایا۔ اور خازن نور یقین خواجہ محمد
امین ولی اللّٰہی تو اس بیت اشرف کے خادم تھے ہی اور خواجہ ابو الخیر کشمیری
نیز ایک دوسرے عزیز بھی آپ کے اعتکاف کے شرف سے بہرہ اندوز ہوئے۔ حضرت
اقدس چلہ میں بیٹھتے وقت رخصت ہونے کے لیے والد ماجد قدس سرہٗ کے مزار
پر انوار پر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر قبر کے سامنے متوجہ ہو کر کھڑے رہے
اور یہ عقیدت مند بھی آپ کے ہمراہ اس مقام پر حاضر تھا۔ اس وقت عالم
خیال میں حضرت شیخ بزرگ رح کی صورت کریمہ نمودار ہوئی۔ معلوم ہو رہا تھا کہ ایک
بے کیف سمندر ہے اور اس سمندر میں حباب آسا وہ صورت نمودار ہے۔ نیز ایسا
معلوم ہوتا تھا کہ ایک صورت فضائی ہے یعنی نمود بے بود ہے۔ جو کچھ ہے وہ
ایک بے کیف سمندر ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

اعتکاف کی پہلی یا دوسری رات شاہ نور اللہ نے مبشرہ میں دیکھا کہ حضرت
شیخ بزرگ قدس سرہٗ نے ایک بڑا پیالہ دودھ سے بھرا ہوا معتکفین کی ضیافت
کے لیے بھیجا ہے۔ حضرت اقدس نے اس میں سے قدرے نوش فرما کر دوسروں کو
عنایت فرمایا۔ ہر ایک اسے پی کر سیر ہو گیا اور پیالہ میں تھوڑا پھر بھی باقی رہ گیا۔ پھر
حضرت اقدس نے وہ پیالہ خواجہ ابو الخیر کو مرحمت کر کے فرمایا کہ خوب سیر ہو کر پیو۔
خواجہ صاحب مذکور نے خوب سیر ہو کر پیا اور پیالہ میں پھر بھی تھوڑا رہ گیا۔ آپ
نے ان کو تاکید فرمایا کہ سب پی لو۔ انھوں نے پہلے تو عذر پیش کیا پھر بحکم حضرت
اقدس سب پی گئے۔ اس کی تعبیر اس طرح ظاہر ہوئی کہ خواجہ صاحب موصوف
اول اعتکاف میں شریک ہوئے جب دو تین روز گزر گئے تو ان کو ایک بیماری
لاحق ہو گئی۔ ناچار پریشان ہو کر اعتکاف سے نکل کر اپنے گھر گئے پھر چند روز بعد

بفضل الٰہی شفایاب ہو کر واپس آئے اور نصف رمضان گزرنے کے بعد اعتکاف
کیا۔ اور بشارات سے مشرف ہوئے۔ اور شاہ نور اللہ بیان کرتے ہیں کہ شروع
اعتکاف میں عین نماز مغرب میں میں نے عوالم مثال کے ایک عالم کا مشاہدہ کیا
جس کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ اس عالم میں حقائق اشیاء اور ان کے نفوس
کی ماہیت اور حقائق عقلیہ حقہ اور حقائق احکام جو ملتوں اور دینوں کی تبدیلی
سے متبدل نہیں ہوتے بغیر خارجی صورتوں کے اعتبار کے مشاہدہ ہوئے اور معلوم
ہوا کہ اس مقام پر کوئی چیز مکلّف نہیں گویا اس عالم کے مشاہدہ سے بعض لوگ
رفع تکلیف کے قائل ہوتے ہیں (یعنی ہم مکلّف ہیں ہی نہیں) اور ہنوز رمضان
وقت ظہر خواجہ محمد امین نماز میں مشغول تھے کہ شاہ نور اللہ نے مشاہدہ کیا کہ ایک
نور ہے جو خواجہ صاحب موصوف کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس نور کی قوت سے
ان کی تمام حرکات تیزی و چابکی سے عجیب طرح سے ظہور کر رہی ہیں۔ اور کاتب حروف
کا خیال یہ ہے کہ وہ نور رحمت الٰہی تھا جو ان کی کوشش کی وجہ سے تھا اور وہ کوشش
یہ تھی کہ حضرت اقدس کے مسودات کی صفائی اور آنجناب کی متعدد خدمات
کی انجام دہی ان کے سپرد ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت اقدس نے جو متعدد بار خواجہ صاحب
موصوف کو اس خطاب سے مشرف فرمایا ہے کہ بلاشبہ تم کو اپنے اعضاء و جوارح
سمجھتا ہوں۔ اسی بات کی بشارت دے رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نیز عرفان پناہ بیان کرتے ہیں کہ اسی زمانہ میں ایک دن نماز مغرب میں
حضرت اقدس کے بعض اخلاق جمیلہ و شمائل حمیدہ متصور ہوئے۔ اور اس کے
سبب قلب میں طمانیت پیدا ہوئی۔ پھر یہ خیال آیا کہ حضرت اقدس مرتبۂ جامعیت
پر فائض ہیں، ہو سکتا ہے کہ ہر جزئی امر میں آپ سے استمداد مفید نہ ہو۔ پھر دل میں
القا ہوا کہ نہیں آپ سے ہر کام میں استمداد خواہ وہ جزئی ہو یا کلی بہر حال مفید ہے۔

اور ہر مقصد برآری میں موثر ہو خواہ توجہ عالی ادھر مصروف ہو یا نہ ہو۔ بعد ازاں
ملائکۂ عالم جو تدبیرِ عالم پر مامور ہیں متصوّر ہوئے جو آپس میں ایک کلام رکھتے ہیں
اور ان سے ایک آواز سنائی دے رہی ہو جیسی شور و غل کی آواز جو دور سے
سنی جاتی ہو لیکن الفاظ پورے طور پر سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ میں نے اپنے کان
اس آواز کی طرف لگائے تاکہ میں سنوں کہ وہ انتظامِ عالم کے سلسلہ میں کیا گفتگو
کر رہے ہیں تو صرف لفظ اُفتح سنائی دیا اور بس۔

ایک شب حضرتِ اقدس نے شاہ صاحب موصوف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا
کہ تم میں ایک نظر تجلی اعظم کی جانب سے پائی جاتی ہے اور یہ نظر دائم و قائم رہے گی
اور اگر طالبانِ سلوک کے حال کی طرف توجہ کرو گے تو طرفین کو فائدہ ہوگا۔ اور
انھیں ایام میں اس فدوی کا سینہ جراحت نے ... بدحالی اور بے اطمینانی کے
سلسلہ میں خدمتِ اقدس میں عرض کیا۔ آپ کی چشمِ عنایت و توجہ قلبی سے اسی وقت
طمانیتِ قلبی حاصل ہوئی اور بعض اسرار مبدأ و حقائقِ معاد و ظہورِ حقیقۃ الحقائق
بعض صورتوں میں اس زمانہ کی خصوصیت کے لحاظ سے واضح ہوئے اور جناب
مقدس سے وصول اور اس کی حقیقت کی بشارت ہوئی۔ الحمد للہ علی ذلک

بتاریخ ۲۰ رمضان المبارک بعد نمازِ عصر خواجہ محمد امین حضرتِ اقدس کے
روبرو مراقب بیٹھے ہوئے تھے کہ خواجہ صاحب موصوف پر بیخودی کی حالت طاری
ہوئی اس غیبت میں انھوں نے یہ مشاہدہ کیا کہ وہ شعر لکھ رہے ہیں پھر ایک شخص
ایک لوٹا لے کر آپ کے ہاتھ دھلانے کے لیے آیا قبل اس کے کہ وہ شخص آگے
بڑھے حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم نے اس شخص کو الگ کر کے لوٹے کو
دستِ مبارک میں پکڑا اور خود بدولت ہاتھ دھلانے کے لیے آگے بڑھے
بعد ازاں خواجہ صاحب موصوف کو افاقہ ہو گیا۔ دوسری بار پھر غیبت طاری ہوئی

اور اس میں یہ مشاہدہ ہوا کہ حضرتِ اقدس نے یارانِ حلقہ کو ذکرِ جہر کا حکم فرمایا اس
وقت ایک شخص جو ذکرِ جہر کا منکر تھا سامنے آیا آپ نے اس سے فرمایا کہ احادیث
کی معتبر کتابوں میں اس کی ممانعت نہیں ہے۔ پھر یارانِ حلقہ تیز آواز سے ذکرِ جلی
میں مشغول ہو گئے اور خود بدولت بھی بہ نفسِ نفیس ذکرِ جہر میں اس حد تک بلند
آواز کے ساتھ مشغول ہوئے کہ کسی کو طاقتِ ذکر نہ رہی۔ آپ کی چشم ہائے مبارک
سرخ تھیں اور ریشِ مبارک شدتِ ضربات میں گھٹنوں تک پہنچ جاتی تھی۔
اور حاضرین اس حالت سے حیران تھے۔ اسی اثنا میں نماز کا وقت آ گیا۔ آپ نے
فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ نماز کیوں در پیش ہوئی۔ اس لیے کہ جس مقام پر ہم پہنچے
ہیں کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ بعد ازاں انھیں افاقہ ہو گیا۔ جب نمازِ مغرب سے فارغ
ہوئے تو حضرت ولی نعمت نے بلا کسی سابقہ ارادہ کے خواجہ صاحب موصوف کو
اعتکاف سے بلا کر اپنے سرِ مبارک سے ٹوپی اتار کر عنایت فرمائی اور اس عنایت
سے ان کے مرتبہ میں مزید اضافہ ہوا۔ پھر بعد نمازِ العشاء فرمایا کہ اس وقت جو انوار و
برکات ظاہر ہیں معلوم نہیں کہ انوارِ طاق رات ہیں یا اسی رات کے انوار ہیں۔ پھر
طاق راتوں کی پہلی رات تسبیح و تہلیل میں گزاری اور مستفیضین میں سے ہر
ایک نے اپنی استعداد اور حوصلہ کے مطابق طمانیتِ قلبی حاصل کی۔ اور صبح کو
ارشاد فرمایا کہ اس رات تجلی اعظم کے انوار نے روح کا احاطہ کر لیا تھا اور لطیفۂ روح
کی راہ سے قالب پر اس طرح ریزش کی کہ وہ بھی اسی رنگ میں رنگ گیا۔ اور یہ کیفیت
اس سے قبل کم ظاہر ہوئی تھی۔ اور حافظ عبد الرحمٰن نے اس شب کا حال بیان
کرتے ہوئے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دروازے کھول دیے گئے ہیں اور نور کے
طبقات ریزش کرتے نظر آ رہے ہیں۔ اس وقت جس کسی کی ادنیٰ توجہ بھی حق سبحانہ
کی طرف ہوئی رحمتِ کثیرہ اس کا احاطہ کر لیتی تھی اور ۲۰ رمضان کو مشکوٰۃ شریف

کے ختم کا جو ایک عرصہ سے جمعہ اور سہ شنبہ کو پڑھی جاتی تھی اور ایک عالم میں ایسے
انوار منتشر ہو جاتے تھے اتفاق ہوا اور لوگ ٹوٹ پڑے۔ جس وقت کہ حضرتِ اقدس
دعا مانگتے تھے عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور برکات کا ایسا نزول ہوتا تھا
کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے اور اسی دن فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن
کا جو خود بدولت کی تصنیف ہے درس شروع کیا اور تتمۂ مشکوٰۃ کے اثنائے درس ارشاد
فرمایا کہ بظاہر لوگ سرورِ کائنات ؐ کے معجزات اسی حد تک جانتے ہیں جتنے محدثین
اور مورخین نے چند کتابوں میں لکھ دیئے ہیں۔ اور ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بہ نظر
غائر دیکھے تو حضور ؐ کی ہر بات جو آپ کسی کے حق میں فرما دیتے تھے (اس ہر
بات میں) ایک علیحدہ معجزہ ہوتا تھا۔ اس لیے کہ حضور مبدا و معاد سے خبر دیتے تھے
اور ان پانچ روز میں جو باتیں حضرتِ اقدس نے فرمائیں بیان سے باہر ہیں اور
یہ سب باتیں سوا اس شخص کے جو علام الغیوب کا مظہرِ اتم ہو کسی دوسرے میں نہیں
پائی جاتیں اور اسی طرح ملت اور خانہ داری کے مسائل نیز امت کے سیاست سے
آپ بخوبی واقف تھے۔ جو کچھ بھی ارشادات فرمائے اگر تمام کاملین کی عقلیں بھی
یکجا ہو جائیں تو اس کے سمجھنے سے عاجز آ جائیں اور وہ یقین کر لیں گے کہ ان مراتب
حکمت کا اظہار اس شخص کے سوا جس کو علیم الحکیم نے مجلّا کر دیا ہو اور وہ جمہور خواص
عوام کی تہذیب و سنوارنے کے لیے مبعوث ہوا ہو۔ دوسرے سے ممکن نہیں۔ اور ہر
وہ کلمہ جو آنحضرت کی زبان سے کسی کے حق میں صادر ہوا پیدائش کے وقت سے لے کر
اس کے تمام عمر تک کا احاطہ فرما لینے کے بعد صادر ہوا اور اس کے آثار بے کم و کاست
اس سے ظاہر ہوئے۔ گویا وہ کلمہ ایک خلعت ہے جو اس شخص کے زیب تن کر دی گئی ہے
اور اس قدر دقیق و نازک دستورات کے کمالات بغیر اس خلیفۂ اعظم کے جو اسمِ لطیف
کا خلیفۂ اعظم ہو کسی اور سے ممکن نہیں۔ اور اگر ذوق صادق رکھتا ہے تو ہر امر میں حضور

کے اعجاز کا ادراک کر سکتا ہے۔

ایک بار حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ اپنے قوائے علمیہ میں عقول نے علیہ جناب
سرورِ کائنات ؐ مناسبتِ تامہ پاتا ہوں اسی وجہ سے کوئی کلمہ یا نکتہ ایسا نہیں
پاتا جو مجھ سے موقع بلیغ پر سرزد نہ ہوتا ہو اور اس کا بعید محل معائنہ نہ دیکھ لیتا
ہوں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ بعض لوگ آنحضرت ؐ کی خلافت حضرت امیر المومنین علی
کرم اللہ وجہہ اور تمام اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں نص جلی کے
دعویٰ سے ثابت کرتے ہیں۔ اور ہم کو تعجب ہوتا ہے کہ آپ ؐ سے اس بارہ میں کوئی
نص صادر ہوا اور پھر وہ صورت خارج میں متحقق نہ ہو۔ حالانکہ کوئی چیز ایسی
نہیں ہے جو آپ نے کسی کے حق میں فرمائی ہو اور وہ بجنسہ
واقع نہ ہوئی ہو۔

اور ستائیسویں شب رمضان کو جو شب قدر کی راتوں میں سے ہے وسط رات تھی حضرت
اقدس بسبب کسل مندی کے جو مزاج اقدس اور عنصر لطیف میں پیدا ہو گئی تھی
بعد نماز تراویح تھکن دور کرنے کے لیے بستر پر نیم دراز ہو گئے اور احباب احیائے
لیل (شب بیداری) پر کمربستہ ہوئے۔ اور خواجہ محمد امین تراویح میں مشغول ہوئے
ایک تہائی رات گذری تھی کہ حضرتِ اقدس باوجود کسل مندی مزاج اٹھے اور وضو
کیا اور خواجہ محمد امین سے بزبان عنایت ترجمان فرمایا کہ تم اکیلے ہی اس رات کی
تمام برکات سمیٹے لے رہے ہو۔ اور یہ فرما کر خود بدولت بنفسِ نفیس خلوت خاص
میں نماز میں مشغول ہو گئے اور بعض معتکفین آستانہ بھی مسجد میں بیرون گوشہ
آنحضرت اپنے شغل میں مصروف ہوئے۔ اچانک بمسرت و بشاشتِ تمام

اعتکاف سے باہر تشریف لاکر مسجد میں بیٹھ گئے اور حاضرین سے بکمال التفات
زبانِ غیب ترجمان سے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس وقت حاضرین کے حق
میں اپنے فضلِ عام کی بشارت دی ہے اور خواجہ ابوالخیر خاص طور پر اس بشارت
میں شریک ہیں جو ان حاضرین کی بازگشت ہیں جو بدن کا لباس اتارنے کے بعد
تجلّیِ اعظم میں نیست ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کہ ان کی انانیت خاصہ معدوم مطلق
ہو جاتی ہے اور تجلّیِ اعظم کی انانیت ان کی انانیت کی جگہ ہو جائے۔ لیکن اضمحلال
(نیستی) کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ ہے جس میں انانیت تجلّی کا ظہور بے توسط ہو
دوسرے یہ کہ کسی ایسے فرد کے توسط سے ہو جو اس کا حامل بالاصالۃ ہو اور اس
تجلّی کا نمونہ ہو گیا ہو جیسے چاند کے عکس کا ظہور آئینے کے ذریعہ۔ اور یہ جو موعود ہے
(جس کا اقرار ہوا ہی) مقرر ہے اس قسم آخر سے ہے اور نیستی کے بعد ان کے تعینات
ایسے ہو جائیں گویا کوئی چیز تھی جو چلی گئی۔ اور امید ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے
تو بعض کے حق میں دنیا ہی میں یہ معنی (منکشف) کرا دے ورنہ آخرت میں تو ضرور
بالضرور کھول دے گا بلا اختلاف طلب خواہ وہ کریں یا نہ کریں۔ اس بشارت میں تمام
اصحاب بمنزلہ اہلِ بدر کے ہیں کہ جس طرح ان کے حق میں ایفائے وعدہ کسی چیز پر
موقوف نہیں ہے اسی طرح ان آرزوؤں کا حصول بھی کسی عمل پر موقوف نہیں ہے
اور ان تمام حاضرین کے حق میں بھی یہی معنی ضروری ہیں گو کہ تم میں سے بعض کے
لیے کچھ وقت لگ جائے لیکن آخر کار سب (فنا وغیرہ اس) مقصدِ اصلی تک پہنچ
جاؤ گے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ نفوس کا معاد کس طرح پر ہوگا جس طرح سابقین کے معاد
کی ایک الگ قسم ہے اور اصحاب یمین کے معاد کی علاحدہ قسم ہے اور ان میں سے
ہر ایک کے بے شمار اقسام ہیں اور جس معاد سے وہ مُبشّر ہوئے ہیں وہ افرادِ انسانی
کا اعظم معاد ہے اور اس سے بلند کوئی معاد نہیں۔ اس وقت اس خاکسار نے جس

کے دل میں سرِشام ہی سے متعدد خطرات آچکے تھے۔ خدمتِ اقدس میں دعا کے
لیے عرض کرنا چاہا کہ اس نورِ اتم کا اتصال و اتحاد و قرب میسر ہو اور خود بھی بتضرع
اس بارہ میں دعا کی۔ ارشاد فرمایا کہ تمہارا وہ خطرہ گویا اسی کی بشارت تھی
بعد ازاں دستِ مبارک اٹھائے اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کی حقیقت یا ان
بشر کے حق میں اس عالم میں بھی ظاہر فرما دے۔ اور اُس جہان میں بوجہ اتم
جلوہ ظہور بخشے اور اس وقت حافظ عبد الرحمٰن کا نام لے کر فرمایا کہ اگرچہ بظاہر
اس وقت وہ یہاں موجود نہیں ہیں لیکن بمنزلہ حاضر کے ہیں اور وہ بھی اس میں
شریک ہیں۔ پھر اس بندہ نے عرض کیا کہ میرے لڑکے عبد الرحمٰن کو بھی اپنی دعا
خاص میں شامل فرمالیں۔ بعد ازاں بعض مخلصین کے حق میں اس بشارت میں
شرکت کی دعا کی استدعا کی۔ اس التماس نے بھی شرفِ قبولیت پایا اور آپ نے
دعا فرمائی۔ والحمد للہ علی ذلک۔ نیز بعض غیر حاضر معتقدین کے حق میں دعا
فرمائی کہ وہ بھی اس بشارتِ عظیمہ میں داخل ہوں۔ پھر زبانِ فیض نشان سے فرمایا
کہ اپنی اولاد کے حق میں بھی لطف و بشارت محسوس کر رہا ہوں اس کے فضل سے
قوی امید ہے کہ وہ لطف و کرم ضرور جلوہ گر ہوگا۔ گو کہ ظاہری صورت میں تربیت
بعض کے حق میں محقق ہو یا نہ وہ لطف اپنا کام خود کرے گا۔ اور مربی ہوگا۔ اس
وقت ایک عزیز نے عرض کیا کہ اس بشارت میں تمام لوگ شامل ہیں خواہ
وہ موجود ہوں یا نہ ہوں۔ فرمایا کہ ذات وہ جو جیسی ظاہر ہو ویسا ہی اظہار بھی
کرنا چاہیے اگر مختصر ہو تو مختصر اور اگر مفصل ہو تو مفصل۔ اور اللہ تعالیٰ تمام
مخلصین کو خواہ بالواسطہ ہوں یا بلاواسطہ اس کرامت سے کامیاب فرمائے۔ غرضکہ ان
بشارات سے اس قدر خوشی ہوئی کہ مزاجِ اقدس میں کسل لاحق ہو گیا
تھا وہ کلیتاً زائل ہو گیا اور اس وقت فرحت و مسرت سراپائے اقدس سے

پھولی پڑ رہی تھی۔ اور خدام پر جو کیفیت طاری تھی بیان میں نہیں آسکتی لفظ
ان کی شب معراج بھی تھی جو ان بشارات کے ساتھ بغایت عظمت و بزرگی آسمان
و زمین کے درمیان نہ سما سکے۔ اور یہ محض کمال رحمت اقتضائیہ تھی جو انھوں نے
بلا شرط استعداد پائی۔ اور جس طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بزبان
افضل الانبیاء واقعہ بدر میں مبشر ہوئے تھے اسی طرح بفضلہ تعالیٰ ایک ہزار
ایک سو کچھ سال بعد یہ فدویت کیش اکمل الاولیاء کی زبان مبارک سے
اہل بدر کے شرف تشبیہ بدر کی طرح مشرف ہوئے اس کی تعریف میں اگر
کلاہ فخر عرش بریں پر بھی بلند کریں تو درست ہے اور اس عطا و بخشش پر
اگر ملائکہ مقربین پر بھی ناز کریں تو بجا ہے ؎

کنوں چوں شد مرا بر دوشت از خاک سزد گر بگذرانم سر ز افلاک

اور ابتدا شب یعنی وقت عشاء سے ہی اس کمترین کے دل میں خود بخود انوار و
برکات کا تجسس تھا۔ اثنائے تراویح حضرت اقدس کی خدمت میں بے اختیار
عرض کیا کہ خاطر مبارک کو ان اسرار کی طرف متوجہ فرمانا چاہیے۔ اور اس سے
قبل فدوی کو اس کے معلومات اور صحیح صورت حال و بشارات سے مطلع و معزز
فرمایا تھا۔ اور بہت تاکید کر کے فرمایا کہ تحریر کرنا گویا اس کو وجود دینا ہے اور اسی
رات اس خادم نے بھی مبشرہ میں دیکھا کہ حضرت اقدس کی مسجد کے شرق
سمت ایک حجرہ ہے جس کا منھ قبلہ کی طرف ہے اور اس کو قبۂ نور کہتے ہیں۔ اس
قبہ میں آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہیں۔ اور وہ حجرہ مسجد جو آپ کی خلوت خاص
اور جائے اعتکاف ہے اس میں حضرت اقدس تشریف فرما ہیں اور صحن مسجد
بہت وسیع ہے اس میں لوگوں کا ہجوم ہے جیسا حدیث کے درس کے وقت ہوتا ہے
پھر آنحضرت ﷺ نے اس قبہ سے حضرت اقدس کو یہ کہہ کر آواز دی کہ حضور کے

باہر آ جاؤ۔ پھر حضرت اقدس حجرہ سے باہر تشریف لا کر مسجد کے بیچ والے در میں
کھڑے ہو گئے۔ آپ کے بائیں سمت حقائق آگاہ شاہ نور اشرف کھڑے تھے
اور اس غلام کا نام لے کر فرمایا کہ تم داہنی سمت کھڑے ہو جاؤ۔ اتنے میں حضرت
سرور کائنات ﷺ اس قبۂ نور سے تشریف لا کر محراب مسجد کے سامنے جلوس فرما
ہوئے۔ اس وقت لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو شرف قدم بوسی حاصل کر رہا تھا
راوی (خواب دیکھنے والا) کہتا ہے کہ میں نے بھی اپنا ہاتھ آپ کے قدم
مبارک سے مس کر کے چہرہ پر ملا اس وقت کی کیفیت کیا بیان کی جائے عجیب
ہی تھی اور جو بیان میں آ بھی نہیں سکتی۔ صبح کو حافظ عبد الرحمٰن اس مژدہ
جانفزا سننے سے ایسے از خود رفتہ ہوئے کہ حرکات مستانہ کرنے لگے اور جس
کسی کی بھی آپ پر نظر پڑتی تھی بیخود ہو جاتا تھا اور حضرت اقدس کے غایت
ذوق کا حال یہ تھا کہ چشمہائے مبارک سے اشک جاری تھے۔ اور بتاریخ
۲۶ رمضان وقت صبح ارشاد فرمایا کہ ایسا واضح ہوا ہے کہ شب آئندہ یعنی
ستائیسویں شب بین نصف لیل (آدھی رات) قبولیت دعا کا وقت ہے۔
آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اسی روز وقت عصر بھی یہی
بات زبان غیب ترجمان سے ارشاد فرمائی۔ پس وہ شب تسبیح و تہلیل میں گذری
جب نصف شب ہوئی تو آپ خلوت سے باہر آ کر مسجد میں بیٹھے اور تھوڑی
دیر بعد دست ہائے مبارک اٹھائے اور تمام وابستگان و منتسبین کے حق میں
خواہ وہ بالواسطہ ہوں یا بلا واسطہ نیز غائبین و حاضرین کے لیے بر آئے
مقاصد ظاہری و باطنی و مطالب صوری و معنوی دعا فرمائی۔ اور تمام حاضرین
جو اس وقت موجود تھے آمین کہتے جاتے تھے آپ بہت دیر تک اس امر
جلیل القدر میں مشغول رہے اور بعد فراغت ارشاد فرمایا کہ نفحات آلہیہ کے

حسب اوقات مختلف اطوار ہیں۔ ایک وقت کی مناسبت سے ایک لطیفہ کا
ظہور ہوتا ہے اور دوسرے وقت دوسرے لطیفہ کے موافق جو اس وقت تحریر
اس نقطہ کے ادراک کی مطابقت کے میسر نہیں آتا اور اس وقت نقطہ نظر
ظاہر کہ لطیفہ روحیہ سے مناسبت رکھتا ہے اس کے مخصوص آثار انس والفت
ہیں۔ اولاً اس نقطہ کی دوسری راہ سے جستجو کی گئی۔ آخرکار یہ معلوم ہو گیا کہ وہ
موافق روح ہے۔ پھر اس لطیفہ کے ساتھ اس کا ادراک واقع ہوا۔ اور دوبارہ
عام دعا فرمائی۔ بعض کے حق میں خاص طور پر اور فرداً فرداً نام لے کر اور مقصد
بیان کرکے دعا فرمائی اور خدام حاضرین اور اصحاب و متعلقین میں سے ہر شخص
اپنے اپنے مقاصد دلی عرض کرتا اور دعا و توجہ سے سرفرازی پاتا۔ پھر اس
خاکسار نے بھی اپنی اولاد و احباب کے حق میں ہمت و دعا کی بھیک مانگی اور
آپ کی قبولیت نے عزت افزائی بخشی۔ اور جناب ولی نعمت اور اصحاب اہل
قربت سے دونوں لڑکوں یعنی عبدالرحمٰن و عبدالرحیم فائق کے حق میں بشارتیں
پائیں۔ پھر حضرت اقدس نے بزبان کرامت ارشاد فرمایا کہ "فائق" میں ایک
چیز پائی جاتی ہے جو عنقریب ان شاء اللہ ظاہر ہوگی۔ اور عبدالرحمٰن کے بارہ
میں لطیفہ روحی کی برکت کی بشارت صادر ہوئی۔ اسی وقت خواجہ محمد امین
ولی الٰہی اپنے حق میں اور حضرت اقدس کی صحت و عافیت اور جملہ وابستگان دامن
و منتسبین کے حق میں ترقی درجات کے سلسلہ میں دعا کے طالب ہوئے آپ
نے دست مبارک اٹھا کر دعا مانگی۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ خواجہ کے لطیفۂ
روحی میں برکت لکھی ہوئی ہے اور قبولیت دعا بھی لطیفہ روحیہ کی برکات
کا ایک شعبہ ہے۔ ان شاء اللہ ان برکات کے آثار ظاہر ہوں گے۔ پھر ارشاد
فرمایا کہ افراد انسانیہ میں سے ہر لطائف میں سے ایک لطیفہ موجود ہے۔

لیکن بعض افراد میں ان میں سے پہلا لطیفہ غالب اور رنگین ہوتا ہے۔ اور بعض
میں لطیفہ اخریٰ۔ اور اس کی شناخت کی علامت یہ ہے کہ جب آثار لطیفہ اولیٰ
میں سے کوئی اثر کسی شخص میں ظاہر ہو تو اسے راحت تمام اور لذت مالا کلام
(ناقابل بیان) حاصل ہوتی ہے۔ اور آثار لطائف اخریٰ کے ظہور میں سے
یہ ہے کہ اس میں اس قدر آرام نہیں پاتا اگرچہ ان آثار سے اشرف و اعلیٰ
ہوتا ہے۔ القصہ بہت دیر تک یہ مجلس دعا جاری رہی۔ پھر خود بدولت نے بھی
بنفس نفیس اپنے احباب اور ان کے مطالب و مقاصد کو یاد کرکے دعا فرمائی
اور حاضرین کے دلوں میں کوئی مطلب ایسا باقی نہ رہا تھا جس کے لیے انھوں
نے دعا کی استدعا کی ہو اور آپ نے اسے قبول نہ فرما لیا ہو۔ اس وقت ایک
عجیب ہی کیفیت اور حالت طاری ہو گئی تھی اور حاضرین میں سے ہر ایک کو یہ
یقین ہو گیا تھا کہ ساری عمر میں ایسا وقت کبھی میسر نہ آیا تھا۔ اس دن ایسا
اتفاق ہوا کہ شام کو خواجہ محمد امین اور خواجہ ابوالخیر حضرت اقدس کی دوا
بنانے میں مصروف رہے اور اس میں بڑا ہی اہتمام کیا۔ وقت شب حضرت
اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اس سے قبل بھی کافی روز ہوئے ایک بار ہمارے
گھر میں ہمارے کھانے کی تیاری میں دیر لگی جس کی وجہ سے کھانا بہت
دیر میں میسر آیا۔ میاں نور اللہ اس کے بعد ہمارا کھانا تیار کرنے میں مصروف
ہو گئے جس کی وجہ سے انھوں نے نماز مغرب جماعت سے پہلے ادا کر لی اور
کھانا تیار کر لیا۔ ان کی اس خدمت کی وجہ سے ان کی نماز بارگاہ الٰہی میں
قبول ہو گئی۔ اسی طرح آج بھی ان دو عزیزوں (خواجہ محمد امین و خواجہ ابوالخیر)
کا عمل مقبول ہوا۔ پھر فرمایا کہ کبھی کوئی عمل قلیل ایسا صادر ہوتا ہے جس کی بظاہر
کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن درجہ اجابت و محل قبولیت پر وہ جا پہنچتا ہے۔

اور حقایق آگاہ شاہ نور اللہ کو اول عشرۂ اخیرہ سے ہی شب قدر کے اس تعین کا جس کا ذکر سورۂ قدر میں ہے یقین تھا اور اسی ستائیسویں شب رمضان میں انھیں اس کی امید تھی جب تہائی رات سے کم باقی رہ گئی تو شاہ موصوف نے کہا کہ وہ ساعت آ گئی اور حافظ عبد الرحمٰن کو ابتدائے شب میں القاء ہوا کہ لیلۃ نیاز (عاجزی و گریہ و زاری کی رات) ہے اور اس بات کا اثر اس وقت صاف ظاہر تھا اور حافظ مذکور ان اوقات میں بیشتر نماز میں مشغول رہتے۔ اور تضرع و ابتہال کی آیات کی تکرار کر رہے تھے اور اس وقت ایک حالتِ عظیم و کیفیت عجیب طاری تھی اور کہتے تھے کہ آیاتِ قرآنیہ کے دوران جو دعائیں کرتا ہوں وہ جملہ احباب کی زبانِ حال سے ہے اور ایسا معلوم محسوس ہو رہا ہے کہ وہ درجۂ قبولیت پر پہنچ گئی ہے والحمد للہ علیٰ ذلک۔ نیز حافظ صاحب موصوف نے بتایا کہ ایسا معلوم ہوا ہے کہ اس وقت کی برکات عرصہ تک قائم رہیں گی۔ اگرچہ وہ ساعت ختم ہو چکی ہے لیکن حضرت ولی نعمت کی دعاؤں کا اثر حاضرین مجلس کے قلوب میں اب بھی باقی ہے۔ اور انتیسویں شب کو ایک کیفیت نادر رونما ہوئی جس میں بجز شوق و وجد و انجذاب کسی دوسری شے کی گنجائش نہ تھی۔ اسی دوران اس مقام کے قریب کسی تقریب میں نغمہائے طیبہ (پاک و پاکیزہ نغمے) بلند ہو رہے تھے جو اس کیفیت میں مزید ہیجان کا باعث ہوئے۔ غرضیکہ پوری رات اسی رنگ میں گذر گئی۔ تہائی رات کے آخر وقت حضرتِ اقدس نہایت مسرور تھے اور شوق و ذوق میں از سر تا پا استلائے عظیم طاری تھا اور جوش و مستی ہر لحظہ بڑھتی رہتی تھی۔ اور اس کا اثر حاضرین مجلس پر بھی پڑ رہا تھا اتنے میں اس گانے والے نے حافظ شیرازی کا یہ شعر ؎

تا ز میخانہ و مے نام و نشاں خواہد بود　　سر ما خاکِ رہِ پیرِ مغاں خواہد بود

گانا شروع کیا۔ اس کی پر سوز و گداز آواز سے ہر شخص کا دل و جگر شق ہوا جا رہا تھا اور فدویوں میں سے ہر شخص یہ چاہ رہا تھا کہ اپنے کو پروانہ وار اس شمع الٰہی پر قربان کر دے اور ہر شخص کی اس وقت ایک جداگانہ مستی تھی۔

اور اس وقت کے اسرار و معارف جو اس مظہر اعظم سے نکل رہے تھے کیا بیان کیے جائیں کہ نہایت بلند و اعلیٰ تھے۔ سامعین کی فہم اس کے علو و ادراک سے عرش اعلیٰ پر نازاں تھی اور وجد بہ کے جوش و خروش کا یہ حال تھا کہ اس بحر متلاطم سے موجزن تھے جس سے حاضرین مجلس کے عقل و ہوش غرق بہ مستی ہو رہے تھے ؎

ازاں افیون کہ ساقی در مے افگند[1]　　حریفاں را نہ سر ماند و نہ دستار

پھر ارشاد فرمایا کہ اس چلہ میں ایک حال نے ایسا جکڑ لیا تھا کہ دوسرے حال کی گنجائش نہ تھی۔ اور اس وقت لطیفۂ "انا" کا تلون تجلی اعظم کے لون خاص میں ضم ہو گیا تھا۔ اور تمام قویٰ حتیٰ کہ قالب بھی اسی رنگ میں رنگ گیا تھا اور وہ رنگ تمام اجزا میں مکمل طور پر سرایت کر گیا تھا اور اس سے زائد اس کی حقیقت اس جگہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ اور اس خوش گوار وقت یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اپنے دوستوں کے حق میں ہماری یہ دعا ہے کہ یہ کیفیات ذوق و شوق ان میں ہمیشہ باقی رہیں۔ اور ان کے باطن تفرقہ کے حوادث سے الگ رہیں۔ (حادثاتِ زمانہ سے محفوظ رہیں) بعد ازاں تنہا کرامت بیا بلند فرما کر دعا مانگی۔ الغرض ان طاق راتوں کی ہر رات کا ایک جداگانہ رنگ تھا اور ایک نرالی کیفیت تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک رات کی کیفیت کو دوسری رات کی کیفیت سے کوئی آمیزش نہیں ہے۔ اور اس

---

[1] وہ شراب محبت جو ساقی نے شراب میں ڈالی۔ حریفوں کو سر و دستار کا خیال نہ رہا۔

اعتکاف میں بعض وجوہات کی بناء پر حقائق و معارف لکھنے کا اتفاق نہ ہو
پایا حالانکہ ابتداء سے ہی اس کا قصد کر لیا تھا اور سامان تحریر بھی مہیا
کر لیا تھا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تمام اوقات طہارت کے ساتھ گزرتے
ہیں اور طہارت کی نسبت و انوار ایسا احاطہ کر لیتے ہیں اور مستی بخشتے ہیں
کہ باوجود ارادہ کرنے کے ان کا تحریر میں لانا ممکن نہیں ہوتا۔ اور اثنائے
اعتکاف میں ایک شب یہ فرمایا کہ عالم میں انتشار جیسا معلوم ہو رہا ہے (یعنی
یہ محسوس ہو رہا ہے) کہ وبا پھیلنے والی ہے اور ایسا ہی واقع بھی ہوا کہ ایک
عالم کو بیماری نے آگھیرا اور بہتوں نے اس عالم سے کوچ کیا لیکن مخلصین و
معتقدین میں سے جس کسی نے حضرت اقدس سے اس مرض کے دفعیہ کے
لیے التجا کی اور اعانت چاہی وہ محفوظ رہا۔ اور حضرت اقدس کے ایک
مرید کو اس دوران اتنی سخت بیماری نے آگھیرا کہ زندگی کی کوئی امید
باقی نہ رہی۔ حضرت اقدس نے اس کی طرف توجہ خاص فرمائی اور ہمت
باطنی مبذول کی آخر آپ کی توجہ مبارک سے اس نے شفاء کلی پائی۔
انہیں ایام میں حافظ عبدالرحمٰن نے اس فقیر کاتب حروف کو یہ بشارت
دی کہ تجلی اعظم کے فیض نے جو رحمت شامل کی اقسام میں سے ہے اور جس نے
اس بندہ کاتب حروف کے آباء اجداد کو مرتبہ ولایت پر پہنچایا تھا، اب
اس خاکسار کاتب حروف کو اپنی گرفت میں لے کر محیط ہو گئی ہو اور اس تجلی
کے نزول نے جو حضرت کی وساطت سے ممتاز ہو کر نازل ہوا ہو اس فقیر
کا بیج اولاد احاطہ کر لیا ہو اور اس سر کی تجلی انشاء اللہ اولاد اور مستفیدین
کے حق میں ہوگی۔ اور یہ بھی کہا کہ ایک رات صبح کے قریب یہ خواب دیکھا
کہ مجھ کو حکم فرمارہے ہیں کہ بشارت خاں کے ہمراہ یا بشارت خاں کے سامنے

جن کو شاہان ماسبق نے بشارت دی ہو چلا جاؤں جس میں بے اختیار دوڑتا
ہوا جا رہا ہوں اور یہ نہیں جانتا کہ وہ کون شخص ہے۔ جب بیدار ہوا تو اس
کی تعبیر اسی بشارت سے لی اور تسکین حاصل ہوئی۔ پھر اس خاکسار نے
بھی تعبیر حضرت اقدس سے عرض کی آپ نے فرمایا کہ صحیح اور درست ہے
اور واقعہ کے مطابق۔ پس اس تصدیق کو وہ دوسری بشارت جانا
والحمد للہ علی نعمائہ والشکر علی آلائہ والصلوٰۃ والسلام علی افضل الانبیاء وآلہ

قصبہ رہتک میں (جو دارالخلافہ شاہجہان آباد سے دو منزل کی مسافت
پر بعقب جانب واقع ہے) ایک مسماۃ عرصہ دراز سے ایک سخت مرض میں
مبتلا تھیں اور تمام حکماء ان کے علاج سے عاجز آ چکے تھے۔ مریضہ مذکورہ
نے حضرت اقدس کا بذات خود بحالت بیداری مشاہدہ کیا کہ آپ نے
دست مبارک اٹھا کر ان کے حق میں دعائے صحت، عافیت، شفاء و تندرستی
کی۔ اور اس زمانہ میں حضرت اقدس شاہجہان آباد میں تشریف رکھتے
تھے۔ اسی دن سے ان کو صحت ہونا شروع ہو گئی اور آپ کے لطف خداوند
کی شکر گزار ہوئیں۔ الحمد للہ علی فضلہ

حضرت اقدس نے ایک رات بزبان معارف ارشاد فرمایا کہ نفس کلیہ
کے جتنے کمالات ہیں وہ سب نفس جزئیہ میں نزول کرتے ہیں۔ بعض
نفوس میں بالاجمال ہوتے ہیں اور بعض میں اُس نفس کلیہ کی وسعت
بھی پائی جاتی ہے۔ پس جس نے خارج میں وجود پایا ہے سب کو نفس
اپنے میں پاتا ہے۔ ان میں سے کم تر یہ ہے کہ بعض موجودات کے وجود کے
کے ساتھ جو اس میں بعضے موجود ہیں اس نفس کو مسرت و سرور حاصل ہو
ہو گویا وہ موجود اس کا کمال ہے۔ پھر بطور تمہید یہ ارشاد فرمایا کہ ایک قوت

صنعتِ تعمیر کی طرف نظر پڑی اور اس فن کے بے شمار اور لاتعداد نکات
جو زمانہ میں ہوئے ظاہر ہوئے۔ کسی میں اتنی مقدرت نہیں کہ اس کا
احاطہ کر سکے اس کے بعد اس فن کے وجود سے ایک مسرت اور خوشی اس
حیثیت سے پیدا ہوگئی کہ یہ چیز (صنعت) قوت سے فعل میں آگئی۔ اور مستعد
وجود نے ظہور اور تحقق خارجی کی صورت اختیار کرلی اور اس خیال نے
طبیعت کو ایسا مغلوب کر دیا جس سے طبیعت کو لامتناہی ذوق حاصل ہوا
اور یہ بات معلوم ہوئی کہ جو کچھ طویل عرصہ میں فن تعمیر کی باریکیوں کو جو
میرے سامنے منتقل ہو کر آئیں میں نے حاصل کیا اگر اس میں سے ایک
ذرہ برابر بھی کسی اہل فن کو بتا دوں تو وہ اس پر تعمیری کام کر سکتا ہے
[illegible]ھ میں حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم نے چلۂ اعتکاف
فرمایا اور یہ بندہ کاتب حروف عرفان پناہ شاہ نور اللہ بھی بغیر کسی زاد راہ
کے محض حضرت کے فضل بے علت اور جاذبۂ عنایت کے کھینچے اپنے وطن
سے اس چلۂ کرامت آگیں سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے خدمتِ
اقدس میں حاضر ہوگئے۔ اور خواجہ محمد امین ولی اللٰہی خود شب و روز اس
چلہ کشی کے مخصوص ملازمین میں سے تھے۔ انہیں ایام میں ایک دن حضرتِ
اقدس نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت میں چلہ گاہ میں داخل ہوا تو ایک
حالت عجیبہ طاری ہوئی۔ اپنی حقیقت کو دریافت کیا تو پتہ چلا کہ تجلی اعظم
میں پوری نسبت رکھتی ہے وہ اضمحلال تام رکھتی ہے اور اس حقیقت کی ہر نسبت
اور ہر کمال کے مقابل ایک صورت اور ایک مثال جداگانہ اور الگ کی اور یہ کہ
ان صور و اشباح کی باعتبار اس نسبت و کمالات کے بحسب اوقات تکمیل و زوال
اس حال کے عکس کے ساتھ متغیر ہوتی ہے اور اس حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا

ہے وہ اسی طرح اپنے اضمحلال و استغراق پر رہی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ عبادات کے
اذکار اور اوراد کے فیوض اور اسماء کے برکات اپنی جگہ خود علاحدہ کمال ہیں
جو کمالات نفسیہ سے ماوراء ہیں اور ایک رات زبان حقائق سے ارشاد فرمایا کہ
آدمی کو اس وقت تک کامل نہ کہیں گے جب تک اس میں تین چیزیں موجود
نہ ہوں۔ اول یہ کہ وہ صدیق البخت ہو اس کی قسمت میں لوگوں پر حکمرانی اور
ریاستِ مردم و تسخیر و تدبیر نظام و اصلاح معاد و معاش عالم سپرد ہو لیے
کہا جا سکے گویا وہ صورت مدینہ اس کا ظل نفس ہے دوم یہ کہ تجلی اعظم سے
احوال و مقامات آلیہ اس کے نفس پر وارد و فائض ہوں۔ سوم یہ کہ اس نظام
کے ساتھ کہ عند اللہ اور ملاء اعلیٰ میں انعقاد پائے ہوئے ہے اس کے لطائف
کامنہ کو اطمینان و برودت بخشیں یعنی لطائف کامنہ کی راہ سے لطیفہ
عقلیہ میں اس نظام کا علم مترشح ہو اور اس سے اس کو برودت (ٹھنڈک)
حاصل ہو۔ اور یہ برودت کا حصول لطائف کامنہ کی خصوصیت ہے۔ حتیٰ کہ
کسی کو اگر لطائف بارزہ کے موافق مقام وہبیت حاصل ہو جائے اور اس
کے لطائف کامنہ آگاہ نہ ہوں تو قلق باقی رہے گا اور برودت و طمانیت ظاہر
نہ ہوگی۔ پس ایسا کامل اگر من عند اللہ مبعوث بھی ہو جائے اور دعوت
پر مامور ہو جائے تو وہ نبی ہوگا ورنہ صرف کامل۔ اور کوئی کامل اس عالم سے
نہیں جاتا مگر یہ کہ اس کی کوئی نشانی جیسے طریقہ یا مذہب یا کوئی دوسری
شے باقی رہ جاتی ہے اور درحقیقت اس کا محل بقا نفس کلیہ کے مواطن
میں سے ایک موطن ہوتا ہے جو ان معانی کے مطابق تمام صور موجودات
کو قبول کرتا ہے پھر اس موطن سے اثر مذکور اس عالم میں ہمیشہ ظہور کرتا ہے
الیٰ ماشاء اللہ اور دوسرے وقت یہ ارشاد فرمایا کہ کامل کا نفس ناطقہ جب

ملاء اعلیٰ کے نور قبول و محبوبیت سے متنور ہوتا ہو تو اس نور کو عالم میں چھپا دیتا ہو اور اسی کو بسط کہتے ہیں اور بعض اشخاص اسی رنگ میں رنگے جاتے ہیں اسی وجہ سے رنگ قبولیت اور ملاء اعلیٰ کی محبوبیت حاصل کرتے ہیں اور یہ رنگ نور سفید زردی مائل ہوتا ہو یعنی وہ نور جب عالم مثال میں متمثل ہوتا ہو تو اسی رنگ میں مصور ہوتا ہو اور نور یادداشت کا رنگ اپنی اصل میں سفید محض ہو۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر کامل کے نفس پر تجلی اعظم کا رنگ پورے طور پر غالب آجائے اور نفس مذکور اس رنگ کو اس عالم میں چھپا دے کیا عجب کہ گناہوں کی مغفرت کا سبب ہو جائے۔ اور ایک دن ارشاد فرمایا کہ ایک بار ارواح اکابر سلاسل قدس اللہ اسرارہم ظاہر ہوئیں اور فرمایا کہ تو اس عالم میں ہمارا نمونہ ہو بس فتوح و نذور ہماری طرف سے تجھے رہو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ایک وقت یہ ظاہر ہوا کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر جو سر عظیم نازل ہوا تھا وہ ہر صدی میں ایک شخص میں ودیعت ہوا اور پھر اسی طرح شخصاً بعد شخص منتقل ہو کر اب اس مقام پر قرار پکڑا ہو اور یہ فرما کر خود بدولت نے بنفس نفیس اپنی ذات کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس حدیث شریف سے اس بات کی تاویل نکلتی ہو کہ ان اللہ اصطفیٰ من ذریۃ ابراھیم علیہ السلام اسمٰعیل علیہ السلام و اصطفیٰ من ذریۃ اسمٰعیل بنی کنانۃ و اصطفیٰ من بنی کنانۃ قریشا و اصطفیٰ من قریش بنی ھاشم و اصطفانی من بنی ہاشم فانا خیرھم نفسا و خیرھم ابا و ..

لہ اس کی شرح آیندہ صفحات میں ملاحظہ ہو

لہ حضرت ... [illegible]

معلوم ہوا کہ اس جگہ اصطفائے خاص کا مطلب حقیقت مصطفویہ کا سر تھا جو اس راہ سے منقلب و منتقل ہوا۔ اور اس حدیث شریف میں جو یہ شبہ پیدا ہو گیا تھا کہ راہگذر سے مطلب اصطفا جانب ذریت اسمٰعیل کس طرح متحقق ہو۔ حالانکہ ہر صدی میں انبیا حضرت اسحٰق کی ذریت میں پیدا ہوتے ہیں وہ ساقط ہو گیا (یعنی رسول اللہ صلعم کی بعثت ذریت اسحاق سے منتقل ہو کر ذریت اسمٰعیل میں آگئی)

اور انھیں متبرک ایام میں ایک دن اس غلام کاتب حروف نے آپ کی خدمت میں بعض ان اشخاص کے بارہ میں سوال کیا جو ایک معرفت و نسبت خدا کے ساتھ رکھتے ہیں پھر ایک وقت ایسا آتا ہو کہ اس حال و کیفیت میں سستی غفلت ظاہر ہوتی ہو پھر اچانک اس نسبت سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور وہ قبض و بسط میں تبدیل ہو جاتا ہو پھر اس کے بعد کوئی غلطی یا جرم ان سے سرزد ہوتا ہو تو یہی ماجرا ظاہر ہوتا ہو اور اس حال کی تکرار سے ان کا دل اس نسبت کے ظہور کو مقدمات ظہور سے غلط سمجھتا ہو اور بسط کا ظہور ہوتے ہی خطا سرزد ہونے کا یقین ظاہر ہوتا ہو اور اسی کے مطابق واقع ہوتا ہو اس میں کیا راز ہو؟ اور یہ خیر مقدمہ شر کس طرح ہو گا؟ ارشاد فرمایا کہ کبھی نفس شہوی جب اپنی شورش پر آیا ہو تو اولاً روح سے وہ انبساط مقدس جو اس کو معرفت کی وجہ سے حاصل ہے استراق کرتا ہو اور اس انبساط مسترق سے بالیدگی پا کر اپنی جگہ پر آ جاتا ہو۔ پس درحقیقت انبساط روحی جرم و گناہ کا مقدمہ یعنی ارتکاب کا پیش خیمہ ہوتا ہے لیکن وقوع پذیر نہیں ہوتا بلکہ وہ انبساط مسترق نفسی ہو جو غلطیوں کے ارتکاب کا مقدمہ ہوتا ہو۔ اور انھیں شبہائے فیوضات میں ایک شب آپ نے آیہ کریمہ

لہ اچک لینا۔

ویحمل عرش ربک فوقہم یومئذ ثمانیۃ کی تاویل کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ عرش سے مراد عرش تکوین ہے یعنی وہ حقیقت جو صفت تکوین کی مصدر و مظہر ہے اور اس کے حامل حقایق اربعہ یعنی انسان و بہائم و سباع و طیور ہیں جو حدیث نبوی میں بحسب تمثیل عالم مثال میں ایک طرح وارد ہے، وعقول سے تعبیر ہوتے ہیں پس آیت کی تاویل یہ ہے کہ جب نفس کلیہ سے افراد نے ظہور کیا تو اس کو اس سے سرور و انشراح پیدا ہوا اور اس انشراح نے اس کثرت ظہور کے مطابق اتمام و اکمال قبول کیا اور جب یہ کثرت بہ سبب قرب انقضائے دور دوراں عالم سے مرتفع ہو گئی تو نفس کلیہ کے انشراح سے جو منصۂ تکوین ہے ان حقایق نوعیہ کو جو حاملان عرش ہیں ایک ایسی ہیئت حاصل ہوئی جس کی تعبیر تضاعف دو چنداں سے کی جاتی ہے۔ دوسری شب ارشاد فرمایا کہ تمام موجودات کا صدور و ظہور براہ تجلی اعظم نقطۂ ذاتیہ سے واقع ہوا ہے اسی وجہ سے تمام موجودات کی توجہ و متابعت اور احتیاج در اصل تجلی اعظم کی طرف فطری طور پر ودیعت ہے اور تکلیف دعوا فقدہ کے بھید کا یہی مطلب ہے۔ مثلاً کسی درخت کی تمام شاخوں اور پتوں و پھلوں پھولوں نے ایک ہی قوت فیاضیہ کی راہ سے ظہور پایا ہے پس ان تمام اشیا کی فطرت میں احتیاج و تعلق اسی قوت کی جانب ہے چنانچہ اگر علم و عقل پاتے ہیں تو اس کی تعریف و توصیف میں زبان کھولتے ہیں اور اس کے شکر گزار ہوتے ہیں اور اگر اس کے حق میں اشتراک یا تشبیہ کے قائل ہوتے ہیں تو عذاب و عقاب کے مستحق ہوتے ہیں اسی طرح تمام موجودات بمنزلہ درخت کے ہیں اس لیے کہ تمام افراد کا افادہ تجلی اعظم کی راہ سے ہے چونکہ

ل صورتۂ انعکاس کو تجلی اعظم کہتے ہیں اور یہ انعکاس شخص اکبر کے لطیفہ ترین نقطہ (حجر بحت) پر ہوتا ہے تجلی اعظم منبع تجلیات ہے سے ساری تجلیاں اسی سے صادر ہوتی ہیں۔
ع پیدا کرا۔ [illegible]
(باقی [illegible])

نوع انسانی میں افاضۂ وجود کے ہمراہ افاضۂ علم و اختیار و ارادہ و دیگر صفات کمال بھی رکھے ہیں اسی وجہ سے اشتراک و تشبیہ سے مستحق عذاب و عقاب ہوئے اور رمضان کے عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں سے پہلی رات نصف شب کے قریب اس خاکسار سے ارشاد فرمایا کہ اس رات ظہور برکات معلوم ہو رہا ہے اور واقعی اس رات بعض اقسام نور اور طاعات میں انس و نشاط بہت زیادہ ظاہر ہوئے اور طاق راتوں کی دوسری رات نصف اخیر کے ابتدائی وقت حضرت اقدس اٹھے اور وضو فرمایا اسی دوران زبان غیب سے ارشاد فرمایا کہ اس رات کا امتیاز ظہور حکمت سے معلوم ہو رہا ہے نہ بظہور انوار بخلاف اول طاق رات کے کہ اس میں ظہور انوار اور تجلی اعظم کی طرف توجہ تھی۔ پس بہت دیر مراقب بیٹھ کر سر مبارک اٹھایا اور زبان کرامت ترجمان سے فرمایا کہ آج کی کئی خصوصیات ہیں اور یہ شب ذات صرف کے نقطۂ وحدانیت کی طرف مخصوص بہ میل ہے جو خاص طور پر وجوب و امکان کی جامع ہے اور وہ حقیقت نقطۂ سیاہ کے ساتھ عالم مثال میں متمثل ہوتی ہے اور اس کا میل تجلی اعظم کی طرف نہیں ہوتا پس وہ داعیہ (خواہش) اور میل مذکور اسی نقطے سے منشرح و منفسر (ظاہر) ہوتا ہے اور تمام حقایق کا اضمحلال (نیستی) اس میں ظاہر ہوتا ہے پھر شاہ نور اللہ اور اس بندہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم لوگ اس وقت کیا محسوس کر رہے ہو۔ انھوں نے عرض کیا کہ اسی طرح کے

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ) حجر بحت تجلی اعظم کے لیے آئینہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں تجلی اعظم کو حقیقت محمدی کہتے ہیں اور حقیقت محمدی کا وہ عکس جو ہر انسان کے قلب میں پایا جاتا ہے حجر بحت کہلاتا ہے ہو یہی نقطہ اپنے انبساط میں عرش اعظم ہے اور عالم مثال میں تمام قوتوں کا مرکز ہے [illegible] اور

معنی وہ پہری کو مجھ پر ظاہر ہو گئے تھے اور حافظ عبد الغنی نے بھی عصر کے وقت اسی قسم کی بات بتائی۔ پھر حضرت اقدس نے صبح تک مراقبہ فرمایا اور عیسویں شب کے برکات کا حال بیان فرمایا جس کی خصوصیات ظہور ملکوت و توجہ ارواح ہیں۔ اور اس وقت تمام منتسبین آستانہ فیض آشیانہ میزبان کی اولاد کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ الحمد للہ علی ذلک۔

اور چوتھی وتر شب میں نصف شب کے قریب ارشاد فرمایا کہ اس شب میں بھی ایک امتیاز ہے جو تجلی اعظم سے توجہ و ربط کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے اور اس کو احیا (شب بیداری) فرمایا۔ اور خود بدولت اعتکاف میں اور تمام مجاورین آستانہ اس کے آس پاس تھے۔ جب وہ تہائی رات گذر گئی تو خلوت سے مسجد میں تشریف لائے اور معتکفین آستانہ سے ارشاد فرمایا کہ یہ شب وھو القاھر فوق عبادہٖ کے شہود کے ساتھ ایک خصوصیت رکھتی ہے کہ انوار ملکوت کے ظہور کے ساتھ اور قہر سے مطلب یہ ہے کہ موجودات میں سے ہر موجود جو مبارک ساعت میں پیدا ہوا ہے یقیناً فنا ہے جو بوجہ اپنے اس حدود کے جو ایسے جہان سے متعلق ہے جو بہت سی شاخیں رکھتا ہے اور اسی وجہ سے حفظ حقیقت اور اس کا وجود متعارض ہوتا ہے۔ اور جہت مذکورہ سے مراد اس کا حفظ ہے اور وہی قہر ہے جو ویرسل علیکم حفظۃ[1] کی تمثیل ہے۔ پھر اس خاکسار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم بھی اس سلسلہ میں کچھ ادراک کرتے ہو؟ بندہ نے عرض کیا کہ اتباع کے علاوہ مجھے اور کچھ معلوم نہیں ہے فرمایا کہ یہ اتفاقاً اسی شہود کا ظل ہے جس کی دو صورتیں ہیں ایک ظہور عظمت دوسرا ظہور انقیاد۔ اور ارشاد فرمایا کہ فیہا یفرق کل امر حکیم[2] اس کا مطلب ہمارے نزدیک اسی قسم شب کی

[2] اسی میں جدا ہوتا ہے ہر کام جانچا ہوا

[1] اور وہ بھیجتا ہے تم پر نگہبان

طرف اشارہ ہے جو پورے سال میں ایک مقررہ وقت پر ہوتی ہے چنانچہ تنزل الملائکۃ والروح میں اسی شب کا بیان ہے جو ظہور انوار اور ظہور ملکوت سے ممتاز ہوتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ دونوں یکجا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ سرور کائنات کے زمانہ میں اسی شب میں قرآن پاک نازل ہوا۔ اور ارشاد فرمایا کہ ہر دورۂ فلکی از قسم حفظ تقاضا کرتا ہے اور مکمل تشخیص کرتا ہے یعنی وہ حفظ جس کو قہر بھی کہتے ہیں افراد کی صورت میں اسی طرح ظہور کرتا ہے یہاں تک کہ وہ دورہ ختم ہو جاتا ہے اور جب وہ دوسرا دورہ گردش کرتا ہے اور دوسری نوع کا تقاضا کرتا ہے تو وہ حفظ افراد کی صورت میں اسی طرح جلوہ گر ہوتا ہے پھر اس بندہ نے عرض کیا کہ کیا اس رات کو لیلۃ القدر کہہ سکتے ہیں اور فیہا یفرق کل امر حکیم میں تو اسی کا بیان ہے فرمایا کہ ہاں کہہ سکتے ہیں لیکن دوسری بات اچھی طرح واضح نہیں ہے کہ خالص ہے یا کچھ آمیزش رکھتی ہے اور صبح کے قریب دست ہائے کرامت بپا اٹھائے اور تمام منتسبین کے حق میں دنیاوی و اخروی دعائے خیر فرمائی۔ اور حاضرین میں سے ہر ایک کے خاص مقاصد کے لیے دعائے خیر فرمائیں۔ اور انتیسویں شب کو بھی بیدار رہے اور آخر شب ارشاد فرمایا کہ اس رات مناجات کی حلاوت زیادہ معلوم نہیں ہوتی۔ اور دوسرے معتکفین آستانہ نے بھی ایک قسم کے سکوت و راحت کا ادراک کیا۔ اور خواجہ محمد امین نے بیان کیا کہ بعد وتر آخر شب میں رو بقبلہ بیٹھا ہوا تھا کہ میرے کانوں میں ایک آواز آئی کہ نجات کے لوگ کوئی محنت نہیں کرتے۔ اسی اثنا میں حضرت اقدس نے فرمایا کہ غفلت والوں کے قلوب شرمت آفتاب پر ہیں۔ والحمد للہ علی ذلک کلہ

جب حقائق آگاہ شاہ نور اللہ کے گھر میں فرزند تولد ہوا تو فقیر کاتب حروف نے ان سے پوچھا کہ مولود مسعود کا کیا نام رکھا۔ کہنے لگے کہ نام کے لیے حضرت اقدس

تمھارے ناناؒ نے ہم سے یہ کہا کہ تم کو مخاطب کر کے حقایق و معارف بیان کیے جائیں
کہ ان کے سوال و جواب سے ان کو نہایت مسرت و خوشی ہوتی ہے اور بندہ کاتب
حروف کو یہ بھی یاد ہے کہ جب حضرت شیخ بزرگ و شاہ عبد الرحیمؒ حضرت اقدس
کے نانا کی وفات کے بعد بسلسلۂ فاتحہ و تسلی ماتم زدگان پھلت تشریف لائے تو سب
پہلے ان کے مقبرہ میں گئے اور یہ شعر پڑھا ؎

۱؎ اے گل بے خار ما در خاک پنہاں گشتۂ دیگراں را سوختی خود در جہاں آسودۂ

اس وقت حاضرین پر عجب وجد بکا غالب تھا۔ آپ نے اس وقت سب کو ذکر
جہر کا حکم فرمایا اور خود بدولت مراقب بیٹھے اور بعد فراغت زبان کرامت ترجمان سے
فرمایا کہ اس وقت ان کی روح ظاہر ہوئی اور کہا کہ میرے غایت شوق کا حال یہ تھا
کہ قبر سے بدن کے ساتھ نکل کر استقبال کرنا چاہتی تھی اور یہ قدرت و طاقت اللہ
نے مجھ کو عطا فرمائی ہے لیکن چونکہ یہ امر اس کی مصلحت نہیں ہے اس لیے میں نے اس کو
اختیار نہیں کیا۔ واللہ اعلم

ایک بار حضرت اقدس اپنے چھوٹے ماموں صاحب کے فاتحہ کے موقعہ پر
پھلت تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب واپسی کا قصد فرمایا تو اثنائے راہ میں یہ
ارشاد فرمایا کہ جو لوگ بعض اولیاء اللہ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ فلاں جگہ فلاں
صاحب ولایت ہے اور فلاں جگہ فلاں صاحب ولایت ہے تو اس صاحب مقام کی شرط یہ ہے کہ فنا و بقا و حصول نسبت کے بعد
اس کی ہمت قوم کے لیے ایسی قوی ہو کہ نزول برکات و دفع بلیات میں
وہ تاثیر عظیم رکھتا ہو اور دوسرے یہ کہ اس کی ہمت بحیثیت تسخیر و وجد اس
دیار والوں کے لیے عالم مثال میں متشکل ہو۔ اور اس کی منجملہ نشانیوں میں سے
ایک یہ ہے کہ اس کا مستغرق منزول ہوتا ہے اور اس کا نام منصور اور ...

۱؎ اے ہمارے بے خار پھول تو تو خاک میں پوشیدہ ہو گیا ہے تو نے دوسروں کو جلا دیا اور خود دنیا میں آسودہ ہے
فراق میں پھونک دیا۔

باتیں اس وقت اس ملک میں بحمد اللہ میرے بڑے ماموں صاحب شیخ عبید اللہ
مد ظلہ کی ذات گرامی صفات میں موجود ہیں۔

ماہ شعبان ۱۱۵۵ھ میں حضرت اقدس پھلت سے شاہجہان آباد تشریف لے
گئے اور یہ غلام بھی آپ کے ہم رکاب تھا۔ اور ماہ مذکور کے عشرۂ اخیرہ میں چلہ کشی
کا قصد فرمایا۔ چلہ کی پہلی رات ارشاد فرمایا کہ ایک خواہش دل میں کروٹ لے رہی ہے
اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے تحقق کی کیفیت جو سینے میں پا رہا ہوں تحریر
میں لائی جائے۔ چنانچہ اس کو تحریر فرما کر تفہیمات الٰہیہ میں منسلک فرمایا اور ماہ مذکور
کی ستائیسویں تاریخ جب کہ حلقۂ مراقبہ تھا خواجہ محمد امین نے واقعہ میں دیکھا
کہ شاہ نور اللہ کے پاس ایک شیشہ ہے اور حضرت اقدس کے سینۂ مبارک سے
ایک باریک ڈوری مثل دھاگے کے اس شیشہ میں پیوست ہے۔ اور ماہ مذکور
کی اٹھائیسویں شب شاہ نور اللہ نے واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
حضرت اقدس کی صورت میں مشاہدہ کیا۔ اسی واقعہ میں انھوں نے کہا کہ اس
میں کیا راز ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حضرت اقدس کی صورت میں
دیکھ رہا ہوں۔ اسی دوران کسی نے ان سے کہا کہ یہ صورت تیری اس آرزو کا جواب ہے
جو تو کرتا ہے اور بات دراصل یہ تھی کہ ان کو ان کے دل میں یہ خواہش ہوئی تھی کہ کیا
حلقہ میں درود شریف کی کثرت کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ اسی کی برکت سے آنحضرتؐ
کی خواب میں زیارت ہو جائے۔ پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت
اقدس کو روزانہ دیکھا جا سکتا ہے تو پھر اس آرزو سے کیا فائدہ۔ کیونکہ حضرت اقدس کا
دیکھنا عین آنحضرتؐ کا دیکھنا ہے۔

انھیں راتوں میں ایک دن شاہ موصوف نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک مجلس
قائم ہے اور اس میں آم لائے گئے ہیں۔ ایک شخص نے ان کو تقسیم کرنا شروع کیا اور اس

طرح تقسیم کرے کہ سب کو کافی نہ ہوئے، کچھ کو ملے اور کچھ محروم رہے۔ حضرت اقدس نے
یہ دیکھ کر فرمایا کہ تم نے قاعدہ سے تقسیم نہیں کی۔ آخر آنحضرتؐ کا معجزہ ہم ہی پر کیوں
ظاہر ہوگی۔ جتنے آم ہیں سب کو اکٹھا کر کے ہمارے پاس لاؤ ہم خود تقسیم کریں گے تاکہ
وہ معجزہ ہم میں ہو۔ پھر وہ سب یکجا کر کے آپ کے پاس لائے گئے۔ آپ نے بغیر
مقدار بھر جتنا اس شخص نے تقسیم کیا تھا تقسیم فرمانا شروع کیا یہاں تک کہ تمام اہل
مجلس کو حصہ پہنچ گیا اور کچھ باقی بھی رہ گیا۔ بعد ازاں کھانا لایا گیا اور اسی پہلے شخص نے
اسی طرز پر تقسیم کیا کہ کچھ کو ملا اور کچھ کو نہ ملا۔ حضرت اقدس نے پھر وہی بات کی
اور اس کو جمع فرما کر بذاتِ خود تمام لوگوں میں اس طرح تقسیم کیا کہ سب کو پہنچ گیا
اور پھر بھی باقی رہ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ معجزہ آنحضرتؐ سے متعدد بار ظاہر
ہوا ہے اور یہی مجھ میں دیکھا جو موجود ہے اور یہی وہ تمام برکات و کرامات ہیں جو
حضرت اقدس کے فیضِ صحبت و توجہ سے ظاہر ہوئیں۔

انھیں راتوں میں ایک رات شاہ مذکور نے خواب دیکھا کہ خواجہ بزرگ
حضرت خواجہ محمد باقی باللہ و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی و حضرت شیخ
نظام الدین اولیاء قدس اللہ اسرارہم ہر سہ بزرگ یکجا جمع ہیں اور دعوتِ طعام
کی مجلس ہے اور یہ داعی اور بابا عثمان جو کشمیر کے بزرگ زادگان میں سے ہیں اور
ایک دوسرے شخص اہلِ کشمیر کے وہ بھی اس دعوت میں شریک ہیں۔ صبح کو شاہ
معز اللہ نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ ان تینوں بزرگوں کی نسبت
میں کوئی فرق بھی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں خواجہ محمد باقی کی نسبت یہ ہے کہ ان کو
نقطۂ ذات کی طرف وصول لطیفۂ اخفیٰ اور لطیفۂ روح کی راہ سے ہے اور حضرت
خواجہ قطب الدین کا وصول لطیفۂ روح سے ہے اور کمال انس رکھتے ہیں اور حضرت
سلطان المشائخ کے لطیفۂ روح میں تجلی اعظم کی طرف سے خاص طور پر عالم کی تسخیر کا نو

پایا جاتا ہے پھر شاہ نور اللہ نے عرض کیا کہ تجرد کے لحاظ سے ان بزرگوں میں سے
کس کی نسبت زیادہ قریب ہے؟ فرمایا کہ خواجہ بزرگ اور خواجہ قطب الدین کی نسبت
میں یہ بات بہت زائد معلوم ہوتی ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں نے بھی ایسا ہی
ادراک کیا کہ دونوں خواجگان کی نسبت میں تجرد تمام ہے بلکہ حضرت خواجہ
بزرگ کی نسبت میں اس عالم سے کچھ جڑنا بھی سمجھ میں آتا ہے اور حضرت
سلطان المشائخ قدس سرہ کی نسبت میں گویا یہ تمام عالم گھرا ہوا ہے اور ہم کو دونوں
خواجگوں کی نسبت کے ساتھ ایک انجذاب ہوا بلکہ انھوں نے مجھ کو اپنی طرف
کھینچ لیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اور اسی اعتکافِ رجب میں ایک روز جب یہ خاکسار مابین مغرب و عشاء حضرت
خاص میں باریاب ہوا اور شرفِ حضوری سے مشرف ہوا۔ آپ نے اسرارِ عظیمہ سے
نوازش فرمائی اور اس نوازش میں تمام فدویوں میں اس حقیر غلام کو ممتاز فرمایا
چنانچہ ۵ ماہ رمضان المبارک مابین مغرب و عشاء اپنے مقام خاص سے مطلع فرما کر ممتاز
فرمایا واللہ کی اس نعمت کا تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ واما بنعمۃ ربک فحدث۔ اور
زبانِ حقایق بیان سے ارشاد فرمایا کہ بعض افراد میں کوئی فرد شانِ ساختہ قائم مقام
جو ذاتِ عجیبہ سے مرتفع ہوتا ہے اور پھر شان آتی ہے جس سے مطلب اس کا
اقتضائے ذاتی ہے تمام اجناس و انواعِ عالم کو جو مرتبۂ ثبوت میں ہے اور اس کی
ذاتِ صرف کے ساتھ ہے خالی ہوتا ہے اور اسی شان کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے
یعنی بذاتہ وہی شان اور اقتضا ہو جاتا ہے جس کا قیام ذاتِ بحت کے ساتھ
ہے اور تمام شانات متنازلہ اس طرح معطل ہو جاتے ہیں کہ کسی ایک کا بھی اس

۱؎ مرتبے کے بعد جو ذات کی عطا ہوتی ہے۔
۲؎ یہ چیز ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی اور یہ اسی مقام وجود کے نگینہ کا نقش ہوں۔

میں دخل نہیں رہتا ہیں وہ شخص اس معنی کے ساتھ ابدی ہو جاتا ہے
و اسم آخر اسم اول ہو جاتا ہے یعنی مقام قلندری پر فائز ہو جاتا ہو، پھر
اس کی مثال یہ بیان فرمائی کہ اگر کسی انگوٹھی کے نگینہ پر نقش کندہ کریں
تو اس نقش کا قیام نگینہ پر ہو اگرچہ بسبب صلاحیت وہ کثیر نقش پیدا کرنے کی
استعداد رکھتا ہے اور یہ کثرت اختیار کرنے کی وجہ سے اسمیں کوئی خلل نہیں
پڑتا۔ اور آج یہ چیز بہ تحقیق واضح ہو گئی اور یہ ایسی چیز ہے جو اسلاف میں سے
بھی چند میں شاذ ہوتی ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک [illegible] درون خود شناس گاہ بگاہ [illegible]

نیز ارشاد فرمایا کہ تجلی اعظم کے بروز میں جس نے افلاک کے احجار مجید
کی مناسبت سے ظہور فرمایا ہو در اصل وجود تعالیٰ کے بیان کے لیے ایک آرزو جوش
مارتی ہو اور یہ قدم سے تعبیر کیا جاتا ہے

اور ایک وقت زبان حقیقت سے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی قوم نسبت مقربین
کے ساتھ انبیاء و اولیاء سے محبت و اعتقاد اس حد تک پہنچا دے کہ ان کو فرط
محبت میں معبودیت کے درجہ پر رکھیں یا اس ولی میں رسالت کے خواص کا
اعتقاد رکھے تو غیرت الٰہی جوش مارتی ہو اور ان کو مٹانے اور باطل کرنے
کی طرف متوجہ ہوتی ہو۔ اگرچہ اس مقرب کو اس بارہ میں کوئی تشویش محسوس

ملہ یعنی وہ نقش کسی چیز پر کندہ کریں خواہ انگوٹھی کے نگینہ پر ہو یا دیگر صورتوں میں
ملہ بروز کے معنی لغت میں ظاہر ہونے کے ہیں اور اصطلاح میں اس سے مراد ہو کسی
صورت میں ظاہر ہونا اس طرح پر کہ اپنی حالت اصلی میں کوئی تغیر و نقصان نہ واقع ہو
اور یہ حق۔ انبیاء و اولیاء کاملین کے ساتھ مخصوص ہے
ملہ قدم اس نعمت کو کہتے ہیں جس کا ازل میں حق تعالیٰ نے بندہ کے لیے حکم کیا تھا
اور حق کی اس آخری امر [illegible]

نہیں ہوتی اور نہ اس کے درجہ و مقام میں کوئی خلل پیدا ہوتا ہو لیکن لوگوں کے
ان عقائد باطلہ کی صورت ایک ہیئت پیدا کرتی ہو اور جب وہ اس کیفیت
میں غرق ہو جاتے ہیں تو غیرت الٰہی ان کو محو کر دیتی ہو جیسا کہ نصاریٰ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں اعتقاد رکھتے ہیں اور اصحاب تفضیل کے حق میں
جنھوں نے محبت (مفرط) کو عبادت کے درجہ پر پہنچا دیا ہے اور معتقد کو بمنزلہ
رسول اکرم سمجھتے ہیں تو غیرت الٰہی نے جوش مارا ہے اور ان کی تحقیق ملکوت
میں متحقق ہو گئی ہو (لیکن) اللہ جانے کہ ناسوت میں کب ظہور ہو گا اور ایسا
ہی ہو کہ قضا پہلے ملکوت میں منعقد ہوتی ہو اور پھر ایک مدت بعد ناسوت
میں بروز (ظہور) کرتی ہے۔

اور اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ ایک مرتبہ مفسرین کو واذ تاذن ربک
کی تفسیر میں تردد و اضطراب واقع ہوا اس لیے کہ لغت میں اعلام تاذن
کے معنی مشورہ فی القلب کے ہیں اور دل میں کسی چیز کا قبل از اظہار مقرر کرنا
بھلا اللہ تعالیٰ کے بارہ میں یہ معنی کس طرح چسپاں ہو سکتے ہیں۔ پس مجبوراً
تاذن کو بمعنی اذن یعنی اَعلَمَ تاذن فرمایا ہے اور ظاہر ا بندے نزدیک
یہ ہو کہ اس سے اشارہ وہی تفرد و تخصص ہے جو اولاً ناسوت میں ظاہر ہونے
سے قبل ملکوت میں پایا جاتا ہو اور تاذن سے کنایہ یہی تقرر و تقرر ملکوتی
ہے۔ پس بغیر تاویل و تصرف کے لفظ بلحاظ معنی درست ہوئے۔

اور ایک بار زبان اسرار ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ لوگوں نے سنا کہ
ایک شخص نے اپنی عمر کے تیس کے بارہ میں معلوم کیا کہ وہ پچپن سال ہو
ایک بار وہ سخت بیمار ہوا۔ اسی دوران انہوں نے یہ شعر پڑھ دیا کہ ایک جسم ہے

ملہ یہ معجزہ [illegible] سنہ ۱۳۰۰ھ میں یعنی اپنی وفات سے ۱۸ سال قبل ظاہر فرمایا۔

(قالب) انتہائی پرانا اور بوسیدہ۔ ایک فرشتہ نے اس کے ایک ایک عضو کو الگ الگ کر دیا اور اس کے ایک ایک ذرہ میں تلاش و جستجو کرنے لگا پھر ان اجزاء میں سے ایک جزو صغیر انتہائی چمکدار مثل براق جس میں زہرہ کی میراث تھی تلاش کر کے نکالا اور اس شخص (قالب بوسیدہ) کے کان کے اوپر رکھ دیا اور (اس عمل سے) اس کی وجہ سے اس کی مقررہ عمر میں تھوڑے اضافہ ہو گیا اور وہ تقریباً ساٹھ سال ہو گئی۔ اور عمر میں یہ اضافہ زہرہ کی وجہ سے ہوا۔ بعد ازاں اس عمر کی مقدار پر بھی بعض ارواح کی برکات کے باعث اس طور پر کہ انھوں نے آکر اس شخص کے (مردہ) نفس کو گویا اپنا ذکر قرار دے دیا (یعنی اپنا پرتو ڈالا یا مرکز توجہ بنا لیا) جس سے عمر میں کچھ اور اضافہ ہو گیا اور وہ ساٹھ سال سے بھی تقریباً دو تین سال بڑھ گئی۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک خاص الفت اپنے میں پائی جاتی ہے اور اس کا تعلق اس محبت و الفت سے ہے جو تمام ملاء اعلیٰ کو آپؐ کی مرکزیت کی وجہ سے ہے۔ اور اس بنا پر وہ تمام ملاء اعلیٰ کی طرف متوجہ ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ یقین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مخلصین جن کے ساتھ اس عالم میں الفت و محبت و انبساط تام ہے اس عالم سے انتقال کرنے کے بعد اس مقام پر بھی ویسا ہی اجتماع واقع ہو گا۔ اور جس طرح دل چاہے گا اس مقعد صدق میں ہم سب انشاء اللہ باہم مل جائیں گے اور ہو سکتا ہے کہ اس عالم میں اس کی مثل کوئی (اور) صورت ظاہر ہو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ کامل پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اس کے نفس کے خیالات و احادیث خواب کا حکم ظاہر کرتے ہیں۔ ہر ایک کی ایک جدا تعبیر ہوتی ہے اس لیے کہ وہ سب مقاصد مقدسہ ہوتے ہیں

جو اس کامل کے آئینہ میں احادیث نفس کی صورتوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔

آں خیالاتے کہ دام اولیاست ؎ عکس مہ رویان بستان خداست

ایک روز ارشاد فرمایا کہ میں نے واقعہ میں مولانا رومؒ کو دیکھا کوتاہ قد سفید رنگ۔ خشخشی داڑھی۔ اور ایک بار حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کو دیکھا عربی شکل میں۔ طویل القامت۔ تندرست۔ برہنہ۔ پنجاب کے لوگوں کے مثل اور ایک روز بو علی سینا کو دیکھا وہ ایک فربہ آدمی تھے اور ان کے دل سے اسلام کے معنی اور ادراک دور ہو گئے تھے۔ میں نے سنا وہ قرآن خوب پڑھتے ہیں۔

پھر تاریخ ۲۹ رمضان المبارک ارشاد فرمایا کہ آج اللہ کا نام عزیز چند بار میں نے تلاوت کیا۔ اور میرے اس فعل سے قلب میں ایک قسم کے نور کی تحریک ہوئی۔ اس کے مقابل عزت ہے جو مرتبہ وجوب میں ہے اور اسم عزیز نے تعین کی راہ سے اسی رنگ میں رنگ کر نزول کیا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ جس کو اسماء کی صور مثالیہ کے ساتھ تعارف ہو اور وہ اس کی اور ان شرائط کی جو اہل فن دعوت نے مقرر کر دیئے ہیں محافظت (پابندی) کرے تو اس کو کوئی حاجت نہیں ہے لیکن ملائکہ سفلیہ کو (جو اسماء کے موکل ہیں) ان امور کے ساتھ توجہ کلی ہو۔ چنانچہ ایک دن میں نے اللہ کے اسم وَهَّابُ کو تلاوت کیا۔ اس وقت ملائکہ سفلیہ موکلہ کا روشن چراغوں کی صورت میں حس مشترک سے میں نے مشاہدہ کیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فضا ان سے معمور ہو گئی ہے۔ اس وقت کھانا لایا گیا جس میں گوشت بھی تھا میں نے دیکھا کہ ان ملائکہ نے اس گوشت سے ایک قسم کی نفرت میرے دل میں ڈال دی ایسا کہ تقریباً ڈھائی ماہ تک مجھے اس سے

ف وہ خیالات جو اولیاء اللہ کا جال ہیں (جن سے وہ معانی کے حقائق شکار کرتے ہیں) وہ دراصل اللہ کے باغ کے خوبرویوں کا عکس ہے۔

نفرت رہی اور بظاہر مجھے کوئی عذر یا مرض لاحق نہ تھا۔

اور وتر راتوں کی پہلی رات جس میں ختم قرآن تھا ارشاد فرمایا کہ اس وقت ختم کے وقت اعمال ظاہرہ کی متعدد برکات ظاہر ہو رہی ہیں۔ جو بلا کسی شک و شبہ کے محسوس ہو رہی ہیں اور تمام حاضرین اس میں شامل ہیں۔ پھر چھبیسویں رات ارشاد فرمایا کہ اس رات بھی اس قسم کی برکات کا نزول معلوم ہو رہا ہے لیکن اس میں وہ کثرت نہیں ہے جس کو شب قدر کہہ سکیں۔ پھر ستائیسویں شب کو بھی بیٹھے رہے اور آپ کے ساتھ آپ کے بعض اصحاب بھی اس مسجد میں اذکار و نوافل میں مشغول رہے۔ اسی دوران شاہ نور اللہ کو نیند آ گئی۔ اس وقت ان پر عجیب کیفیت اور وجد طاری ہوا جس کا حاضرین وقت نے بھی مشاہدہ کیا۔ افاقہ کے بعد جب اُن سے اس سلسلہ میں پوچھا گیا تو بتایا کہ توبہ و استغفار کی حقیقت واضح ہوئی اور اس کی قبولیت کی صورت میں نے مشاہدہ کی اور خود کو اس کے ساتھ متحقق پایا۔ اس وقت باشتیاق تمام میں نے مناجات کی اور اس کی حلاوت سے مجھ میں ایک قسم کا جوش طاری ہو گیا نیز یہ بھی دیکھا کہ حضرت اقدس کے حجرۂ شریف سے جو آپ کی خاص عبادت گاہ ہے میوہ جات میں سے ہر قسم کی کوئی چیز لوگ لاتے ہیں اور مسجد میں انبار لگا ہوا ہے اور تمام حاضرین اس میں سے کھا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ سب حضرت اقدس کے تحفے ہیں جو آپ نے اپنے خادم خوش حال کے ہاتھ بھیجے ہیں۔ پھر حضرت اقدس فجر کے وقت خلوت سے مسجد میں تشریف لاکر جلوہ افروز ہوئے اور وعظ کرامت بیان فرمایا اور حاضرین کے حق میں خصوصاً اور غائبین کے حق میں عموماً دعا فرمائی اور پھر اعتکاف میں تشریف لے گئے اور معتکفین آستانہ فیض آشیانہ کا ہر شخص در خلوت پکڑا ہوا کر اپنے لیے نیز اپنے دوست احباب

کے لیے دعائے خاص کا ملتجی ہوا اور حضرت اقدس نے ان کی التجا قبول فرمائی۔ پھر رات گزرنے کے بعد اس غلام نے اس رات کی کیفیت کے سلسلہ میں پوچھا۔ ارشاد فرمایا کہ برکات ملکیہ کا نزول تھا اور رنگہائے عبادات ظاہر ہوئے تھے۔ اور فجر کے قریب شاہ نور اللہ نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ اکثر لوگ جو صالحین متقین کی صورت پر ہیں اور حفاظ ہیں ان میں سے تین سو ساٹھ اشخاص میں سے پندرہ اشخاص ناجی ہیں باقی سب مشغول دیگر ناجی تھا، اور حضرت اقدس کے قدردانوں میں سے تین اشخاص یعنی مولوی محمد اعظم کشمیری اور مولوی محمد مقیم کی طرف دیکھ کر کہنے والا کہہ رہا ہے کہ یہ بھی ان پندرہ نجات پانے والوں میں سے ہیں۔

اور انتیسویں رمضان وقت دوپہر یہ خاکسار در خلوت پر حاضر ہو کر منتظر اجازت بیٹھا ہوا تھا کہ بہ تقاضائے رحمت امتنانیہ حجرۂ اقدس کا دروازہ کھول کر خلوت خاص میں طلب فرمایا اور میرے داخل ہونے کے بعد دروازہ کو بدستور بند کر دیا۔ جس وقت یہ عقیدت مند خاکسار آپ کے حضور میں بیٹھا تو خود بدولت مراقب ہوئے۔ اس وقت ایک استغراق عظیم طاری ہوا اور اس کا پرتو اس ضعیف پر بھی پڑا جس سے اس پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اس وقت سوا نقطۂ[1] ذاتیہ جامعہ کمالات اسمائیہ و صفاتیہ کے کچھ نہ تھا اور نہ غیر و غیریت اور عین و عینیت کا نام و نشان تھا۔ اسی اثنا میں حافظ عبدالرحمٰن نے مسجد میں احسن القصص (سورۂ یوسف) پردرد آواز میں پڑھنا شروع کی۔ ان کی اس تحریک نے اس بحر زخار (حضرت اقدس) میں تلاطم عظیم پیدا کر دیا جو دم بدم موجیں مارنے لگا

[1] ذات بحت اور مرتبہ سلب صفات کو کہتے ہیں جو منقطع الاشارہ ہو اور اسی کو نقطۂ ذات کہتے ہیں کہ لفظ یا اسم اللہ سے ذات مراد لیتے ہیں۔ نقی انور۔

جب حافظ صاحب موصوف اس آیت اَنتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنيَا وَالآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسلِمًا وَّاَلحِقنِي بِالصّٰلِحِينَ[1] پر پہنچے اور تکرار شروع کی تو اس بحر مواج میں ایک ایسی شورش پیدا ہوئی جو بیان میں نہیں آسکتی اور اس عاجز و مسکین کو بھی ایک طرزِ خاص سے کیفیت عجیبہ بخشی اور مقام وجد عطا فرمایا کہ جب تک اس حال پر فائز نہ ہوں اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ ع ذوقِ این مے نشناسی بخدا تا نہ چشی اور یہ حال و استغراق اسی حالت پر تقریباً ایک پہر رہا اور جب اس سے افاقہ ہوا تو دستہائے کرامت پیا اٹھا کر دعا فرمائی۔ اللہ ہی جاننے والا ہے کہ وہ کیا تھی۔ بعد ازاں اس فقیر نے شاہ نور اللہ اور خواجہ محمد امین کے بارہ میں دعا کی درخواست کی۔ الحمد للہ آپ نے اسے قبول فرمایا۔ الغرض قدوی نے اس ساعت کو حاصلِ عمر کا پایا۔ بلکہ اپنی ساری عمر کا خلاصہ سمجھ کر شکر الٰہی بجا لایا۔ اور شب کے وقت جب خلوت خاص میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو اظہار حال کی جرأت کی آپ نے بہ تقاضائے عنایت و کرم اصلی سے ایک رمز بیان فرمایا کہ پہلے عزت اقدس کے نور کا مشاہدہ ہوا اور اس کے مقابلہ میں اپنے ضعف کا بھی مشاہدہ کیا۔ پھر وہ نور متمثل ہوا جیسے آئینے میں ہوتا ہے اور پھر اس کیفیت کی حلاوت نے ایک مستی عطا کی اسی اثنا میں خارج سے ایک تحریک پیدا ہوئی اور جو ہونا تھا وہ ہوا۔

اور اللہ کی بزرگ ترین نعمتوں میں سے جو اس غلام پر ہوئیں، ایک یہ بھی ہے کہ سلسلۂ قرأت قرآن بقرأت حفص آنحضرت تک حضرت اقدس سے اس حقیر کو توفیق نصیب ہوئی اور اسی اثنا میں بعض آیات کی تفسیر کے اسرار کا زبان مبارک سے استفادہ کیا۔ اور اس کو اپنی فہم و استعداد کے مطابق تحریر کر کے مذکرۃ الاوقات بمناسب النفحات سے موسوم کیا۔ اور آپ کے فیضِ صحبت سے تمام علوم قرآن پر مشتمل

[1] دنیا و عقبیٰ میں تو ہی میرا ولی ہے مجھ کو مسلمان موت دے اور صالحین سے ملا۔

فاتحۃ الکتاب کے نکات پر مطلع ہوا اور اس کو تحدیثاً بنعمۃ ربہ الولی الرحیم مجملاً اور مختصراً اپنے مسودات کی بیاض میں حضرت ولی نعمت کے حکم سے تحریر کر کے ذرایات الاسرار کے نام سے موسوم کیا۔ اور حضرت اقدس نے اسرار قرآنیہ میں سے اس آیت وَلَولَا كَلِمَةٌ سَبَقَت مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَينَهُم[1] کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تدبیر تشریعی مذنبین کی ہلاکت کی مقتضی ہے لیکن مصلحت کلیہ جو اس مرتبہ سے بالا ہو بعض جہتوں کی رعایت سے (جو اس مصلحت میں معتبر ہیں) ابقا اور مہلت کی مقتضی ہے اور اس کی مثال یہ ہو کہ ایک بادشاہ کسی شخص پر اپنا غصہ اتارنا چاہتا ہو لیکن اس کا وہ وعدہ سابق جو اس نے اس شخص سے کیا تھا اس غصہ کا مانع ہو پس بادشاہ کہتا ہو کہ اگر میں نے تجھ سے وعدہ نہ کیا ہوتا تو ابھی تجھے قتل کر ڈالتا۔ پھر ان آیات مَن كَانَ فِي هٰذِهٖ اَعمٰى فَهُوَ فِي الآخِرَةِ اَعمٰى وَاَضَلُّ سَبِيلًا۔[2] اور رَبِّ لِمَ حَشَرتَنِي اَعمٰى وَقَد كُنتُ بَصِيرًا[3] اور لَقَد كُنتَ فِي غَفلَةٍ مِّن هٰذَا فَكَشَفنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ اليَومَ حَدِيدٌ[4] کی مطابقت کرتے ہوئے کہ بظاہر ان کے مابین تناقض نظر آتا ہو ایسا ارشاد فرمایا کہ انسان کی سب سے بڑی بدبختی یہ ہو کہ اس کے صفات بہیمیہ اس کے

---

[1] اور اگر نہ ہوتا ایک لفظ کہ آگے نکل چکا تھا تیرے رب سے تو ان میں فیصلہ ہو جاتا۔

[2] جو اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور راستے سے بہت دور بھٹکا ہوا ہو کر رہ لے یارو رو نیانہ دید الخ)

[3] اے میرے پروردگار تو نے مجھے کیوں اندھا اٹھایا حالانکہ میں دنیا میں اچھا خاصا دیکھنے والا تھا

[4] تحقیق تو اس سے غفلت میں پڑا ہوا تھا اب ہم نے تیرے اس پردے کو تجھ پر سے ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہو گئی۔

کی طرف ہو کر وہ اس وقت (مرنے کے بعد) حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ اور دنیا میں
اس عقل کے ساتھ جو وراثت بنی ہوئی ہے یہ خیال کرتا ہے کہ میں تو ہر چیز کو جانتا تھا
اب کیا ہو گیا ہے کہ اس کا ادراک تفصیلی نہیں ہو رہا ہے۔ اور وہ نہیں جانتا ہے کہ
اس دنیا میں وہ عقل معاش تھی جس سے دنیاوی امور میں کو بصیرت حاصل
تھی نہ کہ عقل معاد جو اس نشأت میں مثمر بصیرت ہے (یعنی وہ عقل معاش پر
غور کرتا رہا عقل معاد پر غور نہیں کیا) واللہ اعلم بالصواب۔

اور آیت[1] ولقد آتینا لقمان الحکمۃ ان اشکر للہ ومن یشکر فانما یشکر
لنفسہ ومن کفر فان اللہ غنی حمید کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ چونکہ
ایتاء حکمت قول کو شامل تھی (لہذا) اس کا بیان ان اشکر میں واقع ہوا ہے
یعنی ایتاء حکمت یہی قول ان اشکر للہ تھا اور شکر کے معنی یہ ہیں کہ نفس الامر
کے حقائق و کمالات قوائے علیہ وغیرہ میں سے ہر ایک کے ساتھ جو انسان میں ودیعت
ہیں ان کو جان کر ہر ایک کے مناسب حال اور وقت تصرف کرے اور تہذیبات
خاصہ کے ساتھ ہر ایک کو مہذب کرے تاکہ وہ اپنے کمالات پر فائز ہو جائیں اور اس
کامیابی سے استفادہ ہو اللہ کے اس قول کی طرف ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ
اور اگر یہ امر بجا نہ لائے گا تو خود کمالات سے محروم رہے گا نہ یہ کہ کوئی نقصان ان حمید اور غنی
کو عائد ہو گا۔ اس لیے کہ عالم امکان کے کمالات سب بالقوت ہیں اور ان کا حصول

---

[1] اور ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی اور یہ کہ اللہ کا شکر کرتے رہو اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی بھلے
کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ بے نیاز اور ہر حال میں حمد و ثنا کے لائق ہے۔
[2] اے میرے پروردگار تو نے مجھے کیوں اندھا اٹھایا میں تو دنیا میں انکھیارا تھا۔ (اللہ) فرمائے گا کہ
تو بھی تو ایسا ہی تھا تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں تو تو نے ان کو فراموش کر دیا جب وہ تیرے پاس آئیں
اسی طرح تو بھی آج فراموش کیا جائے گا

شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ اور کمالات وہ جو سب بالفعل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے
اس قول ومن کفر فان اللہ غنی حمید میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے
پس اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حکمت علم سے مرکب ہے اور ہر ایک کمال کی قوت و قوی و ذیل
ہے جس سے تصرف ہوتا ہے تاکہ وہ مہذب ہو جائیں اور کمالات کے ساتھ واصل
ہو جائیں۔ اور سورۂ لقمان میں جس جگہ بھی حضرت لقمان کی وصیت کا ذکر آیا ہے
سب کا سب اسی جزئیات کا بیان ہے یا میدان نسبت کے ساتھ یا اپنے نفس
کی نسبت کے ساتھ یا پھر آفاق کی نسبت کے ساتھ اور اس آیت کی تفسیر یا ایہا النبی[1]
انا احللنا لک ازواجک الی قولہ وبنات[2] خالاتک اللاتی ھاجرن
معک میں ایسا ارشاد فرمایا کہ بنات عم و عمات و بنات خال و خالات کے تقید
ہجرت میں نکتہ یہ ہے کہ اجنبی عورتیں جب کسی کے عقد نکاح میں آتی ہیں تو ان
کو کسی طرح اس شخص کی ہمسری کا خیال نہیں ہوتا بخلاف اس عورت کے جو اس
کے قبیلہ یا خاندان کی ہو اور اس سے قرابت بھی رکھتی ہو تو اس کا خیال اس کے
ساتھ فطری ہو گا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے نکاح کو ہجرت سے مشروط فرما دیا جب تک ان کا
قدم عمل صالح ان سے ظاہر نہ ہو جائے ان کا امر جلیل سید عالم کی نسبت ان کے
دل میں سر نہ ابھارے اور سبحان[3] الذی خلق الازواج کلہا کی تفسیر میں
یہ ارشاد فرمایا کہ تمام مخلوقات کے لیے تسبیح کی تقدیم سے مطلب یہ ہے کہ مخلوقات
متنوعہ کے خالق کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ تمام تغیرات سے مطلق اور تمام الوان سے
منزہ ہو کر اس کی نسبت تمام تغیرات و الوان کے ساتھ مساوی ہوتی ہے۔ اس لیے

---

[1] اے نبی ہم نے حلال کیں تمہارے لیے تمہاری بیویاں الخ
[2] اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہارے ساتھ وطن چھوڑا
[3] پاک ہے وہ جس نے بنائے سب چیز کے جوڑے۔

اگر کوئی خاص تقیید مقید ہوتا ہو تو اس سے وہی صادر ہوتا ہو جو اس قید کے ساتھ
ایک امتیازی خصوصیت و مناسبت رکھتا ہو اور تمام اشیاء کا صدور جو متباین اقسام
کے ساتھ جو ان میں ثابت اور موجود ہو اسی مبداء سے ہو سکتا ہو جس کی نسبت سب
کے ساتھ یکساں ہوتی ہو اور یہ بات جس کی تمام کیفیات سے منزہ کے بغیر
ظاہر نہیں ہوتی اور فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء و الیہ ترجعون[1]
کی آیت کریمہ کی تفسیر کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ہر قسم کی شریعت تربیت اور
افاضہ میں اس وجود کے لوازم اور احکام ہیں اور اس کا ایصال اس کے کمال
طبعی و کسبی کے ساتھ ہے اور اس کے تمام احوال و اطوار کا انتظام علیحدہ ہے
بلکہ ہر فرد کا طریقہ خاص اور جداگانہ ہے پس انواع و اشخاص میں ہر شے کا ایصال
اس کے مبلغ کمال کے ساتھ اور اس کے تمام احوال کا انتظام افاضہ وجود کی ابتدا
سے بلوغ کمال تک جو یہی ہو ملک یعنی اس شے کی بادشاہی اور ملکوت مبالغہ
ملک سے ہو اور یہ بات مخصوص ہو بغیر کسی قید کے مطلقاً ہے جو اپنی ذات کے ساتھ
مطلق اور اپنے صفات کے ساتھ تمام کیفیات سے منزہ ہوتی ہو اور اس کی نسبت
کائنات کے تمام ذرات کے ساتھ برابر ہوتی ہو اور اس آیہ کریمہ تقشعر[2] منہ جلود
الذین یخشون ربہم ثم تلین جلودہم و قلوبہم الی ذکر اللہ کی
تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ وجد تبدلات
احوال سے ہے اور اطمینان و سکون مقامات انتہائیہ سے ہے جو لطیفہ روحیہ کے

[1] پاک ہے وہ جس کے قبضہ میں ساری حکومت ہو اور اسی کی جانب تم پھر واپس ہو گے۔
[2] کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے ان کی کھال پر کے بال جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہو جاتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد میں۔

خواص سے ہے اور وہ (وجد) لطیفہ قلبیہ کے خواص سے ہے اور آیہ کریمہ لمقت[1]
اللہ اکبر من مقتکم انفسکم اذ تدعون الی الایمان فتکفرون کی تفسیر
میں ارشاد فرمایا کہ چوں کہ ہر انسان کی حقیقت میں ایک نقطہ قدسیہ ودیعت کیا
ہوا ہو اور یہی نقطہ توحید و عبادات سے فطری خصلتوں کا مقتضی ہو گیا ہو بغیر سبب
شہوات میں انہماک اور شیطان کی اتباع وہ نافرمانی کرتے ہیں اور اس کی
نقطہ قدسیہ کی مخالف سمت جاتے ہیں اور یہی ان کا اپنے نفس پر مقت ہے جب
کشف کا وقت عطا ہو گا تو اسی بات کو آئینہ حق میں دیکھیں گے۔ وہی ان کا مقت
ہے جو اس حال میں دو وقت، مقت حق ہو گا اور وہی گریز ہے نقطہ قدسیہ کی نامرضیات
کی طرف جو (جس سے مراد) طوق و سلاسل میں باندھ کر دوزخ کی طرف کھینچا جانا
ہے جو حق کی نامرضیات کا امتثال ہے اور چوں کہ وہ عالم دار السبوغ ہو اس لیے
وہ اکبر ہو گا۔ اور آیہ کریمہ ثلۃ[2] من الاولین و قلیل من الآخرین کی تاویل
میں جو سابقین کے بارے میں وارد ہوئی ہو یوں ارشاد فرمایا کہ یہ مومنین من السابقین
اور اصحاب الیمین کی قسم ہو جس نے ورود پایا ہو جو قرآن میں وارد ہوا ہو اور دوسرے
مقام پر فرمایا ہو کہ منہم ظالم لنفسہ[3] ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات اور

[1] اللہ کو بیزار ہوتا تھا اس سے زیادہ جتنے تم بیزار ہوتے اپنے جی سے جس وقت تم کو بلاتے تھے یقین (ایمان) لانے کو پھر تم منکر ہوتے تھے۔
[2] بہت ہیں پہلوں میں اور تھوڑے ہیں پچھلوں میں (یعنی اعلیٰ درجہ کے لوگ پہلے بہت ہو چکے ہیں پیچھے کم ہوتے ہیں)
[3] یعنی اپنا وارثوں کی تین قسمیں ہیں بعض تو گنہگار ہیں جو اپنی جانوں پر کبائر و صغائر گناہ کر کے ظلم کرتے ہیں [illegible] ایمان تو ہے لیکن عمل نہیں کرتے اور بعض ان سے درمیانی حالت میں ہیں کہ عامل تو ہیں لیکن تھوڑے۔ اور بعض کامل ہیں یعنی ایمان بھی ہے اور عمل بھی پورا ہے ہر نیک کام میں پیش قدمی کرتے ہیں۔

لطائف ثلاثہ بازدہ کے اعتبار کمال سے ہے یعنی عقل وقلب وروح۔ کیوں کہ نبوت
میں انہیں لطائف کی تہذیب کا افاضہ بالاصالۃ مقصود تھا۔ باعتبار کمالات
لطائف کا منزہ جو کمالات ولایت سے ہے، سابقین وہ گروہ ہیں جو اس مقام سے
اخذ کرنے والے ہیں جہاں قضا منعقد ہوتی ہے نبوت کی وجوہ جس میں سے جیسے
نبوت، رسالت اور حکمت وغیرہ جس کی تفصیل حجۃ اللہ البالغہ میں تشریح سے کی گئی
فهذا[1] الاخذ ان كان بالاصالة فهو النبي والمحدث والمفهم والا
فان اخذ بشهادة قلبه فهو من تماثيل هولاء لكن من زمرة اصحاب
اليمين جملة السابقين وان اخذ بادنى مناسبة او بصورة تقليد
فهو ايضا من تماثيل هولاء۔ پس جب آنحضرتؐ کے ظہور سے تدلی الٰہی
مثالی نے بروز فرمایا تو تمام مستعدین نے اسی سے اخذ کیا...... [2]كان
وراثة صلى الله عليه وسلم فانهم ياخذون بوراثة عليه الصلوٰة
والسلام من منبع القضاء الذى هو من احكام الله الذى هو تعين بحسب
الاعيان الحقية للملاء الاعلى وهو فوق التدلى المثالى۔ پس اس سر کی
بنا پر طائفہ سابقین ثلة من الاولين وقليل من الآخرين ہو گئے۔ لیکن تدلی مثالی

---

[1] یہ اخذ اگر بالاصالۃ ہے (یعنی اللہ سے براہ راست افاضہ کیا ہو) تو وہ نبی ہے اور محدث اور مفہم اور اگر اپنے قلب کی شہادت سے اخذ کیا ہے تو وہ اس گروہ کے نقوش کمالات سے ہو، لیکن جملہ سابقین اصحاب یمین کے گروہ میں سے ہیں۔ اور اگر کسی ادنیٰ مناسبت سے اخذ کیا ہے یا صورت تقلید سے تو وہ بھی وہ صفات قلب کی شہادت والے کے نقوش کمالات سے ہے۔

[2] کیونکہ وہ لوگ اخذ کرتے ہیں نبی کی وراثت سے منبع قضا سے جو اللہ کے احکام سے ہو، وہی تعین ملاء اعلیٰ کے بحسب اعیان حقیقیہ کے جو تدلی مثالی کے اوپر ہے۔

کے ظہور کے بعد لطائف کاملہ کی تہذیب بوجہ اتم ظاہر ہوئی۔ اور باب ولایت
کھل گیا اور باب نبوت بند ہو گیا جیسا اس کا ذکر گذر چکا۔ جس شخص کے لطائف
بازدہ کاملہ خاص طور پر محبت اور انانیت کبریٰ کمالات کے ساتھ متجلی ہو گئے
تو بالفعل وہ اس بات کے قابل ہو گیا کہ وہ تمام کمالات ومناصب کے افاضہ وظہور
میں جارحہ الٰہی ہو جائے، اور لیکن بالفعل اس کو یہ بات نہیں دیتے لیکن مگر جو
اس کے مزاج اور وقت کے مطابق ہوتا ہو۔ کبھی وہ سابقین کی صفوں میں بیٹھتا
ہے اور کبھی اصحاب یمین کی، حالانکہ حقیقت وہ سب سے یگانہ اور سب غیر اس سے
(یعنی باہم اور بے ہم) مگر یہ گروہ گردش کرتا ہے اور [illegible] ان احادیث کی
طرح اقتضائے ذاتی جوش مارتا ہے پس ان احجار بحتیہ کی امثال کو اس بارہ میں
ایک دخل ہوتا ہے۔

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ایک رات میں نے واقعہ میں دیکھا کہ مجھ میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رونما ہیں۔ دوبارہ جب غور کیا تو خود کو آنحضرتؐ کا عین
پایا، اسی وقت زوجہ ثانیہ رحمہا اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ ایک گوشہ میں نماز پڑھ
رہی ہیں اور حیثیات صالحات ان پر نمایاں ہیں۔ اور ان کا ازدواجی تعلق ذات بقدر
نبوی میں فنائے کلی اور بقائے اکمل کے ساتھ میں اپنے میں محسوس کر رہا ہوں
اور اس پر متعجب ومتحیر ہوں کہ اس تمام وسعت اتحاد کے باوجود جو آنحضرتؐ
کے ساتھ ہے مجھ پر ظاہری تعلق کیا ہو۔ اسی اثنا میں یہ بات دل میں ڈالی گئی کہ
آپ کا یہ تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تعلق کی طرح ہے جو آپؐ کو حضرت
زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا جس پر ملاء اعلیٰ کی زبان سے حکم زوجنٰکها
مترتب ہوا تھا اور اس وقت اس آیت کا مطلب واضح ہو گیا کہ کاملین کے حق میں
موافقت امور شبیہہ دنیویہ میں بمقتضائے وسعت حقیقت اور اس کی جامعیت تمام

بار بصورت صالحات و لباس فاخرہ عبادت میں مشغول دکھائی دیں۔ اور ان کی صفت طہارت کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن یہ بھی فرمایا کہ بیشتر اوقات دل میں یہ خلش دامنگیر ہوکر آنحضرتؐ کے اس فرمانے کی حضرت عائشہؓ کے حق میں کیا وجہ ہو کہ حضرت جبرئیلؑ ان کے لحاف میں نزول فرماتے ہیں اور تبلیغ وحی کرتے ہیں اور یہ خصوصیت ان کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوئی اور اس خصوصیت کا کیا سبب ہے۔ پھر جب مرحومہ کا ترقی صورت مذکورہ میں ظاہر ہوا تو وہ شبہ رفع ہو گیا کہ ان کی ہیئت طہارت اور اس کے نور کو اپنے میں پایا۔ اور باوجود اس کے کہ وہ کسی بھی حالت میں ہوں میں نے کوئی فتور نہیں دیکھا (اور) اس کی وجہ یہ ظاہر ہوئی کہ وہ ان حنیفہ کی طہارت جبلی کا عکس ہوتا تھا جو ان کی کدورت زمانی میں طہارت کے منافی نہیں ہوتا تھا۔ اور اس کا بھید یہ واضح ہوا کہ ہر چند کوئی خصلت طہارت سے متصف ہو جب احوال طاریہ جو اس کی ضد ہوتے ہیں دوسرے کی طرف سے پرتو ڈالتے ہیں تو اس خصلت کے جمال کو اپنی کیفیت سے باہر کر دیتے ہیں مگر اس طرح کہ دوسری جانب بھی طہارت کے نور اور لطافت کی صفت سے متصف ہو نجاسات ظاہرہ و نسبیہ (یعنی دنیاوی جنہیں) داخل نہیں ہو سکتی اسی لیے حضرت عائشہؓ کے بستر پر حضرت جبرئیلؑ کے نزول کا سر یہ تھا۔

ماہ شعبان ۱۳۱۱ھ میں جب کہ رمضان المبارک جو آپ کے اعتکاف کی میعاد تھا قریب پہنچا اگرچہ ان ایام میں بارش کی شدت تھی اور راستے جتنا میں جو اطراف بارہ بنکی جہان آباد میں واقع ہیں۔ سیلاب کی وجہ سے دبلہ کو سیر و سفر ممکن نہ تھا اس بندہ کا نسب محروم۔ کو اس حسب حالات کے تحت نہایت اضطراب لاحق ہوا کہ اس وقت شرف حضوری اور سعادت زیارت

حقائق و جو سیر دکو میسر ہوتی ہو برخلاف عوام الناس کے کہ ان کا وصول لذت بمقتضائے قوائے بدنیہ کے ہے اور وہ مع الحقیقت ہے (یعنی وہ لذت شہوی جس کو ہم صرف نفس تک محدود رکھتے ہیں یہ حضرات جامع روحانی کی لذت یعنی سرور محض سے مستفید ہوتے ہیں) اور دار دنیا میں لذات بوجہ اول مذکور حاصل کرتے ہیں اور جب عالم قبر میں گئے تو بسبب عدم ملکوبیت مادہ جو اس کے نفس جامعہ کا مرکز تھا اس جگہ (عالم قبر میں) معطل ہو جاتا ہو (یعنی خواب کا) وہ محکوم نہیں ہوتا یعنی ہم اسے اپنی خواہش کے مطابق محکوم نہیں کر سکتے۔ پھر جب ایسے موطن (یعنی عالم برزخ) میں منتقل ہوتا ہے جہاں اختلاط مثال وجود ہے (یعنی اضطراری طور پر عمل کا ظاہر ہونا) تو اس مادہ کی اطاعت موطن کی قابلیت کی وجہ سے عود کرتی ہے بلکہ بدرجہ اتم ہوتی ہے اس لیے کہ نفس ناطقہ وہ نقطۂ وحدانیہ ہو جو تمام صور انسانیہ کے احکام کا جامع ہو سکتا ہو۔ اور یہ مادہ جو صورت مثالیہ و جسدیہ میں جامع ہے کسی صورت میں صورت انسانیہ کا تقاضہ کرے رکاوٹ نہیں رکھتا (یعنی یہ وہ جو عالم مثال میں ہو خواب میں نظر آنے والے اشکال کے علم اجسام کی طرح ہے) پس اس وقت وہ استیفاء علی وجہ الکمال واپس ہوتا ہو بلکہ اس میں تمام حقیقت کا سریان اس کو حاصل ہوتا ہے اگر وہ اس کے بعد شیون وجوبیت کی طرف نظر کرے تو اپنے کو ان سب کے ساتھ پائے گا۔ اور اسی طرح بقیہ اشیاء کو بھی اپنا مظاہر ادراک کرے گا۔ اور اگر ان حقائق امکانیہ میں نظر کرے گا تو اپنے نفس کو تمام جزئیات میں ساری پاوے گا اور تمام قوی و جو اس سے اس کے مناسب لذت حاصل کرے گا۔ الحاصل ان مرحومہ کا وہ رابطہ جو بوجہ ان خصوصیات و امتیاز کلی کے اپنے ساتھ تھا اس عالم میں بھی ظاہر ہوا اور یہ خواب بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ مرحومہ رحمہا اللہ تعالیٰ بار اتحاد

آستانہ کس طرح نصیب ہوگی۔ یہ مشکلات اور اپنا اضطراب حضرت اقدس کے
حضور میں عرض کیا۔ آنجناب کی طرف سے ان الفاظ میں عنایت نامہ والا
صادر ہوا کہ پورا سال اسی خیال میں گزرا ہے کہ رمضان کا چلّہ اپنے احباب کے
ساتھ اطمینان و سکون سے گزاریں گے۔ بہر کیف اپنے کو معاف نہ رکھنا چاہیے
اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ضرور کوئی صورت پیدا فرما دے گا اس کے فضل
بے علت سے اسی کا یقین اور امید ہے۔ انتہی۔ جس وقت یہ عنایت نامہ صادر ہوا
تو دل نے دوریٔ منزل کو ایسا بے قرار کیا اور ایسا قلق و اضطراب طاری ہوا کہ
غایت شوق و اشتیاق سردی کی تیزی نہ رہی اور راستہ کی مشکلات و مصائب
کا کوئی اندیشہ و خوف دل میں باقی نہ رہا۔ اسی وقت سے او [illegible] عمرہ
کے طواف کا احرام باندھ [illegible] نفس مبارک نے بیارہ گری کا در [illegible]
تحریر فرمانے کے مطابق بے کم و کاست واقع ہوا۔ بارش جو مسلسل ہو رہی تھی
ایسی بند ہوئی کہ ایک بوند بھی نہ ٹپکی اور راستہ کی دشواریوں سے محفوظ
و مامون ہو کر اس مقام فیض نظام پہنچ گیا اور اپنی جبین نیاز کو خاک آستانہ ولایت
آشیانہ سے معزز کیا اور جیسے ہی شرف قدم بوسی حاصل کر کے خدمت اقدس میں
بیٹھا اسی وقت سے اس شدت و تیزی سے بارش شروع ہوئی کہ معلوم ہوتا تھا
کہ ہمارے پہنچنے ہی کا اسے انتظار تھا۔ پھر دوسرے ہی روز سے شرف اعتکاف
اور مجاہدت عتبۂ علیہ سے مشرف ہوا اور ان ایام میں جو کچھ فیوض و برکات
حضرت اقدس کی طرف سے اس غلام پر صادر ہوئے کیا بیان کیے جائیں کہ ان
کی شکر گزاری اور ہمیشگی حد بیان سے باہر ہے۔ ؎

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار ۔ کہ اگر خار و گر گل ہمہ پروردۂ تست

لہ اے ابر بہار تیرے فیض کا شکر چمن کیسے ادا کر سکتا ہے کیونکہ خار و گل سب تیرے ہی پروردہ ہیں

اکثر اوقات جب خلوت خاص میں باریابی ہوتی تو اسرار بلند و اعلیٰ و معارف
ارجمند کے ارشادات سے سرفراز فرماتے۔ ایک روز مجھے مخاطب فرما کر ایک ایسی
بات زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمائی جس کو اس فدوی نے سارے اعتکاف
کا حاصل جانا۔ کہ اے فلاں تمہارے یہاں ہونے سے میں نہایت انس پا رہا ہوں
اور مجھے بہت آرام مل رہا ہے۔ ؎

گوئی چوں شہر یار بر داشت از خاک ۔ سزد گر بگذرانم سر ز افلاک

ایک روز جب کہ یہ خاکسار خدمت اقدس میں حاضر تھا ارشاد فرمایا کہ بعض
اوقات ملائکہ سفلیہ قطرات نورانیہ کے مانند نظر آتے ہیں لیکن نہ تو اس طرح کہ
صرف نگاہ ظاہری سے محسوس ہوتے ہوں اور نہ وہم و خیال سے بلکہ یقین یقین
کہہ سکتے ہیں۔ اور مسامحہ کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ جو آنکھ سے دکھائی دیتے ہیں
اور ان کے حقائق معلوم ہو جاتے ہیں جس طرح فضا کے کیڑے مکوڑے ہوتے ہیں
کہ ہوا کا ایک مناسب تعلق باہم ہوتا ہے جس سے ضعیف نفوس کی استعداد کو
فیض پہنچتا ہے اور اسی وقت اس مادہ سے مناسبت رکھنے والے نفوس اس
سے فیض پاتے ہیں اسی طرح وہ سرزمین جس کے عنصر میں ہوا غالب ہوتی ہے
اور دوسرے عناصر مغلوب۔ ایک لطیف تغیر اور شریف تعلق اچھے اوقات اور
مبارک و مسعود قرآنات میں ہوتا ہے۔ وہ نورانی نفوس کے مادہ کے لیے
افاضہ ہوتے ہیں اور وہ مادہ اگرچہ دوئی تعین و تقرر ان نفوس کے جسد عطیہ کا

لہ اب جب کہ بادشاہ نے مجھے خاک سے اٹھا دیا ہے میرے لیے یہ لائق ہے کہ میں سر کو افلاک
سے بلند کروں (فخر کروں)

ٹ اردو کا [illegible] نہیں کرتے یا ان کی حقیقت پر زیادہ بحث کرنا نہیں چاہیے
[illegible] یا تری کی وجہ سے کیفیت کا بدل جانا۔

ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ فنا ہو سکتا ہے لیکن خاص قسم کی شکل کو قبول کر لیتا ہے
نا مشخصہ اشکال کو اکھاڑ پھینکتا ہے۔ اور مدور یا مثلث یا مسدس یا مسطح ہو جاتا ہے
اور ان نفوس کے افاضہ کے وقت ہر ستارہ جو حکم ہوتا ہے یہ ملائکہ اس کے اقتدار میں
شامل ہو جاتے ہیں۔ جیسا بعض حروف و الفاظ کے ساتھ ایک خصوصیت رکھتے ہیں
اور اس کے مؤکل ہوتے ہیں۔ اور بعض دوسری اشیاء کے ساتھ اور احکام کو ایک
کی خصوصیت کے مطابق ان کے حقائق بھی مختلف ہو جاتے ہیں۔ اور بے شمار دلائل و
اقسام ظاہر ہوتی ہیں اور وما یعلم جنود ربک الا ھو سے اسی کی طرف اشارہ ہو
ہے۔ اور اس قسم کے ملائکہ کو کسی علم و تجلی کی خبر نہیں ہوتی بلکہ یہی ایک نورانیت
ہوتی ہے نور طہارت کی قسم سے جو انوار معنوی سے ہے۔ اور جو ملائکہ اس قسم سے ہیں
ان کی قسم علاحدہ ہے اور ان کی ایجاد بمنزلہ ایجاد انسانی و جنی ہے اور وہ جو
مقامات متبرکہ اور ذکر کی مجالس میں طواف کرتے ہیں وہی قسم اول ہیں اور
دیگر مرتبۂ ثبوت میں تعینات صرف کے تجرد سے ظہور پاتے ہیں کیونکہ نور محض ہیں
اور بعض کو عقول کہتے ہیں اور یہ قسم عالم ایجاد کے لوازمات سے ہے اس کی
مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایک کرہ (گیند) بنائے پس اس کی ایجاد
کے لیے منطقہ و محور ہونا ضروری ہے اور حقائق کل افراد انسانی بھی اس مرتبہ
میں ثابت و منفرد ہیں۔ اور ان افراد میں سے کوئی فرد ایسا نہیں ہو جس سے
نشآت میں سے کسی نشأ کی ترتیب بوجہ من الوجوہ مربوط نہ ہو اسی لیے یہ فریق
وجود ایجاد کے وسائط ہوتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تدلیات الٰہیہ میں سے ایک
قسم وہ ہوتی ہے کہ جب کسی شخص کے نفس میں ملاء اعلیٰ کے نفس میں وہ اعتقاد
منعقد ہوتا ہے کہ اس کو صورت الٰہی سے خطاب کیا جائے اس وقت مادہ
بعض احوال سے کشف ہوا اور سے انعقاد نہیں ہو سکے صورت الٰہیہ کا ظہور ہو جاتا ہے

گویا وہ جسم ہے اور تجلی الٰہی اس کا نفس ناطقہ۔ حتیٰ کہ جب کوئی اس کو بنظر غائر دیکھے تو ملاء اعلیٰ
سے لے کر ذات بحت تک اس میں نافذ ہو جاتا ہے۔ اور مادہ ہوائی پر اس قسم کی تجلی کا
سبب یہ ہے کہ مادہ ہوا تاثیر بہت کو بہت جلد قبول کر لیتا ہے۔ اور ارشاد فرمایا کہ حضرت
موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام جس کا قصہ توریت میں مذکور ہے وہ گویا ایک
طلسم تھا جو اللہ نے اسی قسم کی تجلیات کے نزول و اظہار کے لیے تعلیم فرمایا۔ اور یہ
حضرت موسیٰ کے عظیم مناقب میں سے تھا۔ واللہ اعلم

ایک روز مغرب و عشا کے مابین بندہ کاتب حروف خدمت اقدس میں حاضر
تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجلی ذات کا لفظ جو لوگوں کی زبانوں پر جاری ہے اگر
اس سے فقط ذات صرف (جو اعتبار و ثبوت کے فوق ہے) مراد لیا جائے تو وہ خود
دوام نہیں رکھتا اور وہ برق خاطف کی طرح ہوتا ہے اور اگر تجلی اعظم کا شہود بغیر
اسماء و صفات کے ملاحظہ کے مراد لیا جائے تو اس کا دوام ہو سکتا ہے مگر یہ کہ کبھی اس
سے ذہول[1] ظاہر ہوتا ہے اور ارشاد فرمایا کہ باطن میں یعنی تجرد بحت کی راہ سے اس
آشنائی ہے لیکن شہود کے وقت لطیفہ اسریہ اس کو کسی قید کے ساتھ مقید کر دیتا ہے
لیکن یہ تقیید اسی لطیفہ کی جانب سے ہوتا ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ حقیقت انسانی
نزاکت و باریکی میں ہے اس لیے کہ وہ وہی نقطۂ خالصہ ہے جس نے نفس کلیہ میں تجلی
کیا ہے اور ارشاد فرمایا کہ اس تجلی اعظم نے ان احجار بہشتیہ کو جو اس تجلی کا نمونہ ہیں اپنے
کمال رخسار[2] کے حقائق میں ودیعت کیا ہے یعنی یہ احجار بعض تعلقات کے بعد بمنزلہ
امر کی شعاع اور اس کی خلعت ہو جائیں۔ پس یہ بات بذات مختلفہ کے ساتھ

---

[1] غفلت اور خود فراموشی

[2] رخسار حقیقت جامعہ کو کہتے ہیں اور یہی فاتحۃ الکتاب ہے۔ بعض لوگ رخسار سے وحدانیت بھی مراد لیتے ہیں۔ [illegible]

اس تجلی کے بروز کا سبب ہو جاتی ہو اور ارشاد فرمایا کہ افراد میں سے کوئی فرد جب اپنے
جبروت کی حیثیت سے اس معنی وجیرہ کو اپنا مقام پائے تو تمام علوم و معارف کو پس پشت
ڈالتا ہے۔ اور شعر

خلقت اطواق العلوم تعزیہ   تموج کما ناحت النساء الثواکل[1]

اس جگہ تحقق ہو جاتا ہو مگر یہ کہ وہی تجلی اعظم ایک علم کا اس شخص کی راہ سے القا
فرماتی ہو اور اس وقت اس کی زبان اسی کے ساتھ جاری ہو جاتی ہے۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ تجلی اعظم کے وجدان کو اگر وحدت سے تعبیر کیا جائے
تو بعید نہیں۔ اس نے ایسا غلبہ کیا ہو کہ اس کی وجہ سے اکثر احکام اور کیفیات قلبیہ
ضعیف ہو گئی ہیں اس لیے کہ وہ احکام رنگ و کیفیت کا تقاضا کرتے ہیں اور اس
معنی کی بے کیفی اور بے رنگی ان کی نفی کرتی ہو اور یہی حال خرابات وواقعات
میں ہو کہ اس حال کا غلبہ ان سب کو متلاشی و فنا کر دیتا ہو (اسی سے مذکورہ کی وجہ
سے جو کیفیات قلبیہ میں پایا جاتا ہو) نیز ایک وقت ارشاد فرمایا کہ تجلی اعظم کے ظہور
کمالات کی تنظیم میں جو افراد کمال کے اعتبار ہیئہ کے مطابق ہوتی ہو جس سے ان
کی تربیت مقصود ہو اور یہ بات اس نشأت کے لوازم وجود سے ہو کہ جس طرح کرہ
کے وجود کے لیے نقطۂ محور ضروری ہے اور نقاط محیط کے لیے مرکز ضروری ہو
اگر تجلی اعظم کے کمالات میں سے کوئی شان و کمال جبروت کے واسطے سے علوم یا احوال
کے اقسام میں کسی فرد کامل میں ظاہر ہو اور اگر اس کے بعد کوئی دوسرا کامل پیدا
ہو تو ضروری ہو کہ علم و معرفت یا جو کچھ اس کے علاوہ از قسم کمالات ہو وہ اس کامل
ثانی کی حقیقت سے جوش مارے (تو وہ) کامل اول کی حقیقت کالیہ پر مترتب ہوتی

---

[1] اور ان کی پیشانی میں علوم کے اطوار پیدا کر دئے گئے ہیں (علوم کی نشانیاں) وہ نوحہ
کرتی ہیں ان عورتوں کی طرح جن کے بچے مر چکے ہیں۔

ہوگا (مختصر ہوگا) مثلاً وہ حکم جس نے تجلی اعظم کا حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام
کے جبروت کے تقاضہ سے ظہور فرمایا یہ تھا کہ حضرت تجلی اعظم نے صورت ناسوتیہ میں بروز
کیا۔ اور اپنے احکام ظاہر فرمائے۔ پھر جب حضرت عیسیٰ عالم وجود میں آئے (تو) اس
حقیقت مقدسہ نے ان کے نفس ناطقہ کو اپنا مظہر فرما کر اپنے احکام کا اظہار کیا (پھر)
جب وہ اس عالم سے اٹھا لیے گئے تو آیت غالب آگئی اور جو ہونا تھا وہ ہوا۔ پھر
جب اس کے بعد ذات جامع کمالات خاتم الانبیاء جلوہ گر ہوئی (تو) اس حقیقت کالیہ
آپ نے باوجود منصۂ نفس ناطقہ کاملہ پر ظہور کے نقاب عبدیت اپنے چہرہ پر ڈال لی
(پھر بھی) اس سب کے باوجود آپ کی ذات مبارک دونوں آثار مرج البحرین
یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان کی مصدر ہو گئی اور جب وہ دورہ نبوت ختم
ہو گیا اور باب ولایت کھلا تو اسی طرح طبقۃً طبقۃً حقیقت کالیہ بصورت مرتبہ
متفرعہ ظاہر ہوئی (یعنی یکے بعد دیگرے ہر ولی ان کمالات کو حاصل کرتا رہا۔)
اور یہ معاملہ افراد کاملین کا ہو لیکن مجدد کے وجود سے وہی کمال اول، رونق وتازگی
حاصل کرتا ہو نہ کہ کوئی علاحدہ کمال ظہور پذیر ہوا ہو پھر آیہ کریمہ فبہداہم
اقتدہ کے اسرار میں ایسا ارشاد فرمایا کہ انبیاء سابقین صلوات اللہ علیہم
اجمعین میں ہر ایک الگ الگ کمال میں مخصوص تھے اور اس میں انتہائی رسوخ
اور پختگی رکھتے تھے۔ پھر جب خاتم الانبیاء کے وجود سراپا جود کا زمانہ آیا
تو نفس کلیہ نے جو ان تمام نفوس موصوفہ پر بہ کمالات خاصہ باکمال وسعت
حاوی تھا آنحضرت کے نفس ناطقہ کی صورت مقدسہ میں نزول کیا۔ پھر وہ تمام
نفوس اس نفس کاملہ قدسیہ کے دقائق (شامات) ہو گئے اور ان کے تمام کمالات
بہیئت اجتماعیہ کے ساتھ اس نفس میں سونپ دیے گئے پھر ضرورتاً قصد و ارادہ
کے تعلق سے اس سب کے بموجب عمل پا مور ہو گئے۔ چونکہ کاملین اشخاص میں

ہر ایک نے اُن کمالات میں زمانِ سابق میں اس نفسِ مقدسہ میں ایک سا رسوخ
پیدا کر لیا تھا اسی نے اس ذاتِ مقدس میں اس کے بعد ظہور کیا (الخ) اس بات
کو لفظِ اقتدہ سے تعبیر فرمایا گیا۔

حضرتِ اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ہم رمضان المبارک روزِ چہار شنبہ بوقت
اشراق حجرۂ اعتکاف میں غنودگی طاری ہوئی اور اس حالت میں حضرت موسیٰ
علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ ہاتھی پر سوار ہیں۔ لیکن وہ
عماری جس پر آپ سوار ہیں ویسی نہیں ہے جیسی ہمارے ملک میں ہوتی ہے بلکہ زین
کی طرح کی ایک چیز ہے جو اس کی گردن کے نزدیک بندھی ہے اور ایک جماعت آپ
کے ہمراہ ہے اور اسی ہاتھی پر ایک اور شخص بیٹھا ہوا ہے اور گوشت کو تیل میں
بھون رہا ہے۔ جب میں نے یہ صورت حال مشاہدہ کی تو میرے دل میں یہ خیال
آیا کہ ہر قوم کا ایک جدا طریقہ ہے اور سخاوت کا طریقہ ان کی قوم کے رواج کے مطابق
یہی ہے کہ ان کے ہمراہ کھانا پکا کر لیے جا رہے ہیں۔ بعد ازاں آپ ہاتھی سے اترے
اور فرش بچھا کر دسترخوان لگایا اور اسی اثنا میں از قسم بریاں گوشت آپ کے روبرو
رکھا گیا اور آپ کے خدام وہ گوشت اور روٹی تمام لوگوں کو تقسیم کر رہے ہیں اتنے
میں میں بھی خدمت اقدس میں پہنچا آپ نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور جس کو ذیل
سے خود بدولت نوش فرما رہے تھے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ کھاؤ میں
نے کھانا شروع کیا۔ کھانے کے بعد مجھ کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ میں عربی زبان تو جانتا ہوں
لیکن عبرانی زبان سے بالکل نابلد ہوں اگر آپ حضرت موسیٰ عربی زبان جانتے
ہوں تو استفادہ کا طریقہ آسان ہو گا ورنہ خیر (اتنے میں) آپ نے فرمایا کہ میں عربی
زبان کم جانتا ہوں۔ پھر میں نے چاہا کہ توریت میں سے کچھ آپ کے سامنے پڑھوں
لیکن پھر مجھے تامل ہوا کیونکہ توریت عبرانی زبان میں ہے اور میں عبرانی زبان سے نا آشنا

ہوں۔ پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اچھا دو تین ورق اس میں سے تبرکاً اسی زبان
میں پڑھنا چاہیے۔ لیکن جب نسخہ توریت آیا تو وہ عربی میں تھا میں
نے اس میں سے تھوڑا قصہ حضرت اسمٰعیل و حضرت اسحاق علیہما السلام کی پیدائش
کا پڑھا۔ بعد ازاں ایک برہمن آیا اور ان سے مسلمانوں کی شکایت کی جو اس وقت
ملک ہندوستان پر قابض ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ میں جب اس شہر
میں پہنچا تو عجیب لوگ نظر آئے۔ اور ان کی بعض بے باکیوں کا ذکر کیا۔ فقیر نے
عرض کیا کہ ملت مصطفویہ میں بہت سے گمراہ فرقے پیدا ہو گئے ہیں یہ تمام
بے باکیاں انہیں لوگوں کی وجہ سے ہیں ان میں سے تین فرقے ہندوستان میں بہت
ہیں ایک فرقہ زندیقوں و ملحدوں کا ہے جو قرآن کو صرف باطنی معنوں پر قیاس
کرتا ہے جس طرح قرآن عظیم میں حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں فرعون کے غرق ہونے
کا قصہ مذکور ہے یہ فرقہ کہتا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ نفس کی قوتِ
ملکیہ نے ظاہر ہو کر قوتِ بہیمیہ کو ہلاک کر ڈالا۔ جب میں نے یہ بیان کیا تو حضرت
موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرا دیے۔ اور دوسرا فرقہ اثنا عشریہ ہے
جو یہ کہتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد اصل خلیفہ برحق صرف آپ کے ابن عم حضرت
علی مرتضیٰؓ تھے اور ان کے بعد گیارہ دیگر اصحاب کو ثابت کرتا ہے۔ اور اس میں
بھی تفضیل رکھتا ہے۔ پھر میرے دل میں یہ آیا کہ میں کہدوں کہ تیسرا فرقہ وہ ہے
جو فروع میں بہت غلو رکھتا ہے اور مجتہد کو صاحب شرع جانتا ہے لیکن اس تیسرے
فرقہ کا میں ذکر نہ کر پایا تھا کہ جاگ پڑا۔

پھر جب عشرۂ اخیرہ کی وتر راتوں میں سے دوسری رات یعنی تئیسویں شب
ہوئی تو آخر شب اس خاکسار سے ارشاد فرمایا کہ یہ رات عبادات کی مقبولیت میں
ایک خصوصیت رکھتی ہے جب دن ہوا تو اس غلام نے خدمت اقدس میں اس کی

تشریح چاہی۔ ارشاد فرمایا کہ اس شب تجلی اعظم نے صورت مثالیہ کے ساتھ انشراح
رکھا اور اس کیفیت کا مقتضا قبول طاعات رہا ہے۔ اس وقت زبان اسرار سے یہ
بھی فرمایا کہ کامل جب اس عالم سے انتقال کرتے ہیں تو ان کی تمام اختیارات و
عادات ان سے سلب کر لی جاتی ہیں پھر وہی تجلی اعظم جس رنگ میں کہ وہ ہو قلب
ان میں سریان کر کے تصرف کرتا ہے۔ پھر دوسری وسطات میں جب کہ یہ خاکسار
شرف اندوز حضور تھا اچانک ارشاد فرمایا کہ آسمان کے دروازوں کا کھلنا اور
ملائکہ کا نزول جو شب قدر کے بارہ میں وارد ہوا اس سے مطلب اس عالم میں تو
مثالیہ کا ظہور ہے اور اس میں طاعات و عبادات قبول ہوتی ہیں۔ اور یہ بات
اسی رات محقق ہوئی۔ اس وقت اس غلام نے انوار معنویہ محسوس کئے اور جب
چہرۂ مبارک پر نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ انوار نگاہوں کا حجاب بن گئے ہیں جس سے ایک
طرفہ سکون مل رہا تھا۔ پھر جب نماز تراویح سے فارغ ہوئے تو خواجہ محمد امین نے
جو امام جماعت تھے بیان کیا کہ تین دوگانہ تراویح کے باقی رہ گئے تھے کہ مجھ پر
ایک ایسا حال طاری ہوا جو اس سے قبل کم ظاہر ہوا تھا اس وقت جب میں نے
آسمان کی طرف نگاہ کی تو اس کو انوار سے معمور دیکھا۔ اور حافظ صاحب مذکور بیان
کرتے تھے کہ اس وقت قوت طبعیہ کو اپنے میں دوگنا پاتا تھا اور معرفت دوبالا
ہو گئی تھی۔ پھر تمام اصحاب قیام لیل کے لیے آمادہ ہو کر نماز میں مشغول ہوئے اور
خود بدولت بنفس نفیس تھوڑا دراز لیٹ کر ہو کر اٹھے اور وضو فرما کر اندرون
حجرۂ اعتکاف مشغول ہوئے اور یہ غلام اور حافظ جیو حجرۂ اعتکاف کے دروازہ
پر نماز میں مشغول ہوئے۔ اس وقت حافظ جیو کہنے لگے کہ میں اس حجرہ کو انوار
ذی حسن سے بھرا ہوا اور مالا مال پا رہا ہوں اور اس سے بہت متعجب و متحیر ہو رہے تھے
اس وقت اس غلام کے دل میں یہ خطرہ آیا کہ اگر حضرت اقدس مجھے اس وقت

آواز دیں تو میں نماز کی حالت ہی میں جواب دوں۔ اچانک آپ نے عام طور پر جیسے
آپ پکارا کرتے تھے اس غلام کا نام لے کر آواز دی میں بعجلت تمام حجرہ کے دروازہ
پر پہنچا۔ آپ نے دست مبارک سے دروازہ کھولا اور خلوت خاص میں روبرو
قریب بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور اثناء ارشاد فرمایا کہ یہ رات ایک قسم کی تجلی ظہور کی
رکھتی ہے۔ چوں کہ اس وقت اس کی تفصیل کا اظہار نہ فرمایا لہذا مجھے بھی جرأت
نہ ہوئی اور خاموش ہو حجرہ میں بیٹھ گیا اور بہت دیر تک شرف حضوری سے مشرف
رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پھر جب خلوت خاص میں باریابی ہوئی تو جناب
مقدس سے اس کی تشریح کا خواستگار ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ تجلی اعظم کی برزہ
مثالیہ کی ایک نقاب کامل طور پر ظاہر ہوئی تھی۔ اور شیخ محمد مراد نے جو جناب
ولایت مآب کے مستفیضین میں سے تھے اور مسجد خاص میں معتکف تھے اس رات
شب قدر کی بعض علامات مشاہدہ کیں اور پھر تحقیق کرنے پر مزید تصدیق ہو گئی۔
جب ستائیسویں شب ہوئی جو کہ ختم قرآن کی رات تھی لوگوں کی ایک کثیر
تعداد یعنی طلباء، علماء، فقراء، امراء جمع ہو کر جناب مقدس کی دعا کے خواستگار ہوئے
حضرت اقدس نے اس رات قیام لیل فرمایا۔ اور اکثر ارادت مند نیز مجاورین آستانہ
وغیرہ بھی شب بیداری کے شرف سے مشرف ہوئے۔ آنحضرت دامت برکاتہم نے
ارشاد فرمایا کہ اس رات انس و راحت بیش از بیش پائی جاتی ہے۔ پھر تہجد کے
وقت دست ہائے کرامت بپا اٹھائے اور دعائے خیر و صلاح دارین اور حصول
مطالب ظاہری و باطنی سے سب کو نوازا۔ اور جب انتیسویں رات ہوئی تو فرمایا کہ
جو وتر راتوں کی آخری رات ہو اس میں قیام لیل کرنا چاہیے۔ پھر خود بدولت بنفس
نفیس حجرۂ خاص میں مشغول ہوئے اور تمام مجاورین نے بھی قیام لیل کیا اور وقت
سحر جب یہ غلام خلوت میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا کہ آج رات قوائے روحانی کا ظہور

تھا ذکر قوائے مثالی کا، اور یہ رات بہت برکتوں والی ہو (اس میں) قوائے مثالی
کے ظہور کے آثار کا ہر شخص ادراک کرتا ہو بخلاف قوائے روحانی کے آثار کے
کہ ان کا حصول صرف بعض کے لیے مخصوص ہو اور جب دن ہوا تو ارشاد فرمایا
کہ طلوع صبح کے قریب غنودگی طاری ہوئی اور اس میں یہ مشاہدہ ہوا کہ ایک مجلس
عالی ہو جہاں تمام احباب موجود ہیں اور کچھ غیر لوگ بھی ہیں جو اس مجلس کے حالات
ہمارے سامنے بیان کر رہے ہیں، اور میں نے اپنے اکثر احباب کو مودب و باخضوع
پایا اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو چنداں خضوع نہیں رکھتے وہ بھی صورت افسانہ سے
قطع رکھتے ہیں۔ اور میں نے دو سانپوں کو دیکھا ایک چتی دار، دوسرا سبز و سفید
رنگ، لیکن دونوں ہلکے رنگ کے ہیں اور خواجہ ابوالخیر ان دونوں سانپوں کی طرف
اشارہ کر کے کہہ رہے ہیں کہ یہ دونوں سانپ فلاں شخص ہو (ان دونوں سانپوں
کے بھیس میں فلاں شخص ہیں) اور وہ نیاد والوں میں سے ایک شخص کا نام لیا اور یہ
کہا کہ جب وہ گھر کے باہر نکلتا ہو تو اس رنگ کا ہوتا ہو یعنی ارقم* اور جب گھر کے
اندر داخل ہوتا ہو تو سفید و سبز ہو جاتا ہو۔ گویا اسی مجلس کا ایک شخص ہو جو کبھی
کبھی سامنے آتا ہو۔ جب اس کے عرض کرنے کی نوبت پہنچی (تو) ہمارا ایک عزیز
اس سے کہہ رہا ہو کہ یہ ایک شخص کی رجو ہو کہ جب اصحاب رسول کا ذکر ہوتا ہو تو
سینہ کوبی کرتا ہو اور کہتا ہو کہ کیا بلاؤں نے دیا کیا اور انھوں نے دیا کیا، اور انھیں
میں ایک شخص اور بھی ہو جو اس مجلس سے اٹھ کر حقہ پینے میں مشغول ہو گیا اور اس کی
آواز سنائی دے رہی ہو اور اس خاکسار سے فرمایا کہ تم اس کی باتوں کو ناخوش و برا
کہہ رہے ہو کہ یہ کیا فعل بد اور بد وضعی ہے جو اس شخص نے اختیار کی ہو پھر
میں جاگ پڑا۔

پھر روز شنبہ ارشاد فرمایا کہ آج عید کا دن تھا دوپہر کے وقت خواب دیکھا کہ

ایک شخص یہ سوال کر رہا ہو کہ وہ علت جو قیام قیامت اور بعثت رسل کا سبب ہو کیا
ہو؟ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ایک علم عظیم میرے دل میں القا فرمایا اور میں بآواز بلند
تقریر کر رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ وجود و عدم[۱] متعاقبین ہیں (آگے پیچھے چلنے والے)
چنانچہ ذات الٰہی نے ایک ارادہ کیا جس کی تفصیل عالم موجود ہو اسی طرح اس کا
ایک اور ارادہ ہو گا جس کی تفصیل عدم محض ہو پس ایک وقت ایسا آنے والا ہو
کہ سب عدم محض ہو جائے گا جس طرح آفتاب جب طلوع کے قریب پہنچتا ہو تو سفیدۂ
صبح کا ظہور ضروری ہوتا ہو اسی طرح جب عدم نزدیک پہنچتا ہو تو قیامتوں کا وجود
ضروری ہوتا ہو یعنی حوادث ظاہر ہوتے ہیں جو عالم کو عدم محض کے قریب کر
دیتے ہیں اور یہی قیامت کا سبب ہو جاتا ہے اور لوگوں کے لیے یہ بھی ضروری ہو
کہ ایک گھر ہو جہاں وہ منجملہ سب کے بدن کی پوشاک اتار کر جائیں یعنی عالم برزخ
بعد ازاں ایک اور گھر ہو جہاں قوائے مثالیہ اجسام میں حلول کریں یعنی حشر۔
اور جب عالم برزخ میں لوگوں کی سعادت و شقاوت ظاہر ہو گی جن کا منشا
افعال اختیاریہ ہو گا (تو) حکیم حقیقی کی حکمت میں اس علم کا مترشح ہونا خلق پر واجب
ہوا کہ ان میں کا ایک بڑا حصہ سعادت مند ہوں بسبب ان کی قوت عاقلہ کے قلبے کے قوائے
سبعیہ و بہیمیہ پر حضرت حق کے ساتھ ان کی قوت عاقلہ کا اتصال مقصود ہو جانا
چونکہ (ان ہی لوگوں میں سے) ہر فرد کو اس علم کے ظہور کی قابلیت نہ ہو گی لہٰذا ایسے
شخص کا اختیار واجب ہو گا جس کی اصل میں ایک فطرت رفیعہ تجلی اعظم سے
مناسبت رکھتی ہو اور ایک فطرت رقیقہ ملاء اعلیٰ کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو تاکہ یہ
علم بہ کمال اس میں مترشح ہو اور اس کی قوت عاقلہ قوت سبعیہ و بہیمیہ و سفلیہ پر دو
وجوہ سے غالب ہو ایک تو یہ کہ کوئی رکاوٹ ان قوی سے اس علم کے ترشح میں ظاہر نہ ہو

---

۱ لفظ روح لطیفہ نورانیہ کو کہتے ہیں اور کسی جگہ لطیفہ سے بھی مراد لیتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ ایک قسم کی صورت سعادت بوجہ کمال اس میں ظاہر ہو اور یہ بھی ضروری ہو کہ اس کے طالع میں زمانہ اور زمانہ والوں پر غلبہ اس وجہ سے ودیعت رکھا گیا ہو کہ اس علم کو اس علم کا مغلوب کردے۔ یعنی اپنے علم کو جو اس پر مترشح ہو دوسرے شخص کو بخش دے۔ پس عنایت الٰہی نے اس شخص کو اپنے لطف کا ذکر بار ان پر وہ علم جو عالم برزخ وحشر کا مخبر ہو القا فرمایا تاکہ وہ ان علوم و اعمال کی جن پر سعادت موقوف ہو تعلیم فرمائے۔ اور یہی رسولوں کے بھیجنے کا سبب ہے (یعنی حبیب سے حُب کا اظہار)

خواجہ کمال الدین ولی اللّٰہی فوائد میں لکھتے ہیں کہ حافظ محمد افضل امام مسجد اکبر آباد جو حضرت اقدس کے مخلص خادم تھے ایک روز مثنوی مولانا روم قدس سرہٗ پڑھ رہے تھے اسی دوران حضرت بلال مؤذن رضی اللہ عنہ کا قصہ اور ان کا یہودی سے جھگڑا جس کے بیان کرنے کی یہاں ضرورت نہیں پڑھنا شروع کیا۔ اس کے سنتے ہی حضرت اقدس پر وجد و بکا کی کیفیت طاری ہو گئی آپ کے مرتبۂ کمال تمکین کو دیکھتے ہوئے حاضرین و غائبین کو حیرت و تعجب ہوا بعد کو ... نے گستاخی کی جرأت کرتے ہوئے اس بھید کو دریافت کیا۔ فرمایا کہ ہر لطیفہ اپنے مقام کے مطابق اپنا حصہ حاصل کرتا ہے اور وجد و شوق کی حالت جو لطیفۂ قلب کے ساتھ مخصوص ہے داستان مذکور سننے سے دل پر غالب آ گئی۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قصہ سننے سے جو قدیمی رغبت اور شوق مجھ میں ہے اس کو دیکھتے ہوئے بعض اوقات استغنۂ خاطری لطیفۂ قلبیہ کی طرف رجوع کرتی ہو اور اسی کے مطابق آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

احمد خاں افغان کے ہنگامہ کے دوران شاہجہاں آباد والوں پر انتہائی خطرہ طاری تھا اور ہر شخص اپنی جان و مال کو ... فکر میں تھا حضرت اقدس کے بعض مخلصین خواجہ حبیب اللہ کشمیری اور ... خاں تھے ... نے ان حالات کے پیش نظر آپ کی

خدمت میں عرض کیا کہ اس فتنہ و فساد میں اپنا مال و اسباب کہاں لے جائیں آپ نے نہایت وضاحت سے فرمایا کہ ہم اور ہمارے تمام مخلصین بلکہ تمام اہل شہر انشاء اللہ تعالیٰ اس فتنہ و فساد سے محفوظ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا فرمادے گا کہ ہر طرح سے امن ہو گا۔ اور واقعی ہوا بھی ایسا ہی کہ افغان بادشاہ کے لشکر سے شکست کھا کر جس راہ سے آیا تھا واپس گیا۔ اور اس کے صدمہ سے شہر محفوظ رہا۔

انھیں ایام میں جب کہ محمد شاہ تختِ سلطنت پر متمکن تھا اور تمام ارکان دولت اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے فتنہ کی صورت ظاہر ہو چکی تھی حضرت اقدس نے عبدالمجید خاں کشمیری سے فرمایا کہ یہ حکومت درہم برہم ہو جائے گی اور تغیر کلی رونما ہو گا اور تمہارے اطمینان میں بھی خلل واقع ہو گا۔ لیکن ذات باری تعالیٰ کے فضل سے اس کی پوری امید ہے کہ عزت و آبرو محفوظ رہے گی اور ہم بھی تمہارے حق میں دعا گو ہیں۔ آپ کے فرمانے کے کچھ ہی دن بعد قدر نے اس دنیا سے کوچ کیا اور بیشتر امراء افغان کی جنگ میں مارے گئے بعد از ان بادشاہ اور بخشی دونوں نے وفات پائی۔ یہاں تک کہ قدیم ارکان سلطنت میں سے کوئی باقی نہ رہا اور جو خدمات عبدالمجید خاں کے سپرد تھیں وہ سب احمد شاہ کے بیٹھتے ہی دوسروں کے سپرد کر دی گئیں۔ اور ان کی جماعت کا شیرازہ منتشر ہو گیا لیکن وہ (خود) حضرت کی توجہ عالیہ کی برکتوں کی بدولت باوجود معزولی کے بھی معزز رہے۔

ایک دن خواجہ محمد صالح سمرقندی وہ بیدی[1] نے جو میر جملہ فرخ سیری سے قرابت رکھتے تھے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ایک لڑکا ہے جس کو میں

---

[1] ایک قسم کا عہدۂ شاہی

دوسرے یہ کہ ایک قسم کی صورت سعادت بروجہ کمال اس میں ظاہر ہو اور یہ بھی ضروری ہو کہ اس کے طالع میں زمانہ اور زمانہ والوں پر غلبہ اس وجہ سے ودیعت رکھا گیا ہو کہ اس علم کو اس علم کا مغلوب کر دے۔ یعنی اپنے علم کو جو اس پر مترشح ہو دوسرے شخص کو بخش دے۔ پس عنایت الٰہی نے اس شخص کو اپنے لطف کا ذکر بار ان پر وہ علم جو عالم برزخ و حشر کا مخبر ہو القا فرمایا تاکہ وہ ان علوم و اعمال کو جن پر سعادت موقوف ہے تعلیم فرمائے۔ اور یہی رسولوں کے بھیجے کا سبب ہے (یعنی حبیب سے محب کا اظہار)

خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی فوائد میں لکھتے ہیں کہ حافظ محمد افضل امام مسجد اکبر آباد جو حضرت اقدس کے مخلص خادم تھے ایک روز مثنوی مولانا روم قدس سرہ پڑھ رہے تھے اسی دوران حضرت بلال مؤذن رضی اللّٰہ عنہ کا قصہ اور ان کا یہودی سے جھگڑا جس کے بیان کرنے کی یہاں ضرورت نہیں پڑھنا شروع کیا۔ اس کے سنتے ہی حضرت اقدس پر وجد و بکا کی کیفیت طاری ہو گئی آپ کے مرتبۂ کمال تمکین کو دیکھتے ہوئے حاضرین و غائبین کو حیرت و تعجب ہوا۔ بعد کو ... نے گستاخی کی جرأت کرتے ہوئے اس بھید کو دریافت کیا۔ فرمایا کہ ہر لطیفہ اپنے مقام کے مطابق اپنا حصہ حاصل کرتا ہے اور وجد و شوق کی حالت جو لطیفۂ قلب کے ساتھ مخصوص ہے داستان مذکور سننے سے دل پر غالب آئی۔ اور حضرت بلالؓ کا قصہ سننے سے جو قدیمی رغبت اور شوق تھا ... اس کو دیکھتے ہوئے بعض ... ت ... خاطری لطیفۂ قلبیہ کی طرف رجوع ... ہو اور اسی کے مطابق آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

احمد خاں افغان کے ہنگامہ کے دوران شاہجہان آباد والوں پر انتہائی خطرہ طاری تھا اور ہر شخص دینی جان و مال ... لہٰذا حضرت اقدس کے بعض مخلصین خواجہ حبیب اللّٰہ کشمیری اور عرفان ... نے ان حالات کے پیش نظر آپ کی

خدمت میں عرض کیا کہ اس فتنہ و فساد میں اپنا مال و اسباب کہاں لے جائیں آپ نے نہایت وضاحت سے فرمایا کہ ہم اور ہمارے تمام مخلصین بلکہ تمام اہل شہر انشاء اللّٰہ تعالیٰ اس فتنہ و فساد سے محفوظ رہیں گے اور اللّٰہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا فرما دے گا کہ ہر طرح سے امن ہو گا۔ اور واقعی ہوا بھی ایسا ہی کہ افغان بادشاہ کے لشکر نے شکست کھا کر جس راہ سے آیا تھا واپس گیا اور اس کے صدمہ سے شہر محفوظ رہا۔

انھیں ایام میں جب کہ محمد شاہ تخت سلطنت پر متمکن تھا اور تمام ارکان دولت اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے فتنہ کی صورت ظاہر ہو چکی تھی حضرت اقدس نے عبدالمجید خاں کشمیری سے فرمایا کہ یہ حکومت درہم برہم ہو جائے گی اور تغیر کلی رونما ہو گا اور تمھارے اطمینان میں بھی خلل واقع ہو گا۔ لیکن ذات باری تعالیٰ کے فضل سے اس کی پوری امید ہے کہ عزت و آبرو محفوظ رہے گی اور ہم بھی تمھارے حق میں دعا گو ہیں۔ آپ کے فرمانے کے کچھ ہی دن بعد وزیر نے اس دنیا سے کوچ کیا اور بیشتر امرا افغان کی جنگ میں مارے گئے بعد ازاں بادشاہ اور بخشی دونوں نے وفات پائی۔ یہاں تک کہ قدیم ارکان سلطنت میں سے کوئی باقی نہ رہا اور جو خدمات عبدالمجید خاں کے سپرد تھیں وہ سب احمد شاہ کے بیٹھتے ہی دوسروں کے سپرد کر دی گئیں۔ اور ان کی جماعت کا شیرازہ منتشر ہو گیا لیکن وہ (خود) حضرت کی توجہ عالیہ کی برکتوں کی بدولت باوجود معزولی کے بھی معزز رہے۔

ایک دن خواجہ محمد صالح سمرقندی وہ بیدی نے جو میر جملہ فرخ سیری سے قرابت رکھتے تھے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ایک لڑکا ہے جس کو میں نے

[illegible]

حضور کی نذر کر دیا تھا اور جو اس در کا غلام بھی ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جس دن
میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اسی دن میرے وہاں ایک لڑکا پیدا ہوا
تھا تقریباً پچیس روز ہوئے جب خدمتِ اقدس سے رخصت ہو کر گھر پہنچا تو دیکھا
کہ گھر کے تمام افراد گریہ و زاری میں مصروف ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ بچے نے
دودھ پینا چھوڑ دیا ہے اور کسی طرح نہیں پیتا اور حالت نازک ہے جب میں نے
لحاف اس کے سر پر سے ہٹایا تو دیکھا کہ اس کی پتلیاں چڑھی ہوئی ہیں اور حسرت
سے دیکھ رہا ہے اور نزع کی حالت طاری ہے۔ میں اسی وقت خدمتِ اقدس میں
حاضر ہوا اور صورتِ حال عرض کی۔ آپ نے تھوڑا پانی دم کر کے عنایت فرمایا۔ اس
پانی کو ٹپکانا تھا کہ گویا تنِ مردہ میں پھر سے جان آگئی اسی وقت ہوشیار ہوا اور فوراً
دودھ پیا۔ اسی وقت میں نے اس کو آپ کی نذر کر دیا۔ آپ ماشاء اللہ وہ چودہ
سال کا ہے۔ انشاء اللہ خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ ملازمت حاصل کرے گا۔

رمضان ۱۲۸۱ھ میں حضرتِ اقدس نے چلہ کشی کا قصد فرمایا اور یہ بندہ
کاتب حروف بھی جنابِ کرامت مآب کی جاذبِ عنایات کی بدولت جو ظاہراً بوجہ
خط و کتابت اور باطناً از روئے توجہات جو اس کے شامل حال تھیں فضلِ الٰہی کے
زاد و راہ کے ساتھ نصف شعبان گذر جانے کے بعد اپنے وطن سے روانہ ہو کر حاضر ہوا [illegible]
فیضان انجمن ولایت مسکن کی شرفِ زمین بوسی سے مشرف ہوا اور معتکف [illegible]
کے حوالی کے معتکفین میں منسلک ہو کر ہمہ وقت لا انتہائی جلیلہ کی سعادت
سے مشرف ہوا اور ان مبارک ایام میں سب سے بڑی سعادت جو خاکسار کو نصیب
ہوئی یہ تھی کہ رات دن میں جس وقت چاہتا خلوتِ خاص میں حاضری بار یابی
ہوتی۔ ان معارفِ خاصہ اور اسرارِ خاصہ جو حضرت آپ سے مخصوص تھے ان کے بیان
سے اس خاکسار کو بھی مشرف و مستفیض فرماتے اور ان تمام مبارک اوقات کو

[illegible]

تذکرہ تحریر کر کے اپنی سعادت کا سرمایہ بنایا۔ اور تمام خدام ذوی الاحترام جو
شرفِ مجاورت سے مشرف تھے اپنی اپنی حسبِ استعداد فیوضاتِ ظاہری
و باطنی سے بہرہ اندوز ہوئے

خواجہ محمد امین بیان کرتے ہیں کہ اعتکاف میں جلوس فرماتے وقت
ارشاد فرمایا کہ ان ایام میں شغلِ باطنی کی طرف توجہ کرنے میں زائد سے زائد
پابندی کرنا چاہیے انشاء اللہ تعالیٰ تھوڑی ہی کوشش سے بہت زائد کشود کار
ہوگا۔ چنانچہ تعمیلِ حکم میں ایک وقت متوجہ ہو کر بیٹھا آپ کے توجہ کرتے ہی
ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ از خود رفتہ ہو گیا اور ایک گھڑی تو یہ حالت
رہی کہ آنکھ کھولنے کی بھی سکت نہ رہی۔ اور وہ اسرار جو اس روز خواجہ صاحب
موصوف پر واضح ہوئے تھے ان کے حالات میں قسمِ ثالث میں لکھ دیے گئے ہیں

حقائق آگاہ شاہ نور اللہ نے اسی دوران حضرت شیخ محمد قدس اللہ سرہم
العزیز کو واقعہ میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں "بابا عارف وہ ہے جس کے وجود کا ہر ذرہ
عارف ہو اور محبتِ الٰہی سے بھرا ہوا ہو اور اس کے ہر قول و فعل میں ایک تاثیر ہو

انہیں ایام میں ایک روز صبح کے وقت یہ بندہ کاتب حروف خلوتِ خاص
میں باریاب ہوا اس وقت حضرتِ اقدس کو دیکھا کہ استغراقِ عظیم طاری ہے
تھوڑی دیر ہوا حجرہ شریف میں بیٹھ کر بقدرِ استعداد فیضِ خاص سے مستفیض ہو کر
اپنی جگہ واپس آیا۔ پھر جب مغرب و عشا کے مابین شرفِ حضوری حاصل ہوا تو
ارشاد فرمایا کہ میں جب خلوت میں داخل ہوا اور متوجہ ہونا چاہا تو اس وقت نہ
قلب کو پایا اور نہ روح کو جس کے ذریعہ توجہ کروں، مگر حیرت کی کیفیت اجمالی
موجود تھی۔ پھر جب میں متوجہ ہوا تو تجلیٔ اعظم میں حیرت کا انحلال قوی
ظاہر ہوا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ نفس کلہ حیرت ہے۔ تجلیٔ اعظم نے ظہور فرمایا ہے اس تجلی کا

نوٹ: ہر جزو ہر نفس جزئیہ میں جو اس نفس کلیہ کے تنزلات سے ہو موضوع (پیرو) ہوتا
ہے۔ اسی کو تجربحت کہتے ہیں۔ اور جس طرح نفس جزئیہ کے ظہور میں
تحلیلات طبعی واقع ہوتی ہیں جو معدنیات سے نباتات کی طرف۔ اور نباتات
سے حیوانات کی طرف اور اس سے انسانیات کی طرف پہنچتی ہیں۔ اسی طرح
تحلیلات کسبیہ و ریاضیہ واقع ہوتی ہیں یہاں تک کہ تجربحت بھی تجلی اعظم
میں [illegible] ہو جاتی ہے اور تجلی اعظم کو اپنی نظر بنا لیتی ہے
یعنی اپنے نور تعین کو جو اس نفس جزئیہ میں اس کو لاحق ہوا تھا خود بخود فنا ہو کر اس تجلی
کی شعاع مطلق ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کو اس نفس کے ساتھ جو
اس کے تعین کا منشا ہو گیا تھا۔ ایک ربط باقی رہتا ہے اور یہی تجلی اعظم کی ذرۂ
مطلق کے ساتھ مناسبت کی راہ ہے۔ اور اسی راہ سے شرائع و نوامیس [1] ....
اور علوم آلہیہ انبیا اور اولیائے کاملین پر نازل ہوتے ہیں اور یہی وہ رابطہ ہے
جو قرب الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ آفتاب جب موجود
ہوتا ہے تو اس میں ایک لطیفہ دہنیہ (کرہ) ہے جو شعلہ کا مادہ ہے جس میں روشنی
ودیعت کی ہوئی ہے۔ اور یہی مثال تجربحت کی ہے جو انوار کے نور کا منشا ہے
اور نفس ناطقہ کی مثال شعلہ، بتی اور چراغ کی ہے۔ اور لطیفہ دہنیہ جزو مستور
از جسد و جسم نسیمہ کے ہے جو نفس ناطقہ کے افاضہ کو قبول کر لینے والا ہے
جب تک ستارے ہیں اور آفتاب بھی خفا میں ہے ہماری نظروں سے اوجھل ہے

[1] یعنی اس انوارات جو افراد و ظہور میں آنے والے ہیں۔
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ستاروں کی روشنی ابھی آب و تاب پر ہو اور امتیاز کلی رکھتی ہو اور جب دن
ہوا اور آفتاب نکل آیا ستاروں کی روشنی اس میں گم ہو گئی اور اسی کی ایک
شعاع ہو گئی اس میں کسی قسم کا امتیاز نہ رہا۔ لیکن باوجود اس گم شدہ روشنی
کے درحقیقت ایک ربط اس انشراح کے ساتھ جو اس کے تعین کا منشا ہو گیا تھا
باقی ہے اور ارشاد فرمایا کہ اسی طرح کامل کا نفس ناطقہ اور تمام قوی اگرچہ بسبب
اضمحلال تجربحت گم ہو جاتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ وہ نعیم جسمانیہ کے
قابل نہ ہو بلکہ ان نعمات کا افاضہ اس پر علیٰ درجۃ الکمال ہو گا۔ اس لیے کہ آپ
وہ دوسرا اختیار و احاطہ رکھتے ہیں جو گم شدگی سے قبل نہ تھا۔ پھر ارشاد فرمایا
کہ تجلی اعظم کی کاملین کے احجار بہتیہ کے ساتھ مصلحت کلیہ کے ظہورات کے
اقتضا کے مطابق مختلف نسبتیں ہوتی ہیں جیسے آفتاب کی نسبتیں ستاروں کے
ساتھ کہ کبھی وہ آمنے سامنے ہوتے ہیں اور کبھی محاق و حجاب میں۔ کبھی
تثلیث یا تسدیس میں اور کبھی نظر مودت میں اور ان میں سے ہر ایک کی نسبت
کا مقتضا اور نظریات علاحدہ علاحدہ ہیں۔ پس بعض احجار بہتیہ میں اس نسبت
کے مطابق جو اس میں ہے لاہوت کا ناسوت میں انجذاب ہے اور بعض میں
عبدیت محض۔ اور بعض کے ساتھ مودت و الفت۔ اور تجلی اعظم کی بعض
احجار بہتیہ کے ساتھ ایک بے کیف نسبت ہے جو اس نسبت مذکورہ کے
ماورا ہے اور ان جہات و نظرات مشہورہ (اعتبارات و نظریات) کے
علاوہ ہے گویا اس کی نظر غیب صرف اور بے جہتی محض سے نمودار ہوتی ہے
اور بے تعینی و خالص بیرنگی کے ساتھ جو شمس مارتی ہے جس کا مشاہدہ حافظ
نے اپنی غزل کے اس شعر میں کیا۔ ولے ز طرف کلہ خیمہ بر سحاب زدہ
اور اس کا نور ایسا ہو گویا کچھ نہ تھا۔ اچانک اس کے احکام ظاہر ہوتے ہیں

اور یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس سمت سے آئے۔ اور اس معنی کا مقتضا صرف
تیقظ و بیداری ہے اور ہر چیز کے سِر کا ادراک اور ہر کلام میں نکتہ فہمی یہی
اصل حکمت ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ شخص کسی منصب خاص سے متعین نہیں ہوتا
پھر ارشاد فرمایا کہ جب (بھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کاملہ میں تفکر
کرتا ہوں تو عجیب قسم کا ادراک ہوتا ہے جو تمام حقایق کا کمال وسعت سے احاطہ
کیے ہوئے ہے گویا پورے پورا عنوان ہو گیا ہے۔ اور انا فتحنا
لک فتحا مبینا سے اسی طرف اشارہ ہے پھر آپ نے حقیقت جبرئیلیہ کی سِر
دقیقہ بیان کی جس کے ادراک سے عقلیں قاصر ہیں۔ پھر بندہ کاتب حروف نے
جو آپ کے فیض خاص کے پرتو سے روشن ہوا تھا عرض کیا کہ جس طرح (اجزائے) موجودات
کا ہر فرد اسما و صفات کی راہ سے تمام مراتب تنزلات پر گذر کر کے اس نشأت
میں متعین و متشخص ہو گیا ہے اسی طرح یہ وہ وسائط سالک کے ذات تک وصول
کے لیے مخصوص ہے وہ سبب یہ کہ [illegible] جس سے مراد الی اللہ ہے اس
میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور وہ چیز ثبوت و وجود سے فوق ہے (یعنی امر
کی حقیقت ہے) اور یہ [illegible] جیسا کہ فوق الفوق نقطہ کا ظہور و انتشار
تفسیر و توضیح ہے۔ یہی معرفت کی حیثیت ہے اور یہی وجہ خاص ہے جس کی طرف
توجہ کرنا بغیر اسما و صفات کی آمیزش کے ذات صرف کی طرف وصول ہے جس طرح وہ
اول کا سلوک اسما و صفات کے وصول کا ختم ہے۔ پس توجہ بوجہ خاص جو منقطع
توہم ہے یا دوسری چیز ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ معرفت صحیح ہے لیکن جو منقطع توہم
ہے اس سے مراد صورت مقدس کی حفاظت ہے۔ جو لطیفہ [illegible] نازل ہوتی ہے اور
یہ معرفت جس کا ذکر تم نے کیا ہے صحیح ہے اور اس کے شہود سے ایک معرفت
وہ ہے جو سابقا مذکور ہو چکی ہے اور ہر شخص اس تک نہیں پہنچ سکتا اور طریقت کی

روشنی معارف دقیقہ کی جبین تحقیق ہوتی ہے۔ بعد ازاں بوجہ خاص توجہ کی تحقیق
میں جو اکابر نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کی اصطلاح میں ہے ارشاد فرمایا کہ جب
نفس ناطقہ مجرد و بے کیف حقیقت کے شہود سے پُر ہو جاتا ہے تو اس جگہ سے اس
شخص کے وہم میں ایک مقدس اور بے رنگ صورت نازل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ
صورت مکانیہ مجرد و بے کیف ہو جاتی ہے۔ اس صورت وہمیہ کی محافظت وجہ خاص
کے ساتھ توجہ کرنا ہے۔ اور یہی صورت مورث توجہ و تاثیر و منشاء و نسبت ہے جو
کیفیات مقدسہ میں سے ایک کیفیت ہے ورنہ مجرد محض اور بے کیف صرف میں یہ
بات پیدا نہیں ہوتی بلکہ جو کچھ وہ خاصیت بخشتا ہے (یعنی بے کیف صرف)
ایک تیقظ بسیط ہے۔ اور بعض مشائخ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس ناطقہ کی یہ
توجہ ذات صرف بے رنگ و بے کیف کی طرف ہے اور یہ صورت وہم کے تعلق سے
ناشی ہوئی ہے (یعنی تفکر سے پیدا ہوئی ہے) لہذا اس کی محافظت سے اور اس
کے پیچھے پڑنے سے منع فرماتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک یہ ہے کہ یہ توجہ ذات بحث
کی طرف نہیں ہے بلکہ تجلی اعظم کی طرف ہے جس سے مطلب نفس کلیہ اور وہ تقاضا جو
خلق عوالم میں ذات کا ظہور ہے اور وہ صورت بھی تعقل وہم سے نہیں ہے بلکہ اس
مقام سے وہم میں فائض ہوتی ہے اس لیے کہ اس تجلی کے کئی برزات ہیں ایک
افلاک کے احجار مخفیہ میں اور اس کی وہ صورت جو مدور کے ساتھ وہم میں ہوتی
ہے نور قمر کے مشابہ ہے اور وہ مدور کر کے آسمان کی بلندیوں کی جانب کھینچ لیتا ہے اور
دوسری ملاء اعلیٰ کے احجار مخفیہ میں ہے اور اس کی صورت مدارک میں صورت
ہوائی سے مشابہ ہوائی بچرہ (چنگاری) اور وہ وہم کو آسمان و زمین کے وسط میں لے
جاتا ہے اور دوسری عالم مثال میں ہے کہ اس کی صورت وہم میں درخشندگی سے
مشابہ ہے

اس کی مراد یہ نہیں ہو کہ کیفیات و صفات ان بزات کے لیے ثابت ہیں جو مقدس

ہیں بلکہ مراد یہ ہو کہ ان کی صورتیں جب مدرکہ میں متمثل ہوتی ہیں تو ان کی تعبیر
ان سے زیادہ (واضح) ہوتی ہو گویا یہی اطوار ان مواطن میں اس کی تمثیل کے لیے
موضوع ہیں پس تعقل وہم کا اس میں کوئی دخل نہیں ہو۔

ایک روز دوپہر کے وقت یہ بندہ شرف حضوری سے مشرف تھا کہ ایک عزیز
نے حضور معارف گنجور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے یہ وجدان یہ معلوم ہوا ہی
کہ مرنے کے بعد ان حالات کے بعد جو اس کو اس عالم میں پیش آئیں گے۔
حقیقۃ الحقایق [illegible] فنائے کلی خارجی ہوگی اور بساطت تمام ظاہر ہو گی۔
(یعنی فنائے کلی ہو جائے گی اور ترکیب ختم ہو جائے گی) اس وقت آنجناب
کے آفتاب وجدان کی شعاعیں جو اس ذرۂ بے مقدار پر پڑیں تو آپ کے
اس قول کے بھید کو دریافت کرنے کے لیے عرض کیا کہ جب عالم اجمال کا کوئی
شخص علاوہ نبی کے اپنی حقیقت کے اضمحلال کو حقیقۃ الحقایق میں جو
نفس الامری ہو پاتا ہو اور تعینات کے مانع ہونے کی وجہ سے ان کا حصول
بالفعل نہیں ہوتا تو ان کے تخیلی ذہن میں ایسے متمثل ہوتے ہیں کہ مرنے کے
بعد یہ صورت ظاہر ہو گی۔ حضرت اقدس نے اس حقیر کی بہت تقویت فرمائی
(حقیر کی اس عرضداشت کی تائید فرمائی) اور پھر بالتفصیل ارشاد فرمایا کہ زمانہ
کے بعض صوفیا کا قول میں نے سنا ہو وہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد ایسا ہوتا ہے
جیسے دریا سے ایک کوزہ آب بھر کر لائے جب وہ کوزہ ٹوٹ گیا تو وہ پانی پھر دریا
ہی میں مل گیا۔ حقیقتاً اس قول کی تحقیق یہی ہی کہ وہ چونکہ (ایک قسم)
تشخص کی وہ بدولت اس اضمحلال کے ساتھ شامل رکھتا ہو اور اس کو بالقوت

پاتا ہو نہ کہ بالفعل۔ اور اسی جسم اور قویٰ کو فعلیہ سے مانع جانتا ہو تو یقینی
طور پر یہی گمان کرتا ہو کہ اس بدن کے خراب (فنا) ہونے کے بعد یہ صورت
ظاہر ہوگی۔ حالانکہ حقیقۃ الحقایق تک۔ دوسرے تعینات بھی ہیں اگر کمل اور
وسیع ہیں جو کہ مانع ہیں (حقیقۃ الحقایق تک)

اسی وقت یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ نفس ناطقہ باوجود
حادث ہونے کے تجرد کے بعد ابدی ہو جائے گا۔ (بدن سے تعلق ختم ہونے پر آزاد
ہو جائے گا) انھوں نے نفس ناطقہ کو کما حقہ نہیں سمجھا (اور) یہ گمان کرتے ہیں کہ
وہ ایک ایسا جوہر مستقل ہو جسکا تجرد سمجھا نہیں جاتا۔ حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے
کہ وہ نفس ناطقہ نہیں ہو بلکہ بطور نفس کلیہ کے ہو اور اس کی حیثیتوں میں سے
ایک خاص حیثیت ہو جس نے باعتبار تعلق و تنزل ایک ہیکل خاص کے ساتھ یہ نام
پایا ہو۔ پس اگر وہ اس کی حقیقت کے اعتبار سے جو نفس کلیہ ہو یہ بات کہتے
ہیں تو درست ہو۔ لیکن وہ حدوث سے برتر ہو۔ پس یہ نہیں کہہ سکتے کہ پہلے
وہ حادث تھا پھر ابدی ہو گیا اور اگر ان کا تعلق یہی ہو تو یہ خود ایک کذب
محض ہو۔ اس لیے کہ تطور کی مختلف صورتوں پر ہونا حقیقت جس طرح حدوث
کا تقاضا کرتی ہو زوال کی بھی مقتضی ہو۔ بعد ازاں وہ حقایق و معارف بیان
فرمائے جو بیشتر لوگوں کی سمجھ سے بالا تھے۔

ایک روز حضور معارف گنجور میں بعض اولیائے سلف کا ذکر ہوا جن کے
نزدیک عمدہ و اعلیٰ مقام علم لدنی[1] کا حصول تھا۔ ارشاد فرمایا کہ علم لدنی کے کئی

---

[1] علم لدنی عرفان اور حقایق کو کہتے ہیں جو بلا واسطہ ذات حق سے حاصل ہو
مولانائے رومی فرماتے ہیں ؎
علم کان نبود ز ہو بے واسطہ — آں نپاید ہمچو رنگ ماشطہ

مراتب ہیں ان میں سب سے بہتر یہ ہو کہ حادث کا قدیم کے ساتھ یعنی ممکنات کو واجب
کے ساتھ جو ربط ہو وہ حاصل ہو جائے۔ یعنی وہ ابداع اور خلق و تدبیر و تدلی کے
ظہور کی کیفیت کی معرفت ہو جو کمالات اربعہ آلیہ ہیں اور اس کے دوسرے کمالات
کا علم کلام نفسی کے احکام پر وہ [illegible] اور اس سے مطلب یہ ہے کہ جب نوع انسان
کے احکام قوائے طبیعیہ و عقلیہ کے مطابق حضرت تجلی اعظم سے وارد اور حظیرۃ القدس
میں ثابت ہو گئے تو وہ احکام جو بہ حد اعتدال ہوتے ہیں یعنی ملاء اعلیٰ کے مدارک
و علوم کی جگہ اوامر و نواہی سے اور شبہات کے رد کے بیان میں جس سے ان لوگوں
کے قوائے علمیہ و عملیہ کی تہذیب ہوتی ہو تاکہ حضرت تجلی اعظم کے ساتھ اس
صورت نوعیہ کے اقتضا کے مطابق مناسبت پیدا کریں اس مقام میں حق جل و
علا نے تعیین فرمایا۔ چنانچہ قوائے علمیہ کی تہذیب کے لیے تسبیح تحمید یعنی اثبات
کمالات کے معانی جو کہ عقول کو کیفیت تنزیہی بانہ لیس کمثلہ شئی کے ساتھ ادراک
ہوتے ہیں یہ مقرر کیا اور یہ معنی ایک اعتبار سے اس مقام سے حظیرۃ القدس میں
منتقل ہو گئے ہیں اور وہی کلام نفسی ہو۔ دوسرے شرائع خاصہ کے احکام پر اطلاع
اور ان کے سمجھ کا ادراک ہو اور یہ [illegible] کے موطن سے پہلا شعبہ ہو
اور تدبیر جزئیہ کے مطابق یہی جارحۂ الٰہیہ کا ورود ہو۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ جب حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی وفات کا وقت قریب آیا تو لوگوں سے فرمایا کہ میں تم کو دو چیزوں کا حکم
دیتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کرتا ہوں ایک تو شرک کرنے سے دوسرے ظلم
سے حسد کرنے سے اور حکم دیتا ہوں توحید کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ
کا اور یہ وہ کلمہ ہو کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہو۔ اور اس
کلمہ میں بہت سے رموز پوشیدہ ہیں مثلاً ایک تو غیر اللہ سے نفی معبودیت اور

نفی مقصودیت و مطلوبیت بلکہ فاعلیت اور موجودیت بھی اور یہ کلمہ ان حجابات کے
دفینہ کا ثمرہ ہے۔ اور دوسرے سبحان اللہ و بحمدہٖ کا۔ کیونکہ یہ وہ کلمہ ہو جس کے
ذریعہ تم رزق دیئے جاتے ہو۔ یعنی ان تعریفوں اور کمالات کا اثبات جو
باہم اس کی مدح کرتے ہیں لیکن اس طرح کہ مخلوقات سے ممتاز اور انبیاء کی شکلوں
سے منزہ ہو اور یہی وہ معرفت ہو جس کا مقتضا مخلوق کی خالق کے ساتھ نسبت ہو
یعنی یہ کلمہ اپنی دلالت کے مطابق اس بات پر اس حال کی مثال ہے
جو کہ مستوجب تربیت ہے کیونکہ رزق روحانی اسی کی ایک قسم ہوگئی ہو۔ اور اسی
سے حیوان کا رزق ہو جو انسان کے رزق سے کمتر ہو اس لیے کہ چوپایوں کا
رزق چارہ ہو اور آدمی کا رزق جو تسبیح بحمدہٖ بجہت اس کی ترقی کے عقل و
ادراک و اثبات حامدہ تنزیہیہ یعنی جو ان سے افضل و اعلیٰ ہے اس سے چوب
تیار ہوئے جو چارہ سے افضل ہیں اور یہی انسان کی فضیلت کی دلیل ہوگی پس وہ کلمہ
ان کی رزق روحانی کا سبب ہو۔ واللہ اعلم

ایک روز ارشاد فرمایا کہ شیخ ابو علی سینا نے نفس ناطقہ کے بیان میں ایک
قصیدہ کہا ہو جس کا نزول مقام تجرد سے ہوا ہے جو محل ارفع ہو اور اس میں
ہبوط ناسوت اور اس کی پائے بندی کا ذکر کیا ہو اور اس کی معنوی حکمت پر اظہار
حیرت کیا ہو یہ امر معرفت کی کمی کے باعث ہو کیونکہ ظہور نشأت میں مصالح کلیہ منظور
ہیں نہ کہ مصالح جزئیہ جو ہر فرد کی نسبت سے کمتر ہوتے ہیں۔ پس اس تنزل و تعلق
میں اس حکمت نشأۃ کمالیہ انسانیہ کا حصول مراد ہو جو تنزل سادسہ ہو یعنی تجرد بحت
کا ظہور جو نفس انسانی میں تجلی اعظم کا نمونہ ہو۔ (اور) اس کی وسعت اور ملاء اعلیٰ
سے اس کا اتصال نیز نفس (تجرد بحت) میں نظام عالم کا انعکاس ہو یہاں تک
کہ وہ جارحۂ الٰہیہ بن جاتا ہو اور وہ نظام اس نفس سے ظہور فرماتا ہو اور یہ بات بغیر

اس تعلق کے ممکن نہیں ہے۔ اور یہی صورت نوعیہ کلیہ کے ظہور کا اقتضا ہے کہ کچھ افراد
اس کمال سے فائز ہوں۔ اور اس ظہور سے مقصود بالذات وہی افراد ہیں اور دوسرے
ناقص افراد کا بھی ظہور ضروری ہے تاکہ وہ انتظام ان میں متحقق ہو (یعنی جب
کہ یہ ناقص نہ ہوں گے تو کامل مرتبہ کا ظہور کیسے ہوگا) پس حیرت محض اسرار تنزلات
کی عدم معرفت سے پیدا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ ابو علی نے ان لوگوں کی عبادت کو جنھوں نے جنت کے
شوق میں عبادت کی ہو بہت برا کہا ہے اور کہا ہے کہ یہ تجارت کی ایک قسم ہے ان
کا شمار کمالات میں نہیں ہے اور یہ بھی جنت کی حقیقت کا ادراک نہ کرنے کی وجہ
سے ہے۔ اور انبیاء کی دعوت کے بھید کی ناواقفیت جس میں بہشت کی طرف
رغبت اور جہنم کی طرف سے رہبتی ہے۔ اس لیے کہ جنت درحقیقت مومن کے نفس
کے کمالات و تہذیبات و تمثیلات و تجسمات ہیں چنانچہ چشمہائے بہشت تسنیم
و کافور و زنجبیل جن کا ابرار و مقربین کے لیے قرآن میں ذکر آیا ہے بحسب اختلاف
نفوس اور ان کی تہذیب کے ان کے کمالات نفسیہ کی تمثیلات ہیں اور اس حدیث
میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ الجنۃ قیعان غرسہا سبحان اللہ
والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اور اس میں رغبت دلانا در اصل ان
کمالات کے ظہور میں علیٰ وجہ الکمال رغبت دلانا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ بو علی اور ان کے
متبعین کو یہ خیال ہے کہ جو کچھ مبدا و معاد کے بیان میں شارع علیہ السلام سے وارد
ہوا ہے سب محض مجازات و کنایات ہیں۔ وہ یہ کہ مخاطبین عرب اُمی تھے اور ان
دقیق معانی کی قابلیت نہ رکھتے تھے لہذا شارع نے ان معانی کو بطریق تمثیل و
تصویر ان سے بیان کیا حالانکہ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ
دقیق معانی جو صور مثالیہ میں متمثل ہوتے ہیں ان کو کلام نفسی میں انھیں شکلوں و

[illegible]

صور قدسیہ میں بیان فرمایا ہے مثلاً مبدا میں جو مواثیق و عہد و پیمان کا بیان وارد ہوا ہے
اس کی تحقیق یہ ہے کہ نوع انسانی اپنی تمام استعدادات و قویٰ و احکام کے ساتھ
حظیرۃ القدس میں متحقق ہوا اور انھیں کے مطابق رب الارباب کے فیوضات
کو قبول کر کے اپنے حال و استعدادات کے ساتھ حقوق ربوبیت کا اقرار کیا کرے
الخ یعنی مثلاً بصورت مواثیق کلام نفسی میں متشخص ہو گئے۔ نوع انسانی کی
کمال تربیت کا افاضہ ان کی استعدادات کے مطابق اس موطن میں متعین ہے
اور یہ سب انھیں تشبیہات کا بیان ہے۔ مثلاً معاد میں جو حوض کوثر کا بیان
ہے تو درحقیقت وہ حضرت ربوبیت سے ایک لطف اور فیض جدید ہے جو انبیاء
علیہم السلام کی بعثت کے ضمن میں ظاہر ہوا اور پھر وہی فیض حوض کوثر کی صورت
میں متمثل ہو گیا پس کلام نفسی میں اسی تشبیہ و تمثیل کے اعتبار سے اس کا بیان
واقع ہوا ہے۔ اس جگہ شارع علیہ السلام نے خود کوئی تصرف مجاز و کنایت اپنی
طرف سے نہیں کیا ہے۔ در اصل وہی حکایت نفس الامری ہے اور یہ حقیقت واقعی ہے جو
خلق کے سامنے پیش کی۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ تجدد[1] امثال کا مسئلہ جو صوفیاء کے نزدیک محقق ہوا ہے

[1] تجدد امثال یعنی تعینات کی صورتوں کا جدید ہوتے رہنا بعض لوگ [illegible] علی الدوام
اس کو بھی تناسخ سمجھتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ [illegible] بل ہم فی لبس من خلق جدید
تمام اجزاء عالم [illegible] حرکت میں ہوں یا سکون میں ہر آن عدم حقیقی کی طرف [illegible] کیونکہ
وہی ان کی اصل ہے پھر حضرت حق سے ہر آن ان کو ایک نیا لباس وجود کا ملتا ہے [illegible] قیامت
[illegible] اور ہر شخص [illegible] فنا و بقا [illegible] جو فرق [illegible] اس کا باعث یہی ہے
اور علم ولادت سے یوم وفات تک انسان میں جو تبدیلی ہوتی ہے اس کا سبب بھی یہی ہے کہ جسم
کا قطع و برید تبدیل ہوتا رہتا ہے یہاں پر تبدیل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جس طور سے ہوا اس سے
فانی ہو جائے اور حضرت وجود سے دوسرے طور پر اس کو بقا حاصل ہو جائے۔ تقی انور

اس میں دو باتیں ہیں اور دونوں عقول کے قریب ہیں۔ ایک یہ کہ ہر شے کے وجود کا
افاضہ فیض دینے والے سے ہوتا ہے جو زبان و بیان سے بالا ہے کہ اس اعتبار سے ایجاد
و بقا ایک ہی مرتبہ میں ہیں یعنی اس جگہ امتداد زمانی نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ایجاد و بقا
ایک دوسرے سے ممتاز ہوں اور یہ موجود متفاوت زمانی ہے جس میں تعاقب اوقات ملحوظ
ہوتا ہے پس اس افاضۂ ایجادی کے لیے جس میں کوئی تناقض نہیں ہے اس شے زمانی
(جو شے زمانہ کے اعتبار سے ہو) کے ساتھ جس میں ہر آن نقص موجود ہے ان میں اختلاف
ثابت ہے پس اس اختلاط مجرد بازمانی سے تجدد امثال (کا مسئلہ) ظاہر ہوتا ہے یعنی یہ
ایجاد ظرف زمان میں لمحات متعاقبہ کے ساتھ صورت اختیار کرکے تجدد امثال ہوتا
ہے دوسرے یہ کہ (عقلوں نے) ان مقولات میں جن میں حرکت واقع ہوتی ہے جوہر
کے حرکت کرنے کے اعتبار سے تجدد امثال کا ان میں اثبات کیا ہے لیکن جوہر میں
ثابت نہیں کیا ہے کیونکہ جوہر کی ذات میں حرکت نہیں ہے اس لیے کہ حرکت دینے کے لیے حرکت
دینے والا چاہیے اور اس جگہ سوا نفس جوہر اور کچھ نہیں ہے۔ لیکن تحقیق یہ ہے
کہ مقولہ جوہر میں بھی حرکت ثابت ہے اور اس میں متحرک وجود ہے اس لیے کہ وہ
کبھی شکل انسانی میں جو کہ جوہر ہے متلبس ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ کی صورت میں
وھل ھذا الا القیاس۔ اور یہی حرکت ہے لیکن جب شخص اکبر[1] کی حرکت میں جو کہ عالم

[1] شخص اکبر حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک شخص اکبر عالم جسمانی کا دوسرا نام ہے یہ عالم
جسمانی یا شخص اکبر اپنے اندر ایک وحدت لیے ہوئے ہے۔ دیگر اجساد جو اس میں پائے جاتے
ہیں ان کی حالت ایسی ہے جیسے سمندر اور اس کی لہریں۔ اس عالم جسمانی کے اندر ایک روح ہے
جو روح عقل یا نفس کلی کہلاتی ہے یہ انسانی ارواح سے اس طرح وابستہ ہے کہ اسے ان سے
جدا نہیں کیا جاسکتا۔ شخص اکبر میں دو عالم پائے جاتے ہیں عالم مثال، عالم ارواح۔ عالم ارواح
مادہ اور محسوسات سے پاک و منزہ تسلیم کیا گیا ہے اسے شخص اکبر سے وہی نسبت ہے جو صورت عقل
(باقی اگلے صفحہ پر)

کی ہیئت مجموعہ ہے اور اس کے نقائص اور وقت میں وہ حرکت شامل ہے اگر تم
اس میں غور کرو تو مثل آفتاب کے جو توسع رکھتا ہے پاؤگے۔ اس وجہ سے کہ
حضرت وجود اپنے تمام شیون و کمالات مقتضیہ لآثارہا کے ساتھ ایک (دفعہ) جسم
جو فوق زمان ہے اس صورت میں جلوہ گر ہوا ہے۔ پس خلع (ترجمہ) لبس (تشبیہ)
اس میں متحقق ہوا ہے لہذا اس صورت کلیہ جامعہ میں من حیث ھی تجدد امثال پیدا ہے
اور چونکہ وہ وجود متلبساً اسی سے موجودات کے ہر ذرہ میں متجلی ہے بالضرورت
یہ تجدد مخفی تحقق رکھتا ہے۔ وتری الجبال تحسبہا جامدۃ وھی تمر مر السحاب[1]
دو راتوں کی پہلی رات یہ خاکسار تہجد کے وقت خلوتِ خاص میں حاضر ہوا
تھوڑی دیر مراقبہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس شب نورانیت و عبادت کے معانی مناسب
پائے جاتے ہیں نہ کہ مناسب بہ تجلی۔ پھر دوسری رات قریب صبح یہ خاکسار جب شرف
حضوری سے مشرف ہوا تو رات کی حالت و کیفیت کے سلسلہ میں دریافت کیا۔
ارشاد فرمایا کہ صرف عبادت کے انوار ادراک کیے گئے ہیں اور گذشتہ شب جو

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ) کو انسانی دماغ کے ساتھ ہے۔ عالم مثال شاہ صاحب کے نزدیک
شخص اکبر کی خیالی قوت کا دوسرا نام ہے۔ شخص اکبر کی عقلی قوت کو وہ عالم ارواح سے تعبیر کرتے
ہیں۔ جیسا یہ بات ملحوظ رہے کہ قوت خیال کے توسط سے انسان ان صورتوں کو دیکھتا ہے جو
مادی صفات سے متصف تو ہوتی ہیں لیکن مادہ نہیں ہوتیں (مثلاً کسی شے کی شکل، رنگ یا مقدار
وغیرہ) اس کے برعکس عالم ارواح ہر لحاظ سے مادی صفات سے پاک اور منزہ ہوتا ہے
غرض شخص اکبر کے دماغ میں عالم مثال اس طرح ہے جیسے انسانی دماغ میں خیالی تصویر ہوتی ہے
(شکریہ الرحیم ماہ اپریل ۱۹۶۳ء از عباد اللہ فاروقی) حقی اور

[1] اور تم پہاڑوں کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہو کہ وہ جمے ہوئے ہیں۔ اپنی جگہ سے ٹس سے مس ہونے والے نہیں
اب حالانکہ وہ ایسے چلیں گے جیسے بادل چلتے ہیں۔ (پارہ ۲۰، سورہ نمل رکوع ۷)

بائیسویں شب تھی اس میں تجرد کی طرف بہت زائد میل محسوس ہوا لیکن تعجب کی بات یہ ہے
کہ ان راتوں میں برکات ورتبہ میں سے کچھ نہیں پایا جاتا۔ اور عالم مثال میں لوگوں کے
افادہ کے لیے ایک شے مثل برق چمکتی ہوئی معلوم ہوتی ہے نہیں کہا جاسکتا کہ کس
شخص پر پڑے گی۔ اور کیا صورت اختیار کرے گی۔ ایک روز ارشاد فرمایا کہ فرد بشری
تنزلات کے وسایط کی وجہ سے ذات مجرد صرف کے مرتبہ سے انتہائی بُعد میں ہے لیکن
بحر بحت کی راہ سے جو ذات الٰہی کا طلسم ہے حقیقت انسانیہ میں غایت قرب میں ہے
اس کی مثال ایک آئینہ کے ٹکڑے کی طرح ہے جو آفتاب کے مقابل زمین پر پڑا ہو
ہرچند آفتاب اپنے مقام ارفع پر ہے لیکن زمین پر پڑے ہوئے اس آئینہ کے ٹکڑے
سے اپنی انھیں شعاعوں سے تاباں و درخشاں ہوا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اولیا
قدست اسرارہم کے انتشار کا سبب یہ ہے کہ جب طلسم الٰہی کی اس راہ سے ایک
انس نازل ہوتا ہے اور نفس ناطقہ کے ساتھ مل جاتا ہے تو اس وجہ سے وہ کلمات
فخریہ ان سے جوش مارتے ہیں اور انھیں مفاخرات سے نفوس ضعیفہ مقہور
ومغلوب ہوتے ہیں اور ان کے کمالات کا اعتقاد پیدا کرتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتا تو کوئی
بھی ان (برگزیدوں) کو نہ پہچانتا۔ مگر خاتم الانبیا علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیمات
جن میں عبدیت محض ہے۔ مع ہذا ان کے انقیاد سے عالم بھرا ہوا ہے (یعنی آپ
سراپا عبدیت تھے باوجود اس کے عالم آپ کا مطیع ومنقاد رہا) اور یہ بھی اس
ذات عالی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک خصوصیت امتیازی ہے۔

انھیں متبرک راتوں میں ایک رات وقت تہجد جب یہ بندہ خلوت خاص
میں باریاب ہوا تو ارشاد فرمایا کہ تجلی اعظم کا عالم اور اس میں بحر بحت کا اضمحلال
ایک عجب انداز میں ظہور پاتا ہے اس علم سے یہی مطلب لیا جاسکتا ہے کہ صرف تحقق و
تقرر ہے اور بحر بحت کا اضمحلال یہ ہے کہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ ایک شے ہے یا دوسری شے یا

اس کا جزو۔ بالجملہ اعتبارات اثنانیہ فردیہ جزئیہ سے نکل کر عموم وکلیہ کا حکم اختیار
کیا ہے کہہ سکتے ہیں کہ عالم کی تمام جہتوں کا مستوجب تقرر واجب کر لینے والا
ہے بحیث لا یشذ منہ شیٔ۔ (اس حیثیت سے کہ اس سے کوئی چیز نہ چھوٹے)

دوسری رات بھی یہ خاکسار وقت تہجد حضرت اقدس میں حاضر تھا۔ ارشاد فرمایا
کہ اس عالم سے انتقال کرنے کے بعد وہی لطیفہ جو اس شخص پر اس کی فطرت کے مطابق
غالب ہوتا ہے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اسی لطیفہ کے احکام بروجہ استقلال ظاہر ہوتے
ہیں۔ اور دوسرے وہ احوال جو دوسرے لطائف سے پیچھے تھے پوشیدہ ہو جاتے
ہیں اور اس موطن میں اسی لطیفہ کی راہ سے حقیقۃ الحقائق میں اضمحلال کی کیفیت
ظاہر ہوتی ہے اور اس نشاء میں وہ شخص جس کے بحر بحت نے تجلی اعظم کے ساتھ اتصال
پیدا فرمایا ہو صورتہ مقدسہ کے مدارک میں اس بحر بحت کا غالب ہو جاتا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ بعض احادیث میں جو یہ وارد ہوا ہے کہ ایک مطربہ تھی جو زہرہ
ہوگئی اور ایک عشّار تھا جو سہیل ہو گیا۔ اس کے معنی اس طرح واضح ہوتے ہیں
کہ ان کی روحوں کو اس مناسبت کی اقتضاء کے مطابق جو کسی وجہ سے ان میں تھی
ان کواکب میں مقید کر دیا۔ کمال انسانی کا یہ سبب ہے اور کمال انسانی سے مراد اس کی
سیر اور حظیرۃ القدس کے ساتھ اس کا الحاق (اتصال) نور القدس کے اس نقطہ کی
راہ سے ہے جو حقیقت انسانیہ میں ودیعت رکھا ہوا ہے اور اس نقطہ کے احکام کو حق
الشر سے تعبیر کیا اسی لیے وہ محروم رہا اس لیے کہ ان کواکب کی حظیرۃ القدس تک
رسائی نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ تجلی اعظم کے (چھوٹا سا حصہ) ہزار میں سے
دوسرا ہی ہے اور ہو۔ اور یہ کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں ہوتی

لے انا نگشری یا انا انسانی ہے جو عرش میں آنے کے بعد اور عرش کے رنگ میں رنگ جانے
کے بعد بحر بحت کہلاتی ہے اگر طلیس میں جگہ پائی ہے تو نورانی ہوتی ہے اور اگر تعیین میں جگہ پائی ہو تو
نقطہ کی شکل میں ہوتی ہے۔ تقی انور

ہیں وہ ان کے اعمالِ ناجیہ کی صورتیں ہیں کہ وہ اس راہ سے فرحت و لذت
حاصل کرتے ہیں۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ آج صبح کے وقت بہت انشراح ہوا جیسا اس دن
صبح کے مراقبہ میں انشراح ہوا تھا جب میں حلقہ سے اٹھ کر خلوت میں آیا تھوڑی
دیر بعد غنودگی طاری ہوئی اسی دوران بی بی قمر النساء جو حضرت اقدس کی صاحبزادی
تھیں اور فوت ہو چکی تھیں، دیکھا کہ بہت خوبصورت جگہ ہے اور وہاں وہ زرق
برق کپڑوں میں ملبوس جیسے دلہن بیٹھی ہوئی موجود ہیں اور اسی جگہ مخدومی شیخ صلاح
الدین (حضرت اقدس کے بڑے بھائی) اور ان کی قدیم رفیقۂ حیات بھی ہیں اور
ان کے سامنے ایک انتہائی حسین لڑکا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا بی بی
قمر النساء کا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس عالم میں انہیں عطا فرمایا ہے اس کے بدلہ میں
کہ اس دنیا میں ان کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ جب ان مغفورہ سے استفسارِ حال کیا
تو انھوں نے کہا کہ جس زمانہ میں میری شادی ہوئی تھی انتہائی سردی کا زمانہ تھا
رات دن سردی کی تکالیف میں نے اٹھائیں اور اس وقت سے جب سے میں یہاں
آئی ہوں تمام تکالیف دور ہو گئی ہیں اب بہت آرام سے ہوں وہ یہی باتیں تو ان
سے کہیں اس کے بعد وہاں اور بھی وہ جن لوگ دکھائی دیئے اور کنیزوں میں سے
ایک کنیز کو دیکھا جس کے چہرہ کا رنگ فرطِ حسن سے بہت خوبصورت ہو گیا تھا اور سفید
براق لباس پہنے تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ حقیقی منکوحہ جو اس مکان
میں موجود ہیں لیکن ان کی زیارت کا اتفاق نہیں پایا اور اس لڑکے کے وجود سے
یہ معلوم ہوا کہ چونکہ ان مغفورہ کے دل میں اس کی خواہش ہو گی لہٰذا اُس عالم
میں وہ عطا کیا گیا۔ بمقتضائے حدیث کہ جب اہل بہشت کو اولاد کی
خواہش ہو گی تو اسی وقت وہ اپنی تمنا کے مطابق ہو جائیں گے راوی کی تمام ان

کی تکمیل ہو جائے گی، اور اس لڑکے کی تمنا کے ظہور میں بھید یہ ہے کہ انسان کی صورتِ
نوعیہ کے مقتضیات سے افراد کا ظہور ہے اور چونکہ اس دنیا میں کبھی نافرمانیاں
مادہ ظلمت بن جاتی ہیں تو وہ اقتضا ظاہر نہیں ہوتا۔ اور وہ عالم عصیانِ مادہ
کا مقام نہیں ہے۔ جو کچھ اس کا مقتضی ہے وہ علیٰ وجہ الکمال ظہور پاتا ہے اور اسی
معنی کی طرف اشارہ ہے جو حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تمام اہلِ جنت ایک آدمی کی صورت
پر ہوں گے یعنی وہ اختلافات جو بسبب عصیانِ مادہ کے تھا درمیان سے اٹھ جائے گا
اور حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جو زمانۂ شیرخوارگی میں وفات
پاگئے تھے یہ وارد ہوا ہے کہ ان کے لیے جنت میں دودھ پلانے والیاں ہوں گی
تاکہ ان کی مدتِ رضاعت کی تکمیل کر دیں نیز یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اس
صورت نوعیہ کا وصول اپنے کمال کے ساتھ حد تک ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ معتزلہ آخرت میں رویت کے منکر ہیں اور صاحبان
ذوق و وجدان احادیث نبویہ کے مطابق صحتِ رویت کے شاہد ہیں۔ اس لیے
کہ وہ حضرت تجلی اعظم کا ایک عکس ہے جس نے صورت نوعیہ انسانیہ کے مقابل
اور اس کی حسب استعداد ظہور پایا ہے اور وہ صورتِ کلیہ بمنزلہ حجر بحت کے ہے چونکہ
آخرت صورت نوعیہ کے احکام کے کمال کا ظہور ہے اور جذبۂ شکرگزاری کے ساتھ اسی لیے
مادہ بھی اس جگہ ہیئاتِ نفسانیہ کا مکمل طور پر مطیع ہو گا جیسا کہ بعض احادیث میں
وارد ہوا ہے کہ جنت کے شوق میں جس صورت میں کوئی شخص استحسان سے توجہ چاہے
گا اسی صورت میں ظاہر ہو گا اور نفس ناطقہ کی حجر بحت پر ایک خاص نظر ہو اور اس
کا اس دار دنیا میں مادہ کے مانع ہونے کی وجہ سے ہر فرد میں ظہور نہیں ہے اور اس
نشأت میں یہ مانع نہیں ہے۔ پس اس ذاتِ مقدس کا انکشاف تمام جو رویت ہے
بہ نسبت جمیع افراد نوعِ انسانی کے اسی بروز کی راہ سے جو صورت کلیہ کے حجر بحت

کی طرح ہاں ہو واقع ہو گا۔

اور ستائیسویں رات جو ختم قرآن کی رات تھی اکثر مخصوص مخلصین خلوت خاص کے باہر شب بیداری میں مصروف ہوئے وقت تہجد حضرت اقدس خلوت سے باہر تشریف لائے اور دعائے خیر و برکت سے ان تمام فقیروں کو سرفراز فرمایا اور حافظ محمد افضل کشمیری نے جو حضرت اقدس کے مخصوص مرید تھے اس وقت خوش بدرقت کا قصیدہ اطیب النغم وغیرہ کے اشعار انتہائی پرسوز آواز میں پڑھنا شروع کیے اور حاضرین وقت کو نہایت مسرور کیا۔ اور ان کے دیدار سے دعائے خاص سے سرفراز ہوئے۔ رمضان المبارک کی آخر شب مغرب و عشا کے درمیان جب کہ یہ خاکسار خدمت اقدس میں حاضر تھا ارشاد فرمایا کہ وحشی (جو حضرت امیر حمزہؓ کا قاتل تھا) کے اسلام لانے پر جو احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو اپنے کو ہماری قربت سے دور رکھ اور ہماری نگاہوں سے اوجھل رہ (الخ) سے اب یہ نکتہ بخوبی سمجھ میں آگیا یہ اس وجہ سے تھا کہ وحشی میں حضور سے فطری نسبت کا فقدان تھا نہ محض کراہت طبعی جو حضرت حمزہؓ کے قتل کی وجہ سے ہوئی۔ اس لئے کہ اگر صرف یہ وجہ ہوتی تو حضور رحمۃ للعالمین جانب اللہ کی ممانعت وارد ہوتی جیسے عبس و تولی اور لیس لک من الامر شئ وغیرہ میں واقع ہوا اور کہ الاسلام یهدم ما قبل اسلام پچھلی لغزشوں اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور آنجناب کے ساتھ کراہت طبعی اور نسبت بے اصل ہو اور فطرت کی نفرت ناممکن ہے) اور اس نکتہ کے مصداق یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان سے کئی بار شراب نوشی کا ارتکاب ہوا چنانچہ

لے [illegible] وحشی کا [illegible] رات حضور کو [illegible] حضور [illegible]
[illegible] تھا اور [illegible] وجہ نہیں تھا کہ [illegible] حمزہؓ کو
قتل کیا تھا اور اس قتل کی وجہ سے حضور کو ان سے نفرت تھی [illegible]

تو آپ نے اُن کو حد لگائی لیکن جب وہ باز نہ آئے تو آپ نے [illegible] بدر کر دیا

اور وقت تہجد جب حجرۂ خاص میں باریابی ہوئی تو آپ نے بہت سے حقائق و معارف اور اسرار تکوین و تشریع بیان فرمائے کہ ابتداءً یہ دونوں امر غیب الغیب میں متعین ہوتے ہیں پھر وہاں سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور پھر بتدریج یہ تمام کمالات جو بالقوت تھے بالفعل ہو جاتے ہیں جیسے غنچہ کا رنگ و روپ جو ابتداءً پھول میں ظاہر ہونے والا ہوتا ہے پہلے کلی کی صورت میں مندرج و مندمج ہوتا ہے پھر اس سے درجہ بہ درجہ پھول میں ظاہر ہو جاتا ہے

گر تأمل قفس بیضہ طاؤس شود — در شبستان علوم نیز چراغانی ہست

پھر ارشاد فرمایا کہ جو کچھ قیامت کے روز شفاعت کے بارہ میں احادیث میں وارد ہوا ہے اس سب سے مطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر رحمت کے دریا سے فیض کا ظہور ہے جس سے شفاعت ظاہر ہو گی (اور) درحقیقت وہ صاحب آنحضرتؐ ہی ہیں اس لیے کہ آپ ہی تمام ملاء اعلیٰ کا عنوان ہیں اور جس کو بحر رحمت کی معرفت نہیں ہے شفاعت کرنا بھی اس کے نصیب (امکان) میں نہیں ہے اور جو اس منصب پر قائم ہے وہ یقیناً اس راز سے بخوبی آگاہ ہے اور اس مجلس کے آخر میں مرزا محمد مراد بدخشی نے جو اس بابرکت مقام کے معتکفین میں تھے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ستائیسویں شب اپنی غفلت کی بنا پر یہ خاکسار دعائے خاص سے محروم رہ گیا تھا عرض پرداز ہے کہ اس کے حق میں بھی دعا فرمائی جائے پس حضرت اقدس نے ان کے حق میں دعا فرمائی پھر ارشاد فرمایا کہ آدمی کی سعادت دو چیزوں میں ہے ایک تو یہ ہے کہ اس کا ظاہر شرع کے موافق اور باطن خدا کے ساتھ ہو اور اس کی بہت تفصیل ہے ہر ایک اس سے اپنی استعداد کے مطابق فوائد حاصل کرتا ہے اور جتنا جس کو میسر آجائے غنیمت ہے غرض کہ کیا ہی اچھا وہ

لے [illegible] باطن کو [illegible] ہو جائے [illegible] دیکھا ہے۔

جیسی افرادِ انسانی میں فردِ واحد کے بدن کے لیے نفسِ ناطقہ کی تربیت و لِلّٰہِ المثل
الاعلیٰ۔ پس تجلی اعظم کا پہلا اعتماد (یعنی تجلی) عالمِ امر میں نفسِ کلیہ کے فواد پر واقع ہوا
(حدیث شریف) ... ان فی جسد آدم لمضغۃ و فی المضغۃ فواد و فی الفواد قلب

پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ: اس لیے محققین صوفیا نے جن سے ہماری مراد وہ صوفیائے کرام ہیں جن کو اللہ
تعالیٰ نے حقیقت کا مشاہدہ کرایا اور انھوں نے جو دیکھا اور سمجھا اس کو بیان فرمایا یا تحریر کیا اور یہی
ہمارے مذہب کی بنیاد ہے جس کی ابتدا رسول اکرمؐ نے فرمائی۔ چنانچہ ان صوفیائے محققین نے جن کی
ابتدا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے ہے حقیقت کے مشاہدے کے بعد روح کو وہ توحید ذاتی قرار دیا
جس میں ذاتِ بحت نے اپنی صورت کو دیکھا یا اپنی ہی جون کا مشاہدہ فرمایا اور اس صورت کو ذاتِ بحت
کا نفس قرار دیا اور اس تجلی کو تجلی از خود بر خود در خود کی اصطلاح دی چونکہ ذات کی توحید شناخت ذات
کی نسبت سے تھی لہٰذا اس صورت کی شناخت کلیمیں نے ذات [illegible] فرمائی جس کے ساتھ ہی فلک [illegible] ہوا اور
سارے شیونات کی تفصیل کا [illegible] ذاتِ بحت کا [illegible] ہو گیا [illegible] خلق سے نہ
صرف [illegible] شاہ صاحب نے ذاتِ بحت کی اسی صورت معنوی کو تجلی اعظم
کی اصطلاح سے موسوم فرمایا ہے کیونکہ ذاتِ بحت کی تجلی [illegible] صورت [illegible] مشاہدہ کی
[illegible] محققین [illegible] نور محمدی [illegible]
محمدی کی اصطلاح سے موسوم فرماتے ہیں اور اول ما خلق اللہ نوری [illegible]
دلیل لاتے ہیں۔ اور اول ما خلق اللہ القلم سے [illegible] مراد لیتے ہیں [illegible] صورت
جلوہ گر ہوئی اور پھر عالمِ امر میں جو تفصیل [illegible] اس کے بیان کے لیے
[illegible] اعلیٰ اور صورت کے [illegible] نفسِ کلیہ قرار دیتے ہیں۔ [illegible]
نے جسم انسانی میں [illegible] فواد ہے اور فواد میں
قلب ہے اور قلب میں [illegible]۔ تمّت فقیر

و فی القلب [illegible] و فی الروح نور و فی النور [illegible] و فی السر انا کی رو سے
فواد مضغہ اور قلب کا درمیانی واسطہ ہو، جیسے نفسِ ناطقہ کی تجلی اس
روح ہوائی پر جو افرادِ انسانی میں فردِ واحد کے قلب میں ہو (یعنی جس طرح
آدمی کا نفسِ ناطقہ اس کی روح ہوائی پر تصرف کرکے اس کے بدن کی
تربیت کرتا ہے) اور کلام الٰہی میں اس فواد کو عرش سے تعبیر کیا گیا ہے اور
تجلی اعظم کی قلب پر تجلی الرحمٰن علی العرش استوٰی سے عبارت ہے، یعنی
جب شاہ صاحبؒ کے فواد پر تجلی اعظم کی تجلی ہوئی تو آپ نے عرش کا مشاہدہ فرمایا
اور اس پر رحمٰن کو مستوی پایا۔ منجملہ اللہ کی نعمتوں کے ایک یہ بھی ہے کہ اس
نے عرش کا مشاہدہ میسر فرمایا جس کی بلندیوں پر افلاک کے احجارِ بہتیہ یعنی
نفسِ کلیہ کے وہ نقاط جن میں رحمٰن کی تجلی قبول کرنے کی صلاحیت ہے،
بالفاظِ دیگر افلاک کے سویدائے دل ہیں اور جن کے اٹھانے والے افلاک
کے نفوسِ ناطقہ ہیں۔ اور اس موطن کا رنگ آفتاب کے رنگ کے مثل ہے اور اس کے
اکثر ملائکہ اور اکابر بنی آدم کے احجارِ بہتیہ ہیں اور جملہ ارواحِ ملائکہ اور انبیا کا رنگ

لے رحمٰن عرش پر مستوی ہوا
لے محققین صوفیا کے نزدیک عالمِ امر میں لوحِ محفوظ کی تفصیل مقصود الوجود میں ہوئی یہ شکل
کی اجمالی ہیئت قائم ہوئی جس کو عرش کہا جاتا ہے اور جو عالمِ امر اور عالمِ خلق کا درمیانی واسطہ ہے
عرش کے اوپر عالمِ امر اور عرش کے نیچے عالمِ خلق ہے جس کی ابتدا افلاک سے ہوتی ہے اور [illegible]
عالمِ خلق عالمِ امر کی تفصیل ہے اور یہ تفصیل جو وقت اور مکان کے قیود میں ہے اس کا کنے
والا وہی رحمٰن ہے جو عرش پر مستوی ہے جو اسماء افلاک کے نفوسِ ناطقہ زہرہ و مشتری وغیرہ
ہیں جو اپنے اپنے فلک کی روح بھی کہلاتے ہیں اور انھیں ارواح کے ذریعہ اشیا کی تاثیرات
زمین تک پہنچتی ہیں۔ تمّت فقیر

تمام احوال کے مشابہ ہوگی (یعنی منجمین نے اس مشابہت کی وجہ سے دھوکا کھایا)
اور نفس جزئیہ کے امہاتِ سفلیہ اس شکل کے موافق ہیں جو نفخِ روح کے وقت
مردہ ہو (یعنی نفخِ روح) اس وقت ہوتا ہے جب نفسِ جزئیہ میں عمل کی صلاحیت
نہیں ہوتی گویا عملی صلاحیت مردہ ہوتی ہو) اور ہماری زبان میں نفخ روح سے
نفسِ جزئیہ کے نفسِ کلیہ ہو جانے کی طرف اشارہ ہو۔ طلسم آلٰہی کی ابتدا
اسی مقام سے ہو، کہ وہ جزو جو صورتِ آلٰہیہ ہے اس نفسِ جزئیہ میں اس کے متشکل
ہونے کی وجہ سے یہ نفسِ جزئیہ ان تمام جبلیات عالم پر جن کا اندراج صورتِ
آلٰہیہ میں ہو اجمالاً صورتِ آلٰہیہ کی طرف منجذب ہوا۔ یہ انجذاب دراصل طلسم
آلٰہی ہے۔

پہلے تمام افلاک کے احجارِ بہتیہ (عرش پر) آفتاب کے رنگ پر مجتمع ہوتے ہیں
ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں ان احجارِ بہتیہ کی طرف صورتِ آلٰہیہ کی جو حقیقت
مجردہ ہے ایک درخت کی صورت ہو (یعنی) ہم صورتِ آلٰہیہ کی مثال ایک درخت
سے دیتے ہیں جو ایک حقیقتِ مجردہ ہو کیونکہ درخت کی حقیقت درخت کا ہیولیٰ
ہے) اور ہمارا تعلق اسی ہیولیٰ سے ہو جس کی شکل و صورت وہ پتے اور شاخیں
اور پھول و پھل ہیں جن کو دیکھنے سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے درخت کو دیکھا
پس یہ نسبت جو درخت کی حقیقتِ مجردہ اور پتوں اور شاخوں، پھولوں اور پھلوں
کے مابین واقع ہے بعینہٖ وہی نسبت ہے جو نفسِ کلیہ کے صلب میں صورتِ
آلٰہیہ مجردہ کے درمیان پیدا ہوئی ہو (یعنی نفسِ کلیہ کا ہیولیٰ صورتِ آلٰہیہ مجردہ
ہے اور نفوسِ جزئیہ بمنزلہ پتوں شاخوں، پھولوں اور پھلوں کے ہیں۔ جنہیں
دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے صورتِ آلٰہیہ کو دیکھا) اور نیز افلاک اور ملائکہ
کے احجارِ بہتیہ اور ان کے انوار کے درمیان (بھی یہی نسبت ہو) پس یہ سب

بمنزلہ شاخوں اور پتوں کے ہیں اور صورتِ مجردہ بمنزلہ نفسِ شجری کے ہے
اور دوسری مثال یہ دیتا ہوں کہ صورتِ آلٰہیہ مجردہ کے ساتھ احجارِ بہتیہ کی نسبت
وہ صورتِ علمیہ ہے جو معلوم سے ہمارے دل میں آتی ہے اور انکشاف کا مبدا
معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کی دو جہتیں ہیں ایک جہت سے عرض ہے باب کیفیات
سے جو نفسِ ناطقہ سے متعلق ہے اور اس کی مثال اس تصویر کی مثال ہے جو
زید اور عمرو کے حال کا انکشاف کرنے والی ہے جیسے مصور مختلف رنگوں سے
کاغذ پر بناتا ہو، یہ صورت حقیقتاً ان رنگوں کی ایک قسم ہے اس کو زید سے
کیا نسبت۔ بجہت دیگر وہ عین معلوم ہے۔ اور وہ جہت کونسی ہے وہ یہ ہے کہ ہم
اس عرضیہ صورت کی طرف التفات نہ کریں اور اس صورت کے قیام سے
اس نفس کی طرف نظر نہ کریں بلکہ ہمارا التفات اس معلوم کے ساتھ مقصور ہو جا
(یعنی زید و عمرو کی اس صورت کی طرف جو ہمیں معلوم ہے) اور اس اعتبار سے یہ
صورتِ علمیہ عین معلوم ہو۔ اسی طرح احجارِ بہتیہ کی دو جہتیں ہیں ایک جہت سے
وہ عین صورتِ مجردہ ہیں اور دوسری جہت سے ان کے غیر۔ پس احجارِ بہتیہ
افلاک کے احجارِ بہتیہ کی اصل فطرت کے مطابق مختلف ہو گئے۔ حالانکہ وہ حقیقت
نزدیک ترین احجار ہیں اور ان کا رنگ آفتاب کی صورت کے مشابہ ہو بعد
ازاں ملائکہ اور بنی آدم کے فاضلین کے احجارِ بہتیہ ہیں جو کامل ہیں اور کامل
کے معنی ہمارے نزدیک یہ ہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے ایجادِ عالم کا ارادہ کیا
تو وہ ارادہ بعینہٖ چند تعینات (یعنی لوازمات) کے ساتھ منشرح ہو گیا کہ بنائے عالم
انہیں تعینات (یعنی لوازمات) پر موقوف تھی۔ اس کی مثال ایسی ہو جیسے
کوئی حکیم ایک کرہ کو متحرک بنانا چاہے تو اس کا ارادہ تحریک بعینہٖ منطقہ
(بنگر یا کر جیسے) اور قطبین رکھنے یا دائرے) کا تعین ہوا۔ بلکہ دوسرے دائرے

جو بتدریج منطقہ سے قطبین تک تنگ تر ہو گئے ہیں اور وہی نقطہ بعینہٖ کرہ کی
گردش کی جگہ ہو کیونکہ کرہ کی حرکت کا دار و مدار اسی دائرہ پر ہو (یعنی جیسے زمین
اپنے محور پر گھومتی ہو جس سے رات و دن کا تعین ہوتا ہو اور رات و دن کی ساعتیں
بدلتی رہتی ہیں لیکن کبھی دن دس گھنٹہ کا اور رات چودہ گھنٹے کی ہوتی ہو جیسے
موسم سرما میں اور پھر موسم گرما میں اس کے برعکس ہوتا ہو دوسری مثال اس چرخ کی
کی گردش کی ہو جس پر رسی (ستلی) لپٹی جاتی ہو اور دائرے منطقہ سے قطبین تک
چھوٹے ہوتے جاتے ہیں) اسی طرح تمام عالم کا ارادہ ان افراد سے جو اصل وجود کی
ان کے انتظام کا واسطہ ہیں یا تکمیل افراد میں ان کے کمال کی صورت کی جگہ
بڑھیں (یعنی جب ارادۂ الٰہی ایجاد عالم سے متعلق ہوا تو اس کے منہ دیات یا لو
یعنی متعلقین ظاہری و باطنی اسی ارادہ میں شامل تھے جو اولیائے اہل خدمت
اور صاحب ارشاد ہیں) اور یہ کاملین کے احجار بہیتہ ہیں جو بمنزلہ چراغ نور میں فانی
ہو گئے ہیں گویا وہ نورہ کرمیں ذکر ہو گئے ہیں اور اسی طرح کاملین کے ان احجار
کثرت سے احجار جمع ہو گئے ہیں اور اس کا آخر سرخ رنگ مائل بہ روشنی ہے
اور آخر شکل سراب کے ایک ہوا ہے۔ الحاصل یہ ایک موجود ہے جو بالا باب
کے رو برو قائم ہو گیا اس کا اول شکل آفتاب اور آخر شکل سراب کے ہے اور کتب الٰہیہ
میں اس کو علیین کہتے ہیں اور جو اس کے مقابل ہے اس کو سجین کہتے ہیں۔ اعاذنا
اللہ منہا۔ (یعنی عرش علیین اور سجین پر مشتمل ہو۔ اور سجین علیین کی پشت پر واقع

لہ یعنی شاہ صاحب نے اپنے مشاہدہ میں عرش کی تجلی اعظم کے سامنے جو حقیقت مجردہ ہو ایک موجود پایا
جو الف و دوان بہ شکل آفتاب الالی احجار بہیتہ کے مظاہر تھے جن سے انوار پیدا ہو رہے تھے جوش
کا بالائی حصہ آفتاب کے مثل اور نیچے کا حصہ سراب کے مثل تھا اور کتب الٰہیہ میں اسی کو علیین کہتے
ہیں اور اس کے مقابل جو وہ سیاہ ہو رہا ہے اسے سجین کہتے ہیں جو نفس کلیہ کی ظلمانیت سے متعلق ہونے
(رفیق ادارہ)

ہو اور یہی حظیرۃ القدس میں ناشی ہونے والے حقائق کا تجلی اعظم کے سامنے تجلی اور
نور سے پہلے پیش ہوتا ہو کیونکہ ان پر محض کی تجلی سے قدر کا تعین ہوتا ہے کہ احجار
بہیتہ میں سے کون علیین کے لائق ہیں اور کون سجین کے لائق) پھر اس علیین کا
مختلف عوالم میں ظہور ہوتا ہے اور اسی ظہور کو جنت کہتے ہیں وہ کبھی زمین کے اس
خطہ کی طرف ظہور کرتا ہو جس کی طرف افلاک کی خبر دینے والے (یعنی ارواح
افلاک) متوجہ ہوتے ہیں اور اس میں انعقاد (پیدا) کرتے ہیں (یعنی ارواح
افلاک جو زہرہ و مشتری وغیرہ سیارگان کے نام سے موسوم ہیں کسی خاص خطۂ
زمین پر اپنی تاثیرات ڈالتے ہیں جن کی وجہ سے وہ خطۂ زمین آئینہ کا کام کرتا ہو
اور اس میں علیین منطبع ہو جاتا ہو) جیسے جابرصا اور جابلقا[1] جن کو فلاسفۂ قدیم
بیان کرتے تھے اور جب حظیرۃ القدس زمین کے کسی خطہ میں منطبع ہوتا ہو تو ان
احجار بہیتہ کے نفوس اپنے ابدان مناسبہ کے ساتھ ان سے متعلق ہو جاتے ہیں اور
افراد نفوس کے تمام قوتیں ظاہر ہوتے ہیں اور ہر قوت کی لذت اس نفس کو جداگانہ
حاصل ہوتی ہو اور یہ لذت کا مقتضا اپنے مستحق کو تصور کرتا ہو اور اس کی حقیقت کا
افادہ سابقہ غلبہ (صورت الٰہیہ کا نفس جیہ پر باطنی غلبہ) کی طرح حس مشترک
میں صورت جمیلہ کے افادے کا سبب ہوتا ہو اور بھوک کے غلبہ کے وقت کھانے
کی صورت میں اور پیاس کے غلبہ کے وقت پانی کی صورت میں حس مشترک میں
مخلوق ہوتا ہو۔ لیکن اس معنی میں یہ عالم (وہ عالم ایا سرے سے) مختلف ہیں کہ
اس معنی میں عالم جنت ان تاثرات کا ہیولی ہو جو ہیئات نفوس سے بوجہ قوت

لہ مشرق و مغرب کے دو قدیم شہر۔
کہ یہی وہ جنت اصلی تھی جس سے شاہ صاحب کا گذر ہوا تھا، ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۳-۲۰۴)
ضروری نہیں کہ وہ اب بھی وہاں موجود ہو۔

مثالی اور ارواح افلاک کے ظہور سے متاثر ہے اور عالم شہود کو اس کی حاجت
نہیں (یعنی یہ صرف اس وقت ہوتا ہے جب حظیرۃ القدس خطۂ زمین پر منطبع ہو)
اور کبھی عالم مثال کے مواطن میں سے کسی موطن میں زمین سے بالاتر منطبع ہوتا ہے
یہی بہشت ہے کیوں کہ بہشت کا مطلب حظیرۃ القدس کا کسی موطن میں منطبع ہونا ہے
جو شکل و تشبیح میں آئینہ کا کام کرے یہ ہے طلسم الٰہی کی تشریح۔ واللہ اعلم بحقیقۃ
الحال۔

تجربیت کی نسبت تجلی اعظم[1] کے ساتھ کس طرح ہوتی ہے وہ اس طرح ہے کہ جب
آفتاب نے آسمان کی بلندیوں پر اپنا نور پھیلایا آئینہ کو اس کے مقابل کر دیا اس نے
اس کی شعاعوں کو اپنے اندر جذب کر لیا، وہ (عکس) ایسا واضح ہوتا ہے کہ اگر تجربیت
والے عالم میں نہ ہوتے تو سارا عالم دہری ہو جاتا۔ اس لیے کہ ارادہ و اختیار کی
تجلی اعظم سے جوش مارتا ہے، اور تجربیت کے علاوہ اس کی طرف کوئی متوجہ نہیں ہے۔۔۔

مخاصمہ کنندہ کے بیان میں اللہ کے بندوں پر اور بندوں کے اللہ پر حقوق
سے وہ غافل تھے اس لیے کہ ان اشیاء کے ظہور کو جلا دینے والی ایک ایسی شعاع
ہے جو تجلی اعظم کے گرد قائم ہے اور حکمت میں دلیلوں سے ثابت شدہ ہے کہ اگر چراغ
کو ایسی جگہ رکھا جائے جہاں اس کے اور دیکھنے والے کے درمیان اتنا فاصلہ
فاصلہ ہو اور اس چراغ اور دیکھنے والے کے درمیان ظلمت متحقق ہوتا ہو چراغ کی لو

[1] تجلی اعظم مجرد شے ہے یعنی حافظ قدس پہلا شخص جس کا وجود علمی ہے اور وہ موجود نہیں ہے
اللہ جس کو چاہتا ہے اس پر منکشف فرماتا ہے صرف اصحاب تجربیت اس کا ادراک کرتے
ارادہ و اختیار کو اس سے جوش مارتے دیکھتے ہیں۔ دوسرے لوگ تجربیت جو کامل سے محروم
ہیں صرف اس عکس کا ادراک کرتے ہیں جو ان میں منطبع ہوتا ہے اور سمجھتے ہیں کہ ارادہ ہے
بھی اس کو حاصل ہے اور اکثر وہ ان حقائق علمیہ سے غافل ہیں۔ ([illegible])

میں جو ضعف ہے وہ دکھائی دیتا ہے (یعنی اگر چراغ بلندی پر ہو تو بہت دور سے
نظر آتا ہے اور درمیانی فاصلہ میں ظلمت متحقق ہوتی ہے اور چراغ ٹمٹماتا نظر آتا ہے
یہ ٹمٹماہٹ دراصل چراغ کی لو کا ضعف ہے جو نظر آنے لگتا ہے اگر قریب سے دیکھا
جائے تو چراغ کی لو بغیر ٹمٹماہٹ کے نظر آئے گی) اس کی وجہ یہ ہے کہ چراغ جو شعلہ
چراغ کو محیط ہے اس حالت میں بصورت شعلہ ظاہر ہوتا ہے یہی مثال تجلی اعظم
کی شعاع کی ہے جو اسفل السافلین کی طرف دیکھنے والوں میں تجلی اعظم کی صورت
میں ظہور کرتی ہے (یعنی کمزور تجربیت والے تجلی اعظم کے ادراک سے محروم رہتے ہیں
صرف اس کے گرد کی شعاع کا ادراک کرتے ہیں اور اسی کو تجلی اعظم جانتے ہیں) اب
ہم بیان کرتے ہیں کہ تجربیت والے (یعنی کاملین) تجلی اعظم سے کیوں راہ یاب ہوتے
علوم وجدانیہ میں علم اور معلوم کے درمیان نسبت ہونا ضروری ہے اس لیے حکمائے
متقدمین کا قول ہے کہ مدرک عین مدرک ہے (یعنی ادراک نسبت عینیت کے بغیر
حاصل نہیں ہوتا) بالجملہ کیونکہ ان کے (کاملین کے) نفوس ناطقہ میں تجربیت شعاع
زنجیر ہوا تو وہ تجلی اعظم کی توجہ کی طرف جبلی ہی حرکت میں مضطر ہو گئے ان میں طلب
تھی یا نہ تھی (یعنی حجاب نے ان کی غیریت ختم کر کے عینیت کے ساتھ متوجہ کر لیا)
اس کی مثال اس شخص کی ہے جو خاک سے پیدا ہو کر اسفل کی طرف بمقتضائے
اصل فطرت کردہ نہیں جانتا کہ اس کی اصل فطرت میں کون سی چیز حرکت دینے
والی ہے۔ اور اس نے کس چیز کو حرکت کا قبلہ بنایا ہے (یعنی جب آدمی اپنی اصل
فطرت سے مجبور ہو کر اضطراری حرکات کا مرتکب ہوتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ اس کی
فطرت میں کون سا عنصر غالب ہے اور یہ حرکت اضطراری کس عنصر کے غلبہ سے
سرزد ہوئی جب یہ حرکت (اضطراری) کاملین میں ظاہر ہوتی ہے تو تجلی اعظم کے
علوم مناسبہ ان کی ارواح اور سر میں فوارہ مارنے لگتے ہیں اس مقام پر مختلف

رنگ ظاہر ہوتے ہیں۔ کچھ الوان طیبہ جو اس موطن کے اصل مقتضا ہیں میں بیان
کرتا ہوں۔ نور صرف کی صورت اشیائے متعددہ میں تمام الوان پر غلبہ کی صورت میں
صورت سریان شے واحد ہو یعنی نور صرف کی صورت ہر رنگ ہو اور ہر رنگ
میں سریان کیے ہوئے ہو لہذا ہر رنگ کی حقیقت بے رنگی ہو جو شے واحد ہو،
ان تمام الوان میں سر کی صورت تجلی اعظم سے فیض حاصل کرتی ہو لیکن تجربیت کی
فطرت سے اطلاع جوش مارتی ہو۔ (یعنی تجربیت اپنی فطرت کے باعث حقیقت
پر مطلع ہونا چاہتی ہو) کیونکہ یہ سب الوان صورتیں ہی صورتیں ہیں جو آتی جاتی رہتی
ہیں۔ یہ ایک امر مستمر ہے جس میں تغیر کا گذر نہیں (یعنی تجربیت کی یہ فطرت امر
جاری ہو جس کو بدلا نہیں جا سکتا یعنی یہ ناممکن ہو کہ تجربیت کی حقیقت پر مطلع
نہ ہونا چاہے)، کبھی جس کشاکش میں (یعنی رنگوں کی صورتوں اور تجربیت کی
فطرت سے جو کشاکش سر میں پیدا ہوتی ہے) تمام الوان نیست و نابود ہو جاتے
ہیں اور صرف حقیقت مجردہ (بے رنگ) باقی رہ جاتی ہو جیسے تجلی ذات کے وقت
آدمی محو ہو جاتا ہو اور اس کی محویت کا ادراک صرف تجلی آثار و صفات والے
کرتے ہیں یعنی وہ عام لوگوں کی نظر میں علی حالہ موجود ہوتا ہو لیکن تجلی آثار
و صفات والوں کو نظر نہیں آتا یہ نہ دیکھنا اور اصل دیکھنا ہوتا ہو) یہاں یہ پردہ
اٹھ گیا اور خطا مشکل ہو گئی۔

جاننا چاہیے کہ بنی آدم کی ملکیت وہ شے ہے جس میں وہ تصرف کرے گھوڑے
کا مالک وہ ہو جو اگر سوار ہونا چاہے سوار ہو خواہ کسی کو عاریتاً دے دے یا فروخت
کر ڈالے علی ہذا القیاس۔ مالک زمین اور مالک بندہ وہ ہو جو ان میں تصرف کرے
اور یہی جگہ ایک دوسری خصوصیت یہ ہو کہ انواع کی صورتیں ان کی اصل فطرت
کے مطابق واقع ہوتی ہیں جس طرح بچہ کی پیدائش کے بعد دودھ کا پستان میں آنا

ایک طرح کی فطرت ہو اور فطرت تدبیر الٰہی کا مقتضی ہے اور اس تدبیر الٰہی کے
اجزاء کے لیے اسباب کا آپس میں ارتباط ضروری ہے جیسے پہلے مزاج میں رطوبت
پیدا کر کے محفوظ کی گئی پھر وہ رطوبت حیض کی شکل میں نمودار ہوئی دوبارہ جنین
کی غذا بنی اور سہ بارہ مولود کی غذا کے لیے خالص دودھ بن گئی۔ پس ارتباط خاص
کو قرآن عظیم میں ہلاک سے تعبیر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہو: الخلاق لکلمہن
انی واحد لہ۔ پس اللہ تعالیٰ نے اصل فطرت میں تصرف کر کے نوع انسانی
کو مرد و عورت میں تقسیم فرما دیا اور تناسل کے لیے اللہ تعالیٰ نے مرد میں ذکر اور
خصیتین ظاہر فرمائے اور عورتوں کے خصیتین کو ان کے جسم میں پوشیدہ رکھا اور
اور مرد کے خصیتین سے مادہ ذکر میں ظاہر فرمایا اور عورت کے خصیتین کے مادے کو
بھی پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ یہ سب چیزیں تناسل و توالد کی (غرض) تفصیل (
مقتضی ہوئیں پھر ایک کو دوسرے کی رغبت دی اور ایک کی حاجت دوسرے
پر موقوف رکھی۔ لیقضی اللہ امراً کان مفعولاً سے یہی مراد ہو اور اسی طرح
کتب الٰہیہ میں آیا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے چوپاؤں کو آدمی کے لیے پیدا کیا اور اس
کا مطلب یہ ہو کہ آدمی کو صاحب عقل اور صانع پیدا کیا تاکہ وہ صنعت سے
رسی بنائے اور گائے، بیل اور گدھوں کی گردنوں میں ڈالے اور حیوانات سے
دودھ حاصل کرے اور ان جانوروں کی سختی اور نرمی سے علاج کر کے ان کو
اپنی حاجتوں کے لیے مسخر کرے (اولم یروا انا خلقنا لہم انعاماً فہم
لہا مالکون) اور ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (؟) کا مطلب یہ ہو
کہ ان کی صورتیں ایسی بنائیں کہ ان کی نوع کا اقتضا عبادت ہو۔ یعنی تخلیق کا
مقصود اصل عبادت ہو۔ پس جب تک افراد نوع اپنے مزاج کی سلامتی سے
موافقت رکھیں ان کی قوت عاقلہ ان کی قوت سبعیہ اور بہیمیہ پر غالب رہے

ان میں اشیا کی طرف (قوت سبعیہ و بہیمیہ کی وجہ سے) التفات، پھر [illegible] اور عقل کے غلبہ کی وجہ سے طلب اللہ کے لیے ہو اور اس کے سامنے تضرع و زاری اور انکسار سے یقین کے ساتھ عبادت کریں اور عبادت کو نہ چھوڑیں یہ نون (لا کے تاکید ہی لام سے معتبر ہیں اور اس جگہ یہ نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ پوری شریعت انھیں اختصاصات کا بیان ہے کیونکہ نوع انسان کی ابتدائی صورت نے انھیں اختصاصات کا تقاضا کیا ہو (نوع انسانی کی ابتدائی صورت ان اللہ خلق آدم علی صورتہ ہے اور یہ وہی معنوی صورت آلیہ ہے جس کو شاہ صاحبؒ تجلی اعظم سے معنون فرماتے ہیں) اور مرتبہ کلام نفسی میں خدائے تبارک و تعالیٰ نے صورت انسانیہ کی طرف گہری نظر فرمائی (یعنی صدر نوعیہ کے مقتضیات کو کلام نفسی سے منع فرمایا) اور انھیں مقتضیات کے موافق تدبیر منزل، تمدن و مدنی تہذیب نفسی، علماً اور عملاً (یعنی پوری شریعت کے احکام واجب فرمائے اور حدود ذاتی استعدادات علمیہ اور بیانات قطعیہ سے مشغول ہوئی۔ یہ تمام احکام نوع انسانی کے صدر شدہ نوعیہ کے مقتضیات ہیں، پھر افراد انسانی کے

لہ جب ذات بحت بلحاظ ذاتیت ان اعتبارات اپنی جانب متوجہ ہوئی تو اس توجہ سے وہ تمام شیون جو صفات ذات میں گم تھے متجلی ہو کر ایک دوسرے سے ممتاز ہو گئے یعنی ان شیون کے انوار اپنے اپنے رنگ میں ظاہر ہو گئے۔ یہ شیون ذاتی، علیم، قدیر، مرید، سمیع، بصیر کلیہ ہیں۔ حضرت مجددؒ اسے وجود ظلی اور تعین اول کہتے ہیں [illegible] کی ابتدا [illegible] حضرت شاہ صاحبؒ نے صوفیا کے اختلاف سے بچتے ہوئے اسے تجلی اعظم کی اصطلاح سے تعبیر فرمایا کیونکہ اصطلاحات تصوف میں اسی توجہ ذاتی کو تجلی ذاتی [illegible] کہا جاتا ہے اور جو نقطہ اس [illegible] میں رنگ [illegible] انواع شامل ہیں اور انھیں رنگوں کی تفصیل ساری کائنات ہے لہٰذا انھیں مقتضیات صدر نوعیہ کی اصطلاح استعمال فرمائی یعنی [illegible] الٰہی کے [illegible] اور

(باقی اگلے صفحہ پر)

درمیان ایک فرد کا ظہور جس کا مجرّبیت حجاب ہوتا ہو کہ وہ صحیح طور پر مراقبہ نہ کر سکے (یعنی

(پچھلے صفحے کا بقیہ) بحوالہ قبل ہوا اشراحد احد کا چہرہ ہے، جو مفصل ہو کر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بنا۔ اس چہرہ کے دو رخ ہیں، ایک ذات بحت کے بالمقابل جسے ولایت ذاتی کہا جاتا ہے، جو فیض رحیمی کے لیے مخصوص ہے اور دوسرا رخ جو ہونے والی مخلوق کے بالمقابل تھا نبوت کہلاتا ہے اور یہ فیض رحمانی یعنی فیض عام سے مخصوص ہے۔ سرور کائنات ﷺ جب بعثت کے بعد معراج پر تشریف لے گئے تو آپ کا یہ سفر بحیثیت رحمٰن کے تھا اور جب اللہ نے اپنے دونوں ہاتھ آپ کے کندھوں پر رکھے تو آپ نے تمام معقولات اور محسوسات کا بیک آن ادراک فرما لیا یہ دولت عرفان خلعت رحیمی تھی یعنی ولایت ذاتی جو آپ کے حوالہ ہوئی اور آپ الرحمٰن الرحیم ہو کر معراج سے واپس تشریف لائے اور اپنی باطنی خلافت مع خرقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمائی۔ اسی احد کے چہرے یا حقیقت محمدی کی شعاعوں سے عالم امر میں قلم اعلیٰ اور لوح محفوظ میسر ہوئے جن سے عرش عظیم و ارواح مجرد ہوئے قلم اعلیٰ کو روح کلی اور لوح محفوظ کو نفس کلیہ کہا جاتا ہے جس میں شیئیت پائی جاتی ہے جو مادہ کی ابتدا ہے۔ عقول و نفوس کی تخلیق عالم امر میں مکمل ہونے پر احد کے چہرے کو میم کے اضافہ سے احمد کا چہرہ قرار دیا گیا یعنی جو چہرہ ذات میں احد تھا وہ عالم امر میں احمد کے نام سے معنون ہوا اس میم میں چالیس مراتب وجود جو میم کے اعداد ہیں شامل ہیں۔ اور وہ عقول و نفوس کا مجموعہ عرش اعظم کی شکل میں احد کے چہرے کے بالمقابل پہلے موجود کی حیثیت سے قائم ہوا جس پر رحمٰن مستوی ہوا اور جس کو عالم امر اور عالم خلق کا درمیانی واسطہ قرار دیا گیا اور عرش کو علیین و سجین سے آراستہ کیا گیا پھر احد کے نوری اور احمد کے معنوی چہرے سے خلق کے استناد کی خاطر آدم علیہ السلام بنانے کے لیے علیین میں ایک مٹی کا پتلا بنایا گیا (مٹی اس زمین سے لائی گئی جو ارض اللہ واسعۃ کہلاتی ہے اور جس سے یہ زمین حشر میں بدل جائے گی اور پانی بھی اسی ارض کے دریا سے جو عرش کے اوپر ہے حاصل کیا گیا) پھر نفس الرحمٰن کی ہوا اس میں پھونکی گئی اور اس کے قلب میں نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ کی آگ سلگائی گئی۔ اور پھر نفاذ اصولیہ

وللہ الحجۃ البالغۃ یعنی تجلی اعظم کے ساتھ وہ شیون غیر اعداد کے ہیں اور وہ انسان کی روح
میں موجود ہیں لیکن جب ان کا عکس اس کے نفس پر پڑتا ہے تو وہ الٹ کر اپنے اضداد بن
جاتے ہیں اور یہی مجموعہ اضداد اس کا نفس ہے اور نفس کے بغیر ظہور نا ممکن ہے۔ بالفاظ
دیگر انسان اللہ تعالیٰ کا تقاضائے ظہور فاحببت ان اعرف ہے جس پر انسان
معنوی دانا صورۃً شاہد ہے۔

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ایک رات لاتعداد اور بے شمار علوم اس بات
سے جو کہ ہر موجودات میں سے ہر موجود میں ہیں خواہ وہ جوہر ہو یا عرض قول ہو یا
فعل قوائے متعددہ انسیہ و ملکانیہ کی مشارکت سے ہوتے ہیں واقع ہوئے یہاں تک
کہ ان تمام موجودات نے متشکل ہو کر افاضہ کیا اور یہ حقیقت ایک بازار کی صورت
میں متمثل ہوئی جہاں ایک انبوہ عظیم ہے اور ہر ایک اپنے اپنے کام میں مشغول ہے
اور میں نے دیکھا کہ ایک شخص ہے اس نے ایک فعل کیا اور اس کے صادر ہونے
میں مثلاً ایک تہائی قوت شہوی اور ایک چوتھائی قوت غضبی اور اسی قدر
قوت عقلی مرکب ہوئی اور اسی طرح اس کے قلب و روح وغیرہ کے لطائف نے
مختلف مقادیر و حیثیات سے مداخلت کی (داخل انداز ہوئی) اور یہی قسم کواکب

[illegible] اس سے قوم و شریعت و ملت کے درمیان وجہ مرتبہ ثابت ہوتی ہے سب
صورت وغیرہ کی طرف اشارہ ہیں۔ اگر تم بہ نظر تحقیق غور کرو تو تشریع تقدیر میں دخل
ہے اور اس کو پیدا کرنے والی ہو اور افراد کا حکم انواع کے حکم میں داخل ہو جس شخص نے
یہ کہا [illegible] خوش چند اکبر دیں کی کشش پادوست
[illegible]
[illegible] تمام غایات متعلق
متحقق ہیں اور یہ ربط و ضبط ثابت ہو یعنی قل کل من عند اللہ اور فللہ الحجۃ البالغۃ۔
(انفاس)

افلاک کے قویٰ کی ہو جو متفاوت اندازوں سے ممتزج (شامل) ہوئے یہاں
تک کہ فعل کی صورت اختیار کی جس طرح کسی معشوق نے عاشق سے مزاحاً کوئی
بات کہی پس اس بات میں کتنی قوت شہویہ داخل ہوئی اور کتنی قوت عقلیہ
صرف ہوئی اور قلب کی تاثیر کس انداز سے اور لطیفہ روح کا اثر کس طرح واقع
ہوا علیٰ ھذا القیاس۔ غرضیکہ تمام حرکات و سکنات اور لطائف و قویٰ میں
ترکیب و امتزاج اور ہر ایک کے میزان و مقدار کا میں نے مشاہدہ کیا اور ان علوم
کا افاضہ ایسا تھا کہ معلوم ہوتا تھا جیسے تیز بارش ہو رہی ہو اور ان اجسام
متشکلہ کی حقیقت میں وہی تمام علوم جمع ہیں جنھوں نے صرف مشاہدہ و معاینہ کے
لیے یہ شکل اختیار کی ہو۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ اس قسم کے علوم کا افاضہ بجز کواکب
علویہ کے اوقات میں یکجا ہونے کے نہیں ہوتا ہے۔

حضرت اقدس کے ایک مخلص عزیز تھے جن کے ایک لڑکی تھی اور ان کو اس کی
استطاعت نہ تھی کہ اپنے خاندان کے رسم و رواج کے مطابق دھوم دھام سے
شادی کر کے رخصت کر سکیں۔ ہر چند حضرت اقدس نے ان سے بہ تکرار و بتاکید
یہ فرمایا کہ وقت کی نزاکت اور حالات دیکھتے ہوئے کسی کے ساتھ اس کی شادی
کر دو لیکن وہ مفلسی کے خوف اور غیرت کی وجہ سے حضرت کی تعمیل حکم نہ کر سکے اور اس
معاملہ میں اتنی زائد تاخیر کی کہ خود اس عالم سے چل بسے جس کی وجہ سے لڑکی کی
ماں اور زائد بے سر و ساماں ہو گئیں اور وہ لڑکی حد مراہقت[۱] سے بڑھ گئی لیکن
پھر بھی پاک دامن و صالحہ رہی اور کبھی کبھی حضرت کی زیارت کے لیے خدمت
اقدس میں حاضر ہوا کرتی تھی۔ اپنی پرانی عادت و معمول کے مطابق ایک روز
آپ کے دولت کدہ پر حاضر تھی حضرت اقدس پر جناب الٰہی سے یہ الہام ہوا کہ

[۱] یعنی حد بلوغ سے بڑھ گئی۔

فلاں عورت نے جو دعائیں کیں، ہم نے سنیں اور ہم کو بہت پسند آئیں" بلکہ اس دعا کے الفاظ بھی آپ پر القا ہوئے اور وہ یہ تھے کہ "میں بے کس ہوں اور میرا کوئی دستگیر نہیں" یہ بات بارگاہِ ربوبیت میں پسند آئی لیکن اس میں اس کی صلاحیت نہیں ہے کہ ہم براہ راست اس کے قلب پر القا کریں، تم اس سے یہ بات کہہ دو کہ ہم اس کی اس طرح کارسازی کریں گے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا لیکن اس کو چاہیے کہ قرآن سیکھے اور اس کے پڑھنے میں ذرہ برابر کوتاہی نہ کرے۔ پس حضرتِ اقدس نے اس کو یہ بشارت سنائی اور جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ وہی کلمات و الفاظ تھے جن سے اس نے دعا کی تھی۔

ماہ شعبان [illegible]ھ میں جب کہ اعتکاف چلہ کشی حضرت مولائی و ملجائی قریب پہنچا دلِ عقیدت منزل بوجہ عادت مالوفہ اعتکاف کے شرفِ مجاورت کے لیے بے چین ہوا۔ چونکہ حضرت قبلہ گاہی کا حکم وطن ہی میں قیام کا تھا لہٰذا اس مقصدِ نیک کے لیے سفر آپ کے حکم کی بجا آوری کے خلاف کرنا سخت دشوار معلوم ہوا۔ اپنا اضطراب تا سعت بذریعہ عریضہ حضرتِ اقدس کی خدمت میں تحریر کیا۔ آپ نے جواب میں اس عنوان کا والا نامہ تحریر فرمایا۔

"حقائق و معارف آگاہ سجادہ نشین اسلافِ کرام عزیز القدر میاں محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ و ابقاہ۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی طرف سے بعد سلام معلوم ہو کہ اللہ کی عنایت سے یہاں سب خیریت ہے اور تمہاری خیر و عافیت جنابِ الٰہی سے نیک مطلوب ہے۔ تمہارے خطوط پہنچے جن سے یہ معلوم کرکے کہ تم اس اعتکاف میں نہ پہنچ سکو گے میرا تو عجیب حال ہو گیا اور تمہاری ملاقات سے جو سکون اور انس حاصل ہوتا تھا اس کے نہ ہونے سے ملال ہوا اور پھر یہ سوچ کر کہ جس کام کے لیے جہاں مقرر ہیں ان کے لیے وہی جگہ زیادہ مناسب ہو سکے

آں روز کہ مہ شدی نمی دانستی ۔۔۔ کانگشت نمائے عالمے خواہی شد

بہرحال اس ظاہری جدائی کی تلافی بھی ضرور ہونا چاہیے اور دل میں یہ بات جاگزیں کر لی ہے کہ اس اعتکاف میں ان اوقات میں تم سے بالمشافہ معرفت کی باریکیاں جو ہوں گی تمہاری صورتِ مثالیہ سے ان کا خطاب کیا جائے گا اور اس دوران جو کچھ بھی تمہارے دل پر وارد ہو اس کو بقدر اپنی سہولت قلم بند کر لو تاکہ "المکاتبۃ نوع الملاطفۃ" کا رنگ ظاہر ہو جائے۔ دوسری خاص بات یہ ہے کہ جہاں حضور و غیب یکساں ہو اور ناقابلِ بیان اس کو تمہارے قلب کے حوالہ کرتا ہوں۔ والسلام

اس تسلی کی بدولت اس عاجز نے وطن ہی میں ان مخاطبات پر امید و بھروسہ کرتے ہوئے اور ان نفحات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اعتکاف چلہ کشی اختیار کیا اور اس دوران جو فیوض و برکات معنویہ آپ نے افادہ فرمائے کیا بیان کیے جائیں جن کے شکر کی ادائگی تقریر و تحریر سے باہر ہے ؎

گر بر تنِ من زباں شود ہر موئے ۔۔۔ یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

اور جو کچھ مخاطبات موجودہ آپ کے قلمِ اعجاز رقم سے صادر ہوئے اس کی تحریر سے اس رسالہ (وکتاب) کو مزین کیا جاتا ہے اور ہر مقدمہ لفظ "مخاطبہ" سے معنون کیا جاتا ہے۔

افادہ:- ایک بار ایسا ظاہر ہوا کہ ملکِ عمان میں جس کا بندرگاہ اور ساحل مسقط ہے اہل اللہ کے صفات سے متصف ایک بہت ضعیف العمر اور صالح بزرگ رہتے ہیں جو ملکِ یمن کے قبیلہ حمیر سے ہیں اور اب (فی الحال) عمان میں مقیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان کی طرف ایک خاص نظر ہے۔ اور ان کا رجحان علمائے حدیث کی

لے تم کس دن چاند ہو گئے یہ تم نہیں جانتے اور اس دن ایک عالم کی نظروں میں تم ہی تم ہو جاؤ گے

سے مکاتبت مخاطبت (ہم کلامی) کی ایک قسم ہے

سے اگر میرے جسم کے ہر رونگٹے کو زبان عطا ہو جائے تب بھی تیرے ہزار شکروں میں سے ایک شکر بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

جانب ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شافعی مسلک کے ہیں۔ نورانیت ان کے چہرے
سے ظاہر ہے لیکن وہ گمنامی اور گوشہ نشینی اختیار کیے ہوئے ہیں اور ان کا رنگ زرد ہے
مخاطبہ۔ اور انہیں اوقات میں ایک وقت یہ القا فرمایا کہ ہم نے تجھ میں
اس وقت ایک دوسری طرح سے ظہور کیا ہے اور یہ ظہور سو سال تک رہے گا۔ پس
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات انوار و کمالات نسبیہ و لطائف بازدہ کی جانب ہے جو
عادات و امور لطائف کا منشا ہے زائد نفع بخش ہوں گے۔

مخاطبہ۔ سرزمین ماوراء النہر کے متاخرین طریقہ احراریہ تہجد کے وقت ایک ہزار
ایک بار یا خفی الالطاف ادرکنی بلطفک الخفی۔ پڑھا کرتے تھے
فقیر نے بھی ان کی موافقت میں چند بار رات میں اعتکاف میں اسے پڑھا۔
ایک رات اس کے پڑھنے کے دوران الطاف خفیہ کے سمندر کے موتی ظاہر
ہوئے ان میں سے یہ بھی ہے کہ ایک شخص زراعت کرتا ہے یا تجارت اور اس سے
اپنی گذر بسر کرتا ہے تو لطف خفی اس شخص کے حق میں یہ ہے کہ اس کی کوشش
رائیگاں نہ جائے اور مقصد حاصل ہو جائے اور زراعت و تجارت میں بہت سی آفتیں
اور مصیبتیں ہیں جو اس شخص کے علم کے بغیر اس سے دفع کر دی جاتی ہیں۔ اللہ فرماتا ہے
لہٗ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ[1]۔ بعد ازاں
حق تعالیٰ کا ارادہ اتفاق و نگہداشت وغیرہ کے ساتھ اہتمام کرتے ہیں اور ان
احراریوں کی ایک جماعت جب آپس میں ملاقات کرتی ہے تو لطف خفی اس جماعت
کے دل سے جوش مارتا ہے پس وہ ایک دوسرے سے بیاد محبت سے ملتے ہیں اور لطف
و مدارات کرتے ہیں اور ان کے رخصت کرنے میں محبت ہوتی ہے تو وہ بھی اسی وجہ
سے ہوتی ہے اور جو شخص اس کا دوست ہوتا ہے اس کے فوائد اس کو بھی پہنچتے ہیں

[1] انسان کے آگے پیچھے فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس انسان کی حفاظت کرتے ہیں۔

اور اس کے دل میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ یہ اس شخص کی دوستی کی وجہ سے حاصل ہوا ہے
اور جو شخص اس کا دشمن ہوتا ہے اس کو اس سے نقصان پہنچتا ہے۔ اور اس کے دل میں یہ
آتا ہے کہ یہ اس شخص کی دشمنی کی وجہ سے پہنچا ہے تو وہ توبہ کرتا ہے اور دشمنی سے باز آجاتا ہے
پھر یہ دیکھا کہ جب یہ شخص یا خفی الالطاف ادرکنی بلطفک الخفی پڑھتا ہے تو اس
اسم کی حقیقت اپنی گردن اٹھا اٹھا کر اس کو دیکھتی ہے اور اس کی اس غائر نظر کی وجہ سے
اس بندہ کے نفس ناطقہ کے صلب میں جو لطیفۂ خفی ہے اس سے ایک چشمہ جاری ہو کر
پوری طرح پھیل جاتا ہے۔ اور جس جگہ بھی کسی قلب کو پاتا ہے بغیر اس قلب کے نظام میں
کوئی خلل پڑے اس میں در آتا ہے۔

مخاطبہ:۔ فیض ہر جگہ ہے۔ اور یہ فیض سالک کے نفس پر اس کی فطری استعداد کے
مطابق ہوتا ہے۔ ورنہ فیض سب پر عام ہے اور اس کلیہ کے مد نظر ہر لطیفہ کے فیض کو
مبدا کے فیض کی طرح جو سورج کی شعاع کی شکل ہے نفس پر قابل قبول بنانا چاہیے
اور جس طرح مستفیضین کی استعدادات کا تفاوت۔ اثر قبول کرنے میں ہوتا ہے اسی طرح
اجسام کا تفاوت شعاع قبول کرنے میں۔ پس برف سورج کی شعاعوں سے حرارت
قبول نہیں کرتا اور پانی کر لیتا ہے۔ اور زمین پانی سے بہت زائد اثرات قبول کرتی ہے
اور لوہا سب سے زائد اور سب سے اعلیٰ مرتبہ میں آتشیں شیشہ ہے جو اپنے مقابل جسم
کو صورتوں کے انعکاس کی وجہ سے بوضع خاص جلا ڈالتا ہے محبت خاص جو بندہ کی
صفت ہے حقیقت سے مبدا کی محبت کے لیے ناگزیر ہے وہ اس بندہ اور مبدا کے
درمیان چھپی ہوئی نسبت ہے جو ان کے کسب کی وجہ سے ظاہر ہوئی اور اس ظہور کے سبب
کی محبت بندہ میں اس ظہور کا اثر ہے کہ وجود بندہ وجود خالق میں روپوش اور گم ہو جاتا ہے
اور اسی طرح ہر وہ محبت۔ جو اپنے محبوب کی طرف ہو۔

مخاطبہ:۔ جب یہ کلیہ معلوم ہو گیا تو اب یہ جان لینا چاہیے کہ تجلی اعظم کے مقابل آدمی

کے نفس میں ایک نقطہ ہو اور تجلی اعظم کی رغبت و محبت اسی نقطہ کی طرف ہو جیسا کہ
ہو چکا۔ اگر یہ نقطہ مثل براق صاف شفاف اور نورانی ہو، کدورت اور گرد و غبار
اس میں عارض نہ ہو تو جو شخص مثل شیشہ آتشیں ہو تو وہ تجلی اعظم سے اس کی شعاعوں
کو جذب کرتا ہو اور قبولیت کا اثر اس میں دکھائی دیتا ہو یہاں تک آثار خارقہ (از قسم
خوارق عادات) اپنے بعض حالات میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان
حالات کی تشریح (بھی) کر دیں۔ تجلی اعظم کی نشانیوں سے پہلی نشانی اس میں تجلی اعظم
کی شناخت ہو اور ہمت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہونا اور اپنے کو اس کے سپرد کر دینا
اور اس میں متلاشی رہتا ہو (فنا ہو جاتا ہو) جس طرح بعض نفوس کے قوی کہ ان میں
کواکب سیارہ کے قوی بھی پیدا کیے ہیں اپنے ہی اندر گردش کرتے ہیں اور بعض تجربہ کرنے
والے ہی پر مطلع ہوتے ہیں اور ایک طرح سے ان کی نظر خود اپنے ہی پر پڑتی ہو۔ اس نقطہ
کے نتیجے میں کواکب سیارہ کے بعض علوم ان پر نازل ہوتے ہیں اور اس سے عالم میں
ایک گردش دکھائی دیتی ہو۔ اس طرح یہ نفس اپنے ہی اندر گردش کرتا رہتا ہو اور اپنے
سر پر مطلع ہوتا رہتا ہو اور اپنے میں ایک قسم کی بیداری پاتا ہو اور تجلی اعظم کے بعض
علوم اس میں گردش کرتے ہیں اور ان میں سے بعض علوم بہت زیادہ ظاہر ہیں جن کے لیے
لہ ملک السماوات والارض۔ وھو القاھر فوق عبادہ۔ یعلم ما بین ایدیھم
وما خلفھم، کو (ان آیات) سے ان کا اظہار ہوتا ہو اور ان علوم میں سب سے زائد
روشن ان اشیا کی معرفت ہو جن کا استعمال بدن میں نسمہ کے ساتھ اس نقطہ کی تلاش
کو تجلی اعظم میں واضح تر اور بارونق بنا دیتا ہو یا اس کی تلاش سے بہت دور پھینک

لہ آسمانوں اور زمین کے ملک اسی کے ہیں
کہ اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔
سہ وہ جانتا ہے جو ان کے آگے اور پیچھے ہے

دیتا ہو اور اس سے الگ ہو جاتا ہو۔ اسی لیے یہ اسرار قرآن عظیم میں ہر سورت میں
مکرر بیان کیے گئے ہیں کہ اس نقطہ کے الحاق کی طبیعت یہ علوم تجلی اعظم کو دے
دیتی ہے۔

مخاطبہ:- خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں   گفتہ آید در حدیث دیگراں

آفتاب کو صفات کمال میں سے جو کچھ چاہیے سب حاصل ہے مگر جزئیات
کمال میں سے ایک جزو جو آفتاب کو بغیر حجاب کے حاصل نہیں ہوتا وہ روئی
اور کوئلہ کا جلا دینا ہو۔ پس آفتاب کا تام بلکہ فوق التمام ہونا اس کا حامل ہوا
کہ وہ کمال جزئی بھی اس کو حاصل ہو جائے۔ بنی آدم کے حکما کو یہ الہام ہوا
کہ وہ لوہے اور بلور سے آئینہ بنائیں اور اسے تراش کر سورج کے سامنے رکھیں
شعاع جو ایک نقطہ کی شکل میں عائد ہوگی اس میں جلانے کی قوت پیدا ہو جائے
گی۔ یاقوت کو اپنی ذات کی حد تک۔ جیسا کہ چاہیے شعاعوں کے رنگ حاصل
تھے لیکن اس کا دوسرا کمال یہ ہو کہ وہ بغیر مختلف روشنیوں کے اجتماع کے ظاہر نہیں
ہوتا اور وہ بجلی اس روشنی کے تعاکس و تموج کا فرق ہو۔ پس یاقوت کی خاصیت
یہ ہو کہ وہ مختلف روشنیاں پیدا کرے اور ان روشنیوں کو اپنا خادم بنائے اور پھر
اس میں دوسرا کمال ظاہر کرے۔ (جیسے کہ نقطۂ جنیہ سب سے پہلے کسان کی جانب
منتقل ہوا تا کہ وہ اسے بوئے اور اس نے اس کے بونے میں ہل و بیل وغیرہ مہیا
کر کے زمین کو اس قابل بنایا اور اس میں وہ سرسوں کا بیج بویا اور آسمان اور
زمین کی برکتیں اس کے شامل حال ہوئیں یہاں تک کہ وہ درجہ بدرجہ پیدا اُگ
آیا پھر اس نے (کسان نے) اس کو مانڈا اور اندر کا حصہ نکال کر باقی (بھوسی وغیرہ)

لہ اس سے مراد وہ حقیقت کبریٰ ہے جو مختلف ادوار و تبدلات سے گزری اور ہمیشہ
ترقی یافتہ حیثیت کے ساتھ رہی۔

وہیں چھوڑ دی اور یہ ولادتِ ثانیہ ہو۔ بعد ازاں وہ نقطہ جنینیہ تیلی کی جانب منتقل ہوا اس نے اسے خرید کر کوڑے کرکٹ سے صاف کیا اور مختلف ترکیبوں سے مرتب کیا اور پھر اصل تخم (مغز) نکال کر اس سے تیل نکالا اور باقی چھوڑ دیا اور یہ ولادتِ ثالثہ ہو۔ بعد ازاں بادشاہ کے شعلچی نے اس کو خرید کر مختلف قسم کی شعلیں بنائیں اور ان میں تیل ڈالا پھر اس میں آگ لگا دینے سے ان کا فیض ظاہر ہوا اور روشنی کا ہنگامہ پیدا ہوا پھر بادشاہ نے ان شعلوں کو ایک گھر میں جمع کیا اور ان کی روشنیاں ایک دوسرے پر صادق آگئیں اور ایک ہی حقیقت نظر آنے لگیں اور مقدار کے فرق کی وجہ سے ان کی روشنی میں فرق و تنوع ظاہر ہوا اور یہ ولادت رابعہ ہو اس وقت یاقوت کو جلوہ بخشا اس کی سرخ روشنی سفید روشنی کے ساتھ جمع ہو گئی اور رنگوں اور روشنیوں کی قلت و کثرت سے اتنی شعاعیں اور تجلیات ظاہر ہوئیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ یاقوت کا اصل مقصد اپنی تجلیات کا ظہور تھا (اس نے) روشنیوں کو اپنا مظہر بنایا اور پھر یاقوت مقدس نے ان شعاعوں کو خطاب فرمایا لولاک لما خلقت الافلاک و لولاک لما اظہرت ربوبیتی و فی حدیث المعراج خرجت علی الصدر قۃ الوان لا ادری ما ھی و تلک الامثال نضربہا للناس و ما یعقلہا الا العالمون۔

مخاطبہ:۔ بعض اوقات یہ دکھائی دیا کہ افرادِ کاملین نیز ملاءِ اعلیٰ کی ارواح اور اسمائے حسنیٰ کے انوار مشخصہ (ذوات۔ اسمائے حسنیٰ) جو عالم مثال میں قائم ہیں اور دین کے انوار (جن میں) تجلی اعظم کا حکم ہو افرادِ بنی آدم کے قوائے نسیمیہ کی آمیزش

لہ اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔ اور اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت ظاہر نہ کرتا۔ اور معراج کی حدیث میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ پر بہت سے رنگ ظاہر ہوئے میں سمجھ نہ سکا کہ وہ کیا تھا اور یہ مثالیں ہم لوگوں کو دیتے ہیں اور ان کو صرف سمجھدار لوگ ہی سمجھتے ہیں۔

خطِ شعاع اس بندہ کے ہر کوکب سے خطِ شعاع اس بندہ کے نے چاروں قسیں مثل کو اکب مشبع ہوئیں اور ہر کوکب سے خطِ شعاع اس بندہ کے نفس کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور اس نفس کی انتہائی گہرائیوں میں چلی گئی۔ اور اپنے ہر کوکب کا محبوب پایا اور ہر کوکب کی عنایت کے ذرہ کو دیکھا۔

مخاطبہ:۔ بعض اوقات ایسی حالت کا ظہور ہوا جو موت کے بعد پیش آئے گی۔ تو علم حصولی جو حجرِ بحت سے مثل فوارہ نکلتا ہو اس کے اندر لپٹ گیا اور اس میں گم ہو گیا اور علاوہ حجرِ بحت کے اور اس کا تجلی اعظم کا آئینہ ہونے کی حیثیت سے اپنے میں اس کی حضوری کے سوا کچھ باقی نہ رہا بلکہ تجلی اعظم کے سوا کسی طرف توجہ نہ تھی۔ نہ یہ کہ کوئی ایسی چیز ہو جو تجلی اعظم کا آئینہ ہو۔ اس وقت ایک عجیب فنائیت طاری ہوئی جو بیان میں نہیں آ سکتی۔

مخاطبہ:۔ اگر ہم کسی عالم کی زبان میں یہ کہیں کہ زید اس صنم کا فاعل ہے پھر اسی بنظرِ غائر اس کو دیکھیں اور یہ کہیں کہ یہ تو پتھر کا صنم اور اینٹ کے ساتھ مضبوط کیا ہماری مراد زید من حیث ہی (زید کی نفسِ ذات کے اعتبار سے) بلکہ زید کا نفسِ ناطقہ قوائے نسیمیہ سے ملتبس (ملبوس) ہوا اور ان قوائے نسیمیہ میں خشت و حجر کے مادہ پر تصویر کی قوت بطور کسب و جبلت ظاہر ہوئی۔ اور یہ صورت جو مادہ میں ظاہر ہوئی بلا واسطہ اس استعداد خاص سے مستند ہو جس کو ہم نے تصویر کا نام دیا ہے۔ اور وہ قوائے نسیمیہ میں جیسا کہ اور وہ قوائے نسیمیہ کا نفسِ ناطقہ کا کلی فیض ہے ان دونوں میں فرق اجمال و تفصیل کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اسی طرح ایمان بالغیب کی زبان میں اگر ہم تمام آثار وجود کو اللہ کے نام سے مستند کریں پھر بنظرِ غائر ہم کہیں کہ اللہ کے نام کے دو کمال ہیں۔ ایک کمال ہر موجود کی ایجاد کی وجہ سے ہے اس جگہ ایک چیز کو دوسری چیز پر ترجیح نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ اشیاء کو حرام و حلال کرنے والا ہے۔ حُسن کو حسن دینے والا اور بُرے کو برائی دینے والا ہے اور یہ

اشیا میں امتیاز پیدا ہوگا، اور اگر ہم صفاتِ واجب کے ہر کمال کا ایک نفس تعیین
کریں تو اس کا مزاحم قول اجمالی نہ ہوگا جب یہ بات صاف اور واضح ہوگئی تو
جان لینا چاہیے کہ ذات الٰہی حقیقتاً ہر حکم کی مصداق ہو لیکن ہر حکم کی ایک
جہت ہو۔ جب اشیائے کثیرہ ظاہر ہوئیں تو انھوں نے تدبیر و ربط و ضبط کی حیثیت
سے ظہور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ ثم استوی علی العرش۔ تو چند احکام اس
ظہور کے ساتھ مخصوص ہوگئے جس طرح نفس ناطقہ اور استعداد کسبی و جبلی کی
مثال کے بارہ میں ہم نے کہا جو قوائے نسمہ میں ظاہر ہوئے اور اسی مقصد
کو ہم تجلی اعظم سے تعبیر کرتے ہیں ۔۱

عباراتنا شتی وحسنک واحد   وکل الی ذاک الجمال یشیر

مخاطبہ ۔ تجلی اعظم کے احکام جو بواسطہ انجذاب بحبیہ افراد بشر پر پیش کرتے ہیں
اور وہ یہ ہو کہ استعانت و عبادت خاص تجلی اعظم کے لیے مخصوص ہو۔ اس
کے علاوہ کسی کو سجدہ متمتع نہ بنائیں اور تجلی اعظم کے مرتبے لائق تعظیم کو کسی
دوسرے کی طرف متوجہ نہ کریں اسی لیے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے
اسی پر اتفاق کیا ہو۔

مخاطبہ ۔ علیین کی تشریح جس طرح نفس نباتیہ اشکال و الوان سے ممتاز ہو
لیکن تقاضا کرتا ہو کہ جسم میں اس نفس کے تعلق سے اوراق و اغصان اچھے

استشناب اسی طرح ظاہر ہوں، اسی طرح تجلی اعظم اپنی صفات میں ... ہو
بہ تمام استعداد ہے لیکن اس کی مقتضی ہے کہ عالم میں انسان کا
ایک خلیفہ ہو جس میں جو ہر ہوم کی اعلیٰ جانب میں ظاہر ہو کے انجذاب بحبیہ کی تشبیہ

لہ ہماری عبارتیں ... [illegible] ... جمال کی طرف اشارہ کرتی ہیں

ظہور کیا اور اس سے کثیر ملائکہ عالی کے انجذاب بحبیہ حیرت کے وجود پر عالم کا تعلق
کیا گیا ہو۔ پھر اس کے بعد افاضل بنی آدم یعنی انبیاء اور اکابر اولیاء اللہ کے انجذاب بحبیہ
ہیں، پھر ان کے بعد دوسرے انجذاب بحبیہ ضعیفہ ہیں جو نفس ناطقہ و نسمہ کی پردہ میں
لپٹے ہوئے ہیں اور اس قسم میں ایک گرانی ہو جو آسانی بیان میں نہیں آسکتی بہت
کے بعد بہت سے نفوس ہیں کہ اکثر وجوہ یا بعض وجوہ کی بنا پر قوائے ملکیہ ان میں ظاہر ہو کر اس
حضرت میں یعنی علیین میں منجذب ہوئے جس طرح لوہے کے ٹکڑے مقناطیس کی طرف
کھنچ جاتے ہیں (لیکن ان میں سرایت نہیں کرتے) پس اس مقام پر اجمال اہل نجات
کی ارواح میں سے صرف ایک روح پر قائم ہو یعنی انجذاب بحبیہ اور ان کے صور اجمالیہ
پر اور اس مقام کا نام شریعت میں علیین ہو۔

مخاطبہ ۔ عارف جب اس مقام پر پہنچتا ہو تو کتاب مرقوم میں اپنی جگہ پہچان لیتا ہے
مثلاً جب اس نے دیکھا کہ اس کا تجربہ علم حضوری کے ساتھ خود عالم ہو۔ سب اشیا
اس سے پوشیدہ ہیں اور یہیں علم حضوری میں ہے جو علم حضوری تجلی اعظم میں ہے پھر دوبارہ تجلی اعظم میں غائب
ہوا اور علم حصولی کا متلاشی ہوا وہاں وہی علم حضوری پایا جس میں خود حاضر تھا۔
اس نیرنگی سے پہلے تو متحیر رہ گیا بعد ازاں معرفت کے دریا نازل کیے گئے اور حجابات اٹھا
لیے گئے تو وہ سمجھ گیا کہ جس طرح آفتاب آسمان کے افق میں بلندی رکھتا ہو اور آفتاب
کی صورت آئینہ میں عکس افگن ہو جب دونوں خصوصیت فردیہ سے دامن سمیٹ لیں
تشخص و صواحیت بھی باقی رہ جائے گا کیونکہ یہ دونوں اس میں متحد ہوتے ہیں
تائید الٰہی سے یہ اتحاد ظاہر ہو گیا تو اسی جگہ سے اپنا مقام اس پر واضح ہو گیا۔

مخاطبہ ۔ عابد پر اپنے معبود کی اتباع کی تشریح اور اس کی رویت جاننا چاہیے
کہ ہر آدمی کے نفس میں تقاضائے صورت توجیہ انسانیہ تجلی اعظم کی طرف ایک

انجذاب رکھا ہے پس اگر وہ حاسہ مفتوح ہو جائے تو بقدر انجذاب اس کو حاصل
کرے گا لیکن قوائے بہیمیہ کے حجابات اس میں مانع آتے ہیں کہ وہ انجذاب پا وے
اور حاسہ کھل جائے جب انتقال کا وقت مقررہ آئے تو اس کی قوت بہیمیہ کمزور
مضمحل ہو جائے اور صورت نوعیہ کا اقتضا غالب آجائے اور صورت فردیہ کا اقتضا
مغلوب ہو جائے۔ اس وقت اس انجذاب کی طرف نظر پڑے اور یہی انجذاب توجہ
بصری کو عالم مثال میں آمادہ کرے۔ اگر اس شخص میں تجلی اعظم کی شناخت ہے
یعنی وہ اس کو رنگوں اور اشکال سے منزہ جانتا ہے اور عالم میں اس کے تصرف
اور قدرت کے سیر کو اپنے اس اعتقاد کے موافق جانتا ہو تو یہی علاقہ جذبی تجلی اعظم
کی حقیقت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور دیکھ بصری عالم مثال کے بارے میں کھل
کر سامنے آجاتی ہے۔ اور اگر اس کو ان شخصوں میں سے جن میں اس نے آثار خارقہ
دیکھے ہیں کسی شخص میں محصور سمجھا ہو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت
عزیر علیہ السلام تو توجہ کا انجذاب انھیں کی شکلوں میں نمایاں ہوتا ہے اور اوپر
سے ایک بلا کا ظہور ہوتا ہے جس کا باعث ملاء اعلیٰ کی نفرت و لعنت ہوتی ہے اور
اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے نفس الامر میں علم و
قدس کا ایک چشمہ جاری ہوا ہے اور بنی آدم اپنی استعدادات کے مطابق اس
چشمہ سے سیراب ہوتے ہیں اور عالم خوابات میں پانی اور دودھ کی شکل میں متمثل ہوتا ہے
اگر یہ صورت متمثل ہو جائے تو حوض کوثر ظاہر ہوگی۔ اسی طرح شریعت آج بھی ایک
واقعہ ہے جو شہوات کی آگ پر قائم ہے اور وہ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے
جو قوت مثالیہ اس پر قابض ہو جائے (تو) وہ صورت انسانیہ کے لیے بشکل صراط متمثل
ہو جائے اور اسی طرح توحید اور [illegible] ایک نور معنوی ہے جو بعض خوابات میں

چراغ کے نور سے متمثل ہوتا ہے اور اسی کے مانند ہو جاتا ہے اگر حشر کے روز وہ صورت خیالیہ
سے صورت نوعیہ کی استعدادات کے لیے جو قدر مشترک ہے متمثل ہو جائے (تو) افراد میں
نور کی صورت ظاہر ہوگی۔ اور منافقین کے لیے ظلمت ہوگی۔

مخاطبہ: اللہ تعالیٰ کے اس قول الرحمٰن علی العرش استویٰ[1] اور وتری الملائکۃ[2]
حافین من حول العرش کی تشریح کے بارہ میں۔ بہ نظر کشف جو کچھ بہ تصریح معلوم
ہوتا ہے یہ ہے کہ ان آیات میں عرش سے مراد عرش مثالی تکوینی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل
یہ ہے کہ عرش جسمانی اور افلاک سب کے سب صاحب روح ہیں اور ان کی ارواح میں
ایک نقطہ ہے جو تجلی اعظم کے مقابل ہے اور وہ عرش و افلاک کے اجزاء بحیثیت ہیں (اور)
وہی رحمان کو مستوی ہیں اور ملائکہ مقربین بھی اس بات پر ملہم ہیں کہ اس عرش مثالی
کے گرد طواف کریں۔ اور اس کے حامل ہوں۔ ان کے حقائق کا انجذاب بحیثیت ضرورت
تجلی اعظم اور بسبب اعتماد تجلی اعظم عرش مثالی پر یہ ہے کہ افلاک کے ہر جز بحیثیت کی ان افلا
کی ارواح کی طرف ایک کشادہ راہ ہے۔ جب حکم اجمالی تجلی اعظم سے ریزش کرتا ہے تو
یہی عرش تکوینی بصورت خاصہ اس کے حکم اجمالی کی تشخیص کرتا ہے۔ اور فرشتوں کی ایک
جماعت کا اس عرش کو اٹھانے کا سبب یہ ہے کہ وہ نظام خیر میں اس طرح واجب الصدور
ہیں (یعنی جن کا وجود میں آنا ضروری ہے) جیسے کرہ جب حرکت میں آئے تو منطقہ محور
اور قطبین کا ظہور بعینہ آنا واجب ہے۔

مخاطبہ: حقیقت بہشت مثل عرض[3] عام کے ہے۔ حقائق مختلفہ نے عرض عام کے معنی میں

[1] رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔
[2] اور تو دیکھے گا فرشتوں کو گھیرے ہوئے ہیں عرش کے ارد گرد۔
[3] عرض کے معنی ہیں جس کا خود کوئی وجود نہ ہو بلکہ کسی شے کے وجود پر اس کا وجود منحصر ہو۔

اتفاق پیدا کیا ہو اسی وجہ سے ایک ہی نام اس کے لیے جاری ہو گیا ہو کہ وہ بہشت
ہو۔ پس علیین کا جا بجا اور جابلقا جابلسا یعنی زمین کے اس بقعہ میں جس میں قوائے
مثالیہ ظاہر ہوئے اور عالم مثال صرف اور عالم مثال ممتزج اعراض کے ساتھ
مثل اجسام شفافیہ کے ظہور سے ہو۔ پس بہشت ان میں سے ہر ایک میں ہو سکتی ہے اور
اور آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا ہو کہ بہشت مسجد کی دیوار قبلہ میں ظاہر ہوئی وہ صرف
مجاز و استعارہ نہیں ہے۔

افادہ: جب ماہ شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ آیا اور حضرت قدس کی خلوت چلہ کشی کے ایام
قریب آئے اس خاکسار نے اس اضطراب کی بنا پر جو اس کو درپیش تھا اور وہ
یہ تھا کہ آپ کے شرف مجاورت سے محروم تھا چاہا کہ فیوضات کے حصول کے
لیے وطن ہی میں ایک گوشہ میں بیٹھے اس سلسلہ میں حضرت اقدس کی خدمت
میں عریضہ لکھا آپ نے اس مضمون کا سرفراز نامہ تحریر فرمایا۔

حقایق و معارف آگاہ سجادہ نشین اسلاف کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالی
فقیر ولی اللہ کی طرف سے بعد سلام محبت التئام معلوم ہو کہ الحمد للہ یہاں سب خیریت
ہے۔ تمہارا نامہ مشکین شمامہ پہنچا جو قصد اعتکاف اور فوائد الہی کی فتوحات کے
سلسلہ میں دعا کی استدعا پر مبنی تھا دیر پا دعا کی ہے کہ اس خلوت میں اللہ تعالی
تمہارے تمام احوال کی اصلاح فرمائے اور تم پر وہ راز ہائے سربستہ ظاہر فرمائے
جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل پر اس کا خطرہ
گذرا اور تم میں اپنی ذات سے انس و محبت پیدا فرما دے اور تم کو بھی ان چیزوں
سے حصہ عطا کرے جس کو اس نے اپنے کاملین مخلصین کے لیے مخصوص کر دیا ہے ہر چند
اس بارہ میں ہمت کی طلب صرف سنت کی پیروی ہے اور حقیقتاً تم اس فرقہ
میں ہو جن کے لیے زبان نبوت سے ارشاد ہوا۔ [illegible] حبیب

یہی ہے فضل الٰہی آپ کی گوارش دعاؤں اور ہمت عالیہ نے اثر کیا اور توجہات
مبارکہ نے دستگیری فرمائی جس کا شکر ادا کرنا بندہ کے امکان سے باہر ہے

گر بر تن من زبان شود ہر موئے — یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

اور چلہ کشی سے فارغ ہونے کے بعد اس کے اسرار سے اس بندہ کو مطلع فرمایا
اور اس میں کچھ حصہ کو جو حقایق و معارف کے مکاتیب پر مشتمل تھا اس سے
اس رسالہ کو مزین کیا جاتا ہے عنایت فرمایا۔

"حقایق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلاف کرام شیخ محمد عاشق
سلمہ اللہ تعالی۔ بعد سلام محبت معلوم ہو کہ الحمد للہ علی العافیۃ الظاھرۃ
والباطنۃ والمسئول من اللہ تعالی لی ولک ولکم ولاولادکم ولجمیع
من یلوذ بکم حضرت احدیت کا احسان کس زبان سے ادا کیا جائے جو صوری
و معنوی دونوں اس چلہ میں حاصل ہوئی حظیرۃ القدس کا انکشافات الوان مختلفہ
اور ہیئات متعددہ سے کتنی بار متحقق ہوا اور ہیئات جمیلہ کے بعض وعدوں کی
بشارت کتنی ہی بار ظاہر ہوئی چونکہ سابقہ اس کا بیان گذر چکا ہے اس لیے
دوبارہ اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ع مثنوی در شش مجلد یک تو است
وہاں چند باتیں جو پہلے نہ لکھی گئی تھیں وہ تحریر کی جاتی ہیں۔

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ عوارف المعارف میں تحریر
فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ اکابر میں سے ایک سے
روایت کرتے ہیں کہ میں کسی آیت کی تلاوت اس وقت تک کرتا رہتا ہوں یہاں
تک کہ اس کے کہنے والے سے اسے سن لیتا ہوں۔ اور اس کی توجیہ اس بات سے
کرتے ہیں کہ وہ خود شجر درخت موسی ہو جاتے ہیں اور اپنے ان کلمات متلفظہ
کا بطور ورد ادا کرتے رہنا ہے جو کچھ شیخ الشیوخ نے فرمایا لیکن بطور ذوق و

حال جو کچھ اس بندہ ضعیف پر گذرا وہ یہ ہے کہ کلام نفسی کا مقام منکشف ہوا اور
آنحضرت کے نزول قرآن کے مقام کی یافت ہوئی کہ ہمیشہ ان معانی کو بہترین
اسلوب کے ضمن میں زمین والوں پر مثل بارش نازل کرتے ہیں اس لیے کہ اس کے
مخاطب نوع انسانی ہے اور اس انکشاف نے مرتبۂ عقلیہ صرف سے تنزل فرمایا اور
خیال و وہم کو اپنے ہی رنگ میں رنگ ڈالا اور ذات صرف کی طرف توجہ میں مثل القائے
کے ایک عجیب حالت حاصل ہوئی چنانچہ تین ختم اسی طرح پر کیے گئے۔ ظن غالب یہ ہے کہ
ان بزرگ نے اسی حالت کا ارادہ فرمایا ہوگا جس طرح صوفی شہود کو کبھی رویت و نظر
کہتا ہے اور اس حالت کو سمع سے نامزد کیا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

افادہ۔ حضرت اقدس نے فرمایا جس سر عظیم کو اللہ تعالیٰ ظاہر فرماتا ہے اس کی
حفاظت تا قیام قیامت تک اس کا مقصود ہوتا ہے۔ ایک شخص کو اس پر مقرر فرمایا کہ وہ
ان کتب الٰہیہ اور معارف کو جو انبیاء پر نازل ہوئے جمع کرے اور وہ اس وقت
اطراف عالم میں منقسم ہیں۔ اور اس کے انتقال کے بعد یہ مقام اس شخص کو جو معلوم
ہو سپرد کیا جائے گا۔ اور ان کتابوں اور معارف کی اشاعت اگرچہ اس زمانہ میں
مطلوب نہیں ہے تاہم اس کی حفاظت خود ہی اس کا مطلوب و مقصود ہے۔

افادہ۔ حضرت اقدس نے اس حدیث کی حقیقت کے کشف میں کہ روزانہ صبح کو
ایک فرشتہ ندا کرتا ہے الا سبحوا الملک القدوس فرمایا کہ ظاہر بینوں کو یہ شبہ لاحق
ہوتا ہے کہ فرشتہ کی اس ندا سے کیا فائدہ؟ اگر تسبیح کی طلب ہے تو وہ لوگ خود فرشتہ
کی آواز نہیں سنتے اور اگر آنحضرت کی احادیث نے اس ندا کا انکشاف فرمایا تو خود
آنحضرت کی احادیث سے ہی تسبیح مطلوب ہے اور یہی کافی ہے پھر ارشاد فرمایا کہ حقیقت
واجبہ [illegible] اور صفات کثیرہ رکھتی ہے اور ہر ایک اسم و صفت کے مطابق اس کی
ذات طلب بندوں کی طرف متوجہ ہوئی اور ان کے ذکر اور اس سے التجا کا افادہ

تکلیف دو الا صورت نوعیہ کی گردشوں میں جمیع افراد کی گردشوں میں آگیا پھر جب شباہت ملائکہ پیدا ہوئے تو
حکمت الٰہیہ نے ان کو مختلف اصناف بنایا اور ہر نوع اور ہر صنف میں ایک خاص
استعداد رکھی۔ ہر فرشتہ قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے اس کا منتظر الہام ہے کہ غیب سے
کیا الہام ہوتا ہے تاکہ اس کے مطابق وہ عمل کرے۔ ہر فرشتہ کو الہام نہیں کرتے مگر یہ کہ
اس کی استعداد اس کی متقاضی ہو اور وہ بزبان استعداد اس کی طلب کرے اور جس
کی فطرت میں اس کے اسمائے صفاتی کے ساتھ ایک مناسبت ہو۔ الحاصل وہ فرشتہ
جس کی فطرت میں ان دو اسموں کے ذکر کی طلب میں میلان رکھا ہے اور اس طلب کو
جو عالم غیب میں پوشیدہ ہے افراد انسانی کی طرف متوجہ ہو یہ فرشتہ اپنے دل میں اتار
لیتا ہے محفوظ کر لیتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی آئینہ کو ستاروں کے مقابل
کر دیں تو وہ ستارے اس آئینہ میں منطبع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ جبلت کا حکم ان
پر غالب و نافذ ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سر عظیم کی جو
آفاقی نشانیوں کی جانب سے ہے خبر دی ہے اور اس کے بیان کے سلسلہ میں ان
دونوں اسموں کے ذکر کی مطلوبیت بلیغ انداز میں بیان فرمائی ہے اور اہل اللہ
کو اللہ تعالیٰ تجلیات صوریہ و معنویہ سے برگزیدہ فرماتا ہے اور حقیقت تجلی صوری
یا وہ نسبت مجردہ کے مشابہ ہے صورتوں اور لباسوں کے ساتھ کہ حکمت الٰہیہ نے جب
نشاء اس کی مثال کی تخصیص فرمائی۔ اور دونوں صورتوں میں اس عارف کا نفس
مجردہ حقیقت مجردہ فعالہ کا آشنا ہو جاتا ہے اور اس سے ایک علاحدہ رنگ اس پر
منعکس ہو جاتا ہے اور اس کے قوائے علمیہ و عملیہ باوجود اس تجرد کے اس کی اطاعت
کرتے ہیں اور لطیفۂ روح میں ایک انس و انجذاب پیدا ہوتا ہے اور لطیفۂ نفس
حقیقت مجردہ کے ساتھ ان لباسوں اور حجابات کے ساتھ بنا ہوا ہو جاتا ہے اور ایک
عجیب اتصال اور عجیب حالت ظاہر ہوتی ہے۔ الحاصل ہر صوری و معنوی تجلی سے

شفا کی دعائیں کیں اور مشائخ نقشبندیہ و چشتیہ و قادریہ کی ارواح سے مدد طلب کی
معلوم ہوا کہ یہ اکابر ہماری اولاد کی طرف بھی نظر عنایت رکھتے ہیں اور یہ واقعہ بھی
اس ماجرے کی مثال ہے۔

نیز خواجہ صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ حافظ عبد الغنی قدس سرہٗ
انتقال کے بعد حضرت اقدس کو اکثر جلسوں کا اس حجرہ میں جس میں حافظ جی
رہتے تھے، اتفاق ہوتا تھا خیال ہوتا تھا کہ اس حجرہ میں آپ کی نشست
اتفاقیہ ہو جاتی ہوگی۔ کچھ دنوں بعد ارشاد فرمایا کہ ملائکہ کی ارواح اس حجرے سے
خاص انس رکھتی ہیں اسی وجہ سے دل اس کی طرف کھنچتا ہے کہ تھوڑی دیر اس
جگہ بیٹھ کر اوراد و وظائف میں سے کچھ پڑھا جائے۔ بلکہ وہ ملائکہ بیشتر ذکر
زبانی سے الفت رکھتے ہیں۔ اگر اس سلسلہ میں تھوڑی سی بھی غفلت واقع
ہوتی ہے تو ان کا انس وحشت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ناچار دو تین گھڑی ادھر
مشغول رہنا ضروری ہے کیونکہ ان کی رغبت اسی کی مقتضی ہے۔

۱۱۹۵ھ کے حلقے کے منجملہ اسرار بیان فرمانے کے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ
کشف حقیقی کبھی امر معنوی کی صورت کی تمثال میں واقع ہوتا ہے اور کبھی بصورت
حدیث نفس۔ چنانچہ ایک روز حدیث نفس ظاہر ہوئی اس حالت میں کہ عین
بیداری تھی لیکن واقعہ خواب کی طرح ظاہر ہوا۔ گویا میں ایک حجرہ ابواب کے سامنے
تنہا کھڑا ہوا ہوں مغرب کا وقت ہے۔ اسی وجہ سے بظاہر ایک وحشت طاری
ہے لیکن (رب الطن) دل میں ایک سرور و انس محسوس کر رہا ہوں۔ اسی اثنا میں ایک
شخص دیار عرب کے لوگوں میں سے ظاہر ہوا۔ جوان، سیاہ داڑھی۔ ایسا معلوم
ہوتا تھا کہ وہ اپنے وقت کا قطب ہے۔ اس کے ساتھ بہت دیر صحبت گرم رہی اور
برکات عظیمہ حاصل ہوئیں۔ لیکن اسماء و اعمال کی نسبت کی برکات اور اس کا اثر

اپنے میں محسوس ہو رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد حزب البحر کا جزو یا مشہود و ظاہر ہوا اور
شیخ ابو الحسن شاذلی کے ملہمات سے ہو، اتفاق ہوا اس وقت شیخ ابو الحسن شاذلی
قدس سرہٗ کی صورت برق خاطف کی طرح نظر آئی جس کا رنگ سفید سرخی مائل تھا
اور خشخشی داڑھی تھی۔ بعد ازاں اس فقیر کو شیخ ابو الحسن شاذلی کے مقام پر فائز کیا
اور اس تجلی کی طرف جو شیخ کا قبلہ ہمت تھا متوجہ فرمایا اور آپ کی نسبت سے متلبس کیا
اور آپ کے اشیخ کے مزاج سے ہم آہنگ کر دیا۔ اور اس تجلی اور نسبت کے تقاضہ کو
مفصل طور پر بیان فرمایا۔ اور حزب البحر کو صنع اعلیٰ (اللہ کی صنعتیں) کے شاہد
کے لیے بمنزلہ کوہ (عظیم سے) بنایا ہے

طَلِيقَةٌ مِنِّيْ دَعِيْ أَخْذُ فَتًى   وَنَفْسِيْ كَانَتْ فِيْ عَطَاءِ مُمَدِّيْ

ایک دفعہ بہت سے علوم اس کوہ سے مشہود ہوئے اس واقعہ کے بعد حضرت اقدس
نے حزب البحر کی ایک عجیب شرح جو دقیق نکات اور حقائق و معارف پر مشتمل تھی تحریر
فرمائی جس کا نام "جواہر" ہے۔ اس میں اولاً کمال الٰہی کی معرفت جو جملہ کمالات
اور ادعیہ کی تدبیر ہے اور اس سے مطلب ابداع و خلق و تدبیر و تدلی ہے اور قبولیت
دعا کے کیف و کمیت کی معرفت کہ یہ حزب البحر انھیں میں سے ہے بیان فرمایا اور
اس میں اسمائے الٰہیہ میں سے تین اسمائے مبارک یعنی اللہ۔ قادر۔ علیم کی
تحقیق بیان فرمائی۔ اور حدوث حقائق کے چار اسباب قرار دیے۔ (یعنی) قوائے
عنصریہ۔ قوائے ملکیہ، ہیئات مثالیہ۔ ہیئات طلسم الٰہی جن کا پورا ذکر اس کتاب
میں مخاطبات کے ضمن میں لکھا گیا۔ اور دوسرے، اور پھر اس تجلی کا بیان جو شیخ ابو الحسن
شاذلی کا قبلہ ہمت تھا تحریر فرمایا۔ اور اس کی تمہید میں اسم الٰہی کی تحقیق جو تجلی الٰہی
کی اصل ہو اور حقیقت واجبہ کا انکشاف کرنے والی ہو اور افلاک و املاک و رفاعل

ا۔ میں نے خود سے ملاقات کی اور خود ہی سے اس کو اخذ کیا۔ اور میرا نفس اس عطا میں میرا مددگار تھا

کہ دوریان میں تھی کوئی اس نور کے قابل نہ ہوا اور وہ اس وجہ سے کہ اس کا نفس
اس عالم کون میں مدبر کلیہ ہے۔ اور یہ نور اعظم عرش رحمان ہے اور جب تین قوتیں باہم
جمع ہوئیں ایک قوت مجردہ جو تجلی اعظم سے مفاض ہوئی دوسری قوت ملکیہ جو طبیعت
فلکیہ سے مفاض ہے تیسری واحدیہ یعنی خیال و وہم انسانی تو ان تینوں قوتوں کے اجتماع
کے سبب اس نور اعظم کی طبیعت نے اس کا تقاضا کیا کہ اپنی صورت کو اس مجموعہ
کے سر میں اتار دے تاکہ نفس ناطقہ تجلی اعظم کے مشابہ اور قوائے نسمیہ قوت ملکیہ کے
مشابہ اور مدرکہ احدیت کے مشابہ یعنی بین الخیال والوہم بھی مناسب ہے۔ اور
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ان اللہ خلق آدم علی صورتہ میں
اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ آگاہی ہوئی سلطان وقت
اور اس کا اضطراب اور اہل دولت کا اس پر غلبہ کے سلسلہ میں عالم بالا
سے اس سلسلہ میں [illegible] اشارہ اس مضمون کا ہوا کہ اس حالت میں فان
تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ہو علیہ توکلت وہو رب العرش العظیم
سے تمسک آخر شب میں عظیم و نفع بخش ہوگا۔ اور نماز کے بعد اس کی تلاوت کا
التزام کرنا چاہیے۔ اسی ضمن میں یہ بھی معلوم ہوا کہ بندگان خدا کی ایک
جماعت اس کے غلبہ کی دعا کرنے کے لیے مامور ہے اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ اس شخص
کے جواب میں جس نے یہ سوال کیا تھا کہ تیری نسبت قوم کی نسبتوں سے کون سی
نسبت سے مناسب ہے کہنا چاہیے کہ اس جگہ کوئی نسبت نہیں ہے کہ تدلی اعظم
نے اپنے نور کو اس نفس میں نقش کر دیا ہو جیسے تصویر اتاری جاتی ہے اور اس
کی تمام نمونہ ہونے کی وجہ سے مطلوب تو صرف اس کے علاوہ [illegible] کی تمام عالم
میں دیگر نمونہ چھوڑ جائے گی۔ اسی دوران یہ بھی واضح ہوا کہ اس کو نسبت کہنا
اور اس کی مناسبت قوم کی مناسبت سے تلاش کرنا خیال خام ہے جو سمجھا وہ

ہو گیا اور جو کچھ سنا وہ نہ سمجھا۔ اور ان میں سے یہ بھی ہے کہ اس نور اعظم کی ایک
عجیب کیفیت پائی گئی۔ ذوق ازل کے علوم کا ہر ذوق جو اس حالت میں یاد
آیا سب اس نور میں مخلوط آئینہ کی طرح نظر آیا لیکن اس طرح نہیں کہ وہ صورت
کی طرف ہوتا ہے بلکہ یہ نور ہی حقیقت ہو جاتا ہے اور اسی رنگ میں ظاہر ہوتا
ہے اور ان نیرنگیوں کے ضمن میں یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام جمہور اہل اللہ کے ذوق
الازل کے علوم اسی نور اعظم سے پیدا ہوتے ہیں۔ چونکہ ذوق ازلی کی استعداد کا حکم
رکھتے ہیں تو اگرچہ یہ آئینہ ان کی نگاہوں سے غائب بھی ہو جائے تو وہ سمجھ
جاتے ہیں کہ ان کی نظر حقایق ازلیہ کے آئینہ پر بلا واسطہ پڑ گئی۔ تجلی دوم سے لطیفہ
قلب میں ایک تاثیر واقع ہوئی اور حیرت طاری ہوئی پھر کمال تاثیر کے بعد مدلی ان کے
نور میں فنا ہو گیا۔ اور عجیب اضمحلال پیدا کیا جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو چند علوم
مناسب مقام قوت متخیلہ [illegible] میں ظاہر ہوئے۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ اس تجلی کو
باعتبار خاص فیض دینے والا تدلی کل ہے اور وہ باعتبار افلاک اعظم کی قوت منطبعہ کے
واسطہ میں تدلی کل کا قیام ہے جیسے جسم انسانی میں قلب۔ اس لیے کہ نفس کل ذات
کلیہ کے ساتھ عالم میں باقی رہنے والا ہو اور وہ اس کی قوت منطبعہ کے نقاط میں
سے ایک نقطہ ہے جو عرش النفالا ہوتا ہے۔ اور قوت مجردہ جس کو ہم تجلی اعظم کہتے
ہیں وہ وہی نقطہ ہے جس کو اس نے اپنا عرش بنایا ہو اور یہی وہ مناسبت ہے
جو اس بات پر حاصل ہوئی کہ یہ تجلی بمحاذات قلب پر واقع ہوئی اور اسی نسبت
[illegible] بعض قائم اور سابقہ (گذشتہ زمانوں) میں نائیض ہوئے اور ادوار قریبہ
(آخر زمانوں) میں اس کا ظہور برا بسبب تفاوت استعداد [illegible] جیسے کسی کی نسبت
سے [illegible] مامور ہے جو ادوار سابقہ میں ظاہر ہوا اور وہ ولایت [illegible] کی حقیقت
تھا بعض مشائخ متاخرہ کو سرہند میں اس نسبت کا خفیف حصہ قرار دیا

ایک زمانے کے بعد متحقق ہوا۔ چونکہ کمالات کے حصول کے بعد متحقق ہوا لہٰذا لازماً اِس
رونق اور حسن کا اور رنگ ہوا جیسے ایک جاہل اور ایک حکیم نے ایک درخت کو دیکھا
جاہل کی نظر ظاہر پر رہی یعنی اس نے اس کے پتوں کی کش رنگی اور پھل و پھول
کو دیکھا اور حکیم کی نظر باطن پر یعنی درخت کی مختلف قوتوں پر جیسے قوتِ نامیہ غاذیہ
اور مولّدہ مجذبہ کا انتشار۔ دونوں نے اپنی اپنی دید کا حظ حاصل کیا یعنی اس سے
بقدر استعداد حصہ پایا لیکن سہولت کے لیے کہا جا سکتا ہے کہ ایک نے دوسرا درخت
دیکھا اور دوسرے نے دوسرا اسی طرح لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ولایت علیا اور ولایت
نبوت دو مختلف چیزیں ہیں۔ جو نسبت کہ لوگ ولایتِ صغریٰ میں کسب کرتے
ہیں جب اس نسبت پر علوم کا فیضان ہوتا ہے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ وہی نسبت
ہے نہ اس کا غیر لیکن بسبب اس کے جو ہم نے بیان کیا وہ لوگوں میں ان کی استعداد
کے مطابق تقسیم ہو گیا۔ اور اسی طرح ذوق الالازل کے مسائل کا جلوہ انھوں نے دیکھا
اور سمجھے کہ یہ مسائل ان کے غیر ہیں جو پہلے ناقص ہو چکے ہیں اور یہی حقیقت ہیں
اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کے لغت و طریقہ میں سر [illegible] علوم الالازل مراد نہیں
ہیں بلکہ یہی تدلیٔ کل کا قرب اور اس میں فنائیت و نیستی مراد ہے۔ اور اس کی حقیقت
یہ ہے کہ تدلیٔ کل کا نور بعض ان نفوس میں ادراک فرماتا ہے جو حظیرۃ القدس میں داخلہ
کے قابل ہیں۔ لامحالہ اعمال و توجہات نفیسہ سے ان کی تربیت کی جاتی ہے پھر رفتہ
رفتہ عروج القدس دوں کے بلند مقام پر پہنچا دیئے جاتے ہیں اور دوسرا یا گر کبھی اس جگہ
سے وابستہ اور ان کا منتظر کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس سعادت پر جو ان کے مناسب ہو فائز
ہو جائیں اور وہ ان سب میں ہیں جن کے اعمال وارد کار و توجہات نفیسہ عمدہ و بہتر ہیں
نہ صرف ازل کا ذوق رکھنے والے۔ حادث کے رابطہ کی معرفت میں قدم کے ساتھ اگر
ہوں تو بہتر اور اگر نہ ہوں تو بھی ٹھیک ہے۔

تجلی موہوم جو قرآنِ عظیم کی تلاوت کے دوران ودیعت ہوئی وہ اس سے لطیفۂ
عقل کو جنبش ہوئی اور ایک اضمحلال متحقق ہوا۔ اس کے بعد چند علوم ظاہر ہوئے
ان میں سے یہ ہے کہ اس تجلی کا نزول تمام ناس سے ہوا اور وہ تدلی [illegible] کا صورت
انسانیہ اور اس کے افراد کی استعداد جبلی میں منظور ہے کہ تمام افراد اس میں
متحقق ہوتے ہیں اور طاری ہونے والے حوادث ان افراد کو درپیش ہوتے ہیں
ان حوادث کا علاج اور تدبیر ان کی استعداد پر ہے وہ جیسے ہیں وہ اس طرح ہیں کہ
مناسبت[1] اور منافرت دونوں تینوں قوتوں کے تابع ہوتے ہیں جیسا کہ تجلی اول میں
میں نے ذکر کیا ہے۔ لہٰذا ایک شانِ عظیم پیش آئی اور تینوں باہم مل گئے اور ان دونوں
کی قلت و کثرت سے عجیب صورتیں ظاہر ہوئیں۔ آیات قرآنی ان تمام اسرار کا [illegible] مل
جاتا ہے جب تک دنیا اور دنیا والے ہیں حق متکلم ہے اور آیات قرآنی [illegible] ہیں لیکن
زبان غیب کے ترجمان حضرت خاتم الانبیاء ہیں کہ یہ منصور تو قریب ان میں ہے [illegible]
نہیں ہے اور دوسرے ان کے دستر خوان کے ریزہ چیں ہیں۔ اور انھیں میں سے یہ
بھی ہے کہ نبوت اور نزول قرآن محض تعلیم علم نہیں ہے۔ علم ہوا السموات والارض
جس طرح شعور جوہر میں سے ایک صورت کو معدوم کرتا ہے اور دوسری صورت
کو موجود کرتا ہے اسی طرح ملکوت میں شرائع تکلیفیہ کی اشباح کو بصورت وہ حیہ پھر
وہ ہیں پھر خیالیہ مصور و متشکل کر دیتا ہے اور ملائکہ کے طبقات اعلیٰ مرتبہ ملکیہ سے اسفل
مراتب ملکیہ تک سب کے سب اسی رنگ میں رنگ جاتے ہیں اور وہی مناسبت سے ملہم
ہوتے ہیں۔ اگر کسی جاہل نے شرائع کا انکار کیا اور ان کے علاوہ تاویل کی ہر چند وہ
حقانیت رکھتا ہے گا لیکن ماخوذ ہو گا جیسے رطوبت کہ جب ہی بارش کا موسم آیا آسمان

[1] مناسبت۔ قصد کرنے والا۔ منافرت جس کا قصد کیا جائے۔
[2] تا خواست دو یی موکہ ما ہم ہستیم۔

اور برق سحاب ذات نے یکے بعد دیگرے جو ہر فنا میں شگفتگی پیدا کر دی تو غلبہ
ذات کی قابلیت حاصل ہو گئی۔ عنصری غبار دنیا جدائی کے بعد سطح نور میں متلاشی
و فنا ہوتی ہیں۔ اس چراغ کی طرح جسے اس گھر میں روشن کریں اور وہ نور
شعلوں کے انوار کے صحن میں گم ہو جائے۔ عدماً لا وجود بعدہٗ و ایسا عدم جس
کے بعد وجود نہیں ہے ؂

خود از درون و برون جلوہ کردہ من زیبا[1]   چو سایہ محو شدہ کان دو سو چراغ آمد

ساطعہ:۔ وہ حضرتِ آلیہ جو جامع ہے ملکوت و جبروت کے درمیان اور
ان دو مقاموں کے وسط میں واقع ہے۔ جبروت بمنزلہ اس کی صورت کے ہے
اور ملکوت بمنزلہ اس کے مادہ کے۔ اس کا حکم یعنی آدم کے وہم و خیال کے ساتھ
بلکہ قوت مدرکہ کے ساتھ وہم و خیال پر حاکم ہے اور دوسرے دونوں کے
درمیان جمع ہے۔ اس میں انسان کی صورت نوعیہ پر ایک خاص نظر ہے جب
انسان کی صورت نوعیہ اس جگہ متمثل ہوئی تو عقل و وہم و خیال تینوں پردے
کا ذرہ ظاہر آ گئے۔ اور ان تینوں کے درمیان ایک عجیب امتزاج ہوا۔ پس
حضرت جامعہ سے چند کلمے انسان کی صورت نوعیہ کی جانب جدا ہوئے۔
ہر کلمہ ان تینوں قوتوں کے امتزاجوں سے ایک مزاج کے مطابق تھا کہ التجلی[2]
لایکون الا بقدر المتجلی لہ۔ ہر کلمے نے جس سے اس کو مناسبت زائد تھی اس کی
استعداد کے مطابق اس کا احاطہ کیا اور مشتق کی (جس کی وجہ سے) اسمائے
اربعینیہ ادریسیہ اس مجمع سے باہر آ گئے۔

ساطعہ:۔ اسمائے اربعینیہ ادریسیہ کا ہر اسم اسمائے آلیہ میں سے ایک سر کو

لہ اس نے ظاہر و باطن سے جلوہ کیا اور میں درمیان سے سایہ کی طرح محو ہو گیا کیونکہ اس
کے دونوں سمت چراغ ہیں۔ کہ تجلی متجلی لہ کی استعداد کے مطابق ہوتی ہے۔

جو کامل کے قلب میں ودیعت رکھا ہے۔ اس اجمال کی شرح اور اس بات کا کشف
یہ ہے کہ ہر اس کامل نے جب پروانہ صفت اپنے کو جوہر نار میں فنا کر دیا تو فنا ہونے
سے قبل اس پر ایک حال طاری ہوا اور علم نے اس کا گریبان پکڑا اور وہ حال و علم
اشیاء میں سب سے زائد قریب تھا۔ جب ان تمام احوال و علوم کو یکجا کر کے جمع کیا تو
اسمائے اربعین نکل آئے۔ جیسے برف کو کسی دیگ میں رکھ کر اس کے نیچے آگ
سلگائی جائے یہاں تک کہ وہ دیگ سے ہوا بن کر اڑ جائے۔ پانی کا آخری حال
جوش مارنے اور دیگ سے آواز آنے اور اتنا ہلکا ہونے پر ہے کہ آواز کے نقطے بھی
بکھر جائیں۔ یہ تمام حالات برف کے ہوا ہو جانے تک ہوتے ہیں۔ لہذا واجب ہوا
کہ یہ اسمائے نسبتی ہوں گے جو تنزیہ کے نزدیک ہوں گے اور ایک تقییدی ہوں
گے مادی خاکی۔ اور بے نشانی کے نمود کا ایک نشان ہوں گے جس کو اطلاق کہتے ہیں۔

ساطعہ:۔ تدلی کل کا ظہور وہم و خیال دونوں کے ساتھ ایک وجہ سے واقع
ہوا ہے کہ ان دونوں مقاموں (وہم و خیال) کے مابین جہاں کہ احدیت دونوں مقام
کی ہو وہاں متجلی ہوگا لہذا تدلی کل سے ہیاکل کلیہ جو اسماء کے ساتھ معبر ہوتے ہیں
اور جو کچھ اوہام بشر کا سواد وہی حکم نوع کے مطابق ہے۔ پس اول ہیاکل کلیہ تدلی
کل کی ہر شے پر قدرت ہے اور ہر شے کی ملکوتیت کو ہاتھ میں لے لینا اور ہر ایک میں اس
کے مناسب تصرف کرنا۔ اور اصل بات اس مسئلہ میں یہ ہے کہ تدبیر شے کا موافق کرنا ہے
خیر مطلق کے ساتھ اسباب کے قبض و بسط کے ساتھ اور قبض و بسط نہیں ہوتا لیکن
شے کی طبیعت کے مطابق۔ لہذا ہر شے کا ملکوت مختلف ہوتا ہے۔ ایک یا رب کل
شئی و وارثہ و رازقہ و راحمہ۔ اور یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے جو شے
کو طبیعت شجریہ کے ساتھ واقع ہے۔ اس کا نام طبیعت کے اعتبار سے ربوبیت ہے
اور برگ کے اعتبار سے عبدیت۔ دوسرے صراط مستقیم پر ہونا۔ یہ مرتبہ جو اس کی

ملکوت میں شبیہ ہو گئے۔

سا طعہ:۔ اللہ کی سنت اس بات پر جاری ہوئی ہو کہ جب کسی شخص کا جوہر جب بیدار ہوتا ہو تو اس سے شعاعیں (کرنیں) پھوٹنے لگتی ہیں اور اس شخص کے قوائے علیہ و عملیہ پڑنے لگتی ہیں۔ یہ شعاعیں بعض اسمائے الٰہی کے طریقہ پر ہوتی ہیں اور ان شعاعوں کا ظہور اس شخص کی تخلیق کے اسمار کے نیچے (طریقہ) پر ہو۔ ان اسمائے الٰہی کے ساتھ۔ اور یہ وہ گار عالم کے ساتھ اس کی بہترین معرفت کا سبب وہی اسماء ہوں گے۔ اگرچہ ان کی شناخت سب کو حاصل نہیں ہوتی۔

سا طعہ:۔ اسمائے عظام کی تاثیر میں ایک یہ ہی جو کئی وجوہ سے ہوتا ہی۔ ایک یہ کہ ہر شخص میں کواکب سیارہ سے ایک دقیقہ ہو جو اس کے عناصر علوی ہیں اور ہر کوکب کی حقیقت ان اسماء میں سے ایک اسم کے ساتھ منسوب ہی۔ جس طرح نوع موسیقی کسی ایک کوکب کے ساتھ منسوب ہوتی ہیں۔ پس جب تسبیح کرنے والا کسی اسم کی تلاوت کرتا ہو تو دقیقہ کوکبی دقیقہ نسانی کے ساتھ جس کے مقابل وہ اسم ہو حرکت میں آجاتا ہو۔ اگر وہ اسم مذکر ہوتا ہو یعنی لوث بہیمیہ سے مجرد تو اس کا نفس ناطقہ خوش ہوتا ہو اور اگر یہ اسم مذکر یعنی رفت ہوتا ہو جو شخص کے شر میں پائی جاتی ہو تو وہی دقیقہ ظاہر ہوتا ہو اور اسی طرح مقبول و محبوب کے معنی ہیں اور اسی طرح علم اور مغیبات و آثار غیبی کے معنوں کی معرفت اور حلاوت و قہر وغیرہ کی معرفت۔ اگر کسی ایک کے لیے پڑھتا ہو اور پڑھنے کے وقت ملائکہ کے وصف سے متلبس ہوتا ہو جن کا الہام بنی آدم کے قلوب میں شائع ہوتا ہو اور اپنے مطلب کو دل میں مستحضر کرتا اور ہمت باندھتا ہو کہ مطلوب شخص میں تاثیر کرے تو یقیناً الہام کی طرح وہ اس کی طرف سیلان کرتا ہو اور اس شخص کے دقائق میں سے ایک دقیقہ کو جنبش دیتا ہو جیسے تسبیح کرنے والے کی آواز کا

سکوت یا تمام شرارت و شوخی و بے باکی سے اس کا رک جانا یعنی مُسبّح نے جو حرکت دی تھی اس سے رک جاتا ہو (کبھی یہ دقیقہ بہت ضعیف ہوتا ہو پڑھنے والے سے اس شخص کے مقابلے میں جس کے لیے وہ پڑھ رہا ہو۔ پس دقیقہ پر اس اسم کی تلاوت گراں ہوتی ہو اور وہ دقیقہ اس تلاوت کے ساتھ مقصد کی کاربراری کرتا ہو۔ اور اس تلاوت کا حکم اور ہیئت جو نفس کو تلاوت سے حاصل ہوتی ہے ظلمات کے حکم میں[1] ہے۔

سا طعہ:۔ آدمی میں بہت سے لطائف ہیں اور ہر لطیفہ ایک مقام رکھتا ہو اور ہر مقام ایک علم اور ایک معرفت کو اپنا متبع کر لیتا ہو اور یہ واضح الہامات کے ساتھ اہل معرفت کی شیرہ رہ جو ذوات نفس (صاحبان قدس) میں رکھی ہو اور حظیرة القدس نفوس زکیہ کو کھینچنے والا ہو جیسے مقناطیس لوہے کے اجزا کو اسی سبب سے واجب ہوا کہ ہر زمانہ میں ایک جماعت حظیرة القدس کی جانب مکمل رغبت کرے اور اس حرکت (نیچے سے اوپر) اور قوت سے فعل میں آنا ہے وہ علوم ان پر کھل جاتے ہیں اس طرح جیسے آگ لوہے اور پتھر سے روشن ہوتی ہو اور ان علوم میں غالب اسی لطیفہ کا حکم ہی جو لطائف کے درمیان سے قوت و ظہور سے موصوف ہو اور ہر نکتہ جو ان کے دلوں میں پیدا ہوتا ہو ایک مستی و ذوق عطا کرتا ہو اور شورش مستی میں پست و بلند الفاظ ان کی زبان سے ادا ہوتے ہیں (ورا دی ہوتے ہیں) اگر شریعت کی تنبیہ کی باگ نے ان کی زبان کو اعتدال پر کھینچ رکھا تو خیر، اور نہ کھینچ رکھا تو وہ مبالغہ کریں گے

[1] یعنی خاصیت تلاوت آوازی مردوں میں ہر عناصر میں نہیں ہو اور آواز کی لہریں جیسی خاصیت چاہتی ہیں عناصر میں پیدا کر دیتی ہیں۔ جس امر کا تعلق میں آنا اور کن کا فیکون ہوتا ہے۔ (تقی الدین)

اور ناپسندیدہ باتیں ظاہر ہوں گی اور ایک جماعت کا جو محبت مربی ہوتا ہو اس کی شعاعیں ان کی عقول پر غالب آجاتی ہیں تب وہ کہنے لگتے ہیں کہ اجزاء شے الٰہی فلاں میں موجود ہیں اور اس کہنے سے وہ حلول اور شرک کے مغالطہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اگر شریعت کا اعتدال ان کی تہذیب نفس کرتا تو یہ کہتے کہ نفس کے آئینہ میں حق کی صورت ہے اور اس بے ادبانہ تعبیرات سے باز رہتے اور ایک جماعت کا مربی نفس رحمانی ہوتا ہے جو صورت کے تعین کا محل ہے۔ یہ جماعت دو فرقہ میں تقسیم ہو گئی۔ حکماء کے ایک فرقہ نے اسے ہیولے اور صورت سے تعبیر کیا اور دوسرا فرقہ جو صوفیاء کا ہے وہ توحید و اتحاد کا قائل ہوا۔ اگر توفیق الٰہی ان کا (حکماء) ساتھ دیتی تو وہ نفس رحمانی کو عماء اول کہتے اور بڑے الفاظ درمیان میں نہ لاتے۔

ایک عزیز نے جو مجلس اصحاب علم و صلاح میں حضرت سے مستفید تھے اور اہل حدیث کا ایک گروہ ان سے سند یافتہ تھا اور وہ اعمال و اوراد میں بہت رکھتے تھے اس دوران حضرت اقدس سے حزب البحر کی اجازت مع شرائط حاصل کی۔ انھوں نے بیان کیا کہ حضرت اقدس سے اجازت حاصل کرنے کے بعد میں نے بارہ روز روزہ رکھنے کا اپنے لیے معمول بنا لیا۔ اور جلالی و جمالی کو ترک کر کے اس حزب کو پڑھنے میں مشغول ہو گیا لیکن کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔ اور جن ثمرات و اثرات کی اس کے پڑھنے سے توقع تھی وہ پوری نہ ہوئی تو بہت افسردہ ہوا بلکہ بہ تقاضائے بشریت حضرت اقدس سے جو حسن ظن تھا اس میں نقص پیدا ہو گیا جو مزید تنگ دلی کا باعث ہوا۔ ناچار آپ کی خدمت میں عرض کیا اور مقصد میں ناکامی بیان کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس ناکامی کا علاج صرف یہ ہے کہ از سر نو اس ورد کو تعیین شرائط و آداب کے ساتھ پڑھنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ اس کے بعد کیا ظاہر ہوتا ہے

ناقل کہتا ہے کہ آپ کے حکم کے بموجب پھر دوبارہ میں نے خلوت کا التزام کیا اور راتوں کو اس وظیفہ کے لیے وقف کیا۔ تین راتوں تک میں نے اس کی تلاوت اور مقررہ شرائط کے ساتھ پابندی کی جب تیسری رات ختم ہوئی اور قبولیت کے آثار کچھ ظاہر نہ ہوئے تو مزید دل شکستہ اور افسردہ ہوا۔ اسی دوران سو گیا خواب دیکھا کہ حضرت اقدس ایک مقام پر تشریف فرما ہیں اور میں نیز ایک اور عزیز وہاں موجود ہیں۔ اور حضرت اقدس میری جانب خطاب کر کے فرما رہے ہیں کہ ہم شرح صدور رکھتے ہیں اور شرح صدر کا سبب یہ ہے کہ ایک روز شاہ ترکمان قدس سرہٗ نے ہمارے حضرت بزرگوار کی دعوت کی اور کہا کہ بچے لڑکے کو بھی ہمراہ لانا حضرت والد ماجد فقیر کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے اور شاہ ترکمان کی دعوت میں شریک ہوئے۔ اسی دوران شاہ ترکمان نے والد بزرگوار کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ اس لڑکے کے لیے دعا کرو۔ والد ماجد ہاتھ اٹھا کر دعا میں مشغول ہوئے حضرت شاہ ترکمان آمین کہتے جاتے تھے اور دعا کے الفاظ یہ تھے۔ اللّٰھم اعط مالاً و ولداً و شرح صدر فی الدنیا و السلامۃ عند الموت و مغفرۃ بعد الموت و فردوسًا فی الجنۃ[1]۔ ناقل کہتا ہے کہ ان الفاظ کو میں نے یاد رکھا۔ اور دو تین الفاظ اور بھی تھے جو یاد نہ رہے اور اس واقعہ کے بعد ایک اطمینان و سرور دل پر وارد ہوا۔ اور مسرت و خوشی حاصل ہوئی۔ اور حسن ظن اور عقیدت میں جو کدورتیں اور نقائص پیدا ہو گئے تھے کافور ہو گئے اور حضرت اقدس سے عقیدت و خلوص میں ترقی ہو گئی۔

---

[1] اے اللہ دنیا میں مال و دولت اولاد اور شرح صدر اور موت کے وقت سلامتی اور موت کے بعد مغفرت اور جنت میں فردوس عطا فرما۔

الملأ الأعلى ويكون انما انشأته الحكمة
بعيد كل ملتبس عما التبس به ويجعل
كل موجود مستقلاً بنفسه متميزاً عن اضدادها
انه حق والآخر انه باطل ولنا
في هذا الباب حكاية وهي انه اجتمع
اناس من روحانيين في غاية من
علالي في الملكوت تدعى موطن الجلال
فجاء هؤلاء السيد شجاع الدين باولاده
واحفاده وفضل الحميد احمد في
وقال هذا الرجل اساء في
حقنا وسعى بنا حتى ضربنا
بنعلين فقد ادى بنا اليه
قال صاحب الوقت معاذ الله ان
يفعل هذا احد معكم وانتم
اهل سوابق الاسلامية والمآثر
العلوية والمكارم الجلية
وان احد سعى بكم كيف
يجوز سعيه بكم وقد
سبقت لكم الحسنى في الاولى
والآخرة فتوجه الى السيد
ملأ الروحانيين وقالوا

پس حکم میں تسامح ہوتا ہو اور وہ لوازم
میں سے قطعی طور پر مقرر کر دیا جاتا ہے
اور اس کے ثبوت کا شئے کے ثبوت کے
ساتھ یقین کیا جاتا ہو اور کشف کا مادہ
ہو کہ جو کوئی اقسام ملاء اعلیٰ کے مقابل
پر کھینچی ہیں اس کی جنس ملاء اعلیٰ کے
آخر تک ہے اور اس کی حکمت کی یہ شان
ہوتی ہو کہ وہ ہر مشتبہ کو غیر مشتبہ سے
تمیز کرے دونوں میں امتیاز پیدا کرے
اور ہر وجود کو اس کی ذات کے اعتبار سے
مستقل کر دے۔ پھر وہ حکم کرتا ہو ان دونوں
میں سے ایک پر جو حق ہو اور دوسرے پر
جو باطل ہے اور ہمارے لیے اس مسئلہ
میں ایک حکایت ہو اور وہ یہ ہے کہ
(چند) روحانی اشخاص عالم ملکوت
کی بلندیوں میں سے ایک بلندی پر جمع
ہوئے جسے موطن الجلال کہتے ہیں وہاں
سید شجاع الدین (اپنی اولاد اور پوتوں
کے ساتھ آئے اور روحانیوں کی جماعت
سے صاحب وقت کی شکایت کی اور کہا کہ
اس شخص (صاحب وقت) نے ہمارے حق

ايها السيد السند بيّن لنا
جلية الحال فقد عرضت
في المقال، فقال السيد كنا
اهل كرم واهل فضل ولا
ننكر ممن ثبت له الفضل
بالوجه ولا يستبعد ممن
خص له بالكرم ذكاوة
فكان الامر في الملكوت
مطويا على غره مختوما على
سره فجاء هذا الرجل
فكشف المستور واستخرج
المغمور وابرز الثمين من
الشين وابان الغث من
السمين، فقام صاحب الوقت
وقال فهل كان هذا بتوفيقي
وهل فعلت ذلك بقدرتي
قال لا ولكنه كالجارحة
للتدابير الالهية وكل ميسر
لما خلق له قال فماذا ذنبي
اذن وما العيب علي
فسكت السيد وقال القوم

میں ہوا کہ اور کوشش کی اس گوشہ
میں جہاں ہم تھے فقراء کو جوتے مارنے
ہوئے اور ہم کو ذلت کی نگاہوں سے دیکھتے
ہو تھے۔ صاحب وقت نے یہ سن کر کہا
معاذ اللہ آپ کے ساتھ کوئی شخص ایسا
سلوک کرے حالانکہ آپ لوگ سوابق اسلام
اور بلند مرتبہ ہیں۔ اور اگر کوئی اس کی کوشش
کرے تو اس کی کوشش کیسے کارگر ہو سکتی
ہو حالانکہ آپ کے لیے سابق ہو چکا ہو مرتبہ
حسنیٰ مرتبہ اول میں بھی اور مرتبہ آخری میں
بھی۔ پس ملاء روحانیین نے سید شجاع
الدین کی جانب متوجہ ہو کر کہا کہ اے سید
سند صورت حال کو ہمارے لیے واضح
کر دیجیے کیونکہ اس گفتگو میں مشکل پیدا
ہو گئی ہو۔ پس سید نے کہا کہ ہم اہل کرم اور
اہل فضل ہیں اور ہم انکار نہیں کرتے اس
شخص کا منکر نہیں ہیں جس کی بزرگی
بالوجہ ثابت ہو اور ان میں سے کسی کو
حقیر نہیں سمجھا جاتا جس کے لیے کرم کی نسبت
موجود ہو۔ یہ امر عالم ملکوت میں ہونے
ہی والا تھا تقدیر الٰہی سے تھا پس یہ

اما هذا فقد صدق وقت
از حکایة ولا حول ولا
قوة الا باللہ :

اور عالم ملکوت میں اپنی خصوصیات پر
پنہاں ہوا تھا اور ظہر نمایاں ہوا تھا اپنی حقیقت
پر۔ پس آیا شخص صاحب وقت اور

اس نے کھول دیا سر مخفی، دور کیا اصل حقیقت کو۔ اور ظاہر کر دیا غیب کو غیب
اور کھوٹے کو کھرے سے۔ پس صاحب وقت کھڑے ہو گئے اور (اشتیاقاً) کہنے لگے
کہ یہ سب میری قوت تھا اور کیا اس کو میں نے اپنی قدرت سے کیونکہ اس نے کہا نہیں
وہ تو چار حصہ میری کی سے ہو، اور ہر فاروق کے لیے وہ چیز آسان کر دی گئی جس
کے سبب وہ پیدا کیا گیا ہو۔ پس صاحب وقت نے کہا تو پھر اس وقت میرا کیا گناہ ہو
اور غیب کا مجھے علم نہیں (اور یہ چیز عالم غیب میں متعین ہو چکی تھی) پس سید فنا تو
ہو گئے اور دوسرے کہہ کر اگر واقعتا ایسا ہو تو انھوں نے (صاحب وقت) صحیح بتا

افادہ: ۔ حقائق آگاہ میرا سید میر و علم اللہ بریلوی قدس سرہ نے جو اکابر مشائخ
نقشبندیہ میں سے ہیں بیان کیا کہ میں ایک بار رمضان کے زمانہ میں شاہجہان آباد

ل عالم ملکوت: افعال ذات کا مظہر ہو جو عقول یعنی ارواح ملائکہ کا مسکن ہو۔ اسی صورت
میں پیدا ہونے والے اشخاص کی ارواح بھی اسی میں متمکن ہوتی ہیں جن کو فرشتے
ہر وقت عالم ناسوت میں لا کر رحم مادر میں پھونکتے ہیں۔ اور دوسرے فرشتے اشقیاء اس
کے علم میں اپنے علاوہ پھونکتے ہیں جو تقدیر ازلی کے مطابق افعال سرزد کراتے ہیں۔ سید
شہاب الدین اور کے سر بسر ہونے کی وجہ سے عالم امر میں اس کو دیکھ سکے اور صاحب
وقت کی شکایت کہ عالم ملکوت میں پہنچ گئے۔ (تحقیق انور)

ل شاہ صاحب کے مطبوعہ ملفوظ میں علم اللہ لکھا ہو گو کہ بعض قدیم نسخوں میں علیم اللہ لکھا
ہے عربی وال حضرات صفات کو ذات سے وابستہ کر کے نام رکھتے رہے ہیں، جیسے کلیم اللہ
سمیع اللہ، حبیب اللہ اور احسان اللہ، عبد اللہ وغیرہ۔ واللہ اعلم۔ (تحقیق انور)

میں تھا۔ وہاں مشائخ صوفیہ میں سے ایک کے سامنے شب قدر کے ادراک کے
سلسلہ میں اشتیاق ظاہر کیا۔ وہ صاحب اس کی وجہ سے بے انتہا حزین ہوئے
اور کہا کہ مجھے ایک زمانہ ہو گیا اور اسی تمنا میں بوڑھا ہو گیا میں نے کبھی اس کو
نہ پایا تم کہاں سے پاؤ گے۔ میں ان کے اس جواب سے نہایت افسردہ ہوا اور
مایوس ہو کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور صورت حال عرض کر کے شب
قدر کے بارہ میں دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے ایک
صحابی سے فرمایا تھا کہ شب قدر میں یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ اللھم انی اسئلک
العفو والعافیة والمعافاة فی الدین والدنیا والآخرة۔ اور اسی اثناء
میں فرمایا کہ جیسے ہمارے لیے ہی ارشاد فرمایا ہو جیسا اور بشارت دے رہے ہوں۔ پھر عرض
کیا کہ وقت کون سا ہو۔ فرمایا کہ آخر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنا چاہیے
پس ستائیسویں رات کو شب جمعہ تھی مدرسہ غازی الدین خاں میں شب
بیداری کے ارادہ سے میں بیٹھا۔ بیٹھتے ہی زمین پر ایک نورانیت پائی۔ جب
آسمان کی طرف سر اٹھایا تو دیکھا کہ مسجد کے اوپر مغرب سمت ایک حجاب ہٹا
اور نور عظیم ظاہر ہوا جس سے اطراف و جوانب منور ہو گئے۔ اس مشاہدہ سے
اپنے دل میں بے انتہا سرور پایا اور قوی ہمت کا احساس ہوا۔ پھر میں اٹھا اور دعا
میں مشغول ہو گیا۔ اور وہ نور نصف گھڑی تک قائم رہا پھر آہستہ آہستہ ہلکا ہوتے
ہوتے غائب ہو گیا۔ اور ایک قسم کی ہمت اور خوشی حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہ صبح
کی اذان ہو گئی اور مناجات و مشاہدہ کے ذوق کی شدت میں مجھے یہ ہوش ہی
نہ رہا کہ کب رات گذری۔ صبح کو حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا
عرض کیا فرمایا کہ وہ شب قدر تھی۔ پھر آئندہ دوسرے سال، رمضان میں حضرت
اقدس نے اپنے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ حکم کے بموجب میں آپ کی

خدمت میں حاضر رہا اور آپ کی بابرکت صحبت سے دوبارہ شب قدر کے نظارہ سے
مشرف ہوا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

افادہ:- احمد شاہ ابدالی کے فتنہ میں جو عزیز الدین عالمگیر کے عہد میں ظاہر ہوا
حضرت اقدس نے جو کچھ زبان غیب سے فرمایا وہ بے کم و کاست پورا ہوا۔ اول یہ
جب احمد شاہ ابدالی ہندوستان سے ایک دو بار شکست کھا کر چلا گیا آپ نے بارہا
فرمایا کہ اس ملک میں اس کا غلبہ ہونے والا ہے لیکن وقت کا تعین نہیں کیا
جا سکتا۔ پھر جب عزیز الدین عالمگیر کے عہد سلطنت میں منصور جنگ مذکور نے فتنہ
کے بعد ہندوستان کا قصد کیا اور دریائے اٹک پر پہنچا اور امرائے سلطانی میں
اس کا شہرہ ہوا بہادر خاں بلوچ نے اس وقت اپنی جان و مال کے بارہ میں آپ سے
انکشاف چاہا۔ آپ نے ان کو جان و مال و آبرو کی سلامتی کی بشارت دی پھر انہوں
نے ابدالی کے سلسلہ میں انکشاف چاہا۔ آپ نے بہ تصریح فرمایا کہ "اس ملک میں
اس کا مکمل غلبہ ہو جائے گا۔" عرض کیا کہ پھر ان ارکان سلطنت کا کیا ہوگا۔ فرمایا
کہ "ان کا حال نہ پوچھو۔ لیکن بہرحال تم محفوظ و سلامت رہو گے۔" جس وقت ابدالی
قریب پہنچا تمام ارکان سلطنت اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے اور ان سے کوئی تدبیر
بن نہ پڑی ناچار بادشاہ و وزیر نے حضرت اقدس سے رجوع کر کے اس کے بارہ
میں عرض کیا آپ نے بادشاہ عالمگیر سے فرمایا کہ "تم اس فتنہ میں محفوظ رہو گے"
اور وزیر عماد الملک سے مبالغہ کے ساتھ فرمایا کہ "جنگ ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ تمہاری
جان کے ہم ضامن ہیں۔" یعنی تمہاری جان محفوظ رہے گی لیکن تمہارے مال و دولت
کے ہم ذمہ دار نہیں۔ جب نادر شاہ درانی دار السلطنت کے قریب پہنچا تو بادشاہ
اور وزیر نے اس سے صلح کر لینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ دیکھا پس شہر سے باہر نکل کر
بادشاہ کے ہمراہ ہو گئے۔ بادشاہ عالمگیر کی تعظیم و توقیر بجا لایا اور تخت شاہی پر

بٹھا کر سلطنت اس کے سپرد کر دی۔ اور حضرت اقدس کی پیشین گوئی پوری ہوئی
اور باوجود اس کے کہ عماد الملک کے لیے جلاوطنی کے تمام اسباب موجود تھے
اور ہر شخص نے چغلخوری سے اس کی نکتہ چینی کرنے میں کوئی کسر
نہ اٹھا رکھی تھی لیکن بادشاہ نے اس کا تمام مال و اسباب ضبط کر کے نہ صرف اس
کی جان بخشی کی بلکہ اسے ہندوستان کی وزارت پر بحال رکھا۔ اور جو کچھ حضرت اقدس
نے اس کے حق میں زبان غیب ترجمان سے فرمایا تھا وہ بے کم و کاست پورا ہوا۔ اور
بہادر خاں نے بھی بادشاہ کے وزیر کی معرفت جس کا نام شاہ ولی خان تھا صلح کر لی
اور اپنی جان و مال و آبرو محفوظ کر لی۔ بلکہ بادشاہ کی نگاہ میں عماد الملک کے رفقا کو
جو اعتبار حاصل تھا وہ کسی دوسرے کو حاصل نہ تھا۔ اور جس کو جتنا اعزاز و جاہ و حشمت حاصل
تھا اتنی ہی زیادہ اس کو پریشانیاں اٹھانا پڑیں اور دولت کی فراوانی کا فاسد مادہ
جو ان سب کے دلوں (مزاجوں) میں رچ بس گیا تھا اس کا مکمل تنقیہ (صفائی) ہو گیا
اسی دوران اس خاکسار کو والا نامہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ یہ افواہ پھیلی ہے کہ درانی افواج
بارہہ کی طرف جا رہی ہیں جس کی وجہ سے فکر و تشویش و تعلق خاطر ہے ہر چند گمان
غالب یہ ہے کہ پھلت و بڈھانہ کی طرف ان کا رخ نہ ہوگا۔ اور اللہ کے فضل سے اس
کی پوری امید ہے کہ وہ ہم کو اور تم کو تمام آفات سے محفوظ رکھے گا اور اسی وجہ سے
دل مطمئن ہے۔ حالانکہ ظاہری حیثیت سے اور بلحاظ بشریت فکر ہوتی ہے۔ انتہی۔
جیسا ارشاد فرمایا تھا ویسا ہی ظاہر ہوا کہ درانی افواج نے قصبہ پھلت سے تین چار
کوس کی مسافت پر پہنچ کر لوٹ مار کی لیکن قصبہ مذکورہ بہمہ وجوہ محفوظ رہا۔
اور اسی طرح قصبہ بڈھانہ بھی۔ اور شہر شاہجہان آباد میں محلہ کشنگ گڑھ[1] جو حضرت
اقدس کی قیام گاہ ہے لوٹ مار کرنے والوں کی دست برد سے اور ان نادانوں سے
جو [illegible] شہر پر لگ گئے تھے محفوظ رہا۔ اور کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ ذالک فضل اللہ

---

[1] اصل میں اس کا نام پہلے "کوٹلہ گڑھ" تھا۔ (مقامات طریقت صفحہ ۴۸)

ذٰلک حسداً اکثروادا ثمّا ہو صداً ۔

افادہ ۔ ان ایام میں جب کہ دکنی فوج نے ابدالی افواج کو لاہور کے اطراف سے شکست دے کر ہندوستان سے باہر کر دیا اور اس کے تدارک میں اس طرف سے تاخیر ظاہر ہوئی جس کی وجہ سے یہ مشہور ہو گیا کہ احمد شاہ ابدالی مر گیا اس خاکسار نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں"۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو جو کچھ معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ احمد شاہ اس ملک میں پھر آئے گا اور ان کفار کو نکال باہر کرے گا۔ اور اس کو باوجود اس قدر مظالم کرنے کے زندہ رکھا گیا ہے۔ یہ بات گو کہ اس وقت بظاہر امر بعید معلوم ہوتی تھی لیکن آخر کار ایسا ہی ہوا پھر جب دکھنی افواج اپنے ملک لوٹ گئیں (تب) اس ملک والوں کو اطمینان ہوا۔

انھیں ایام میں اپنے ایک مکتوب میں جو اس عقیدت مند کے نام صادر ہوا تھا۔ (ان الفاظ میں) ارشاد فرمایا کہ "ایسا نظر آ رہا ہے کہ بہت بڑا فتنہ پیدا ہو گا اور ایک عالم تہ و بالا ہو گا۔ اور مبارک ہو وہ شخص جو اس وقت تسلیم و رضا کو اپنا شعار بنائے اور اسے ہاتھ سے نہ جانے دے"۔ یہ بات بھی بظاہر اس وقت ناممکن معلوم ہوتی اسی دوران کفار دکھنی نے دوبارہ ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو کر نجیب الدولہ افغان کے ساتھ جنگ کی جنبش کی اور تقریباً تین ماہ اطراف بارہہ میں ہنگامہ جنگ جاری رہا۔ اس دوران ایک عالم قتل ہوا اور پورا علاقہ دوآبہ کے اطراف و جوانب تباہ و برباد ہو گئے۔ اسی ہنگامہ کے دوران حضرت اقدس نے نجیب الدولہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ "اس امیر المجاہدین (آپ کے) کے حق میں دعائے خیر کی جا رہی ہے اور ہاتف غیب سے فتح کی بشارت سنی جا رہی ہے"۔ پس ان کفار نے ہر چند اس مقام پر کوشش کی جو نجیب الدولہ نے جنگ کے لیے تیار کرایا تھا لیکن قابو نہ پا سکے اور جب دشمن کی فوجیں دریائے گنگا کو عبور کر کے اس کے ملک میں داخل ہو گئیں

لوٹ مار شروع کی تو اچانک شجاع الدولہ پورب کی سمت سے افغانوں کی کمک کو پہنچ گیا جس کی وجہ سے دشمن کی حالت خستہ ہو گئی اور پریشانی کے عالم میں ہزارہا آدمی دریا میں ڈوب گئے اور ہزارہا قتل ہوئے اور بیرا جب وہ نجیب خاں پر حملہ کرتے تھے کفار کے سردار قتل ہوتے چلے جاتے تھے۔ ہر چند وزیر اور امیر مدد کو بھیجے گئے تھے لیکن کچھ بس نہ چلا اور اس دوران جب کہ یہ کفار و مسلمانوں کی جنگ ہو رہی تھی یہ خاکسار حضرت اقدس کی آستان بوسی سے مشرف تھا ایک روز زبان غیب سے ارشاد فرمایا کہ وسط ذی الحجہ میں ہم نے دیکھا کہ "یہ وزیر جس کو ایک عرصہ سے ہماری ضمانت میں رہا گیا تھا اور اسی سبب سے اس کے حق میں دعا کی جاتی رہی ہے اب ہماری ضمانت سے نکال لیا گیا ہے۔ اور اس وقت سے دعا کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا"۔ میں بے اختیار نہ اس واقعہ کا دن احبا [illegible] کے سامنے جو اس وقت موجود تھے اظہار فرمایا میں نے کہا ہے۔ اس وقت جو لوگ موجود ہیں، وہ اگر اس واقعہ کو یاد رکھ سکتے ہوں تو یاد رکھیں، میں نے اب تک اس واقعہ کو یاد رکھا تھا اب اس ذمہ داری سے سبک دوش ہو گیا۔ اور اسی دوران یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ابدالی بارہہ کی طرف رخ کرے گا اور تمام روہیلوں کو اپنے ساتھ لے کر مرہٹوں سے جنگ کرے گا۔ اس وقت تک اس کا آنا مخفی نہ ہوا تھا۔ اس کے آنے کی کوئی بھی صحیح خبر نہ تھی۔ ناگاہ ابدالی نے دریائے جمنا کو عبور کر کے مرہٹوں کی فوج کو جو اس کے مقابلے سے بھاگ کھڑی ہوئی تھی بیشتر کو قتل کیا اور بقیہ کو شکست فاش دی اور سہارن پور میں داخل ہوا۔ وزیر اور مرہٹوں نے اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر شاہ جہان آباد پہنچ کر جنگ کی تیاری کی اور شاہ ابدالی نے تمام روہیلوں کو اپنے ہمراہ لے کر شاہ جہان آباد کا رخ کیا اسی دوران وزیر مشائخ نقشبندیہ میں سے ایک بزرگ کی سفارش سے حضرت اقدس

کی خدمت میں حاضر ہوا اور الحاح وزاری کرتے ہوئے اپنی نیز شاہ ابدالی
کے تفصیلِ حال کے بارہ میں انکشاف چاہا۔ آپ نے بے دھڑک فرمایا کہ
بادشاہ غالب آئے گا اور کفار کی فوج کو شکست ہوگی اور تم بھی عنقریب جو ب
کے مابین جو جگہ ہے وہاں تباہ ہو جاؤ گے۔ اور اس سے قبل جو تم کو ہماری ضمانت
میں دیا گیا تھا تو اس کی وجہ سے دل تمہاری طرف متوجہ تھا اور اکثر اوقات
تمہارے حق میں دعا کی جاتی تھی لیکن اب تم کو ہماری ضمانت سے نکال
لیا گیا ہے جس کی وجہ سے اب ہماری وہ توجہ بھی باقی نہیں رہی ہے اور دعا بھی
جس طرح پہلے کی جاتی تھی اب نہیں کی جاتی۔" وزیر یہ جواب سن کر مایوس ہو کر
چلا گیا اور اس واقعہ کے تین روز بعد شاہ ابدالی اطراف سرہند میں پہنچا
اور روہیلوں کو ساتھ لے کر وزیر اور مرہٹوں کی فوج سے جنگ کی ٹھان لی
کا دن پڑا جس میں کفار کی فوج کا سردار مارا گیا اور تمام فوج شکست کھا کر
بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس جنگ میں ہزارہا کفار جہنم واصل ہوئے اور وزیر اسی
مقام پر جس کی حضرت اقدس نے زبانِ غیب سے نشان دہی کی تھی کیفر و تباہ ہو گیا
اور بھاگ کھڑا ہوا بعد ازاں خون ریز افواج نے شہر میں داخل ہو کر قتل و
غارت گری شروع کی جس سے لاتعداد آدمی مقتول ہوئے اور ایک جہان تباہ و
برباد ہو گیا اور حضرت اقدس کا مسکن بھی اس کے صدمہ سے محفوظ نہ رہا۔ اور وہ بات
جو آپ نے پہلے فرمائی تھی کہ شہر مبارک ہو وہ شخص جو تسلیم و رضا کو اپنا شعار بنائے اسی
کی طرف اشارہ تھا اور بعض رمز شناسوں نے اس کو دریافت کر کے متحقق کر لیا تھا لیکن
اس وقت قولی خاص آئی جس سے مطلب وہ تو تولی الصالحین اور جو [illegible] کا حصہ ہو

لہ یہی وہ مقام محبوبیت ہے جس میں صاحب بفرا حب محبوب کو وہ تمام طاقتیں
عطا فرما دیتا ہے جو اس کی ذات سے وابستہ ہیں۔ (تحفہ نور)

آنجناب کے حق میں ان صورتوں سے جلوہ گر ہوا۔ فالحمد للہ رب العالمین
پھر آپ وہاں سے منتقل ہو کر شہر پناہ کے اندر تشریف لے گئے۔ اور اس مقام
پر یہ فرمایا کہ اب یہ نظر آرہا ہے کہ بلائے شہر پر مریخ[1] کی گردش (گھری) نظر آتی ہیں
اور جنات ان اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جب تک ہم اس محلہ میں رہے
وہ وہاں آمد و رفت رکھتے رہے اور اس کی تشریح کسی مصلحت کی وجہ سے
آپ نے ظاہر نہ کی تھی۔

افادہ: سنہ ۱۱۷۴ھ کے فتنہ میں اس شہر کے فدویوں کی استدعا پر حضرت
اقدس نے وطن مالوف سے مع تمام اعزہ و اقربا قصبہ بڈھانہ میں وہاں
کے لوگوں کی سعادت ازلیہ کے تقاضہ سے نیز بعض وجوہات اور مصالح کی بنا
پر کہ آپ خود انبیاء کے کمال وراثت پر مامور ہیں قیام کے ارادہ سے ہجرت
فرما کر سامان سفر اتار دیا۔ اور ان عقیدت مندوں کو اپنی عنایت و کرم سے
نوازا۔ اور اس خصوصیت سے ان کے پایہ افتخار کو بلند فرمایا۔ جب ماہ رمضان
المبارک آیا تو حسب معمول قدیم اعتکاف چلہ کشی فرمایا۔ اور آپ کی ابتدا
ہی سے عادت شریفہ یہ تھی کہ اگر یہ خاکسار ان ایام میں شرف مجاورت سے
مشرف ہوتا تو خلوت خاص میں بلا کر ان اوقات کے اسرار و واردات سے ممتاز
فرماتے۔ اور اگر اپنی بدقسمتی سے اس شرف سے محروم ہوتا تو حضرت اقدس از خود
ان تمام واردات کے افادات اپنے اس فدوی کو بالتفصیل تحریر فرماتے
اور شرف امتیاز بخشتے۔ اس چلہ میں گو کہ وہ اس سعادت سے مشرف نہ ہوا
لیکن حضرت اقدس کے بے پایاں کرم عام نے اس دیرینہ خوگر عنایات کو محروم

لہ مریخ کی خاصیت فی نفسہ قہاری ہے لہٰذا اسم قاہر کا خاتمہ ظہور فلک مریخ سے ہوتا
ہے اور وہی اس کا رب ہے۔ (تحفہ)

لکھنا پسند فرمایا، اور اعتکاف کے فتوحات بالتفصیل تحریر فرما کر عنایت و کرامت سرفراز فرمایا، علاوہ اس رسالہ کو ان تمام واردات و کیفیات سے مزین کرتا ہو اور ہر مسئلہ کو لفظ "وارد" سے معنون کرتا ہو۔

(وارد) صوفیہ کے نزدیک معتبر نسبت اتصال کی نسبت ہو جس سے سرشار ہو محظوظ ہوتا ہو اور روح انس و انجذاب کے ساتھ جب اس نسبت کے دونوں اجزاء میں تفکر کیا تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں جزو عالم کبریٰ پر وسیع تکیہ رکھتے ہیں یعنی مشاہدۂ سر جبروت و انس پر تکیہ رکھتا ہے اور روح عالم ملکوت پر۔ پھر ان دونوں عالموں نے ایک باب عظیم کھول دیا، ان میں سے قدرے ان اوراق میں لکھا جاتا ہے۔

(افادہ) مجھے بتایا گیا کہ جنت دو قسم کی ہے اور لفظ بہشت کا اطلاق دونوں معنی پر مشترک امور کے لیے بطریق تشکیک[1] ہے۔ ان دونوں قسموں میں ایک قسم اس بہشت کی ہے جس کے حصول کا دارومدار اعمال پر ہے وہ تلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون۔ اور سر اس کے وجود میں نفس کی توجہ ہو [illegible] کے مطابق موت کے بعد عالم مثال میں، پس اعمال [illegible] اور [illegible] نفس میں صور مثالیہ کے ساتھ ظہور کرتے ہیں اور اس بہشت کا تفصیلی بیان دوسری کتابوں میں تلاش کرنا چاہیے۔ اور دوسری قسم بہشت کی وہ ہے جو عناصر کے درمیان ہو اور جہاں کی آب و ہوا نباتات و حیوانات کے مزاجوں کی لطافت کی مناسبت سے انتہائی معتدل ہو۔ ایک جماعت افراد بشر میں سے (عام بشر سے جو فرد ہیں) ان کی رو

[1] کسی امر کا شدت اور ضعف کے ساتھ صادق آنا جیسے وجود واجب تعالیٰ پر شدت کمال اور [illegible] کے ساتھ صادق آتا ہے اور ممکنات پر وجود کا صدق ضعف و نقصان کے ساتھ صادق آتا ہے۔ (مترجم)

جن کے طالع میں سعادت، سعوت، الانعدام کو شش غالب ہو یعنی ان کی ولادت قوت جدی اور ثور میں جو برج ہیں [illegible] اور زہرہ میں جو کو اسپ میں سے ہو۔ ہوتی ہو۔ پس مرتے ہی اس عالم کی کیفیات جو حیات دنیا کی تابع تھیں درہم برہم ہو جاتی ہیں اور اس میں سوائے زندگی کے کوئی کیفیت باقی نہیں رہتی۔ اس حالت میں فیض الٰہی اس کو تسکین دیتا ہو اور اس تسکین سے احاطہ اندلیبر ز کر دیتا ہو کہ وہ اس کیفیت سے مست ہو جاتا اور تمام حرکات و سکنات سے باز رہتا ہو اور تسکین کی کیفیت یہ ہو کہ جس طرح کسی شخص نے موسم گرما میں شدید جسمانی محنت کی ہو جس کی وجہ سے اسے مزید گرمی کی اذیت پہنچی ہو اسی حالت میں اس کو برف کا شربت جس میں گلاب و شکر ملا ہو تناول کرا دیا ہو کر ساری کلفت کافور ہو جائے۔ اور اس تسکین کی کیفیت میں مست و سرشار ہو جائے اور یہ کیفیت اس عالم کی کیفیات میں ایک چیز ہے جس کو صورتوں کے خالق نے اسباب کے ساتھ وابستہ کر دیا ہو۔ اور اس اصل کیفیت میں اس نفس پر وہ کیفیت قوت جدی اور زہرہ اور مشتری سے سیلاب کی طرح آ کر افاضہ فرماتی ہے اور اجزائے نسمہ جو حالت نزع میں متاثر ہوئے ہیں ایک قسم کی قوت عقلیہ سے اس کو کامل کر دیتی ہو مگر خواب و خور سے اور اس کی صورت بشریہ کو اس کے لیے عالم مثال میں اس طرح مخلوق کر دیتے ہیں کہ وہ نہیں جانتا کہ میں روح صرف مجرد ہوں اور بدن سے جدا ہو گئی ہوں اور کھانے پینے کی حاجت مجھے نہیں ہے بلکہ اپنے کو زندہ خیال کرتا ہو اور ان مواقع پر اس سے وہ مطلب لیا گیا کہ ابتدا میں بعض شایان روئے زمین نے بعض معتدل سرزمین پر اپنی خواہش کے مطابق ایسے مقامات بنائے تھے وہاں افراد سے بشریہ احساسات کا اخذ کر کے ان ارواح کا مسکن کر دیا گیا۔ غالباً یہ ہندوستان کے جنوبی جزائر میں ہو جہاں کی

آب و ہوا ہمیشہ معتدل رہتی ہو کہ زہرہ و مشتری کے غلبہ اور احوال ارضیہ میں سے
دوسرے اوروں کے غلبہ کی وجہ سے ان کی روزی کھانا پینا وہ عالم مثال سے متعلق
مثالی ہو جو صبح و شام انھیں دیا جاتا ہو اور اس کام کے لیے ملائکہ عنصریین اور
آدمیین کی جیسی ایک جماعت کو مقرر کر دیا ہو۔ اور بہ طریق ندرت آدمیوں کی ایک
جماعت جو ابھی موت طبیعی سے مردہ نہیں ہوئی ہو ان کے پاس جاتی ہو اور تم
کرتی ہو جب اس بہشت میں میرا گذر ہوا تو دیکھا کہ ہزاروں لاکھوں افراد جو آپ
موجود ہیں اور کسی کو کسی سے کوئی واسطہ یا ربط و ضبط نہیں ہو اور ایک دوسرے
سے بے تعلق ہیں، نہ کوئی کسی سے یہ پوچھتا ہو کہ تو کون ہو اور کہاں سے آیا ہو اور آ
دلنشین ہیں اور نہ ان کو گذشتہ باتیں یاد ہیں۔ نہ کوئی مرض ہو اور نہ بول و براز نہیں
ناک چھنکنے کی ضرورت ہوتی ہو اور نہ کھانسی اور تھوک آتا ہو محض تسکین ہی تسکین
ہو اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ نہ وہاں اس کی فکر ہوتی ہو کہ میں کل کیا کروں گا اور
گذشتہ میں نے کیا کیا۔ اور کھانا پینا ہمارے پاس کہاں سے آتا ہو اور پاس تک
لانے والے کون لوگ ہیں اور ان کی غرض اس لانے میں کیا ہو۔ اس قسم کی باتیں
کبھی ان کے خیال میں نہیں گذرتیں[1]۔ اگر وہ حدیث نفس کرنا چاہیں تو تسکین و فراغ
التفات ہوتی ہو ان نعمات کے استحقاق کا سبب دراصل ان کے اعمال نہیں ہیں
بلکہ وہ شکل ملکی ہو جس نے ان کی پیدائش کے وقت معاملات و مناظرات کو
تقاضہ کیا تھا لہذا وہی معاملات ظاہر ہوں گے۔ جس طرح ہم اگر سرد دل کی
صورت بنائیں تو ہماری منظور نظر وہی صورت ہوگی نہ کہ کوئی اور۔ خواہ وہ مٹی
سے ہو یا موم سے یا اینٹ چونے سے۔ اسی طرح وہ معاملات و مناظرات ہر اس
مادہ سے جو ہوتا ہو متصل ہوتے ہیں۔ اور بعض افراد میں وہ خلقتیں جو در المحن میں

---

[1] یعنی ان کو ایسی حالت میں اس قدر کیف و کیفیت ہو جو حیطۂ بیان میں نہیں آ سکتی۔

وہ اٹھائے ہوئے ہیں ان نعمتوں کے حصول پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ بعض
صورت جیسے کو وارد راست پر لگا دیتی ہیں۔ اسی طرح میں نے طاقتوں کو اس میں
موثر دیکھا ہو اور کسی دوسرے عمل کا اس میں دخل نہیں دیکھا۔ اور ایک جماعت
ان میں بادشاہوں کی ہو جو تاج و تخت رکھتے ہیں اور ایک فوج ان کے ہمراہ ہے
اور ایک جماعت صاحب خانہ کی ہو جن کی اپنے جنس مزاج کے مطابق بیوی اور خادم
ہیں اور ان معتدل جگہوں پر وہ اجتماع رکھتے ہیں اور کھانا پینا تخیل یا تحقق
کھاتے پیتے ہیں۔

واہی دکلا۔ مجھے بتایا گیا کہ بنی آدم کی جماعتوں میں ایک گروہ ایسا ہو جن کا مزاج
تقریباً اسی نہج پر پیدا کیا گیا ہو اور ان کا نام ملائکۃ الانس ہو اور وہ خلق کے درمیان
کائن و بائن (موجود و غیر موجود) ہیں ان پر تسکین غالب ہو۔ اہل و عیال مال و
دولت ہم نشیں اور تکلفات معیشت اور پوشاک وغیرہ میں ہیئت معتدلہ (ایک
خاص طرز) رکھتے ہیں جو ان کے طبائع نفسیہ کا مقتضا ہو اور یہ ایسا نقش ہو کہ
کبھی ایک مادہ پر ہوتا ہو اور کبھی دوسرے مادہ پر۔ اسباب کے تفکر و تجسس میں نہیں
پڑتے اور فطرت و جبلت کے مطابق ایک خاص وضع کے خوش گذار رہتے ہیں،
اس کی مزید تفسیر کرنے سے مجبوری ہے۔ اور ان قسموں میں سے ایک قسم ان لوگوں کی
ہو جو ایسی عورت کی طلب کرتے ہیں جو ان کے ہم مذاق ہو اور جماع سے قبل غسل کرتے
ہیں اور ابھی ان کے بال خشک بھی نہیں ہو پاتے کہ جماع سے فارغ ہو جاتے
ہیں اور پھر غسل کرتے ہیں اس جماع کو اپنے مزاج کے مخالف نہیں جانتے اور ان کی
غذا میں چند صفات سے متصف ہوتی ہیں۔ مسکن نہ کہ نفاخ بلکہ معدہ پر سبک، خوشبودار
خوش شکل، میٹھا یا کھٹ میٹھا۔ جس میں ہضل سابق از برنج سفید یا شکر سفید

---

[1] یعنی ان کی سرشت میں زہرہ کا غلبہ ہو اور وہ طہارت کا متقاضی ہو۔

گروہ ہے جو اپنی شکم پری اور دودھ پینے میں مشغول ہو اور لذات حسیہ سے مزا حاصل کرنے کے علاوہ ان کا کوئی اور مطمح نظر نہیں۔ اور ایک جماعت درندوں کے ایک قدم نزدیک تر ہے اور وہ وہ گروہ ہے جو اپنے ساتھیوں پر غلبہ و حسد کرنے میں مشغول ہے، ان کی ہمت کا مطمح نظر سوا خود بینی و خود پسندی کے اور کچھ نہیں ہے اور ایک جماعت حشرات الارض سے ایک قدم نزدیک تر ہے اور وہ وہ گروہ ہے جو جنگلوں میں رہتا ہے اور جنگلی جانوروں کا شکار کرتا ہے اور [illegible] اشارہ وہی جماعت کی طرف ہے اور ایک جماعت شیاطین سے ایک قدم نزدیک تر ہے اور وہ وہ گروہ ہے جو معاصی کے ارتکاب میں مبتلا ہے اور پشت در پشت یہی ان کا کام ہے مثل شراب فروش اور مزمار نواز کے یہ گروہ کا سب مزاولت سے رکنے کے بعد چند پشت گذرنے پر اعتدال کے ساتھ صورت نوعیہ انسانیہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

[illegible] آگاہی آئی جس طرح بہشت برزخ جو کہ طبائع کی سعادت کا سبب ہے واضح ہوئی اور بہشت جوازاء جو اعمال پر منحصر ہے مکشوف ہوئی، اسی طرح دوزخ برزخ جو طبائع کا سبب ہے اور دوزخ مجازات جو اعمال و ملکات کے ساتھ وابستہ ہے ذہن میں واضح ہو گئی۔ لیکن چونکہ تم کو حقائق کا کشف بطریق ذوق ہوتا ہے نہ بطریق حس لہٰذا تم پر غیب نے ان معارف کو تم سے موقوف رکھا۔

[illegible] آگاہی آئی کہ جس طرح وہ جماعت جس کا حال واضح ہو چکا بسبب قوت سعادت بہشت میں داخل ہوں گے اور مقامات عالیہ پر متمکن ہوں گے اسی طرح ملاء اعلیٰ کی ایک جماعت ایسی ہے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے اور اسی کو ملائکہ موکل (حظیرۃ القدس) کے ساتھ معاملہ واقع ہوتا ہے ان کے دلوں میں ملائکہ کی طرف سے [illegible] کی طرف سے ان کے دلوں میں ایک وسیع اور کشادہ دروازہ ہے۔ اس جماعت

لہ [illegible] مراد ہو جس نے اس کو خاک میں ملایا۔

کو اس دنیا سے انتقال کرنے کے بعد جسم نورانی عطا کرتے ہیں اور مسجد حرام یا بیت المقدس میں یا مدینہ طیبہ میں چھوڑ دینے کا حکم دیتے ہیں۔

[illegible] آگاہی آئی کہ نفسانی امراض میں سب سے سخت تر رسوائی کے اعتبار سے قیامت کے روز حقد (کینہ) و شہوت خفیہ ہے۔ حقد سے مطلب یہ ہے کہ غصہ کا تقاضا پیدا ہو اور اس وقت اس کا اظہار ممکن نہ ہو یا مصلحت جانتا ہو تو نفس اسے اپنے میں جذب کر لیتا ہے اور ظاہری اعتبار سے اس کو علم کین بنا دیتا ہے اور پھر مغضوب علیہ سے (بظاہر) محبت و دوستی کرتا ہے اور اپنے کو بشاش بشاش رکھتا ہے پھر موقعہ و قدرت پاتے ہی اپنا انتقام لیتا ہے اور شہوت خفیہ سے مطلب یہ ہے کہ بتقاضائے (بشریت) شہوت پیدا ہو اور نفس اس پر عمل کرنے کی طلب کرے لیکن اس پر قدرت نہ ہو تو نفس اس کو اپنے میں جذب کر لیتا ہے اور اس کو علم کین بنا دیتا ہے پھر صالحین کا رنگ اختیار کرتا ہے یعنی نماز و ورد و ذکر کرتا ہے اور مسجد میں بیٹھتا ہے اور کتاب اللہ کی تلاوت کرتا ہے نیز واعظ کی مجلس میں بیٹھتا ہے اور ہر ممکنہ حیلہ سے جو شہوت کے مقابل ہوتا ہے تمسک کرتا ہے۔ پھر موقعہ ملتے ہی شہوت پر عمل کرتا ہے۔ یہ دونوں (حقد اور شہوت خفیہ) قیامت کے روز انتہائی رسوا کن ہیں اور دنیا میں ان دونوں کا علاج مشکل ترین علاج ہے۔

[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کریمہ سے بیعت کے وقت جو کہ میرے طریقہ میں ہے آگاہی آئی کہ انبیاء علیہم السلام سے تمسک کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جماعت صرف مقلد ہے اور وہ عام مومنین کی ہے اور ایک جماعت نے عقل کی شہادت سے یہ پایا ہے یعنی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شرع کے احکامات اور ہر چیز میں جو معاد و ملکوت کے سلسلہ میں شرع میں وارد ہوا ہے عالم میں مصلحت کے مطابق اور سنت اللہ کے موافق ہے اور یہ جانتے ہیں کہ شریعت انسان کی صورت

وارد ہو ... آگاہی آئی (مجھے بتایا گیا) کہ جبروت حضرت تبارک و تعالیٰ کی صورت تمثالی سے
عبارت ہے، کیونکہ جبروت عالم اسمائے الٰہی ہے اور ان اسماء کا مسمّیٰ وہ صورت مثالی
ہے جو عالم مثال میں موجود ہے) اس ضمن میں عالم مثال میں [illegible]
شخص کی حکایت کرتی ہو واحد [illegible] کا تعلق [illegible]
ہے اور کبھی اس ربط و تعلق کی طرح ہو کہ دیکھنے والا آپ سے ہے [illegible]
تعبیر، جیسے کوئی [illegible] شخص آج [illegible] دیکھا شخص کی حکایت کرتی
مثلاً اس شخص کا جاہ و جلال ہونا کہ جاہ و جلال کی تعبیر ہو) اسی طرح عالم مثال میں [illegible] حقیقت ہیں
ہوں ہو جو مجرد شخص کی حکایت کرتی ہو اور جبروت کی اصل [illegible]
ذہنیہ ہو جو عرش کے مثال کے [illegible] یعنی عرش [illegible]
ہے اس کا جو نقطہ ذہن میں متصل ہو [illegible] اور مجرد شخص کے [illegible]
حق کی صورت مثالی کی حکایت کرتی ہو یا نقطہ ایک [illegible]
وجہ ذات الٰہیہ کی تحقیق ہو اس کے بعد ہر کامل میں [illegible]
صورت الٰہیہ رکھی گئی۔ جو اس کے وہم و خیال کے درمیان ہے کیونکہ وہ نفس کلیہ
مقید ہو کر نفس جزئیہ ہو گیا عرش کی صورت۔ ذہنیہ بمنزلہ جوہر کے ہے جو تابندہ ہے اور
اس سے نکلنے والی شعاعیں انسانی کمال میں خواہ فلک کی صورت، جو خواہ ملک کی
خواہ آدمی کی اس جوہر تابندہ کی [illegible] شعاع کے مثل ہے۔ اللہ کے علم میں وہ صادر
وہ شخص جو جوہر و شعاع سے نکلی اور [illegible] علم پر [illegible] ہے۔ اس طرح علم [illegible] کے
ایک [illegible] سے ہوا اور یہ صورت مبدا فیاض کے سامنے قائم ہو گئی یہ حقیقت کلی اور
باقی رہنے والا امتیاز ہے کیونکہ جسم کلی کے نقطہ نے مجرد شخص کو قبول کر لیا ہے اور تبدیل
اور متغیر ہونے والے افراد کا یقین دو دن نہیں ٹھہرتا (یعنی ہر بعد تغیر و تبدیل بفحوائے

۱؎ وہ شے جو عالم [illegible] ہو اور [illegible] وجود میں [illegible] ہے۔

کل یوم ھو فی شان ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے، عالم شہادت کے افراد کائنہ فاسدہ کے
عین وجود میں یہ فرد مقدس متحقق ہوتا ہے اور یہی فرد دوسرے چاند کی طرح ملکوت
سے محسوب ہوتا ہے اور افراد کائنہ فاسدہ عالم شہادت سے بفحوائے من بین فرث
ودم لبناً خالصاً سائغاً للشاربین[۱] اسی ملکوتی فرد سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اور
دوسرا فرد جو مقدس تر ہے کیونکہ ابداً اور ازلاً موجود ہے اور وہ جبروت سے محسوب
ہوتا ہے، اس طرح ایک وجود میں تین وجود پیدا ہوئے۔ شہادتی، ملکوتی، جبروتی
اس اعتبار سے ایک شخص قائم ہوا اور وسط عالم میں کھڑا ہو گیا جس سے مطلب
جبروت ہے۔ اور اس واحد شخص میں ایک جزو ہے جو فعل سے متصل ہے منفصل نہیں
کہ جو جبروت سے بالفعل ہر کامل کا نصیب ہے اور اس نے ان سارے متفرق اجزاء کو
وحدت کی شکل دی ہے جیسے دس وحدتوں کو جمع کرنے سے عشرہ کا پوشیدہ وجود
ظاہر ہوتا ہے اس وحدت کو اچھی صورت دی گئی۔ کیونکہ یہ واجب تعالیٰ کے محاذی
(مقابل) ہے اس کی مثال واجب تعالیٰ کی نسبت سے روح و بدن کی نسبت ہے
ہر چند کہ جبروت کا تعلق عالم شہادت اور عالم مثال سے ہے خدائے تعالیٰ نے اس کو
اپنے لیے اصطفا فرمایا (منتخب فرمایا) اس جگہ صورتوں کی دوگانگی بفحوائے فی
مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔[۲] تعدد اور متعدد ہونے کے سبب محذوف ہو گئی
اس شخص قدسی میں عالم کی تشریح کرنے والی ساری کثرت مندرج ہوئی اور تعدد
مضمحل (نیست) ہو گیا لیکن وہ وحدت باقی رہا۔ اسی صورت جبروت کی نمائش
تین طرح پر ہے نمائش اول میں وہ حجاب جیسے افلاک کا مبدا ہے اور اسی اعتبار سے
یزداں کے نام سے موسوم ہے اس کا نور نہایت سفید اور رنگ صبح صادق کی طرح

۱؎ گوبر اور خون میں سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں۔ پارہ ۱۴، نحل رکوع ۹
۲؎ سچی جگہ قادر مطلق کے مقرب ہوں گے پارہ ۲۷۔ سورۂ قمر رکوع ۳

سفید ہے اور دوسری تمائش میں وہ ملائکہ ملاء اعلیٰ کے احجار خفیہ کا مبدا ہے اس کا رنگ شفاف سبز رنگ مائل بہ سفیدی ہے اور تیسری نمائش میں بنی آدم کے احجار بجتیہ کا مبدا ہے جن کی ضو روشنی، آفتاب کی روشنی کی طرح یا بادلوں کی روشنی کی طرح جو غروب آفتاب کے وقت منعکس ہوتی ہیں اور اس کا رنگ ہوا کے رنگ کی طرح مائل بہ سرخی ہوتا ہے۔

وارد ۵۵۔ آگاہی آئی کہ جس طرح آفتاب اپنی حد ذات میں شعاع رکھتا ہے کا ملاً آپ موجود ہوا، پھر اسی طرح ذات سے ایک شعاع نکلی اور عوالم کے سرے تک چلی گئی ہے جب یہ شعاع خیال عرش سے لفظ متعینہ پر پڑی (تو) وہ تدلی کل کی اصل ہوگئی اور پھر جب آسمان و زمین و مولید و نفوس فلکیہ و ملاء اعلیٰ وآدمیین پیدا ہوئے تو وہی شعاع ریزش کر کے عرش پر مستوی ہوگئی۔ اور جس کو ایک طرح کے قیود و تصور کثرت و وحدت لئے ہوئے بنی آدم کے علوم میں تین نمائش سے ظہور کیا۔ یہ رنگ یزدان اور رہی ہے وہ سب کو وہ پیدا ہوئے۔ ایک اعتبار سے وہ سب دائم بہ دوام حق ہو اور ایک ہی چیز ہے ہے۔ اور ایک اعتبار سے متعدد ہے۔ آسمان و زمین کی تخلیق کے بعد تمام عالم پیدا ہوئے۔

وارد ۵۶۔ آگاہی آئی کہ چہرہ فطری طور پر ایک اعتبار سے اس بلور سے مشابہت رکھتا ہے جس کی شکل ایک گنبد کی ہے۔ جو شخص اس کی طرف دیکھتا ہے اس کی نظر اس گنبد کی طرف نفوذ کرتی ہے۔ اور جو شخص اس میں دیکھتا ہے وہ اپنی ہی صورت دیکھتا ہے اور نظر کا نفوذ آخر کار رنگ اپنے چہرہ کے عکس کے ساتھ محفوظ رہتا ہے۔

وارد ۵۷۔ مجھے آگاہی آئی کہ ایک تجربہ جو کسی کامل میں پیدا ہوتا ہے اس کا جہاں تمام عالم پر ثابت ہے جس نے حق کو خلق کے نزدیک کر دیا ہے۔ (یعنی اس (کامل) کا تجربہ

له خیال کو صورت میں لانا یعنی اپنی [illegible] باطن کو ظاہر کرنا۔ تقی انور

حق کو خلق کے نزدیک کر دیتا ہے)

وارد ۵۸۔ مجھے آگاہی آئی کہ طلسم الٰہی کی اس صفت کے ساتھ معرفت کہ اس کی لمیت[1] اور انیت[2] واضح ہو اور اس کے اسرار و رموز اور نمائش ظاہر ہوں خاص طور پر یہ نمائش جوش کو وہ بطور ہم نے بیان کی وہ اعلان کرنے والی ہے معرفت طلسم الٰہی کے دورہ کو ختم کرنے کی ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ اس کے بعد آثار قیامت ظاہر ہوں گے یا کوئی دوسرا دورہ شروع ہوگا۔

وارد ۵۹۔ مجھے آگاہی آئی کہ جس طرح مراتب ترقیات تکوین میں معدن بصورت نبات اور نبات بصورت حیوانیہ اور حیوانی بصورت انسانیہ مقتضی ہوئے (فیصلہ یا حکم کیے گئے)، اسی طرح مراتب تشریع میں ملتیں تدلی اعظم کے سامنے ایک دوسرے سے پہلے صف بستہ ہوگئیں اور ایک خاص وضع پر نزول فیض کی آماجگاہ ہوگئیں اور یہ فیض ملت متاخرہ ہوگیا۔ پس ملت جو سید دعوت تھی بروا تم و اخلاق و ملکات محمودہ کے اصول کی۔ پھر زمانہ گزرنے کے بعد ملت یہودیہ آئی اور ملت یہودیہ دعوت تھی حدود اوضاع مقدرہ، تدبیر منزل[3] اور سیاست مدنیہ[4] اور اعلائے ملت حقہ کی (تبلیغ کی) اور ملت نصرانیہ دعوت تھی حکمت تہذیب نفس اور فنا فی الرسول کی۔ جب یہ سب ملتیں تدلی اعظم کے سامنے حظیرۃ القدس میں قائم ہوئیں تو شریعت محمدیہ کے نزول کی استعداد رکھنے والی (پیش خیمہ) ہوگئیں اور بروا تم کا خلاصہ ملت ابراہیمیہ سے اور اوضاع و حدود کا خلاصہ ملت یہودیہ سے منتخب کر لیا گیا اور فنا فی الرسول کو ایک جھٹکے کر (متابعت کی گئی) معتدل کر کے برگزیدہ کر لیا گیا اور

له لمیت: علت سے معلول کو سمجھنا (جیسے آفتاب سے دھوپ کا علم ہونا)
ٹه انیت: معلول سے علت کا علم حاصل کرنا (جیسے دھوپ سے آفتاب کا علم ہونا) (تقی انور)
ٹه معاشی کوشش
ٹه شہری انتظام

ان سب کا مجموعہ ملت محمدیہ ہو گئی اور زبھرا، افضل الانبیاء پر جو افراد بشر میں سب سے
زائد عادل ہیں منزل ہوئی ذٰلک تقدیر العزیز الحکیم۔

افادہ۔ ان ایام میں جب کہ شاہ درانی اور نجیب الدولہ کفار دکھن کی افواج
سے مقابلہ کر رہے تھے ان ملعونوں کی ایک فوج شاہجہان آباد پر بھی مسلط
تھی اور وزیر عماد الملک نے ایک شخص کو برائے نام تخت سلطنت پر بٹھا دیا اور بادشاہ
ان ملعونوں کے محاصرہ اور توپ خانہ اور ان کی کثرت سے سخت پریشان ہو گیا تھا ان
دنوں حکیم ابوالوفا کشمیری نے جو حضرت اقدس کے قدر دانوں میں سے تھے آپ کی
خدمت میں ان حالات کے انجام کا استکشاف چاہا۔ فرمایا کہ فقیر کے دل میں جو
القا کیا گیا وہ یہ ہے کہ ملکی مصالح میں بادشاہ کی پریشان خاطری اور ادھر
باتوں سے پریشانی میں پڑنے اور اپنی کسی کوشش کو کارفرما نہ پانے اور
کچھ عرصہ کے لیے اس کی بدنصیبی اس وبال ظلم کی وجہ سے ہیں جو اس نے شہر
کے سلطانوں پر ڈھائے ہیں بعد میں نئے اثرات ملائکہ عالیہ کی جانب سے ظاہر
ہوں گے جو تخت دہلی کے لیے مقرر ہیں۔ سابق وزیر بڑی ذلت اٹھائے گا اور کفار
بھی ذلت اٹھائیں گے۔ بعد ازاں بادشاہ ختم ہو جائے گا اور سلطنت کا کام ایک
دوسرے شخص کے قبضہ میں چلا جائے گا مگر اس شخص کے تعین کے بارے میں ملاء اعلیٰ
میں غیر متعارف الفاظ میں بحث ہو رہی تھی۔ یعنی فریدون کو ہم پھر تخت پر بٹھا
دیں گے۔ اس بات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اس کی اصلاح مقصود ہو اور
شخص معہود و مقرر، اولاد ملوک میں ہوگا خصوصاً وہ شخص جس کا باپ ظلم و ستم
سے مارا گیا۔ انتہی۔ پس ایسا ہی ہوا کہ کفار باوجود کثیر تعداد کے اور تعداد بھی کیسی
کہ ہزاروں لاکھوں کی تعداد تھی اور سامان جنگ بھی بے شمار مہیا تھا سرنگوں ہوئے
جس وقت کہ غازیان دین اور شیران شجاعت آئین مقابل ہوئے تھوڑی سی

ہی جنگ میں حواس باختہ ہو گئے اور شکست کھا کر مفرور ہوئے۔ کانّھم حمر مستنفرة
فرّت من قسورة[1]۔ اور اس بھاگنے میں ہزارہا لوگ جہنم واصل ہوئے اور ان کفار
کے تمام سردار فی النار و بئس القرار ہوئے اور جو باقی بچے وہ قید ہوئے اور جس کو تخت
سلطنت پر بٹھایا تھا وہ پھر قید ہو گیا اور وزیر نے فرار ہو کر قلعہ میں پناہ لی اور بادشاہ
باوجود اس فتح کے جو وہ چاہتا تھا اس پر قابو نہ پا سکا اور پھر اپنے ملک لوٹ گیا۔
بعد ازاں شاہ عالم عالی گوہر پسر عالمگیر شہید ملک پورب کے نواحی میں تخت پر بیٹھ کر
شاہجہان آباد کی طرف جو اس کا موروثی تخت گاہ تھا متوجہ ہوا۔ اسی زمانہ میں
نواب زینت محل والدہ شاہ عالی گہر نے حضرت اقدس کی خدمت میں اپنے اوپر
گزرے ہوئے مظالم کا تفصیلی خط لکھا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ "حق
بات تو یہ ہے کہ آپ کے خاندان عالی شان پر جو ظلم ہوا ہے اس کے شرارے افق
کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ چکے ہیں۔ قوی امید یہ ہے کہ عدل الٰہی اور جبار
و من قتل مظلوما فقد جعلنا لولیه سلطانا فلا یسرف فی القتل انه کان
منصورا[2] ثابت ہوگی۔ فقیر دعاؤں میں مشغول ہے اور قبولیت کا منتظر۔ ہاتف غیب نے حصول
مراد کا افادہ فرمایا ہے بلکہ وہ تدبیر بھی گوش ہوش میں ڈال دی ہے جو صاحب معاملہ کو
تین چار سال کی مدت میں کرنا چاہیے اور وہ تدبیر بھی جو سات آٹھ سال بعد
مطلوب ہوگی۔ ان تدبیروں کو ان شاء اللہ وقت پر لکھا جائے گا۔ اسی دوران جب مسلم
افواج اور کفار کی فوجوں کا تصادم ہوا حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ۲۲ ربیع الثانی

---

[1] گویا وہ جنگلی گدھے ہیں اور شیر سے بدک کر بھاگے ہیں ۲۹ سورۂ رکوع ۲
[2] اور جو شخص ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو قاتل سے قصاص لینے کا
اختیار دیا ہے تو اس کو چاہیے کہ خون کا بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے کیونکہ وہ بھی بدلہ
لینے میں ابھی اس کی حیثیت ہے۔ ۱۵ بنی اسرائیل رکوع ۴

شب شنبہ کو واقعہ میں دیکھا کہ گویا مسلمانوں کو مشرکین پر فتح یاب ہونے میں دیر لگ رہی ہے جس کی وجہ سے ایک قسم کی فکر لاحق ہے اور یہ چرچا ہو رہا ہے کہ لڑائی طول کھینچ گئی۔ میں نے کہا کیوں نہ اس سلسلہ میں فال دیکھی جائے حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات موجود ہیں ان کو میں نے فال کے لیے جیسے ہی کھولا ویسے ہی صفحہ پر یہ مضمون نکلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کی جانب تشریف لے گئے تو ایک شخص نے حضورؐ تک خبر پہنچائی کہ فلاں کافر حضورؐ کو قتل کرنے کا قصد کر رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس بات پر قادر نہ کرے گا اور اگر وہ سامنے آجائے تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر خود واضح ہے لیکن وجدان کے مطابق اس کے معتبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان ملعونوں کی نحوست عالم ملکوت کی بلندیوں میں تاحال یقینی ہو (استقرار ہو) اب ملاء اعلیٰ کے ذریعہ نزول کیا ہے اور اہل علیین کی ارواح نے اس داعیہ (بیخ کنی) کو قبول کر لیا ہے۔

واما دکا:۔ اسی دوران حضرت اقدس نے اس خاکسار کو سرفراز نامہ عنایت فرمایا اور اس میں یہ تحریر فرمایا کہ تین تلواریں مشہود ہوئی ہیں اول تو وہ تلوار جو کفار پر اٹھی اور کفار سے مراد غالباً مرہٹہ اور جاٹ ہیں۔ ظن غالب یہ ہے کہ وہ ایسی ذلت و نحوست اٹھائیں گے کہ کبھی اس کے مثل نہ دیکھی ہوگی اور لوگوں کو کبھی اس کا گمان بھی نہ گزرا ہوگا۔ اور دوسری وہ تلوار اس شیعہ فرقہ پر اٹھے گی جو ہندستان میں ہے وہ بہت ذلت و خواری اٹھائے گا اور اس کی جمعیت منتشر ہو جائے گی اور ان کا زوال ہو جائے گا۔

اور تیسری تلوار ان متعصبین اہل رائے پر اٹھے گی جو اپنی بے بصری سے اپنی رائے کو غالب اور مذہب کو مغلوب رکھتے ہیں۔ اصلھا ثابت وفرعھا

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فی السماء۔ فقیر کو ان تینوں تلواروں کے اٹھانے پر مامور کیا ہے اور باطن میں اس عزیمت صادقہ کے جاری کرنے کا داعیہ اور طلب رکھی ہے۔ واللہ علی القول وکیل

افادہ:۔ ماہ رمضان [illegible]ھ میں جب کہ حضرت اقدس نے قصبۂ بڈھانہ میں اعتکاف فرمایا اور اس اعتکاف میں جو بھی حقائق الٰہیہ کونیہ اور معارف اسرار ظہور پذیر ہوئے ان میں سے مشتے نمونہ از خروارے حسب فرمائش والتماس خاکسار کو تحریر فرما کر عنایت فرمائے۔ پس وہ تذکرا تلک الحالات وانتقاد ذہنیک الواشارات اس کی تحریر سے اس کتاب کو زینت بخشتا ہوں اور ہر مقدمہ کو ایک لائحہ سے معنون کرتا ہوں واللہ ولی التوفیق۔

لائحہ:۔ شخص اکبر کے نفس منطبعہ نے پیدائی صورت قبول کی اس شخص اکبر اس پانی کے حوض کی طرح ہے جس کے وسط میں عین نصف النہار کے وقت آفتاب کی صورت منطبع (منعکس) ہوتی ہے اور اس کا ماحول ان شعاعوں سے پُر ہو جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جس طرح آفتاب حقیقت کا ظہور اول شخص اکبر کے نفس میں ہے اور اس کی مشابہت سے آفتاب کی شعاعیں تمام افلاک کے نفوس میں نیز نفوس قدسیہ انسانیہ میں ظاہر ہوئی ہیں۔

لائحہ:۔ شریعت صادقہ میں حکم فطرت انسانیہ کے مطابق واقع ہوا ہے اور انسان کی فطرت میں مجرد محض کی معرفت نہیں رکھی ہے۔ جب آدمی کو اپنی فطرت پر چھوڑ دیتے ہیں تو وہ اس کو خارج از فہم کر دیتی ہے اور خارج سے ماورا جات تک (یعنی مجردات ان کی سمجھ میں نہیں آتے) اور وہ مادہ و مدت کے ماورا سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) لہ شاہ صاحبؒ کی مراد اہل رائے سے وہ طبقہ ہے جو عقل کو اولیں مقام دیتا ہے اور وجدان اور قوت باطنی سے قطع نظر کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (تقی انور)

لہ جو چیز عقل سے حاصل ہو وہ لائحہ ہے۔ (تقی انور)

حاصل کیے بغیر جنت رحمت کو اکب کی سعادتِ جبلی کی وجہ سے ظہور کرتی ہے اور مبدأ صور اس نفس میں عالم مثال کے ساتھ امداد کرتا ہو جیساکہ قدرے اس موضوع پر اعتکاف سابق کے بیان میں لکھا گیا ہو اور اگر نسمہ نے روحانیت عظیم کا حکم با حسن وجوہ قبول نہ کیا تو عالم برزخ میں جنت اعمال پیش آئے گی — وتلك الجنة التي اورثتموها بما كنتم تعملون۔ ملکات (سخاوت) اور وہ اعمال جو ملکات کے مشابہ ہیں جنتی متشکل ہوتے ہیں گویا عجب الذنب کی حد شریعت میں ایک مثال دی گئی ہو جو انسان کے قوائے ثلاثہ اصلیہ یعنی عقل و قلب و نفس کی حامل ہو سکتی ہو۔ اگر اجزائے بدن میں سے کچھ بھی گوشت و پوست باقی ہو اور خیال نفس اس کے ساتھ چپاں ہو تو وہی جزو جسد انسانی کی تکوین کا معاد میں اصل ہوگا اور اگر وہ باقی نہیں ہو تو جس جزو سے وہ چپاں ہو وہی جزو جسد معادی کی تکوین کا اصل ہوگا۔ اس بدن سے نفس کا تعلق نشأت کی تکمیل کا مقتضی ہے اس لیے کہ نشأت (ان) ملکات و اعمال کے تمثل کا تقاضا کرتی ہو جو نفس کے جوہر میں سرایت کر گئے ہیں۔ اور اس کی مثال اس درخت کی طرح ہو جس کی شاخیں کٹی ہوئی ہیں اور اصل تنہ باقی ہو اور فصل بہار میں اس کے قوائے نامیہ حرکت کرتے ہیں اور بارش سے اس نفس نباتی کے تمام اجزا کا ظہور پورے طور پر ہو جاتا ہے۔

لائحہ۔۔ ملت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کو مثل ایک چڑیا کے تصور کرو کہ بارش کا پانی اس کے بازوؤں میں پہنچا ہو اور اس کو تھوڑی دیر بعد اپنے سے جھٹک دیتی ہو یا مثل دریا تصور کرو جس میں بادہائے مخالف بصورت امواج ظاہر ہوتی ہیں۔ پھر چند ساعت بعد فطرت آبلی ان تمام امواج کو

لہ وہ عادات و خصائل جو نفس انسانی کے راسخ ہو گئے ہیں۔

میں نہیں پڑتا۔

لائحہ۔۔ قرآن عظیم میں جو الله نور السماوات والارض آیا ہو تو اس میں ایک باریک نکتہ ہو یعنی الله جو اپنی تجلیات اور اپنے جبروت کے الوان کے ساتھ ذات صرف ہو وہ آسمانوں اور زمین کا نور ہو یعنی یہ نور تجلی وہی حقیقت و صورت ہو یہ نہیں کہا گیا کہ نور السماوات والارض هو الله۔ اس لیے کہ فارشاد اول میں الله تعالیٰ بعد ازاں نور السماوات والارض ہو گیا۔ پھر ترتیب خارجی کی رعایت کی مثل نوره كمشكوٰة فيها مصباح۔ یعنی اس تجلی الٰہی نور السماوات والارض کی مثال ایک روشن قندیل کی ہو جو اپنی شعاعوں سے محراب کو منور کرتا ہو اسی طرح اس نقطہ بسیطہ نے جو شخص اکبر کے وسط میں ظاہر ہوا ہو تمام آسمانوں و زمینوں کو اپنی شعاعوں کے گھیرے میں لے لیا ہو۔ (اسی لیے) المصباح فی زجاجة کہا گیا اور مشکوٰۃ فیہا زجاجۃ مصباح نہیں کہا گیا اس لیے کہ بات آسمانوں اور زمین کی اس نور کی نسبت کے بیان میں تھی اور اس نور کا تمام آسمانوں و زمین کے کناروں کو اپنے نور سے مسخر کرنا۔ المصباح فی زجاجة کا ذکر تتمہ کلام ہو تشبیہ کے بیان میں دخل نہیں رکھتا۔

لائحہ۔۔ یہ شخص معین جو زندہ ہو یا مردہ بہ تہ ہو۔ ایک طبقہ گوشت و ہڈی کا ہے دوسرا طبقہ نسمہ یعنی روح ہوائی کا جو حامل قویٰ ہو اور تیسرا طبقہ روحانیت کا ہو جو قوائے نباتات سے ظہور پذیر ہوا ہو اور عالم کے نفس خطیبہ کی سطح میں منقش ہو گئی ہو جیسا نفس کل اس نفس جزئیہ کی شکل میں برآمد ہوا تو اس روحانیت نے قالب میں ظہور کیا۔ جب ان افراد بشر میں سے کوئی فرد مر جاتا ہو اور گوشت و ہڈی کا طبقہ ختم ہو جاتا ہو اور نسمہ اور روحانیت تنہا باقی رہ جاتی ہو (تو) اگر نسمہ نے روحانیت کے حکم با حسن وجوہ قبول کر لیا تو عالم برزخ میں ظہور کرتا

ختم کر دیتی ہو۔ اسی طرح فقہا، صوفیا اور متکلمین جب ملتِ محمدیہ میں بالتحقیق کلام کرتے ہیں تو وہ ان کے تفکر و تجسس کا اقتضا ہو نہ کہ اصل ملت کا اقتضا۔ ہر فرقہ کی تقلید نے اپنے شیخ کی تحقیق و افکار کو مزید بڑھا دیا جیسے بارش کا پانی ایک چوبچہ میں پہنچا ہو یا بہت سی امواج ہواؤں کے چلنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ملت کا اصل ان قطرات کا ڈالنا اور بکھیرنا اور ان امواج کا برہم کرنا اور ڈھلنا ہو اور اس برہم کرنے کا کام مجھ ضعیف کے ذمہ کیا گیا ہے ع مصلحت را تہمتے بر آہوے صحرا بستہ اند

اس زمانہ میں موطا امام مالک پر عمل کرنا اصل مراد ہو۔ اور تحریکات کی پُرکاری اور ظاہر حدیث پر الفاظ لغتِ عرب کے جاننے والے کے نزدیک تراوش کرتا ہو اور انکار روبہ سے مطلقاً ہاتھ کو روک دیتا ہے اور اسی طرح حق سے مراد اس زمانہ میں صوفیا کے مکاشفات اور اشغال و ادوار کو دریائے رفتار میں بہا دینا ہے ے

دو صد گز در پا بستگی   دگی پیدا روو دو مستگی

ایں قدر بس بود جمالی را   عاشق رند لاابالی را[1]

وتلک القیامۃ التی وعدت لی۔ اور یہ وہی قیامت ہو جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہو۔[2] اللہ ہی جانے کہ ان مجاہدات عظیمہ میں کیا پیش آئے ے

اگر غم لشکر انگیزد کہ خونِ عاشقاں ریزد   من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم[3]

لاتخطئہ: مصلحت کلیہ اس کی ترجیح کرتی ہو کہ نقطہ بسیط عالم کی صلاح کے لیے صفت شعاع نہ کیا

---

[1] وہ جس کو نشاط اور یقین، سکون دل دوست کی محبت اور درد سے بھرا ہوا۔ عاشق رند لاابالی کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے۔

[2] اور یہ وہی قیامت ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔

[3] اگر غم عاشقوں کا خون بہانے کے لیے لشکر کشی کرے تو میں اور ساقی باہم مل کر اس کی بنیاد کو ڈھا دیں گے۔

کرتا ہو ہر زمانہ میں ایک نئی شکل اور نیا رنگ دکھاتا ہو۔ جس طرح آفتاب کی شعاع جسم صیقل اور جسم کدر میں اور وہ شعاع جو گھر میں ہو اور وہ جو گرد میں ہو مختلف طبقے در پیچ دکھتی ہو اسی طرح آفتابِ حقیقت کی شعاع عالم میں مختلف طبقے دکھتی ہو۔ اور شیخ ابوالحسن اشعری کی تحقیق حق ہو اور وہ آفتاب حقیقت کی شعاع سے نازل ہو لیکن چونکہ معتزلہ اور مرجیہ وغیرہ کے شبہات سے عالم بھرا ہوا تھا۔ لہٰذا لوگ انھیں شبہات پر مطمئن ہو گئے تھے (چنانچہ) اس شعاع نے ان کے درمیان طرح طرح کے معارضات (مناقشات) پھیلا دیے تاکہ ان کے اطمینان کو درہم برہم کر دے۔ اور فقہا کی وہ تحقیق بھی حق ہو جو آپ احادیث بلدان سے قبول کی تھی۔ اور وہ بھی شعاع حقیقت سے نازل ہوئی ہو لیکن اس وقت مسلمانوں کے درمیان احادیث بلدان جمع نہیں ہوئی تھیں اگر اس جماعت (فقہا) کا فتویٰ ظاہر ہوتا تو نماز روزہ کی تقسیم کیسے ہوتی اور عقوبات کس طرح فیصل ہوتے اور ان کا ورع و تقویٰ کون سی شکلوں میں متعین ہوتا اور صوفیا کے اشارات و وجدانات بھی حق ہیں اور وہ بھی شعاع حقیقت سے نازل ہوئے ہیں لیکن سمجھدار آدمی اگر تھوڑا سا نکتہ نہ سمجھ پائے تو اپنی مشغولی کا حق اس اصل کے ساتھ ادا کر سکے گا جب دریائے حقیقت نے اپنی موجوں کو شکست دے دی تو دوسری صورت ظاہر ہوئی ے

چوں بآں وحدت رسی کاں داشتی   موسیٰ و فرعون دارند آشتی[1]

لاتخطئہ: حدیث شریف میں آیا ہو کہ الانبیاء بنو علات ابوہم واحد وامہاتہم شتی[2]۔ یہ واحد مصلحت کلیہ ہو جو نقطہ بسیط سے نکلا ہو اور علات شتی استعداد اور محل ہو جن پر شعاع پڑتی ہو۔ اس قیاس پر دین محمدی کے مجدد و تنوعات میں

---

[1] جب تم اس وحدت تک پہنچو گے جو تمھارا مقصود ہو تو وہاں موسیٰ اور فرعون میں صلح ہو جائے گی۔

[2] انبیاء علیہم السلام باہم علاتی بھائی ہیں ان کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف۔

اور دین منقول جو حضرت سرور انبیاء علیہ الصلوات والتسلیمات سے ہوا ان کا باعث
اور عالم کے اوضاع مختلفہ جو کہ شریعت محمدیہ کے اسالیب بیان کے قدود کے مقتضی
ہیں اور قوم کو ان شبہات سے روک دینا جو گمراہی پیدا کرنے والے ہوسکتے ہیں وہ
علاتِ مشتقی ہیں۔

لاعنہ۔ — اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی بعثت پر نزول کتب کا بھی ارادہ فرمایا ہو اور عالم
غیب سے عالم شہادت کی طرف علوم حقہ وصحیح علوم جو باطل نہ ہوں، کے القاء سے
صلاح عالم و اصلاح عالم کی اصل حاصل ہوتی ہو لیکن بعض احوال میں قوم کے
شبہات خراب اور تاریک افکار سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان شبہات کا سبب یہ
ہو کہ ان کے نفوس علوم حقہ غیبیہ کی اطاعت کریں۔ (اس سبب) اعتبار سے ان
لوگوں کے شبہات کا رد مقصود بالعرض ہوتا ہو (نہ کہ مقصود بالذات) اور ایسی
حالت میں قوم کے اطمینان کا ختم ہو جانا اپنے شبہات ردیہ کی وجہ سے ضروری ہو جاتا
ہے۔ خواہ منع کے ساتھ ہو یا مقدمات خطابیہ کے ساتھ (یعنی اس کے مقدمات یقینی
نہ ہوں) اسی وجہ سے قرآن عظیم میں بعض مقدمات خطابیہ کی وجہ سے مخاصمت
واقع ہوئی۔ جیسے قوم خواہ مخواہ یہ کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے (الملائکۃ
بنات اللہ) الکم الذکر ولہ الانثی (تمہارے لیے مرد ہوں اور اس کے لیے عورتیں)
کہہ کر مخاصمہ کیا گیا۔ حالانکہ اگر اس کا نقض کیا جائے یعنی دلیل کو توڑا جائے
یدین ورجلین سے تنزیہ کرتے ہوئے (یعنی اللہ عزوجل سے پاک ہو) جسمانیت
بری ہو، کہ اتثبتون لکم الیدین والرجلین ولا تثبتون للہ الیدین
والرجلین (کیا تم اپنے لیے یدین ورجلین ثابت کرتے ہو اور اس کے لیے یدین
رجلین نہیں ثابت کرتے) تو انہیں مقدمات پر نقض ہوتا ہو اور انہیں مقدمات پر اصلاح
عالم کو قیاس کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی نیابت میں مجددین

ملت کو مقرر کیا ہو اگر وہ لوگ جو نیابت کے قائل نہیں ہیں اس کو تسلیم نہ کریں اور ان
کی نیابت کو توڑ دیں اور یہ لوگ (زنادقہ و ملحدین) اس کے رد پر قادر نہ ہوں تو مجبور ہو کر
شریعت ظاہری کی طرف رجوع کریں۔ تو مطلب حاصل ہو جائے گا۔ اسی طرح کوئی فقیہ
جب کوئی فقہ قوم کے واسطے مرتب کرے ہر چند اس میں استحسانات اور تخریجات[1]
جو پسندیدہ نہیں ہیں داخل ہو جائیں تو اس مجدد کی دیانت داری ارکان اسلام
کے ساتھ اور گناہ کبیرہ سے اجتناب اور اصل قضا کے فیصلے اپنی جگہ مسلم ہیں
اسی قدر پر اکتفا کرنا چاہیے[1] اور تمیز کا حل تلاش کرنا کسی دوسرے مجدد کی مرضی نامرضی
پر چھوڑ دے مجددین کا کلام خطا اور اغلاط فکریہ سے پاک ہونے میں انبیاء
علیہم السلام کے کلام کی طرح ہو۔ (یعنی مجددین کی باتیں انبیاء علیہم السلام کی باتوں
کی طرح ہیں کہ وہ خطا اور غلط فکریہ سے پاک ہوتی ہیں) سہ ہر سخن وقتے و
ہر نکتہ مکانے دارد۔ — اسی طرح صوفی کسی قوم کے لیے جب کوئی طریقہ مرتب کرتا ہو
تو ہر چند کہ اس جگہ بعض مکاشفات کو مقاماتِ سلوک کے ساتھ مشتبہ کر دیتا ہو اور
بعض اشارات کو جو تیزی ذہن کی آمیزش سے اور وحدت الوجود کے بعض معارف
اور تنزلاتِ خمسہ[2] جو نظر کی حکمی غلطی سے دوام ذکر اور انصراف ہمت کے ساتھ غیب
کی جانب پیدا ہوتے ہیں اصل سلوک میں داخل کرتا ہو (حالانکہ) اصل توجہ سلوک
الی اللہ ہو اور مقامات کی اصل ان تخلیطات کے ضمن میں حاصل ہوتی ہو۔

لاعنہ۔ — عارف جس اتصال کا قصد کرتا ہو (وہ) انس وسرور و انجذاب روح
ہو یا کشف یا ورحمت ہو خواہ وہ کسی وقت ہو۔ اگر سر اپنے کام سے باز رہتا ہو
تو روح میں انس باقی رہتا ہو اور نفس اس انس میں سے کوئی چیز اچک لیتا ہو

---

[1] ایسی صورت میں خود کوئی فیصلہ نہ کرے بلکہ اس کا فیصلہ کسی دوسرے مجدد پر چھوڑ دے

[2] تنزلاتِ خمسہ احدیت۔ وحدت۔ واحدیت۔ الوہیت۔ رحمانیت۔ تعق اور

اگر اس میں عُجب غالب ہو تو وہ شطح کہے گا اور اگر عُجب غالب نہیں ہو تو، لہٰذا جو
میں سے ہر چیز میں ایک سرور و انس پائے گا حتیٰ کہ سبز رنگ جو درختوں کے پتوں
میں دیکھے گا اور موزوں (ادبی) آوازیں سنے گا اور سمندر کی وسعت میں جو بھی
مشاہدہ کرے گا خیمۂ امید، انس و سرور ادراک کرے گا اور اس استغراق میں اگر
شہوتِ خفیہ بھی شریک ہو گئی تو امردوں کی صورت بھی لذت تمام دے گی۔ یہ ہو
بعض عارفین کا بعض اشیاء مذکورہ سے اشتغال کا سبب۔

لاعلم وجود کی قسموں میں تفتیش کرنے والوں نے سلوک کی ایک راہ اختیار
کی ہو اور اس کے لیے ایک ترتیب قرار دی ہو۔ انھوں نے کہا ہو کہ قسموں میں
ایک قسم انسان کی ہو اور اس سے بالاتر حیوان ہو اور اس سے بالاتر نامی[1] ہو اور اس
سے بالاتر جوہر ہو (اور) جو کچھ ہو وہ سب اسی سلسلہ میں داخل ہو اور جو کچھ وجود کے
انبساط کا سیاہ آیات عالیہ[2] میں مقتضی ہو اس کے علاوہ بھی داشتہ[3] ہو۔ اس کی دید کو ہم
بیان کرتے ہیں۔ اس جگہ حیوان جنس عالی ہو حیوان کے تحت انسان ہو اور بیل ہو
اور گھوڑا اور درندے اور چوپائے اور چیر پھاڑ کھانے والے پرندے (یعنی لفظ حیوان
کا اطلاق ان سب پر ہوتا ہو) اور کبوتر اور گرگیاں اور مرغی اور بط اور کوے
اور خشکی کے جانوروں اور آبی جانوروں میں بھی یہی تفصیل ہو۔ بعض وہ بھی
مثل بیل اور گھوڑے وغیرہ کے ہیں اور پھر اس میں بیلوں کی بھی قسمیں شامل ہیں جیسے
پالتو گائے اور جنگلی گائے اور بھینس اور اونٹ اور پالتو بکری اور جنگلی بکری وغیرہ وغیرہ
اور ہرن اور بارہ سنگھا یہ سب سینگ رکھتے ہیں اور وحشی ہوتے ہیں (انسان سے بھاگتے ہیں)

---

۱ نامی نشو و نما پانے والے یعنی نباتات
۲ حیات [illegible] با الفاظ دیگر فرشتے
۳ [illegible] کے علاوہ جو انسان، حیوانات، نباتات اور جمادات میں پایا جاتا ہے

اور غول کے غول ہوتے ہیں اور ان کا نر ایک مادہ پر اکتفا نہیں کرتا اور فرس بھی
اسپ ہی کی ایک قسم ہو (یعنی فرس کے معنی ان سب کو شامل ہیں) اور پالتو
گدھے اور جنگلی گدھے یہ سب سینگ نہیں رکھتے اور وحشی نہیں ہوتے اور
کھُر والے ہوتے ہیں اور بحیثیت جنس سب یکساں ہیں خواہ اہلی ہوں یا وحشی)
اور درندوں کی بھی ایک جنس ہو جس میں شیر، چیتا، بھیڑیا اور گیدڑ شامل ہیں
اس طرح پھاڑ کھانے والے پرندے جس میں باز ہو، عقاب ہو اور شکرا اور ایک
قسم ان جانوروں کی ہو جو بیٹ کرنے والے ہیں اور اپنی غذا زمین سے کھود کر حاصل
کرتے ہیں۔ مرغا، شاہین اور چکور سب اس میں داخل ہیں۔ اور بط جو پانی کا پرند
ہو اس کی بھی کئی اقسام ہیں۔ بعض ان میں مرغی کی طرح بعض کبوتر کے مشابہ
اور بعض چھوٹی چڑیوں کی طرح ہوتی ہیں۔ اور بعض اس جنس کے مشابہ ہیں جو
بیٹ کرنے والے جانوروں کو کھا جاتے ہیں اور کوا اور جو اس کے مشابہ ہو،
اس طرح نباتات کی بھی بہت سی اقسام ہیں ایک ان میں جیر (یعنی سبزہ کاٹ جانے
کے بعد پھر اُگ آتا) ہو اور وہ درخت جو تنگو نہیں رکھتے جیسے سیب اور
بہی وغیرہ اور ایک قسم ان کی ہو جو زمین پر پھیلے ہوتے ہیں، جیسے ماش اور
ایک قسم ان کی ہو جو اپنے تنہ پر قائم ہوتے ہیں علیٰ ہذا القیاس۔ اور ہر دو جنس
میں اختلاط پیدا ہوتا رہتا ہو۔

ہر جنس کے بے متعدد نوع ہیں اور ہر جنس کے لیے ایک رب النوع ہے وہ
جنسوں کے اختلاط سے پیدا ہونے والی جنس ملعون ہوتی ہے کیوں کہ اس
کا رب النوع نہیں ہوتا کیونکہ جن جنسوں کے اختلاط سے وہ پیدا ہوا ان جنسوں
کے علیحدہ علیحدہ دو رب النوع ہیں اور اس ملعون کو ان میں سے کسی ایک
سے منسوب کرنا غلط ہو۔ آنحضرتؐ نے اُمیّہ بن صلت کا یہ شعر سنا

رَجُلٌ وَثَوْرٌ عِنْدَ رِجْلِ يَمِينِهِ وَالنَّسْرُ لِلْأُخْرَى وَلَيْثٌ مُرْصَدٌ

بڑھا ہو پس اس اعتبار سے ان سب کو ایک وحدت دینا چاہیے اور نوع کہنا
چاہیے۔ جو لوگ اس وحدت کو ایک جنس پر مشتمل کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

لاحقہ:۔ وجود کی تقسیم میں دو اصل مستقل ہیں ان میں سے ایک جنس اعلیٰ کے تحقق
(ہیں، (یعنی وہ خاصیات جو اس جنس میں شریک ہیں) پر تجلیات سے ہماری مراد ذات
وہ خواص ہیں جو نظر کرنے پر موجود پائے جائیں نہ کہ چھپے ہوئے خواص)۔ یہ چھپے
ہوئے خواص وجود کے باطن میں پھیلے ہوتے ہیں اور یہ انبساط ان کی ماہیت
کہلاتا ہے اور ہر ماہیت کا ایک رب النوع ہوتا ہے اور حمل عرش ان کے ظہور کا باعث ہوتا
ہے۔ دوسرے تجلیات متعدد الوقوع (واقع ہونے کی استعداد) یعنی وہ خواص جو اپنے ظہور
کے لیے قوائے کواکب کی تاثیر کے منتظر رہتے ہیں (یہ ہیاکل کہلاتے ہیں) تجلیات اول جبل
مشتمل نہیں ہیں اور نہ تجلیات ثانی اضافی ہیں (ایک دوسرے سے تمیز کرنے کے لیے)
یعنی جیسے دو آئینہ ایک دوسرے کے سامنے رکھے جائیں تو جو چہرہ ایک آئینہ میں اور دوسری
دوسرے میں بھی ظاہر ہوگا۔ اور جو دوسرے میں ہو وہی پہلے میں ظاہر ہوگا۔ ایسے
ہی معاملہ ماہیات اور ہیاکل مستعدہ (استعداد رکھنے والی ظاہری شکلیں) ان قوائے
کواکب کے درمیان متحقق ہوا اختیار ہیاکل کھانے والے ہیں جن کے بعض خواص شمس
کی تاثیر سے بعض مریخ کی تاثیر سے اور بعض زہرہ کی تاثیر سے منسوب ہیں وغیرہ وغیرہ
یہاں تک کہ افراد انسانی کے درمیان بھی قوائے کواکب کے ہیاکل کی جھلک پائی جاتی ہے
لاحقہ:۔ ایک رات عبادت کی طرف توجہ اور اس نقطہ بسیطہ میں فنائیت مخصوص
ہوئی پھر یہ سمجھا کہ اس فرد کی خصوصیات کو حذف کر کے قوائے کواکب سے ایک فرد کلی
بنایا اور وہ فرد اس سطح نور میں جو اس کے چاروں طرف ہے فنا ہو گیا۔

[illegible]

افادہ:۔ اس دوران جب کہ شاہ عالم پٹنہ سے روانہ ہوا اور نجیب الدولہ کا جاٹوں کی
فوج سے مقابلہ ہوا حضرت اقدس نے اس خاکسار کو اس مضمون کا سرفراز نامہ عنایت فرمایا

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند[1]

عجیب ماجرا پیش آیا۔ مسلمانوں کی دو فوجیں آپس میں لڑ گئیں اور ان میں باہم لڑائی
ہونے لگی۔ فقیر کو ان کے درمیان حکم بنایا۔ تمام آسمان و زمین والے اس کے منتظر
کھڑے تھے کہ دیکھیں یہ حکم کیا فیصلہ کرتا ہے۔ آخر کار ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ صوبۂ دلی
اور اکبر آباد اس کے قبضہ اور تحویل میں رہے جس نے جہاد کیا ہو اور کفار کو اس
سرزمین سے دفع کیا ہو لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ[2] اور پٹنہ
سے الہ آباد اور مالوہ مارواڑ گجرات تک فلاں کے قبضہ اور تحویل میں رہے اس لیے
کہ اس کے آباؤ اجداد بادشاہ تھے اور ان کے خاندان میں سلطنت چلی آئی ہے اور وہ
سلطنت ابھی تک منسوخ نہیں ہوئی ہے۔ جب یہ فیصلہ ہو چکا[3] تو تمام ملائکہ ارواح
وغیرہ نے کہا کہ احسنت احسنت۔ تم نے کیا ہی اچھا فیصلہ کیا۔ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ
بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ[4]

فلک گفت احسنت ملک گفت زہ قضا گفت گیر و قدر گفت دہ[5]

اقول قولی ھذا واستغفر اللہ من جمیع ما کرہ والحمد للہ رب العالمین۔

---

[1] مشک افشانی تو اے محبوب تمہاری ہی زلف کی کارفرمائی ہے لیکن مصلحت عاشقوں نے
کسی مصلحت کی بنا پر اس کی تہمت آہوئے چینی پر رکھ دی ہے۔

[2] ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھے ٹھکانے سے بٹھائیں گے اور آخرت کا اجر اس سے کہیں بہتر ہو
[3] جو تمہارے فیصلہ پر عمل نہ کریں وہ ظالم ہیں
[4] آسمان والے پکار اٹھے۔ تم نے کیا اچھا فیصلہ کیا اور فرشتے پکار اٹھے کیا خوب۔ کاتب قضا
قدرت کا اس فیصلہ کو قبول کرو اور تقدیر نے کہا کیا خوب۔

افادہ:- ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ شب دوشنبہ کو ارشاد فرمایا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ
اپنے گھر سے مغموم باہر نکل گیا ہوں اور حضرت والدہ مکرمہ قدس سرہا پیچھے پیچھے فقیر کی اس
حرکت پر (گھر سے باہر نکل جانے پر) ناراض ہیں ہرچند ان سے عذرِ معقول کرکے ان کو تسلی
دے رہا ہوں (وقائل کر رہا ہوں) کہ گھر سے باہر نکل آنے کا سبب کسی قسم کا رنج و ملال نہیں ہے بلکہ
یہ دیوانوں کا کام ہے۔ آپ چند روز کے لیے اس کی اجازت دے دیجیے کہ میں چند ایام گھر
سے باہر گزاروں، اسی اثنا میں دیکھا کہ حضرات چشتیہ کا جم غفیر جس میں شیخ عبدالعزیز اور شیخ
گنگوہی کے متبعین نیز حضرت شیخ محمد و شیخ عبیداللہ قدس اللہ سرہم بھی موجود ہیں اسی پر مصر ہیں
کہ گھر واپس چلے جاؤ کسی دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں۔ ان سے بھی میں یہی عذر کر رہا ہوں کہ میری
فطرت ایسی نہیں ہے کہ کسی رنجیدگی کے سبب گھر کی سکونت ترک کر دوں۔ اس قسم کی حرکت ناسمجھ
آدمی سے صادر ہوتی ہے میرے متعلق یہ خیال نہ فرمایا جائے لیکن میرے اس سب کہنے کے
باوجود میرا کوئی عذر قابلِ قبول نہ ہوا اور آخر کار وہ مجھے لوٹا کر گھر پہنچا دیا، پھر دیکھا کہ بزرگانِ
چشت کے حضور میں محفلِ سماع منعقد ہے۔ محمد امین نے کہا کہ اس وقت گانے کا موقع نہیں ہے اور
میں بہ پاسِ ادب کوئی بات سماع کے جواز اور عدمِ جواز پر نہ کہہ سکا۔ اسی کشمکش و پیچ میں ان
حضرات کی ضیافت کا خیال آیا۔ خواجہ عبدالحکیم سے میں نے کہا کہ اس وقت گھر سے تو ان کی
ضیافت کا انتظام ممکن نہیں بازار سے مٹھائی وغیرہ لے آؤ۔ اور تقریباً چار سو روپیوں کی
فرمائش کی پھر میری آنکھ کھل گئی۔ جاننا چاہیے کہ اس واقعہ کا ظہور ان ایام میں ہوا جب حضرت
قدس سرہ نے فتنۂ ابدالی کے سبب وطن سے ہجرت فرمائی اور [illegible] میں قیام فرمایا تھا اور ان دنوں حضرت
شیخ بزرگ شاہ عبدالرحیم قدس سرہ کے عرس کا زمانہ آگیا۔ خواجہ عبدالحکیم مذکور کے دل میں آیا (ایسا)
ہوا اور انھوں نے چار سو روپیاں بازار سے خرید کر ان کے مزار شریف پر جاکر فقرا کو تقسیم کیں

افادہ:- خواجہ محمد امین نے بیان کیا کہ ایک بار میں نے عشرہ میں دیکھا کہ جناب حضرت ذی المنت
تعالیٰ مجھے اپنے مقامات و کمالات تحریر کرنے کا حکم فرما رہے ہیں اور بندہ اس کام کی انجام دہی میں لگ گئے

اپنے کو قاصر سمجھتے ہوئے عرض کر رہا ہوں کہ کس طرح لکھوں ارشاد فرماتے ہیں کہ لکھو میں نے
عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو سید آدم بنوریؒ کے مقامات کے مثل لکھوں فرمایا کہ وہ بھی لکھو، اس
وقت یہ سمجھ میں آیا کہ حضرت کا مقصد دوسرے ہی مقامات کا ہے پھر میں نے دیکھا کہ
لطفِ خاص خلوت کا مقتضی ہے چنانچہ آپ ایک سمت چلے اور غلام کو بھی اپنے ساتھ لے
چلے چلتے چلتے ایسی جگہ پہنچے جو لوگوں سے بالکل الگ تھی وہاں کھڑے ہوگئے اور ایسا معلوم
ہوتا تھا کہ روئے مبارک کو از راہ انکسار چھپا رہے ہیں اور دیوار کی سمت متوجہ ہو کر فرما رہے
ہیں کہ لکھو، کیونکہ آنحضرتؐ کے عوض ہر زمانہ میں ایک شخص پیدا ہوتا رہتا ہے اور اس شخص
سے اشارہ اس وقت بہ نفسِ نفیس اپنی ذات کی طرف تھا غلام سمجھا کہ مقام مجددیہ کے بارے
میں ارشاد فرما رہے ہیں لیکن پھر آپ کی مراد اس ارشاد سے یہ سمجھی گئی کہ یہ مقام مقامِ مجددیہ سے
بھی بلند ہے۔ اور اسی طرح کتنی ہی بار ایک ہی دن میں لطف و محرمیتِ خاص کے مشاہدہ کا
اپنے حق میں ان اشارات و بشارات سے اتفاق ہوا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

افادہ:- حضرت اقدس نے ایک بار بعد اعتکافِ عشرہ تحریر فرمایا کہ عزیز القدر من یہ واردات
مکاشفات کے قبیل سے نہ تھے جن کی تشریح کی جاسکے بلکہ ان حالات کے قبیل سے تھے
صرف اسرار و رموز میں بیان کیے جاسکتے ہیں اور مختصر یہ ہے کہ جوارح بعض حوادثِ کون
(یعنی عالم میں جو واقعات رونما ہوتے ہیں) میں مستی پیدا کرتے ہیں اور اس مستی کی شرح اس
مستی کے علاوہ نہیں ہو سکتی۔ اس مستی و بیخودی کا اندازہ اس مستانہ مستی و بیخودی کے بغیر
نہیں ہو سکتا، ان چند اشعار پر اکتفا کی جاتی ہے ؎

کہ باور کند ایں حرف از فقیرِ خاکسار ۔ کہ ظلِ عالمِ قدس است انکار و قبول او[1]

[1] یعنی فقیرِ خاکسار کی اس بات پر کون یقین کرے گا کہ اس کے انکار و اس کی قبولیت عالمِ قدس کا ظل ہے
اس کی انا کا اس کے باطن میں آئینہ کی طرح کوئی زنگ نہیں ہے اور اس کا عکس اور فصول [illegible] جس
طرح دوپہر (یعنی حضرت کے باعث اس کی انا بھی آئینہ ہوگئی ہے) آفتاب کی شعاع اس روزن کی راہ سے

(باقی اگلے صفحے پر)

نہ دارد باطنش از خویش آئینہ صفت زنگ — طلسم حیرت آموزست تمکین و فضولش
شعاع آفتاب از راہ دل از زن بجا ریزد — بجز این نکتہ نتوان بست مضمون حصولش
حباب آسا ز خود خالی ز سطح بحری چو شد — وجود او شود او شہود او حصول [illegible]

افادہ :- حکیم ابوالوفا جو حضرت اقدس کے راسخ الارادت معتقدین میں سے ہیں بیان کیا کہ حضرت اقدس سے عقیدت اور حاضری آستانہ شریفہ سے قبل یہ خواب دیکھا کہ دو بڑے دروازے ہیں ایک دوسرے سے متصل ایک دروازہ اس کی نشاندہی کرتا ہو کہ وہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا ہو اور وہ بند ہو اور دوسرا دروازہ اس کی نشاندہی کرتا ہو کہ وہ آنحضرت کا ہو اور اس کو کھول دیا گیا ہو جب وہ کھولا گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس اس دروازہ کے اندر تشریف فرما ہیں اس کی وجہ سے حضرت اقدس سے مزید اعتقاد و رسوخ پیدا ہو گیا۔

افادہ :- حضرت اقدس نے ایک بار نیاز گل خاں کو جن کے سپرد نجیب الدولہ نے متعدد پرگنات کئے تھے اور انہیں حضرت اقدس کے حضور میں کافی رسوخ و اعتقاد تھا، یہ تحریر فرمایا کہ تمہارے نائبوں کی شکایات کا جو ان پرگنات میں ہیں عالم ملکوت میں چرچا ہو اس کا تدارک کرنا چاہیے ورنہ بگڑ کر بعد خود بخود اس کا تدارک ہو جائے گا۔ وہ باوجود آپ کی اس تنبیہ کے اس کو نظر انداز کر گئے بہت دن نہ گزرے تھے کہ پرگنات کے بعض لوگوں نے ان کے ایک نائب کی شکایت نجیب الدولہ سے کردی اور یہ ان کے مواخذہ کا سبب ہوا اور وہ اس عہدے سے معزول کر دیئے گئے۔

افادہ :- حکیم ابوالوفا نے ایک بار اپنے روزینہ کا دستاویز کاغذ جس میں کا کچھ حصہ جاری تھا نیاز گل خاں کو دے کر کہا کہ وہ نجیب الدولہ سے دستخط کروا کر باقی بھی جاری کرا دیں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) [illegible] ان کے وصول کے متعلق بجز اس نکتہ کے کچھ نہیں کہا جا سکتا یعنی اس عالم [illegible] فیض جاری ہو کہ روزن سے گزرتا ہوا کائنات کو منور کرتا ہو اور یہی اس کا وصول ہو اور مثل حباب اپنے سے خالی سمندر کی سطح سے اس کا وجود خود شہود جوش مارتا ہو اور یہی اس کا حصول ہو [illegible] بالا ابیات میں [illegible] انا الحق کہا، اس وقت [illegible] جب انا بھی لاپتہ ہو جائے [illegible] اس کا مطلب یہ ہوا کہ حق کا حصول و وصول حق ہی کا ہو [illegible]

تھوڑے دنوں بعد جب حکیم صاحب موصوف نے ان سے وہ مذکورہ کاغذ مانگا تو خان مذکور کو یاد آیا اور انہوں نے اس کو بہت تلاش کیا لیکن نہ ملا اس وقت وہ یہ سمجھے کہ وہ گم ہو گیا جواب دیا کہ میرے پاس نہیں ہو شاید تم لے گئے ہو وہ بہت پریشان ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہیے جو سند تھی وہ بھی گم ہو چکی (اور کوئی ثبوت باقی نہ رہا) پریشان ہو کر حضرت اقدس سے یہ صورت حال عرض کی اور اپنا اضطراب بیان کیا۔ آپ نے اسی وقت دست مبارک اٹھائے اور دعا کی۔ پھر نیاز گل خاں کو تحریر فرمایا کہ خوب اچھی طرح ڈھونڈو۔ انہوں نے آپ کے لکھنے کے مطابق پھر بہت تلاش کیا لیکن کاغذ نہ ملنا تھا نہ ملا۔ اسی پریشانی میں تھے کہ ایک شخص نے ایک کاغذ لا کر دیا کہ یہاں پڑا ہوا تھا جب انہوں نے اس کو دیکھا تو وہ وہی گم شدہ دستاویز تھی۔

افادہ :- ایک بار حضرت اقدس نے مخدوم محمد معین ٹھٹھی کو (جو بہت بڑے عالم صوفی مشرب نیز راسخ العقیدہ معتقد تھے) تحریر فرمایا اور ان کو زمانہ رحلت کے قریب پر یہ تحریر فرما کر آگاہ فرمایا کہ ان ایام پیری میں جب کہ زمانہ رحلت قریب ہے مرضی الٰہی یہ ہو کہ اپنے کو اس نسبت پر جو شیخ ابوالقاسم قدس سرہ سے حاصل کی ہے عام [illegible] توحید کے [illegible] کی تفصیلات [illegible] حاصل [illegible] اپنے کو رو رکھیں۔ اور تجلی اعظم میں جس کو شیخ اکبر نے عرف عام میں حقیقت محمدیہ سے تعبیر کیا ہو مستغرق رکھیں۔ اس وقت اسی مجمل بات پر اختصار فرمایا۔ والسلام۔ اس صحیفہ کے موصول ہونے کے چند ہی ماہ بعد مخدوم مذکور نے رحلت کی۔ اس وقت اس بات کی حقیقت لوگوں پر واضح ہو گئی۔

افادہ :- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ یہ نظر آ رہا ہو کہ جو علماء ظلی کو نظر آئے ان کی نسبت بہت مجموعہ یقین و تمکین و تعظیم ہو اور ان میں جنبش و حرکت محض داعیہ آلہیہ و الہام فرقانیہ سے ہو اور ہو بغیر جنبش نفسانیہ اور خواہش طبیعیہ کی آمیزشوں کے۔

افادہ:- محمد جواد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرتِ اقدس سے صحیح بخاری پڑھا کرتا تھا۔ اس
سے کچھ باقی رہ گیا تھا کہ رمضان شریف آ گئے۔ اور ماہ مذکور ختم ہونے کے بعد میرا گھر
جانے کا قصد تھا۔ ایک روز میں حضرتِ اقدس کو وضو کرا رہا تھا کہ میرے دل میں یہ خطرہ
آیا کہ بخاری شریف کے جو چند جزو باقی رہ گئے ہیں اگر اسی رمضان میں وہ بھی ختم ہو
جائے تو بہت اچھا تھا لیکن اس کے اظہار سے مجھے شرم آئی۔ اچانک حضرتِ اقدس
نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ بخاری شریف کو رمضان میں ہی ختم کر لو۔ سبق شروع ہوا
اور تھوڑا تھوڑا پڑھنا شروع کیا۔ ایک روز جب اوراق شمار کیے تو معلوم ہوا کہ اس
طرح پڑھنے میں تو وہ رمضان میں ختم نہ ہو پائے گی۔ میں نے دل میں کہا کہ اگر کسی دو
وقت بھی سبق ہو تو جلد فراغت ہو جائے گی۔ آپ نے پھر اسی وقت متوجہ ہو کر فرمایا کہ
ابھی تو بہت سے اوراق باقی ہیں، دوسرے وقت بھی پڑھا کرو۔ حضرتِ اقدس
کے سامنے اس قسم کے خطرات سے میں بہت شرمندہ و نادم ہوا۔

افادہ:- شیخ عبدالعزیز صاحب جو حضرتِ اقدس کے خلف الصدق ہیں بیان
کرتے ہیں کہ ایک بار رمضان میں ایک جگہ سے ایک سو روپیہ حاصل ہوئے تھے۔
حضرت نے یہ مصرف پایا کہ اسے قمیصوں اور گیہوں پر صرف کریں اور بجائے اس کے
دوسرے خانگی امور کے لیے وہ مانگے گئے۔ حضرتِ اقدس نے ارشاد فرمایا کہ میں جب
اللہ تعالیٰ کو یا رزاق کہہ کر پکارتا ہوں اور اس کے واسطے سے مجھے جو کچھ عطا ہوتا
ہے وہ میں اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہوں اور جب یا وہّاب کہہ کر پکارتا
ہوں اور اس سے جو کچھ عنایت ہوتا ہے اُسے فقرا و محتاجوں پر صرف کرتا ہوں اور
یہ عطیہ (بھی) اسی قبیل سے ہے۔

واقعۂ جاں کاہِ غم پُرسوز و اندوہ و الم

حضرتِ اقدس قدس سرہٗ الاطہر

جاننا چاہیے کہ حضرتِ اقدس نے زبانِ غیب ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ فقرا
میں سے ایک شخص نے (اور اس سے اشارہ خود اپنی ذاتِ اقدس کی طرف فرمایا)
اپنی عمر کے تعین کے بارے میں معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ پچیس سال ہو گی۔ ایک بار
اُسے ایک سخت مرض نے آ گھیرا۔ اس میں اس نے یہ مشاہدہ کیا کہ ایک جسم انسانی
پرانا و بوسیدہ ہے، ایک فرشتے نے اس کے ہر ہر عضو (بند بند) کو جدا کیا اور پھر
اس کے ایک ایک ذرہ میں تجسس و تلاش کر کے اس میں سے ایک چھوٹا سا جوہر
انسانی سفید و براق روشن و چمکدار جس میں زہرہ کی میراث تھی نکال کر اس
شخص کے ذہن کے اوپر رکھ دیا۔ اس عمل سے اس کی مقررہ عمر میں اضافہ ہو گیا
اور وہ ساٹھ سال ہو گئی اور عمر میں یہ زیادتی شخص مذکور کی وجہ سے ہوئی۔ اس کے بعد
اس مقدار عمر پر بعض ارواح کی برکات اس طرح نازل ہوئیں کہ گویا ان ارواح
مذکورہ نے اس شخص کے نفس کو اپنا ذاکر قرار دے دیا۔ ساٹھ سال سے بھی دو ایک
سال مزید بڑھ گئی۔ اس امر کے ارشاد کے بموجب جب ۶۱ سال گزر گئے اور سن شریف

---

[۱] حضرتِ اقدس اپنے اس مشاہدہ کو اٹھارہ سال قبل بیان فرما چکے تھے۔ اس وقت سالکین
میں سے کوئی نہ سمجھ سکا تھا۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۶۱۔

آکھٹے سال ہوا، واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرت صلعم آپ کی مسجد میں جو شاہجہاں آباد
میں ہے تشریف لائے اور جسم اطہر سے کپڑے اتار کر تین بار خاک پر لوٹے۔ اس کے
بعد اس جگہ ایک جدید مسجد تیار ہوئی۔ انھیں ایام میں ایک رات حضرت شاہ ولی اللہ
تہجد کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ غیب سے ایک آواز سنی کہ احسان اللہ کا واقعہ
ہوگیا۔ اس سے سخت متوحش اور متفکر ہوئے۔ پھر معلوم ہوا کہ اس سے مراد اسم صفت
تھی۔ پھر حضرت اقدس نے ماہ شعبان سنہ مذکور میں حسب معمول قصبہ بڈھانہ میں
اعتکاف فرمایا جس میں سخت ریاضات و مجاہدات فرمائے۔ جب رمضان کی ۲ تاریخ ہوئی
آپ کے بازو میں درد پیدا ہوا اور اتنا شدید ہوا کہ ناقابل برداشت ہوگیا تو بغرض علاج
خلوت کو موقوف فرمایا اور علاج کے بعد جب وہ درد زائل ہوگیا تو پھر خلوت نشینی
فرمائی۔ دوبارہ پھر مرض نے عود کیا اور پھر علاج سے دفع ہوگیا لیکن بھوک تقریباً ختم ہوگئی
اور فم معدہ پر ایک سختی پیدا ہوگئی اور تنفس لاحق ہوا اور سوداء القنیہ[1] پیدا ہوگیا
آپ اس کے علاج میں مشغول ہوئے کبھی اس میں تخفیف ہوجاتی تھی اور چند روز
بعد پھر عود کر آتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر تمام خدام پر خوف و اضطراب طاری ہوا۔ لیکن
آنجناب کے معتقدین میں ایک صاحب جو فن طب میں ماہر تھے شاہجہان آباد سے بغرض
علاج میں مشغول ہوئے۔ انھیں ایام میں ایک روز ارشاد فرمایا کہ آج رات باہمی خصومت و
مزاحمت کی نشانیاں مجھ پر ظاہر ہوئیں جس کی وجہ سے بعض علمی اسباب مفتوح ہوئے
میں نے دیکھا کہ زندگی کو منقطع کرنے اور باقی رکھنے والوں کے درمیان مزاحمت و
مخاصمت دائم کشمکش واقع ہوئی اس کی مثال بالکل ویسی ہی تھی جیسی ملاء اعلیٰ
کے درمیان ہوتی ہے۔ یہ صورت حال نصف شب تک رہی۔ پھر اس کے بعد زندگی کو
باقی رکھنے والے اسباب غالب آئے یعنی قضایائے نفاذ (نافذ ہونے والے فیصلے)

[1] القنیہ مرض استسقاء

نازل ہوگئے۔ اگرچہ بقا کی مدت بھی معلوم ہوچکی ہے لیکن اس کے اظہار کی اجازت
نہیں ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اس عالم سے انتقال کے بعد اخلاق رذیلہ و حمیدہ کے
مابین بھی مخاصمت واقع ہوتی ہے کبھی ایک فریق دوسرے کو بالکل فنا کر دیتا ہے اور
کبھی ایک فریق دوسرے کے حکم کی تکمیل کو روک دیتا ہے یا اس مخاصمت کے تہائی
یا چوتھائی حصہ کو فنا کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے
قضا یا بقا اسی صورت سے نازل ہوتی ہے۔ اور وہ کیفیت کی صورت اس شخص کا
مستقر و مقام ہوجاتا ہے۔ اور قرآن مجید میں جو یہ واقع ہوا ہے کہ تخاصم اہل النار
اس سے اشارہ اسی تخاصم اخلاق کی جانب ہے اور اسی کی مثال دیتے ہیں۔
انھیں ایام میں ام المریدین یعنی صاحبزادوں کی والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ
میں نے خواب دیکھا کہ ایک بلند مقام ہے اور اس مقام پر ہم بیٹھے ہوئے ہیں
اور ایک شخص طویل القامت، سیاہ داڑھی سبز رنگ کا ایک کپڑا بغل میں دبائے سامنے
بیٹھا ہے اور اسی مقام پر ایک دوسرا شخص بھی صالحین کی صورت کا بیٹھا ہے
اسی اثنا میں فرزند عزیز عبدالقادر آکر کھڑے ہوگئے۔ وہ شخص جو سامنے بیٹھا ہوا
تھا اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ دنیا سے چلا گیا ورنہ اپنے لڑکے کی خود تعلیم
تربیت کرتا۔ میں نے اس کی یہ تلخ بات سن کر نہایت غصہ سے اس سے کہا کہ تم جو
کچھ کہہ رہے ہو کیا ہمارا گھر برباد اور ہم کو بے سروسامان کرنا چاہتے ہو۔ کہنے لگا کہ
کیوں خراب ہوگا اور کیوں برباد ہوگا۔ میں جتنا ہی اس کی باتوں پر غصہ کر رہی ہوں
وہ اتنا ہی اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔ اس دوسرے شخص نے کہا کہ ان بچوں سے
قطع نظر کرکے کچھ خیال دین کا بھی کرنا چاہیے۔ پھر وہ کہنے لگا کہ دین کا کیا نقصان
ہے یہ لوگ جب اس عالم میں چلے جاتے ہیں تو ان کی محبت دین کی بقا کے لیے
دوگنی ہوجاتی ہے۔ اسی اثنا میں حضرت اقدس تشریف لے آئے۔ اور اسی چلے

شخص کی طرف متوجہ ہو کر اس کے پاس بیٹھ گئے اور اس سے خندہ پیشانی سے باتیں
کرنے لگے یہ دیکھ کر وہ دوسرا شخص کہنے لگا کہ اب تو حضرتِ اقدس نے اس سے
ملاقات کر ہی لی اس کی بات پر مصالحت ہو جائے گی۔ جب اس خواب کے بعد
میری آنکھ کھلی تو نہایت متفکر ہوئی اور یہ خواب حضرت سے بیان کیا آپ نے
اس وقت تو سکوت فرمایا اور دوسرے دن یہ فرمایا کہ ناسوت و ملکوت کے ملاء کو
ملاءِ اعلیٰ سے حکم مل چکا ہے۔ اور اس کی وضاحت نہ فرمائی۔ پھر ایک دوسرے موقع
پر فرمایا کہ موت جبلی چند وجوہات سے ہوتی ہے بعض کامل افراد کا صرف یہی انتقال
ہے۔ آپ کا یہ فرمانا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ بعض کاملین ورثہ نبوت کو کلیۃً
درحقیقت اس دنیا سے انتقال کے بعد ایک اور زندگی اس دنیاوی زندگی کی طرح عطا
ہوتی ہے اور وہ وہاں سے اس دنیا کے بعض امور کی طرف توجہ کرتے ہیں چنانچہ
انھیں ایام میں اسی سلسلہ میں ایک بار صاحبزادوں سے ارشاد فرمایا کہ پچیس سال
تمہاری تعلیم و تربیت کے لیے ہم کو عطا فرمائے ہیں۔ جب مرض نے شدت اختیار کی
تو بعض فدویوں کی عرضداشت پر [illegible] کو شاہجہان آباد کی طرف ہجرت فرمائی۔
تمام اطبا حاضر ہوئے ہر ایک نے اپنی تشخیص کے مطابق مختلف تدابیر کیں اور
جو کچھ ممکن تھا وہ کیا لیکن کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ ایامِ مرض میں آپ کی
رقتِ قلبی اتنی زیادہ بڑھ گئی تھی کہ اگر کوئی ذرا سی نازک بات بھی زبانِ حقائق
ترجمان سے نکلتی تو ایسا شدید گریہ طاری ہوتا کہ اپنے کو بڑی مشکل سے روک پاتے
اور ضبط کر کے بات کو پوری فرماتے اور شاعر کے اس قول کے مصداق معلوم ہوتے

کرامت کن دلِ نازک چو شبنم ۱؎ ۔ کہ گر بادے بجنبد باشد از ہم

۱؎ شبنم کی طرح نازک دل عطا فرمائیے کہ اگر ہوا بھی اس کو جنبش دے تب بھی وہ [illegible]

اور یہ حال تمام حاضرینِ مجلس میں سرایت کر گیا تھا۔ انھیں ایام میں ایک روز یہ فرمایا
کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز بیشتر اوقات ہماری نظروں
کے سامنے جلوہ گر رہتے ہیں دو رخ قائم رہتی ہیں اور جس وقت پانی کا گلاس ہاتھ میں
لیتا ہوں یا کھانے کی کوئی چیز سامنے لائی جاتی ہے تو دیکھتا ہوں کہ وہ موجود ہیں اور اس
سلسلہ میں اہتمام فرما رہے ہیں۔ انھیں ایام میں ایک افغانی شخص محمد بیگ نامی جو
آپ کا مرید تھا ایک رات آپ کے پائے مبارک دبا رہا تھا اسی حالت میں اسے غنودگی
آگئی دیکھا تو حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آپ کے سر مبارک کے قریب کھڑے
ہوئے فرما رہے ہیں کہ روانہ ہو چلو، اسی وقت وہ جاگ پڑا اور جو دیکھا تھا
خدمتِ اقدس میں عرض کیا فرمایا کہ وہاں وہ تشریف لائے تھے۔ انھیں ایام میں
ایک روز مزاج مبارک نہایت متغیر ہو گیا ایسا کہ ہاتھ پیر سرد ہو گئے اور نبض غائب
ہو گئی اور سانس انتہائی تیز چلنے لگی۔ یہ دیکھ کر سب پر قلق و اضطراب طاری ہوا
اور کچھ بھی مایوس ہو کر روتے ہوئے اٹھ گئے۔ حضرتِ اقدس نے جب یہ صورتِ حال
ملاحظہ فرمائی تو اپنی حالت پر رجوع ہو کر تمام حاضرین کو تسلی و تسکین دینے لگے اور
فرمانے لگے کہ اللہ کی قدرت اور رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہیے ع

باشد کہ ازیں حال افاقت بخشد

اور اس وقت غلام کی اضطرابی کیفیت کو ملاحظہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

گر بدانستی کہ ظل کیستی ۱؎ ۔ فارغی گر مردہ گر زیستی

اور بعض احباب (مخصوصین) نے انتہائی مضطرب ہو کر عرض کیا کہ یہ ہماری شامتِ
اعمال کا خمیازہ ہے۔ از بسکہ حضرتِ اقدس ہماری پشت پناہ ہیں یہ تکلیفِ ذات
کی مضافات ہماری ہی وجہ سے ہے۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ تمام امورِ عالم بشریت

۱؎ اگر تم یہ جان لو کہ کس کا سایہ ہو تو موت و زیست کے خیال سے فارغ ہو

کے لوازم ہوتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ہاں کبھی کبھی خانگی معاملات میں شرکت صاحب
مجلس کے ساتھ بھی حاضرین کو ایک دوسرے سے واجب کر دیتی ہے یعنی جب ایک
سے پرسش ہوتی ہو تو اس کے ساتھی سے بھی کی جاتی ہے جو اس خانگی معاملات میں بھی
شریک ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے ما بال اناس لا یحسنون
الوضوء فیلبس علی صلوتی (لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ اچھی طرح وضو نہیں کرتے اور
پھر وہ وضو نہیں بھیجتے) اس ارشاد سے تمام حاضرین نہایت متعجب ہوئے کہ ایسی حالت
میں اس قسم کی دقیق معرفت کے ساتھ کلام کرنا کسی انسان سے ممکن نہیں۔ اس وقت
آپ کے بڑے صاحبزادہ میاں محمد صاحب انتہائی مضطرب و بےچین ہو رہے تھے اور
لوگ انھیں تسلی دے رہے تھے۔ اتنے میں حضرت اقدس نے اس خاکسار کی طرف متوجہ ہو کر
ارشاد فرمایا کہ کیا سمجھتے ہو۔ اس سلسلہ میں جو کچھ بار ہے ان پانچوں بھائیوں پر ہی ہے۔ ہوشمند
حضرات نے آپ کے اس فرمانے سے اشارہ سمجھ لیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ پانچوں بھائی
خلافت کے مستحق ہیں۔ پھر آپ کو افاقہ ہو گیا۔ انہی دنوں ایک روز شیخ عبد العزیز نے
(جو ظاہری و باطنی ہر حیثیت سے آپ کے حقیقی جانشین ہیں) فرمایا کہ ہمارے
حضرت قبلہ گاہ نے جب اس عالم سے رحلت فرمائی تھی تو ہم تمہاری ہی عمر کے تھے اور
میاں اہل اللہ یعنی آپ کے برادر خورد، رفیع الدین کی عمر کے تھے۔ اور اکثر اوقات ہم
مزار شریف پر ان کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے اور حقیقت کی راہ ہم پر
کھل جاتی تھی۔ یہ واقعات بیان فرما کر اپنی قرب رحلت کی طرف آگاہ فرمایا اور
ایک روز فرصت کے اوقات میں اپنے دو چار فرزندان گرامی کو ان بشارات عظیمہ
سے نوازا۔ شیخ عبد العزیز صاحب سے فرمایا کہ میرے فرزند شیخ محمد کی نسبت مع الٰہی
مثل شاہ حسین کی نسبت کے بتائی گئی جس کو راقم بھول گیا اور تمہارا نام ملاء اعلیٰ میں
حجۃ اللہ ہے اور رفیع الدین کا نام ابو العجائب یعنی معاصرین کے مسخر ہوں گے جو کچھ ان کی

زبان سے نکلے گا ویسا ہی واقع ہوگا۔ اور عبد القادر کا نام معین الحق ہے جو حجۃ اللہ کی کسی
طرح پر اعانت کرے گا مال سے یا کسی دوسری طرح سے۔ اس پر شیخ عبد العزیز نے عرض
کیا کہ کیا مجھے ولایت حاصل نہ ہوگی فرمایا تم نہیں سمجھے اللہ تعالیٰ کی مراد پوری کرنے میں
حجۃ اللہ جا بجا ظاہر ہی ہوتا ہے۔ الحمد للہ کہ ان بشارات کے آثار ان میں سے ہر ایک میں ظاہر
و باہر ہیں۔

جب محرم الحرام ۱۱۷۶ھ کی آخری تاریخ ہوئی اور عمر شریف کا باسٹھواں
سال شروع ہوا سنیچر کے روز صبح کے وقت حضرت مرزا جان جاناں (حضرت مرزا
مظہر جان جاناںؒ جو سلسلۂ نقشبندیہ احمدیہ کے مشہور مشائخ میں سے ہیں) مع اپنے
احباب کے عیادت کو آئے ان کی آمد پر تخلیہ کرا دیا گیا اور بجز چند مخصوصین کے جن کا
طفیلی یہ غلام بھی تھا کوئی اور نہ تھا۔ حلقۂ مراقبہ ہوا اور تقریباً آدھ گھنٹہ صحبت
گرم رہی۔ جب مجلس مراقبہ ختم ہوئی اور مرزا صاحب نے رخصت چاہی اسی وقت
مزاج شریف متغیر ہوا اور آناً فاناً آثار وصال ظاہر ہوئے اور اسی روز وقت
ظہر طائر روح پاک نے عالم قدس کی طرف طیران فرمایا اور رفیق اعلیٰ سے
واصل ہو گیا ؎

نظم

آں بادی زمانہ رُخ اندر نقاب کرد | زیں شیوہ خانماں جہاں را خراب کرد
در روزگار عمر نہ دیدست ایں چنیں | زیں صعب تر غمے کہ دلم تہ آب کرد
ہر کس کہ نالہ ہائے جگر ریش ما شنید | شب را تمام روز قیامت حساب کرد
خود فصل ہر گز دیدہ یاراں فراق داد | خود بادہ خوردہ و جگر ما کباب کرد

غرضکہ اس مصیبت کی کیا شرح کی جائے اور اس غم کے ماتم کا کیا حال بیان

۱؎ اگر تم یہ جان لو کہ کس کا سایہ ہو تو موت و زیست کے خیال سے فارغ ہو جاؤ۔

کیا جائے کہ من لم یرض بقضائی و لم یصبر علی بلائی فلیطلب ربا سوائی و لیخرج من تحت سمائی[1]۔ کی وعید شدید دل کو خون کئے دیتی ہو اور زبان کو حرکت کی سکت نہیں دیتی۔ جس رات حضرت اقدس نے اس دار فانی سے عالم علیین کی طرف رحلت فرمائی میاں فضل اللہ جو آپ کے مخصوص خلفا میں نماز تہجد پڑھ رہے تھے اسی اثنا میں دیکھا کہ حضرت شیخ بزرگ شاہ عبدالرحیم قدس سرہٗ کے مقبرہ کے اندر تین مزار ہیں اور وہاں لوگ بیٹھے ہوئے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ انھوں نے پوچھا کہ یہ تیسرا مزار کس کا ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں حضرت نظام الدین اولیاء دفن ہیں انھوں نے کہا کہ حضرت نظام الدین اولیاء کا مزار تو شہر سے باہر ہے کہنے لگے کہ نہیں وہ اسی جگہ دفن ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان کو نہایت رنج ہوا جب دن ہوا تو ظہر کے وقت یہ واقعۂ جانکاہ رونما ہوا پھر آپ کا مزار بنا اور اسی جگہ بنا جہاں کا انھیں مشاہدہ ہوا تھا۔ نیز جس روز حضرت اقدس نے وصال فرمایا ایک مرد صالح (جس کو آپ سے ملاقات کا اتفاق نہ ہوا تھا) نے خواب دیکھا کہ حضرت سرور کائنات اور صحابۂ کرامؓ ایک مقام پر تشریف فرما ہیں اور یہ شخص بھی اس مقام پر حاضر ہو۔ ناگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ وہاں سے اٹھ کر ایک جانب تشریف لے گئے اس نے پوچھا کہاں تشریف لے گئے لوگوں نے کہا کہ شاہ ولی اللہ آرہے ہیں ان کے استقبال کو تشریف لے گئے ہیں۔ ایسا ہی ایک دوسرے شخص کا بھی واقعہ ہے جو بین منزل راہ پر تھا اس نے خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا چبوترہ ہے جس پر فرش بچھا ہوا ہے اور اس پر حضرت اقدس انتہائی حسین شکل میں لباس فاخرہ زیب تن کیے

[1] جو میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری بلا پر صبر نہ کرے تو اسے چاہیے کہ میرے علاوہ کوئی اور رب تلاش کرے اور میرے آسمان کے نیچے سے نکل جائے۔ (حدیث قدسی)

ہوئے تشریف فرما ہیں اور یہ رائی (خواب دیکھنے والا) بھی خدمت اقدس میں حاضر ہو۔ ناگاہ آنحضرت ﷺ کی سواری پہنچی جس کا ہر وصف انتہائی پرتکلف مثل حجلہ عروسی کے ہو۔ اس کو اس چبوترہ کے قریب لایا گیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چہرہ مبارک اس حجلہ سے باہر نکال کر حضرت اقدس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ ہم محض تمھیں کی وجہ سے آئے ہیں۔ اور حضرت اقدس کے بڑے صاحبزادہ شیخ محمد صاحب نے فرمایا کہ وصال کے دوسرے روز حضرت اقدس ہماری نظر میں متمثل ہوئے۔ آپ کی برزخ ہمارے سامنے آئی، اور فرمانے لگے کہ جس وقت (میرا) انتقال ہوا تو مجھے عالم ملکوت میں سے ان عوالم میں سے جن کی کسی کو اطلاع بھی نہیں ہو دور دور لے گئے۔ انتقال کے وقت سے کہ پوری رات اور اب بلکہ دو گھڑی دن تک ہم کو نہ تمھاری طرف توجہ تھی اور نہ تمھارے حال کی کوئی خبر مگر اب ہم تمھاری تربیت کی طرف متوجہ ہیں۔ پھر چند ساعت بعد دیکھا کہ اس عالم کے معاملات کی طرف متوجہ ہیں جیسے کوئی تخت شاہی پر بیٹھا ہوا امر و نہی اور سزا و جزا کے احکام صادر کرنے میں مشغول ہوتا ہے۔ اور اسی دن ایک جوان طالب علم نے یہ خواب دیکھا کہ حضرت اقدس زرد لباس میں ملبوس تشریف فرما ہیں اور میاں شیخ محمد صاحب (اس واقعہ جانکاہ سے نہایت بے قرار اور مضطرب ہیں یہ دیکھ کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ کیوں پریشان ہوتے ہو۔ کیا موت کا گمان کرتے ہو اس کے کون سے آثار ہم میں ہیں۔ اگر جسم سے روح کا انقطاع سمجھتے ہو تو دیکھ لو کہ ہم (خود) موجود ہیں اور بیٹھے ہوئے ہیں اور اگر تمھارا مطلب نقل مکانی ہے تو چونکہ وہاں گرمی تھی اس لیے ہم وہاں سے منتقل ہو گئے اور بڈھانہ سے چلے آئے ہیں۔ اور آپ کے سیوم کے روز جب کہ انبوہ عظیم و جمیع کثیر تھا اور تمام مشائخ عظام

مجھ کو انتہائی قلق ہوا اور میں دلی دروازہ (دلی گیٹ) کی طرف روانہ ہوا، دیکھا
کہ اس سمت سے حضرت اقدس کا جنازہ آ رہا ہے اور ایک جم غفیر آہ و فغاں کرتا
ہمراہ ہے۔ پھر ایک مقام پر اس جنازہ کو غسل دینے کے لیے اتارا اور غسل
دے کر انتہائی پر تکلف کفن پہنایا۔ اسی اثنا میں ایک فرشتہ نے آسمان سے
نازل ہو کر یہ پیام پہنچایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو تین ساعت کے لیے تم کو
دوبارہ زندگی عطا فرمائی ہے تاکہ جو کچھ وصیتیں تم کو کرنا ہوں کر لو۔ گویا
حضرت اقدس زندہ ہو کر بیٹھ گئے اور بآواز بلند لوگوں سے فرما رہے ہیں کہ اللہ
تعالیٰ نے مجھے اس عالم میں اس لیے بھیجا ہے کہ لوگوں کو بری عادتوں سے روکوں
اور بری خصلتوں سے پاک کروں اور اسی طرح بد اخلاقی کی برائیاں بیان فرما کر
اور تنبیہ کر رہے ہیں اور گویا کسی کی طرف اپنائیت کی نظر سے التفات ہی
نہیں فرماتے اور ہم بھی ایک گوشہ میں اس کے منتظر بیٹھے ہیں کہ (اگر) اس
وعظ و نصیحت سے کچھ سکوت فرمائیں تو اپنا حال عرض کریں۔ اسی حالت میں
جاگ پڑا اور اتفاق نہ ہوا پھر اس مشاہدہ کے چند ہی روز بعد شاہجہان آباد
جانے کا اتفاق ہوا۔ ۱۰ رجب ۱۲۵۲ھ کو مزار پر انوار کی زیارت کے لیے
آپ کے صاحبزادگان کی معیت میں جن کے ہمراہ ایک کثیر جماعت آنحضرت
کے اصحاب اور مخصوصین کی بھی تھی اور ان میں بیقلم (مولف کتاب) بھی تھا مقبرہ
میں پہنچی۔ ایک عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا جتنے چھوٹے بڑے تھے سب پر ایک
وجد عظیم طاری ہو گیا اور باد ہوا اور گریہ و زاری کا ایسا شور اٹھا کہ کسی نے نہ
دیکھا ہوگا۔ انھیں میں سے ایک جوان صالح[1] کو جو فطرت صافی رکھتا تھا،

---

[1] یہ جوان [illegible] خود مستفی تھے جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے [illegible]
[illegible] کے بھتیجے تھے جیسا کہ مقالات [illegible] کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔
(مقالات صفحہ [illegible])

ایک عجیب حال پیش آیا کہ پہلے اس کی ناک سے خون بہا اور وہ مضطرب ہوا
بعد ازاں حضرت اقدس کی طرف سے بے اختیار بطور سفارت پیغام موعظہ
پہنچانے لگا پھر اس حال میں آہستہ آہستہ مغلوب ہو گیا یا وہ خود گم ہو گیا اور سفارت
سے گزر کر حضرت اقدس کے مرتبہ جامعیہ پر فائز ہو گیا اور گویا آپ میں فنا ہو گیا
آپ کے کلمات حقائق و معارف اس کی زبان سے ادا ہونے لگے یہ معلوم ہوتا
تھا کہ حضرت اقدس خود کلام فرما رہے ہیں، اور بمصداق ان اللہ ینطق علی
لسان عمر آپ کا نمونہ ہو گیا۔ اور سائلوں کے ویسے ہی جوابات دینے لگا
جیسے حضرت اقدس دیتے تھے (جو بعینہ آپ کے مثل ہو گیا) اس وقت جو لوگ
اس سے سوالات کرتے تھے وہ ان کے بعینہ اسی طرح جوابات دیتا تھا جس
طرح حضرت اقدس اپنے زمانہ حیات میں دیا کرتے تھے، اور جو کچھ حضرت شیخ محمد

(بقیہ حاشیہ) [illegible] شاہ ولی اللہ صاحب کو تجدید کی ضرورت ہوئی کہ اپنے خلف ارشد
[illegible] کا [illegible] مولوی [illegible] پر جو [illegible] زادے مولوی
[illegible] شاہ عبدالعزیز صاحب کے تھے ایک حالت مثل [illegible] کے طاری ہوئی اور ان کی زبان
میں شاہ ولی اللہ جیسی جاری ہوا۔ اور حرکات و سکنات شاہ ولی اللہ صاحب کے ان سے سرزد
ہونے لگے بعض اشخاص جنوں پر محمول کرتے اور بعض آسیب زدہ جانتے۔ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب
نے اس حال سے آگاہ ہو کر فرمایا کہ اگر فی الواقع شاہ ولی اللہ صاحب ہوں تو بعض مشکلات
[illegible] کو حل [illegible] حضرت شاہ صاحب [illegible] حل کر [illegible] قرآن کی ایسی حالت
[illegible] کا معقول [illegible] عقدہ ہائے لاینحل [illegible] بیان سے [illegible]
[illegible] مشکلات کے حل کرنے کے واسطے [illegible] زبان و بیان [illegible] حضرت
شاہ ولی اللہ [illegible] حقائق و دقائق [illegible]
[illegible]
(مقالات طریقت [illegible] صفحہ ۱۳۲-۱۳۳)

کو مذکورہ بالا خواب کی حالت میں دکھایا گیا تھا وہ اس مشاہدہ کا مصداق ہوا تقریباً چار پانچ ساعت یہی حال رہا۔ جب اس حالت سے اس کو افاقہ ہوا یعنی اپنے ہوش و حواس میں آیا، تو اس سے اس کیفیت کے بارے میں پوچھا گیا، تو کہا کہ قاری نے جب یہ آیت شروع کی تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری پشت سے کوئی چیز آکر ٹکرائی اور قبر شریف کی طرف سے ایک جاذبہ آیا اور مجھ کو اپنی جانب کھینچ لے گیا۔ میں نے دیکھا کہ قبر مبارک شق ہوئی اور صورت مبارکہ ایک طلسم کی طرح نمودار ہوئی اور اس سے ایک نور مثل آفتاب تاباں و درخشاں میری نگاہوں میں سما گیا اور وہ طلسم صورت ان شعاعوں میں پوشیدہ ہو گئی۔ اور اس وقت آپ کے وجود کا ایسا یقین تھا کہ گویا سامنے بیٹھے رہتے ہیں۔ اور جو کچھ آنجناب مجھ پر القا فرماتے تھے وہی بے اختیار میری زبان پر جاری ہو رہا تھا بغیر اس کے اپنی طرف نسبت دیئے ہوئے (یعنی میرے علم ارادہ و اختیار کا اس میں مطلق دخل نہ تھا) اس وقت میں ایسا سمجھ رہا تھا کہ آپ اس کے منتظر ہیں کہ جب یہ تمام امور القا ہو چکیں تو توجہ اٹھائیں۔ جب وہ القا پورا ہو چکا تو وہ نور پوشیدہ ہو گیا پھر مجھے افاقہ ہوا اور میں اپنی اصلی حالت پر واپس آگیا۔ الحاصل اس وقت بکثرت سوال و جواب درمیان میں لوگ کرتے رہے اور حضرت اقدس اُس جوان کی زبان سے بیان، افادہ فرماتے رہے اسی دوران کسی شخص نے اس مجمع میں یہ بھی پوچھا کہ کیا اس سے قبل بھی کبھی اس قسم کی باتیں ظاہر ہوئی ہیں جواب دیا کہ نہیں یہ ہمارے ہی لیے مخصوص ہے کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی اِنَّ اللّٰہَ یُؤْتِی مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَاءُ۔

حضرت اقدس کی بعض تاریخہائے وصال جو مختلف قدردانوں نے موزوں کی ہیں لکھی جاتی ہیں۔

ایک شخص نے کلام پاک سے ینطق عن الہوی تاریخ نکالی ہے

ازمولوی محمد صدیق اعظم کشمیری

چو قبلہ گاہ خلائق پناہ کل باند — ازیں خرابۂ دنیا بہ جنت موعود
بہ سال رحلت آں شاہ عارفاں ہاتف — جنید عصر رفت از جہاں ندا فرمود

ایضاً

قبلۂ سالکان و فخر زمن — کعبۂ رہروان خیر رجال
راسخ العلم و کامل العرفا — کوہ تمکین و کان مجد و جلال
افقہ الخلق در فروع و اصول — اعلم الناس در حرام و حلال
شہ ولی اللہ آں کہ در وصفش — عقل فعّال است ناطق لال
یاد فرمود موطن اصلی — کرد منزل بہ بارگاہ وصال
اہل جنت ز سال رحلت او — از ملائک نمودہ اند سوال
گفت روح الامیں پئے تاریخ — بود ماہ سمائے فضل و کمال

ایضاً از مولوی محمد دائم بریلوی

شاہ ولی اللہ تاج اہل فضل — چوں بہ جنت رفت آں فرخندہ خو
بہر تاریخش تامل ساختم — گفت رضواں شاہ دار الخلد گو

ایضاً از مولوی حضور اللہ کشمیری بہ تعمیہ

بحر عرفاں شہ ولی اللہ — کو ز حق بہر خلق رحمت بود
بعد ارشاد و رہنمائی دیں — سوئے خلد بریں چو رخت نمود

آنکہ زحسن تعیہ چوں گفت پیر عقل
سنہ بہ محرم و تتمہ حساب کرد [1]

ایضاً از حافظ محمد مقیم

آہ وہیہات وہ سیارال ہائے ہائے   کاں شہِ عرفان و گنجِ علم و دیں
شد نہاں در خاک اندر ماتمش   خاک بر سر کرد چرخِ ہفتمیں
از فراقش عالمے دل چاک کرد   جملگی بنشست غمگین و حزیں
در میان و علما ماتمش ہمی   شد قیامت قائم اندر صحنِ دیں
ہائے ہائے کربت و واحسرتا   آمد از ہر سوئے گوشِ اندر چنیں
شد جہاں زیر و زبر زیں واقعہ   خیرِ عالم شد ز عالم بالیقیں
نیست چارہ جز صبر ما را دگر   ایں جراحت را بود مرہم ایں چنیں
آیتِ اصبروا جیب کرد اثبتا   [illegible] الصابریں
سالِ تاریخِ وصالش از خرد   سائلت کردم بگو تا چیست ایں

کرد افسوس و بگفت از ہیر سال
آفتابِ دیں شدہ زیرِ زمیں

مولوی محمد صدیق نے اسی تاریخ کو رباعی میں کتنا اچھا نظم کیا ہے

آں راہبر شاہِ عرفاں و یقیں   منزلگہ خویش ساخت چوں خلدِ بریں
تاریخِ وصالِ او ز ہاتف جستم   فرمود شدہ آفتابِ دیں زیرِ زمیں

---

[1] ہجری کے عدد کو سنہ بہ محرم و تتمہ سے کم کرنا چاہیے۔

تاریخ دیگر بہ تعیہ

آں ولی اللہ امیرِ ملکِ دیں   بود ذاتش بحرِ فیضِ سرمدی
سالِ تاریخِ وصالِ او بگفت   ہاتفے از بارگاہِ ایزدی

از سرِ دنیا و اہلِ آں گذشت
آفتابِ شرع و دینِ احمدی

تاریخ دیگر از خواجہ رحمت اللہ ممتاز

آں شاہ ولی کہ در سخن لائق بود   در علمِ کلام بحثش بالحق بود
پیوست بہ رحمتِ حق شد تاریخ   در علمِ حدیث ایں ولی فائق بود۔

منشی محمد فاروق کشمیری نے آنجناب کے مرثیہ میں اپنے درد آمیز اور سوز انگیز نالے نظم کیے ہیں وہ بھی تحریر کیے جاتے ہیں ؎

روزے کہ ایں خبر ز قضا بر زباں فتاد   محنت آتشے بجانِ منِ ناتواں فتاد
در چشمِ روزگار قیامت پدید شد   بر فرقِ اہلِ درد مگر آسماں فتاد
چوں شمع بسکہ شعلۂ آہم بلند شد   آتش شرر بہ عرصۂ قدسیاں فتاد
قطراتِ غم ز دیدہ کرد بیاں چکید   چوں گوہرِ یتیم بہ رشتۂ جہاں فتاد
ایں تند بادِ غم کہ فرو ریخت برگ و تاز   یارب چہ شعلہ بود کہ در باغِ جاں فتاد
جانا کہ دل شکستہ دگر را الم بسر   ایں بارِ غم گراں چو من اندر جہاں فتاد

یعنی کہ خاکِ پائے شہِ دیں پناہِ من
جنت فرو گشت ازیں خاکدانِ کہن

کشتی شکست بحرِ طوفانِ مصیبتاں   بر خاک ریخت آبِ عزیزانِ مصیبتاں

ساقی کشانِ درد محبت در انتظار — پُر رنگ بے خودی زدہ مینائے جاں بیا
اصحاب درد جاں بلب انداز برائے تو — اے عیسیٰ زمانہ و قطب زماں بیا
از مطلع امید چو خورشید خاوری — بر خاکیان غم زدہ پرتو فشاں بیا

چشمانِ غمکشاں ہمہ جا خوں گریستند
از ہر آں کہ بے تو چرا دیر زیستند

عشقی خروش گریہ ات از ہجر و کاں گذشت — آہ جگر شگاف تو بر آسماں گذشت
ایں داغ سینہ سوز کہ بر دل ترا رسید — تنہا نہ بر تو بر ہمہ اہل جہاں گذشت
اے تیرگی بجاں کہ بہ دل جا گرفتہ است — بیروں چو نالہ از قفس استخواں گذشت
ایں ماتم عزیز کہ رو دادہ از قضا — نشنیدہ کہ بر ہمہ دوستاں گذشت
سیلاب موج خیز سر شکم بہر طرف — در رنگ رخنہ کرد چو آب رواں گذشت
قمری صفت زنالہ نیاسودہ ام دمے — آہ آں زماں کہ سرو تو زیں بوستاں گذشت

ایں چرخ نابکار جہاں بے مروت است
ہر صبح دم کہ خندہ زند برق آفت است

افادہ:- مزامیر کے حلال جاننے والوں میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تم مزامیر کی آوازوں سے محظوظ ہوتے ہو یا نہیں۔ اس کے اس سوال کا یہ مطلب سمجھ میں آیا کہ اگر تم ان نغمات کے حسن (خوبیوں) سے واقف ہوتے تو ان کے اس سماع سے نہ انکار کرتے اور نہ احتراز۔ میں نے کہا تم نے جو اس سلسلہ میں بات کہی ذرا غور سے سنو اور سمجھو اگر سمجھ سکتے ہو۔! اس کی خوبیاں میں سمجھتا ہوں اور اس سے بہت زائد لذت حاصل کرتا ہوں لیکن اگر چند بار روزانہ اس کی پابندی کر لوں تو اس کا خوف ہے کہ کہیں اسی میں گم نہ ہو جاؤں (اور کسی دوسرے کام کا نہ رہوں) اور تمام اشغال سے باز رہوں

دو چیزیں اس سے مانع ہیں ایک شرعی دوسری طبعی۔ مانع شرعی یہ ہے کہ ہر چند اپنی صفات میں عموم و اطلاق رکھتا ہوں اور حکیم مطلق نے اپنے کرم بے علت سے شرع کا لباس مجھے پہنایا ہے موافق شرع باتوں سے ایک انسی لذت الفت عطا فرمائی ہے اور خلاف شرع باتوں سے میرے دل میں نفرت ڈالی ہے۔ وہ الفت و نفرت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ میں اس قسم کی چیزوں میں مشغول رہوں۔ اور مانع طبعی یہ ہے کہ میری شرافت نفس اس کی اجازت نہیں دیتی کہ میں بدعت سے بھرے ہوئے جلسوں میں بیٹھوں یا امردوں اور نامحرم عورتوں سے کچھ سنوں یا کسی غیر شریف عورت کو اپنے عقد نکاح میں لاؤں۔ شرافت نفس سے مطلب اعراض ہے جو اصل فطرت کے مطابق میرے اوضاع حسنہ کو اس قسم کی حرکات (چیزوں) سے روکنے والا ہے۔ اور اگر اپنی عقل و فہم کو درست کرو تو ایک دوسرا نکتہ اس سے بھی زائد دقیق بیان کرتا ہوں جس طرح میرا نفس شرافت رکھتا ہے اسی طرح میری جانِ جاں بھی جو میری جان کا خلاصہ ہے شرافت رکھتی ہے اور اس کی شرافت یہ ہے کہ وہ طبعی طور پر اس سے مانع ہوتی ہے اس وجہ سے کہ میری جان جان میں تجلی اعظم کے علاوہ دوسرے نقوش منطبع ہوں۔ بلکہ میری جان جاں فطرتاً اسی لیے پیدا ہوئی ہے کہ اس میں صرف تجلی اعظم کا ہی نقش منطبع ہو جس طرح انگوٹھی کے نقوش کا موم میں ثبت ہونا۔ اور تجلی اعظم کے نقش کے علاوہ ہر نقش کے انطباع سے میری جان جاں انکار کرتی ہے اور موافق چیزوں سے الفت اور مخالف چیزوں سے نفرت رکھتی ہے اور یہ وہ سر ہے جو مجھے سید البشر و شفیع یوم المحشر علیہ الصلوات و التسلیمات سے وراثۃً ملا ہے۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم الا ان اللہ تعالیٰ اتخذنی خلیلا

وما ینبغی لمن اتخذہ اللہ خلیلاً ان یتخذ غیر اللہ خلیلا اور کہا کہ
"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آگاہ ہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل
بنایا اور جسے اللہ نے خلیل بنایا اس کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ غیر اللہ کو
خلیل (دوست) بنالے۔

افادہ:۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ بعض نفوس ایسے ہیں جن میں بسبب ان کی
جامعیت کے ایک استعداد رکھی جاتی ہے اور وہ اس استعداد کی وجہ سے وہ اعمال
خیر جن کو تمام عالم والے عمل میں لائے اور لا رہے ہیں بغیر اپنے سے صادر ہوئے
بارگاہِ الٰہی میں تقرب حاصل کرتے ہیں۔ اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ ان کو
ہر اس عمل خیر کے ساتھ جو اہل عالم میں سے کسی سے صادر ہو ایک استحسان (واطلاع)
پہنچتا ہے۔ پھر ابتداء اس کو اس عمل کی صورت دکھلائی جاتی ہے بعد ازاں اس
شخص عامل کے نفس کے ساتھ ایک قسم کا تعلق بحیثیت اس عمل کے ہوتا ہے
اور یہ نفس کامل عمل مذکور کے رنگ میں رنگ جاتا ہے اور اس کی وجہ سے بغیر
عمل کئے ہوئے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ گو کہ یہ حال مستقل نہیں تا
لیکن ایک ساعت کے لیے حصول ضرور ہوتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے اس قول
فبھدٰھم اقتدہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

افادہ:۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے اخوف ما
اخاف علیٰ امتی الشھوۃ الخفیۃ۔ یعنی جو چیز سب سے زیادہ مجھے ڈراتی
ہے وہ میری امت کی شہوت خفیہ ہے۔ بعض راویانِ حدیث نے اس کی مثال
یہ دی ہے کہ ایک شخص اس نیت پر صبح کرتا ہے کہ وہ روزہ رکھے گا۔ پھر جب
اس کو لذیذ کھانا مل جاتا ہے تو اس کھانے کے شوق میں روزہ توڑ ڈالتا
ہے۔ یہ تو راویانِ حدیث کا قول ہے، اور فقیر کی سمجھ میں جو آتا ہے وہ یہ ہے کہ

یہ لوگ عمل علم والے کرتے ہیں اور فوائد خود کو ان پہنچتے رہتے ہیں۔

یہ حدیث علم لطائفِ نفس کی باریکیوں کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ پس
امراضِ نفس میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کا مزاج طبعی جس سے مراد
عقل کا قلب پر اور قلب کا نفس پر غلبہ ہے وہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔
اور نفس قلب پر اور قلب عقل پر یورش کر کے اسے بیکار مغلوب کر دیتے ہیں۔
اور ایک مرض جو اس سے بھی سخت ہے اور اس کا علاج اس سے بھی زائد
سخت ہے وہ یہ ہے کہ نفس ہمیشہ اپنی مخالفت و مضادت کو عقل
و قلب پر ظاہر نہ کرے بلکہ اپنی شہوت کو ضبط کر کے نیست و نابود کر دے
پھر عقل میں وسوسہ ڈال کر رفتہ رفتہ اسے اپنا ہم مذہب بنانے (اس وقت)
عمل کرنے کی طرف مزاج متوجہ نہیں ہوتا بلکہ خواطر کی طرف متوجہ رہتا ہے۔
اور وہ بھی نفس کی موافقت میں اور اس کو عقل صریح جانتا ہے اس وقت
جہلِ مرکب پیش آتا ہے اور فطرتِ سلیمہ فنا ہو جاتی ہے اور اسی طرح
اگر نفس قلب میں وسوسہ ڈالے اور جوہرِ قلب کے درمیان ایک خطرہ وہ
قلب یہ محسوس کرتا ہے (محسوس ہو) تو گویا یہ اس کی فطرت کا مقتضا ہے اور
اس کی صلب سے نکلا ہے۔ اس صورت میں اس کا علاج مشکل ہوا
اور حق و باطل میں اشتباہ ہو گیا۔ (شبہ پیدا ہو گیا) یہی ہے وہ شہوت خفیہ
جس کی طرف حدیث شریف میں اشارہ ہے۔

خواجہ محمد امین اپنے مسموعات میں بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں نے
حضرت اقدس کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو
دعا اور طلب فرزند کی التجا کے وقت جو انا نبشرک بغلام اسمہ[1]
یحییٰ کی وحی ہوئی تھی پھر اس کے بعد اس کا کیا موقع تھا جو انھوں نے

[1] ہم تم کو خوشخبری دیتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے۔

رب انی یکون لی غلام الخ کا سوال کیا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملائکہ نے ظاہر ہو کر فرزند کی بشارت دی تو اس پر انھوں نے فرمایا[2] ابشرتمونی علی ان مسنی الکبر۔ حضرت اقدس نے فرمایا جو علم مبدا فیاض سے مترشح ہوتا ہے اس کا پہلا عبور لطائف کا منہ پر ہے مثل بصر اور روح کے اور اس حالت میں استغراق کے وقت ہر چند ان علوم کی حقانیت میں شبہ نہیں رہتا لیکن اس کیفیت سے افاقہ ہونے کے بعد حال مشتبہ ہوتا ہے تاوقتیکہ قلب پر اس کی ورزش ہو۔ پھر جب قلب اس سے بہرہ مند ہو گیا تو یقین کلی حاصل ہو گیا۔ اور شبہ زائل ہو گیا۔ اس لئے کہ اطمینان کے معنی یہ ہیں کہ لطائف بارزہ ان واردات سے پر ہو کر آپس میں ہم رنگ ہو جائیں اور ولکن لیطمئن قلبی[3] سے یہی مراد ہے۔

نیز خواجہ مذکور بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدس نے ذکر نفی و اثبات کی تعلیم کے موقع پر اپنے اصحاب میں سے ایک سے فرمایا کہ حقیقت وجود (جو مسمیٰ باللہ اور مدبر السموات والارض اور خالق مخلوقات و رزاق مرزوقات ہے) کی جانب توجہ راست رکھنا چاہیئے۔

نیز وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "ہمارے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ سالک نے جب اپنے مبدا کی طرف توجہ درست کر لی اور اس کو فاطر السموات والارض کی صفت کے ساتھ پہچان لیا تو اس سالک کا سر آگاہ ہو گیا۔ اور پہلی صورت جو اس پر منکشف ہوتی ہے وہ عرش تکوینی کی صورت ہے جو عرش اعظم کی صورت مثالی ہے۔ اس وقت

---

[1] اے میرے پروردگار میرے یہاں بچہ کیسے ہو سکتا ہے۔ [2] کیا تم مجھ کو ایسے وقت اس بات کی بشارت دیتے ہو جبکہ میں بڑھاپے کی منزل پر پہنچ چکا ہوں۔ [3] تاکہ میرا قلب مطمئن ہو جائے۔

وہ اپنی طبیعت سے آگاہ ہوتا ہے اور اس کے الوان و انوار کو زہرہ و بیاض سے تشبیہ دیتا ہے حالانکہ عرش تکوینی مجردات سے ہے اور الوان و انوار کی نسبت خصوصیات سے مخصوص ہے لیکن وہ صفت جس کو اس کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہیں وہ اس کے علاوہ نہیں ہے کہ نور سفید کو نور زہرہ کے مثل بیان کرے۔

نیز خواجہ مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آپ نے نسبت اویسیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ارواح سے اخذ فیض دشوار ہے اور ہر شخص کے بس کی بات نہیں اور زندوں سے استفادہ کرنے کے مقابلہ میں مُردوں سے ہر شخص استفادہ نہیں کر سکتا۔ جو چیز اس شخص کے نزدیک بات کے موافق ہوتی ہے اسی ایک چیز کی موافقت و مناسبت سے استفادہ کیا جا سکتا ہے اس جگہ نہ کلام و تکلم ہے اور نہ تعلیم و تعلم۔ اگرچہ افراد میں سے بعض ایسے ہیں جو شے کی مناسبت سے ارواح سے مستفید ہوتے ہیں۔ لیکن شاذ و نادر۔

نیز یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آپ نے درود شریف کے فضائل بیان کرتے وقت یہ بھی فرمایا کہ اس کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا پڑھنے والا دنیا کی رسوائی سے محفوظ رہے گا۔ اور کوئی آفت اسے نہ گھیرے گی۔

افادہ :- تجلی صوری کی حقیقت شیخ کے ساتھ خزانۂ خیال میں صورتوں اور لباسوں کے ساتھ یادداشت مجردہ ہے کیونکہ حکمت الٰہیہ نے بحسب نشاء مثال اس کی تخصیص فرمائی ہے اور شیخ کے ساتھ تجلی معنوی کی حقیقت خزانۂ وہم میں معنوی وہی صورتوں اور لباسوں کے ساتھ

یادداشت مجرد ہے اور حکمتِ الٰہیہ نے اس کی تخصیص کی ہے اور (ان)
دونوں صورتوں میں عارف کا نفس مجرد حقیقت مجردہ فعالہ کے ساتھ آشنا
ہوجاتا ہے اور اس سے ایک علیحدہ رنگ اس میں منطبع ہوتا ہے جس طرح
انگوٹھی نے نقش و نگار موم میں اُبھر آتے ہیں اور اس مردے قوائے علیہ
دعلیہ اس کی اتباع کرتے ہیں اور لطیفۂ روح میں ایک انس و انجذاب
پیدا ہوتا ہے اور لطیفہ سر اس حقیقتِ مجردہ کے ساتھ ان لباسوں اور
پردوں کے بیچ میں دیدہ ور ہو جاتا ہے اور ایک عجیب اتصال اور عجیب
حالت ظاہر ہوتی ہے۔ اگر ہم تجسس (کھوج) کریں تو کُلّی پر تخصیص کا سبب
ان صُورِ خیالیہ و وہمیہ کے ساتھ جو اس کا لباس ہو گیا ہے تین چیزیں ہونگی
ایک تو دقوم مستنجزہ۔ دوسرے اس عارف کی استعدادِ فطری جس کا
اقتضا یہ ہے کہ خاص صورت دکھائے بلکہ اس خاص صورت میں تخصیص رکھتا
ہے جیسے اپنی ہدی کو علیحدہ کرنا۔ تیسرے قوائے افلاک جو عالم پر اثرانداز
ہوتے ہیں وہ ان دونوں خصوصیتوں کو مخلوط کر دیتے ہیں جیسے صنف کا
تعین افراد نوع میں جن خواص سے وہ صنف قائم ہے۔ اور اگر ہر ایک
کی ایک مخصوص مثال ہم قائم کریں تو یہ کہیں گے کہ آئینہ دیکھنے والا جب
آئینہ دیکھے تو اس میں تین قسم کی خصوصیات جمع ہوں گی۔ اوّل یہ کہ دیکھنے
والے (انسان) کی صورت گھوڑے اور گائے کی صورت نہیں ہوگی بلکہ وہ
عمرو و بکر کی صورت سے ممتاز ہوگی۔ نیز ذات آئینہ کو اس کے سامنے
دیکھیں گے دوسرے یہ کہ آئینہ محدبہ[2] صورت مُحدبہ ظاہر کرتا ہے اور آئینہ مقعرہ[3] صورت مقعرہ

---

[1] یعنی صُورِ خیالیہ و وہمیہ کو باوجود کثرت کے وحدت کے نور سے دیکھنا۔ شق نور
[2] اُوپر کا اُبھرا حصہ۔ [3] نیچے کا گہرا حصہ۔

تیسرے یہ کہ آئینہ کی صفائی و سمائی بھی صورت کے ظہور میں ایک تاثر
رکھتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ جب کوئی شخص سُرخ عینک اپنی آنکھوں پر
لگائے تو جس چیز پر بھی نظر کرے گا وہ سُرخ دکھائی دے گی اور اگر سبز
رنگ کی عینک ہوگی تو سبز رنگ نظر آئے گا۔ اور اگر کسی گنبد پر مختلف
رنگوں کے شیشے نصب کئے جائیں تو جس وقت سورج اُن کے سامنے
آئے گا تو اس کی مخلوط شعاع اُنھیں رنگوں سے (گھر کر گنبد کے) اندر نظر
آئے گی۔ الحاصل ہر تجلی صوری و معنوی کا ایک مقام ہے اور یہ صورت
خاص اُسی سے نکلی ہے محقق عارف کو اُسی مقام سے کام ہے نہ اُس
صورت کا کہ نہ فاسدہ ہے۔ جو ایک وقت تو جوش زن ہوتی ہے اور
دوسرے وقت ساکن۔ اور محقق عارف کے نزدیک جب تجلی صوری
جوش مارتی ہے اور پھر ساکن ہو جاتی ہے تو اس کا مقام منکشف
ہو جاتا ہے اور نیز تجلی معنوی بھی جو اس کی ہم عنان اور دوش بدوش
ہے معلوم ہو جاتی ہے۔ اور جب تجلی معنوی جوش مارتی ہے اور ساکن
ہو جاتی ہے تو اس کا منشا (مقام) منکشف ہو جاتا ہے۔ اور
تجلی صوری بھی جو اس کی دوش بدوش ہے معین ہو جاتی ہے۔

- - - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - - -

○

دوسری قسم ارشادات کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ حضرت اقدس کے کلمات قدسیہ جو اسرار و رموز یعنی حقائق لاہوتیہ و جبروتیہ اور معارف لطائف انسانیہ اور احکامات شرعیہ کے بیان میں واقع ہیں ان میں بیشتر اس سے بلند ہیں کہ اہل ذوق و وجدان کے دماغ کی رسائی اس کے دامن تک ہوسکے اس کتاب میں ان کے تحریر کرنے سے کسی بنیاد عوام و خواص کا افادہ ہے کوئی فائدہ نہیں۔ اور اگر کوئی صاحب استعداد ان حقائق و معارف پر مطلع ہونے کا شائق ہے تو اس کو چاہیئے کہ آپ کی تصنیف تفہیمات الٰہیہ۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ خیر کثیر۔ لمعات۔ ہمعات۔ الطاف القدس اور فیوض الحرمین وغیرہ کا مطالعہ کرے لیکن بعض الفاظ بغیر اسرار و رموز کے سلسلے میں اور مبدا سلوک اور وسط و انتہا (مبتدی۔ متوسط۔ منتہی) کے آداب کے بارے میں جناب ولایت مآب کے مستفیضین کے ارشادات میں تحریراً یا تقریراً صادر ہوئے ان کی تحریر سے خواہ وہ روایت لفظی ہو یا معنی اس رسالہ کو مزین کیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ ھو الولی الموفق۔

افادہ:۔ بعد صوری (ظاہری دوری) مرشد اور مسترشد (رشد و ہدایت حاصل کرنے والے) کے مابین اگرچہ افاضہ (فیض دینے) میں مرشد کے لئے کوئی معذر (مانع) نہیں ہے لیکن استفاضہ (فیض حاصل کرنے والے) کے لئے بعد صوری مشکل (حائل) ہوتا ہے اس لئے کہ افاضہ بعید کی صورت میں

بوجہ کلی صادر ہوتا ہے اور اس کے اہل کے لئے نفع بخش صورت یہ ہے کہ جیرت کے طریقہ پر ہو اس کے باوجود اگر دوری کی صورت میں کسی فیض دینے والے سے استفاضہ (فیض حاصل کرنا) چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک وقت، دلی فراغت کے اوقات میں سے اور خواہشات میں اعتدال کے ساتھ مقرر کرے اور ایک جگہ جو شور و شغب سے خالی ہو وہاں باوضو اور یکسو ہوکر جس قدر ممکن ہو نماز پڑھے پھر اسی جگہ بیٹھ کر اس کی صورت پر جس سے فیض حاصل کرنا چاہتا ہے اپنی ہمت کو دفع خطرات کے ساتھ بعد متوجہ رہے اور اس (مرشد کی) صورت میں اپنے کو اس حد تک محو کردے کہ وہ صورت، اس کے خیال و تصور میں قائم ہو جائے اور اس کی اس طرح مداومت (پابندی) کرے کہ مستفیض اور مفیض کے علاوہ تمام احوال و خیالات و خطرات یک قلم فنا ہو جائیں اور یہ حالت پہلے روز یا دوسرے روز یا تیسرے روز ہی سے حاصل ہونے لگتی ہے اور اس دوران ایک قسم کا غوطہ اور جسم کی سستی پیدا ہوتی ہے اور کسی کی حالت ہو جاتی ہے جیسی نیند کی حالت ہوتی ہے۔ جس وقت یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو سمجھ لے کہ اس کو ایک مناسبت اس روحانیت سے فیض کے ساتھ پیدا ہو گئی اور اس کا لوح قلب صاف ہو گیا۔ پھر اس (مرشد کی) صورت سے التجا اور استفاضہ کے بعد اس ملاحظہ کو ترک کر (شغل برزخ سے فارغ ہو کر) ذکر کو لازم کرلے خواہ وہ ذکر اسم ذات ہو یا نفی و اثبات۔ لیکن ضربات قویہ (ذکر جہر) اور دمی کے ساتھ اگرچہ حبس دم نہ ہو۔ اور ان اللہ محبوبہ وان لا محبوب سواہ پر اس حد تک غور (ملاحظہ) کرے کہ

ؔ اللہ اس کا محبوب ہے اور اسکے سوا کوئی محبوب نہیں۔

اگرچہ وہ مجرد اور شوقِ توحید کے معنی سمجھنے کی لیاقت رکھتے ہیں لیکن طبیعت جو
کے حسب حال سفلیات کی کشاکش میں پڑ کر اس کو قبول نہیں کرتے اور اسی
وجہ سے ان کے حال میں گرہیں پڑ جاتی ہیں اور مختلف قسم کے شکوک پیدا
ہو جاتے ہیں۔ غرض کہ یہ سمجھ میں آیا کہ لوہاروں اور بادشاہوں کو یکساں نہیں
سمجھنا چاہیئے۔

افادہ:۔ سینہ سے بجہدِ تمام نکال کر اور توجہ کے ساتھ بے حرف و صوت
امرِ مجرد کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ غلباتِ جمعیت
اور قلب کے یکسو ہونے میں نفی[1] و اثبات کے ساتھ بلا صرف اثبات کیساتھ
مشغول ہونا چاہیئے جب یہ بات نصب العین ہو جائے تو سانس کو زیر ناف
مقید رکھکر اس نصب العین کی اس وقت تک محافظت کرنا چاہیئے جبتک
طبیعت ساتھ دے اور جب کسی قسم کی گرفتگی (قبض) محسوس ہو تو اس کو
ترک کر کے اثباتِ مجرد کی طرف رغبت کرنا چاہیئے جب نصب العین ہو جائے
تو دوبارہ سانس کو زیر ناف مقید کر کے اس کی محافظت کرنا چاہیئے۔

افادہ:۔ امرِ منزہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے اور یہ جان لینا چاہیئے
کہ علمِ حضوری جس سے مراد شعورِ محض ہے امرِ منزہ مجرد تک نہیں پہنچتا جبتک
علمِ الکل اسکو محیط نہ ہو جائے۔ جب ہم علم العلم تک پہنچتے ہیں تو اس سے
اعراض کرتے ہیں یا معمول و موضوع کر کے ایک حکم اس شئے کے ساتھ شامل
کر دیتے ہیں کہ جب ہم اس سے روگرداں ہوں تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ حضوری
نفس کے علم کو جدا کرنا چاہیئے اور دل کو نفوس کونیہ سے اس طرح آزاد کر دینا
چاہیئے کہ علمِ حصولی اس سے اٹھ جائے۔ اس طریقہ سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ
انا کیا ہے اور اس کی شناخت کرنا چاہیئے کہ یہ انا کہاں تک پہنچتی ہے۔

[1] نفی لا الٰہ۔ اثبات۔ الا اللہ۔ اثباتِ مجرد ھو۔ نفی اور

اور اس کی اصل کیا ہے۔ اس امر کے احکام کے بعد علمِ حصولی کو بھی حضرتِ حق
کی طرف مصروف کرنا چاہیئے۔ ہم کو اس بات میں شک نہیں کہ ایسے وقت
میں علمِ حصولی منزہ قابلِ حصول ہوگا۔ اور جب علم العلم کے ساتھ مجرد کی طرف
توجہ کرے تو اس کا علاج یہ ہے کہ علم العلم کو چھوڑ دینا چاہیئے اور علمِ صرف
کو اختیار کرنا چاہیئے اور یقین کے ساتھ یہ جان لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ
کے تجرد کے متعدد درجات ہیں۔ سب سے ادنیٰ درجہ جو ہے وہ زمان
و مکان سے اس کا تجرد ہے اور محض اس تجرد کی بدولت اس کے بارہ میں
ھو اللہ کہہ سکتے ہیں حاصل یہ کہ اس کی کوشش کرے کہ مدرکہ کو تلفظ
و احساس اور تخیل و توہم کے قیود سے آزاد کر دے۔ انشاء اللہ تعالیٰ
صورت کا ظہور (حصول) ہوگا اور دل برداشتہ نہ ہونا چاہیئے اور نہ ناامید
ہونا چاہیئے۔

افادہ:۔ اکثر و بیشتر اوقات بزعم زاعم حضورِ مجرد حاصل ہو جاتا ہے
حالانکہ وہ واقعی حضورِ مجرد نہیں ہوتا۔ اس کے لیے[1] آئینہ مقرر کیا ہے
کہ زمین کثیف ہے اور پانی لطیف۔ اور اس کی لطافت کون یا اثر کا زائل
نہ ہونا ہے گو اس کو چار یا چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ اور ہوا اس سے
بھی (الطف) زائد لطیف ہے اور الطفیۃ کے معنی ہیں ان دونوں صفات
کا انتہائی درجہ ہے۔ اور تمام صفاتِ نفسیہ ... پیاس اور غصہ
پر ... ہوا سے بھی لطیف ترین ہیں اور ان ... ترین کیفیت
کے معنی یہ ہیں کہ نہ تو ان کو تقسیم کیا جا سکتا ہے اور نہ وہ کسی شئے میں
سما سکتے ہیں اور صورتِ انسانیہ کلیہ انسانوں کے مخصوص اوضاع و اشکال

[1] یعنی جسکو دیکھا ہے کہ تم میں مجرد سمجھتا ہے وہ مجرد نہیں ہے۔

پایا اسلئے کہ جب ہمت ایک جانب چلی گئی تو اس کے پیچھے پیچھے اور ارادے بھی
بھی چلے جاتے ہیں۔ اگر آدمی اپنے کسی بلیغ اس بات کا کھوج کرے کہ کلام
کرے یا نظر انداز کردے یا کپڑے پہنے تو اپنے میں اس کا شوق و استحسان نہ پائے
نہ اس لئے کہ وہ بیہوش اور بے حس ہے بلکہ اس کو جو قوت مستحسنہ حاصل ہوتی
ہے اور کسی امر مقدس کی وجہ سے اشتیاق پیدا ہوتا ہے وہ اسے ان تمام
چیزوں کی طرف توجہ کرنے سے روکتا ہے چہ جائیکہ وہ حسد، غضب اور
مہلکات ذمیمہ وغیرہ میں پڑے اور اسی طرح شوق و ارادہ بھی۔ اور جزئیات
ہمت میں سے ہر چیز گم ہو جاتی ہے اور آدمی یک رو و یکجہت رہ جاتا ہے
مجھے یاد ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ ایک شاعر نے اپنے غلاموں کے متعلق شعر
کہا اور ان کے حالات بیان کئے تو یہ بات شعر میں اس کی قوت مستحسنہ کی
فنائیت پر دلالت کرتی ہے جب وہ کلی طور پر اپنے سے باہر نکل گیا تو اس
وقت خدا بالشبا فہر متجلی ہوگا اور اگر جہتوں میں سے کوئی جہت باقی رہ گئی ہے
تو تجلی شفا ہی محال ہے۔۔ کسے دو حصن کا پچا تلیہ جوید۔ اضاع العمر فی
طلب المحال۔

افادہ:۔ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اس حالت
کو ارادہ کی فنا کہتے ہیں اور امیر سید کلال اسکی مثال اس کوزہ سے دیتے ہیں
کہ جب تک اس میں کچھ باقی ہے وہ تصرف کے لائق نہیں ہے اور خواجہ نقشبند
نے اس کو وجود سے نامزد کیا ہے ۔ عبَارَاتُنَا شَتّٰی وَحُسْنُكَ وَاحِدٌ
وَكُلٌّ اِلٰی ذَاكَ الْجَمَالِ يُشِيْرُ ۔ تمام اوقات یعنی صبح و شام دن و رات
نشست و برخاست میں اس بات کا خیال رکھ کر محبت تامہ کے وصف
اور ایسی تجرید کامل جس سے کہ غفلت اور غیر کی محبت کا کسی طرح دخل نہ ہو اور

سب نیست ہوجائیں یادداشت میں مشغول رہنا چاہیئے سہ یا مجو وا آتش
تواں زد یا دلے باید گداخت۔ گر دماغ عشق داری اس قدر باکر دنی است
حضرت حق سبحانہٗ اس وقت تک ہر طلب کے لئے مورد جمع نہیں ہوسکتا
جب تک جگر خون نہ ہوجائیں (طلب شرط است و غواصی کہ نقد آرزی بکف
ورنہ ہم۔ صدف را کے پسند آید کہ آوارہ شود گوہر (مولوی تاج الدین جذب کاکوری)
اور یقیں خاک میں مل کر یکساں نہ ہوجائیں اور اس سعادت عظمیٰ کے نزدیک
اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ ہر قصد و نیت جو اپنے میں
پایا ہو معدوم نہ ہوجائے عرفت ربی ۲ اگر اس عادت مستمرہ کا خرق افراد میں
سے کسی ایک کے بارہ میں واقع ہو جائے تو وہ خود حساب سے باہر اور
مستثنیٰ ہے ۔ اس کا وظیفہ یہ ہے کہ راضی بہ رضا رہنا چاہیئے اور ادب
کے ساتھ مقامات آئندہ کا طلب گار رہنا چاہیئے۔ انہ جواد رحیم بر کریم ۔

افادہ:۔ کھانے کی قلت اور روزوں کی مداومت اگر مزاج پر بار ہو تو
اس کو مزاج کے موافق کرنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ طبیعت کی تازگی اور شگفتگی
رخصت ہوجائے کیونکہ کام اسی سے وابستہ ہے تخیلات تشبیہیہ
تخییلیہ اگرچہ حقائق الٰہیہ یا امور عادیہ کے ادراک میں ہوں تو اس سے
مغلوب اور متاثر ہونا اور اس کی طرف کھنچنا کاروبار کے مانع ہے۔ اس
بات کو اچھی طرح غور کرکے سمجھنا چاہیئے اگر اضمحلال موجودات کے معنی
ایک وجدانی بسیط امر کے تحت اس طرح [illegible] پائیں۔ اوپر نیچے سے پوشش
کریں کہ اس سے علیحدہ ہونے کی گنجائش نہ رہے تو اس کی طرف محبت کہ

۱؎ اپنی خودی میں آگ لگا دینا چاہیئے یا پگھلنے والا سوز و گداز والا دل چاہیئے۔ اگر عشق کا دماغ تم رکھتے ہو تو یہ کرنا ہی پڑیگا۔ ۲؎ وہ خیالات جو قوت خیالیہ کی مدد سے پیدا ہوکر ذہن میں آئیں۔

رکھتے ہیں اور حتی الامکان اس قسم کے امور دوسروں کے سپرد فرمادیتے ہیں بعض
جو تدبیر زود رائے آپ کی ہوتی ہے وہی سب سے بہتر اور صائب ثابت ہوتی ہے

اس دور میں عبادات و ریاضات میں متقدمین مشائخ کی یاد تازہ رہی۔
تقریباً چالیس سال سے باوجود ضعف و نقاہت کے بجز ایام منہیہ افطار نہیں ہوتا
وہ بھی قطرۂ آب سے۔ اور خواہ سفر ہو یا حضر صحت کی حالت ہو یا بیماری کی تہجد کی
کبھی نوبت نہیں ہوتا اور اوقات کو منضبط و معمور رکھنے کے بہت پابند ہیں ایسا
اس سے بہتر ممکن نہیں ہے ان کا وقت یا تو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ میں
میں صرف ہوتا ہے یا اوراد و وظائف میں لیکن اوقات مراقبہ میں ان سے کوئی امر
نہیں پڑتا عام مجلسوں میں بھی خلوت در انجمن کے شغل کے پابند ہیں گو باوجود
واردین کی کثرت کے مذکورہ امور پر مکمل پابندی اور پورا اہتمام رکھتے ہیں اور
مجلس میں لوگوں کے مطالب و مقاصد بھی ادا فرماتے ہیں اور بیشتر اوقات ساکت
صامت رہتے ہیں اگر بات کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تو بہت مختصر بات کہتے ہیں
اور کبھی کبھی تصوف کا درس مثل فصوص الحکم شیخ اکبر اور مثنوی مولانا روم بھی دیتے ہیں
اور حقائق و معارف اور وحدت الوجود کے بیان میں محققانہ ذوق و مذاق رکھتے
ہیں ایسا کہ توحید وجودی اور توحید شہودی میں کوئی مخالفت نہیں رہتی ہے اور
خلاف شرع امور غیر مسنونہ سے نفرت عظیم رکھتے ہیں ۱۳۷۲ھ میں حضرت اقدس کی روانگی
حج کے لیے تشریف لے گئے نو ماہ مکہ معظمہ میں اور چار ماہ مدینہ منورہ میں قیام فرما
کر دو حج ادا کیے اور ۱۳۷۳ھ میں واپس وطن تشریف لائے۔ الحاصل ان کا وجود
آیۃ من اللہ ہے

ارشاد [illegible] ۔ حضرت مولوی شاہ [illegible] اللہ سلمہ اللہ برادر خورد حضرت اقدس نے راقم سے
ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حضرت قبلہ کو اپنے سامنے دیکھا کہ آپ کی
جبین مبارک سے دو نور ابھر کر ان کے درمیان ایک نور ساطع کی طرح بہت
[illegible] ذات آپ کی جبین مبارک سے ظاہر ہوئی [illegible]

وقت میں اسکے مشاہدے میں محو رہا پھر وہ نور میری نظروں سے غائب ہو گیا

ارشاد [illegible] ۔ حقائق آگاہ شاہ نوراللہ نے قصبہ بڈھانہ سے تحریر فرمایا کہ عرصہ سے انکا
مشغلہ ہے بندہ کاتب حروف کو لکھا کہ قریب وقت صبح میں حالت نیم خوابی میں تھا کہ
مجھے ٹھنڈک معلوم ہوتی چاہا کہ چادر اوڑھوں لیکن بوجہ کاہلی اسمیں دیر ہوئی۔
میں نے دیکھا کہ حضرت قبلہ تشریف لائے اور چادر مجھے اوڑھا دی اس طرح ٹھنڈک کی
شکایت ختم ہو گئی اور بدن گرم ہو گیا اور میں آرام سے سو گیا وہ گرمی دیر تک باقی رہی
اور اس وقت یہ القا فرمایا کہ نسبت عشق توحید اپنی حد میں ہو وہ شعور میں حاضر
و موجود رہے اور ماضی و مستقبل کو بھول جائے اور یہ القا ہوا کہ صوفی ابن الوقت
ہے یعنی میں اس ذہن سے عجیب لذت حاصل ہوئی [illegible] حضرت قبلہ [illegible]
مجھے موصول ہوا۔

ارشاد [illegible] ۔ نیز شاہ صاحب نے بیان فرمایا کہ جب میں نے حضرت قبلہ سے [illegible]
پڑھکر شاہ جہان آباد جانے کا ارادہ کیا تو شب میں آپ سے اپنا ارادہ بیان کیا
فرمایا بہتر ہے۔ اور ارشاد فرمایا کہ سورہ واقعہ بعد نماز مغرب و عشاء پڑھا
کرو انشاء اللہ اس کے ورد کی برکت سے کبھی فاقہ میں مبتلا نہ ہو گے مجھے اسی وقت
یقین ہو گیا کہ آپ نے جو فرمایا وہ محض ازروئے وجدان ہے ورنہ اس وقت اسکا
کوئی موقع اور ذکر نہ تھا اور نہ میرے دل میں اس کا خیال ہی تھا بہرحال آپکے
فرمانے کے بموجب میں نے اسکو اختیار کر لیا و پابندی کر لی اور اس وقت سے
پینتیس سال سے اوپر ہو چکے ہیں کبھی فاقہ میں مبتلا نہ ہوا۔ الحمد للہ

ارشاد [illegible] ۔ میرے بیٹے [illegible] نے [illegible] مقام [illegible]
[illegible] اور حضرت [illegible] کا ذوالفقار نصیب [illegible]
[illegible] حضرت قبلہ [illegible] کاتب حروف [illegible]
[illegible]
[illegible] اور لوگ [illegible]

جس طرح کسی بادشاہ کے ملازمین وفد مشکبار انعام کی درخواست کرتے ہیں جاننا چاہیئے کہ
اس حدیث شریف من رآنی فقد رای الحق[1] ومن لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قیل
یا رسول اللہ وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ یراھا المومن او یری لہ[2]
کے مطابق اس قسم کے مبشرات کو مناقب عظیمہ میں شمار کر سکتے ہیں

افادہ :۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال
جہاں آرا سے خواب میں مشرف ہوا آپ نے مجھے بہت سی مٹھائی عطا فرمائی میں نے
انہیں سے بہت سی مٹھائی لیکر کھائی اور وہ بوجہ زیادتی میرے اطراف دہن سے
بہنے لگی اور میں اسکو فرطِ ذوق سے کھانے لگا اور بقیہ خوان سربند کر کے لوگوں میں
تقسیم کر دی

افادۂ دیگر :۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرت
نے اپنی پشت مبارک کی میرے سر سے ٹیک لگا کر میرے سر کو اپنا تکیہ بنایا اور اپنا
بارِ بوجھ (وزن) اسپر ڈال کر آرام سے بیٹھ گئے اور میں نے اس حالت میں اپنے
سر کو بغایت ادب خفیف سی جنبش بھی نہ دی کہ مبادا آپ کے آرام میں خلل پڑے
اور شدت ذوق کی حالت مجھ پر طاری تھی

افادۂ دیگر :۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور میں آپ کے دہن مبارک کے اندر بیٹھا ہوا ہوں
بعض ایام میں میرے ماموں شیخ عبدالحق نے مجھے لوگوں کو وعظ کہنے کا حکم فرمایا میں نے
ان کی فرمائش پر حسبِ ضرورت مشکوٰۃ اور تنبیہ الغافلین کے مضامین کا لوگوں کو وعظ دیا
اس سے معلوم ہوا کہ اس واقعہ کی تعبیر یہی تھی

افادۂ دیگر :۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ ایک مکان
تشریف فرما ہیں جب اور آگے بڑھے تو دیکھا کہ چند لوگ دروازہ پر بیٹھے ہیں حضرت
نے ان سے اس مکان میں داخلہ کی اجازت چاہی دربانان مذکور نے اجازت دی
ہم حجرہ کے اندر داخل ہوئے دیکھا کہ ایک مجلس عظیم منعقد ہے اور بکثرت لوگ جمع ہیں
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے ہیں آپ کی ریش مبارک
سیاہ ہے اور روئے انور پر بکھرے ہوئے ہیں۔ اور چادر مبارک کو بطور اضطباع[3] دوش مبارک
پر ڈالے ہوئے ہیں حضرت قبلہ نے آگے بڑھ کر بتعظیم سلام عرض کیا۔ آنحضرت خطبہ چھوڑ کر
منبر سے نیچے اترے اور دو تین قدم آگے بڑھے اور حضرت قبلہ نے بکمال انقیاد و عقیدت
وخضوع آپ کے قدمہائے مبارک پر سر رکھ دیا آنحضرت نے ان کو اٹھا کر گلے لگایا
پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ دینے میں مشغول ہو گئے اور خطبہ سے فراغت کے بعد
منبر سے اتر آئے راقم کہتا ہے کہ منبر کے نیچے اس فقیر کاتب حروف کو شرفِ جلوہ گری
سے مشرف فرمایا (معانقہ فرمایا) اور راقم نے شرفِ قدمبوسی حاصل کیا پھر جب
مجلس میں تشریف فرما ہوئے تو ایک خوان لایا گیا جس میں ایک سفید دستار بہت بڑی
اور ایک پرانا پیوند لگا ہوا لباس رکھا ہوا تھا آپ نے حضرت قبلہ کو حکم دیا کہ اس
دستار کو اپنے سر پر باندھو۔ وہ کھڑے ہوئے اور اپنے سر پر باندھ لیا اس کے بعد
اس چادر کو اوڑھنے کا حکم دیا اسکو بھی انھوں نے اوڑھ لیا پھر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دستار میری ہے اور یہ چادر ابراہیم کی۔ راقم کہتا ہے کہ جب
اس جگہ کھڑے ہوئے تھے تو آنحضرت نے اپنے دست مبارک سے ہم کو حضرت قبلہ کی
طرف اشارہ فرمایا اسوقت میرے دل میں آیا کہ شاید آپ مجھ کو حضرت قبلہ کی قدم بوسی
کا اشارہ فرما رہے ہیں پس میں اسوقت حضرت قبلہ سے قدم بوس ہوا لیکن یہ شک رہا
کہ آپ کے اشارہ کا مطلب ان کی قدمبوسی تھی یا ان کی بیعت کا اشارہ تھا بعد ازاں
اس مجلس سے باہر نکلے اور لوگوں نے ہر طرف سے ہجوم کر لیا اور ہر شخص کوئی چیز طلب کرنے لگا

---

[1] جس نے مجھکو دیکھا اس نے یقیناً حق کو دیکھا اور نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہ بچی سوائے مبشرات کے

[2] لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ سچے خواب جسکو مومن دیکھتا ہے یا اسکو دکھائے جاتے ہیں

[3] چادر کو بغل کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈالنا۔

حقیقت کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے گویا ایک چیز ہے جو ظاہر سے باطن کی طرف جاری
اور یاد داشت میں ایک اسم جو قلب کے اندر سے اسم ذات کو کھینچ کر ایسی آواز
پیدا کرے جیسی تانبے کے برتن کی آواز نکلتی ہے رکھتا ہے، اور اس آواز کی
محافظت کرتے ہیں جس طرح شجرۂ احمدیہ میں مقرر ہے۔ آگاہی اس صورت
سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو باطن سے ظاہر بدن اور فوق کی جانب ہوتی ہے۔
جس طرح شیخ المشائخ حضرت سید آدم بنوری قدس سرہٗ نے بھی اسی بات
کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ان کے جذبہ کی نسبت کا ظہور بدن پر بھی ظاہر ہوا
ہے لیکن وہ نیچے سے اوپر کی طرف کھینچتا ہے الخ اور اس کا سر یہ ہے کہ جب
سالک کا خیال ابتدا سے اس بات کا عادی ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ اپنے ظہور
و شہود (انا عند ظن عبدی بی) کے مطابق اسی طرح جلوہ نما ہوتا ہے اور
وہ آگاہی جو نفی و اثبات کی مشق سے حاصل ہوتی ہے وہ سالک کی ہستی میں
سے کچھ باقی نہیں چھوڑتی کہ اس جگہ نفی تمام کے بعد وجہ اللہ کا ظہور ہے برخلاف
اس آگاہی کے جو اسم ذات کے شغل سے حاصل ہوتی ہے اور وہ سالک کی کچھ
وحدت کے رنگ میں رنگ دیتی ہے اس صورت میں اسکی انانیت باقی رہتی ہے
جیسا کہ صاحب اسم ذات کی توجہ کی تاثیر بہت زائد و تیز اور سریع الاثر ہے
کیونکہ وہ بقائے انانیت کے خواص میں سے ہے برخلاف صاحب نفی و اثبات کے
کہ وہاں فنائے مطلق ہے۔

افادہ: ایک دن اس فقیر نے حضرت قبلہ کی خدمت میں "واللہ سمیع
اللہ بصیر"، "اللہ علیم" کے شغل کے بارے میں جو طریقہ علیہ قادریہ میں مقرر ہے
استفسار کیا آپ نے اسکے اثنائے ذکر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض
کی صورت پر جو تجلی فرمائی ہے اور اس میں اپنے صفات کی ہر صورت کیساتھ

[illegible]

متجلی ہوا ہے (تو وہ) اسما کے لئے (دہ) ذکر ذات ہے جو اس صورت پر ظہور پذیر ہوا
ہے، اور وہ ذات تمام صفات کی جامع ہے مثلاً جس طرح صفت علم کی تمام
صفات کے ساتھ ظہور فرمایا ہے اسی طرح بصر و سمع وغیرہ ہیں۔ صاحب لمعات نے
بیان فرمائے ہیں کہ "الحقیقۃ کالکرۃ" (یعنی حقیقت مثل ایک گیند کے ہے) یعنی
گیند میں جس جگہ (بھی) انگلی رکھوگے وہی اس کا درمیان ہوگا۔ پس اگر کسی پر
ایک صفت کامل منکشف ہو جائے تو اس کے ضمن میں تمام صفات کا عرفان بھی
حاصل ہو جائے گا۔ صاحب گلشن راز کیا اچھا کہہ گئے ہیں ؎

دل یک قطرہ را گر بر شگافی ۔ برون آید ازو صد بحر صافی

اور اس قسم کے اشغال اسی بات کے لئے مقرر ہوئے ہیں۔ بیان فرمایا کہ جس طرح وہ
ذات بے کیف ہے اور تمام قیود و تعینات سے مطلق (آزاد) اور تمام
اطوار سے ظاہر ہے اسی طرح اسکی صفات بھی مطلق اور بے کیف ہیں اور تعینات
بے شمار اور لاتعداد میں وہ ظاہر ہوکر بھی اسی طرح اپنی بے رنگی پر ہیں مثلاً
صفت بصر بیشمار تعینات کے ساتھ ہر ذی بصر میں ایک علیحدہ طریقہ اور
ہر ظہور پر اور مقررہ اندازے کے مطابق ظاہر ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود اپنی بے رنگی
پر ہے۔ (آپ یہ سب بیان فرما رہے تھے کہ اسی اثنا میں کہیں دور سے بانسری کی
آواز گوش مبارک میں پہنچی) فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اس بانسری کی آواز ایک
خاص کیفیت رکھتی ہے کہ اطلاق و بے کیفی اسکی آواز میں ہے اور اسی ایک آن میں

[illegible]

اور حکم میں سہ یہ ہے کہ شریعت کی تکمیل دراصل حق اور خلق کے ساتھ حسن معاملت
ہو جاتا ہے لیکن حق اللہ کی ادائیگی میں اگر کمی ہو تو اللہ کی رحمت اسکے غضب پر
سبقت لے گئی ہے۔ اور حق خلق کے سلسلہ میں سلطان حکم قہر کا حکم لاتا ہے (یعنی
حقوق العباد کے سلسلہ میں اللہ بری کا ہے) اور اس نے حقوق العباد کے سلسلہ میں جو
قانون بنادیا اس میں رد و بدل اور معافی نہیں) اور حاصل کلام یہ معلوم ہوا
اس شخص کے ساتھ جس پر خلق کا اطلاق ہوتا ہے خواہ تشکل کے ساتھ ہو خواہ کسی
بھی طور سے، بال و کھال کا، یہ بھی ہے۔ اور اسی طرح وہ شخص جو شہود
مرتبہ حقیقیہ میں ہے (یعنی عالم وجود میں نہیں آیا ہے) خلق کا اطلاق اس پر بھی واقع
ہوا ہے "ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ" (یعنی گو کہ وہ ابھی رحم مادر
میں ہے لیکن خلق کا اطلاق اس پر ثابت کر دیا گیا) اس جگہ سے اسقاط حمل کا حکم
مستنبط ہوتا ہے (یعنی جب اس نطفہ پر مخلوق کا حکم نافذ ہو چکا جیسا کہ آیت مذکورہ
سے ثابت ہے تو اب اسقاط حمل ممنوع ہو جائے گا، کیوں کہ وہ اتصاف کے درجہ
میں متوقع ہے اور اسقاط حمل بنیاد ہی کو ڈھا دیتا ہے بخلاف عزل کے کہ وہ منی کو
ضائع کرتا ہے اور ہنوز (ابھی تک) نطفہ کا حکم جو رحم میں قرار پانے کے بعد ہوتا ہے
اس پر خلق کا اطلاق آتا ہے وہ نہیں لیا (یعنی عزل کی صورت میں جعل کا اطلاق
ہوتا ہے خلق کا اطلاق نہیں ہوتا) اور بنیاد الزکیہ حکم نہیں پایا جاتا کہ اس کا ابتداء
سبب ناعزل ہی ہو جائے۔ اور بعضوں نے اسکو مکروہ جانا ہے۔ واللہ اعلم

افادہ :- حضرت والا نے مولانا روم قدس سرہ کے اس شعر سے

من ز قرآں مغز را برداشتم — استخواں پیش سگاں انداختم

کے معنی یہ بیان فرمائے کہ قرآن دو قسموں میں وارد ہوا ہے اسکی بعض آیات محکمات

سہ پھر ہم نے اس کو ایک نطفہ بنایا محفوظ جگہ میں۔

ہیں اور بعض متشابہات۔ محکمات جو ہیں وہ ہن ام الکتاب بمنزلہ مغز کے ہیں
اور متشابہات وہ ہیں جن کا نزول بعض امتحان و اختبار کے لئے ہے اور وہ
بمنزلہ استخواں ہیں۔ پس جو لوگ راسخون فی العلم سے ہیں وہ محکمات کو بر حیثیت
عمل اختیار کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں کے قلوب حق سے پھرے ہوئے ہیں اور کتوں
کے مثل ہیں وہ متشابہات میں پڑے ہیں۔ جس اس شعر میں اسی بات کی تشریح
فرمائی ہے۔

افادہ :- حضرت والا فرماتے تھے کہ ذات حق تعالیٰ سے نسبت کاملہ وحضور
دوام طلب کرتے رہنا چاہیے (یعنی کسی حال میں بھی رابطہ نہ ٹوٹنے پائے)۔

افادہ :- حضرت والا نے فرمایا کہ ایک بار ایک عزیز نے جو صاحب نسبت
اور بزرگ صالح تھے۔ میرے سامنے اشغال طریقت میں سے ایک شغل بیان کیا
مجھکو وہ اچھا معلوم ہوا میں نے اس پر عمل کرنے اور مشق کرنے کا قصد کیا جب
اس مجلس سے اٹھا اور گھر جانا چاہا ابھی دروازہ ہی پر پہنچا تھا کہ یہ آیت [illegible]
[illegible] بطریق الہام دل میں القا کی گئی اس سے معلوم
ہوا کہ سلوک میں جو اشغال ہمارے بزرگوں کے معمولات میں رہے ہیں ہمارے
حق میں بھی بہتر ہیں۔ اسی وقت سے وہ شغل کرنے کا قصد میرے دل سے جاتا رہا
اور شب میں اس عزیز نے بھی واقعہ میں دیکھا اور مجھ سے بیان کیا کہ ہم نے دیکھا
تم دونوں بھائی راستے میں سوار جا رہے ہو اور میں زمین پر کھڑا ہوا ہوں میں تمہیں
آواز دے رہا ہوں لیکن تم میری طرف مطلق التفات نہیں کر رہے ہو۔ پھر تم نے
قدرے توقف کیا۔ اور روانہ ہو گئے۔ اور ہماری طرف متوجہ ہوئے جس سے
یہ معلوم ہوا کہ جو تمہاری راہ ہے وہی درست ہے۔

افادہ :- حضرت والا نے ایک مکتوب حضرت اقدس کو تحریر فرمایا کہ
قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین حضرت میاں شاہ ولی اللہ
فقیر صبغۃ اللہ کی طرف سے بعد سلام مسنون معلوم ہو کہ فقیر کے آنے کا قصد [illegible] ابھی

تھے اور علم دین زمانہ اور ہر لوں اسے بہت ناخوش رہتے تھے۔ بندہ کاتب الحروف
نے حضرت شیخ حبیب اللہ قدس سرہ کی زبان اسرار بیان سے سنا ہے کہ آپ فرماتے
تھے کہ وہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند قدس سرہ کی روحانیت سے مستفید و
فیضیاب تھے۔ اور حضرت خواجہ بزرگ نے واقعہ میں ان پر توجہ فرمائی تھی اور ایک
تاثیر ڈالی تھی۔ اور کبھی کبھی اپنی ہمت عالی سے بھی کام لیا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ سپاہیانہ
وضع پر گذر کرتے رہے لیکن جب سے طریقہ فقر اختیار فرمایا اس وقت سے نہایت
درجہ استقامت اختیار کی اور اہل دنیا سے کبھی کسی قسم کے طلبگار نہ ہوئے۔ بلکہ
التکبر مع المتکبرین [illegible] تواضع کا طریقہ اختیار کیا ؎

فقر کو بے تکبر اے لازم کہ عاجزی میں یہاں فقر کی حقارت ہے

شاہ تراب کاکوروی

(خاکساروں سے خاکساری تھی سر بلندوں سے انکسار نہ تھا) (حالی)

افادہ: حضرت اقدس فرماتے تھے کہ آخر مرض الموت میں شیخ صلاح الدین نے
بیان کیا کہ ایک روز شیخ صدر العلماء [illegible] ان کے چچازاد بھائی آئے اور کہا کہ آج شب
میں نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت شیخ عبدالرحیم قدس سرہ فرما رہے ہیں کہ شیخ صلاح
الدین کے پاس جاؤ اور ان سے توکل کے معنی دریافت کرو۔ [illegible] اس سوال اور
مسئول عنہ کی تخصیص میں معلوم نہیں ہے۔ شیخ صلاح الدین نے فرمایا کہ اس
کی تخصیص میں نکتہ یہ ہے کہ [illegible] ہم فاقہ سے تھے اور کسی سے بھی قرض مانگ
نہ لیا۔ اور آج کل [illegible] اسی طرح ہم فاقہ سے ہیں لیکن اس کے باوجود دل
نہایت قوی ہے اور فقر اور وضع فقراء سے پریشان نہیں ہے بلکہ اس سے

---

۱ تکبر کرنے والوں کے ساتھ تکبر کرنا ہی تواضع ہے۔

خوش وقت اور مسرور ہے اوکی قال

افادہ: حضرت شیخ حبیب اللہ قدس سرہ نے بیان فرمایا کہ مخدومی شیخ صلاح الدین
نے ایک بار شاہ فخر عالم سے جو ان کے ابن عم ہوتے ہیں کہا تھا کہ میری موت قریب
آگئی ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس کی قضا مبرم ہے یا معلق۔ انھیں ایام میں ان
کو مرض شدید لاحق ہوا۔ اسی حالت میں میری زبانی شاہ فخر عالم سے کہلا بھیجا
کہ اب یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ بافضل میرے مرشد کی دعا پر میری قضا معلق ہے
اور یقین ہے کہ اس سلسلہ میں وہ ضرور دعا فرمائیں گے۔ پس اس مرض کی شدت اتنا
درجہ کو پہنچ گئی یہاں تک کہ امید حیات منقطع ہوگئی اور لوگ تجہیز و تکفین کی فکر
کرنے لگے اس وقت شیخ بزرگ حضرت عبدالرحیم قدس سرہ نے دعا فرمائی اسی وقت
دوبارہ صحت عود کی اور شفائے کلی حاصل ہوگئی

افادہ: حضرت شیخ حبیب اللہ بیان کرتے تھے کہ مخدومی شیخ صلاح الدین قدس
سرہ نے بیان کیا کہ میں نے ایک دن ایک شخص کو کچھ کاموں کے سلسلہ میں بلایا۔ اس
نے وہ کام حسب دلخواہ نہ کیا۔ جب میں نے اس کو دیکھا اور اپنی مرضی کے مطابق نہ پایا
تو انتہائی ناخوش ہوا۔ اور اسی ناراضگی اور ناخوشی کے عالم میں میں نے اس سے
کہا کہ کیا تم اندھے تھے جو تم نے ایسا کیا۔ میرا یہ کہنا تھا کہ اس کی بینائی جاتی رہی
اور وہ اندھا ہوگیا اور واویلا کرنے لگا کہ اب میں کیا کروں اور کہاں جاؤں مجھے
کچھ نظر نہیں آرہا ہے۔ میں اس ماجرے سے بہت حیران و پریشان ہوا اور افسوس
کیا کہ ایسا کیوں کہا اور یہ حرف میری زبان پر کیوں آیا۔ پھر میں نے [illegible]

افادہ: جناب (حضور) کا بحالت [illegible] ایک خاص [illegible] میں نے
[illegible] لوگوں سے سنا ہے کہ مرض الموت میں جب کہ انتہائی ضعف و نقاہت تھی اور بوجہ
[illegible] ناتوانی بلا استعانت دیگرے کروٹ بھی نہیں لے سکتے تھے۔ دیکھنے والے

کہا کہ آپ ان خرافات اور لہو و لعب میں نہ پڑیئے۔ آپ تو کسب علوم و معرفت
کے لئے ہیں نہ ان بیکار باتوں کے لئے)۔

افادہ: ایک رات خواب دیکھا کہ اس شخص کی روح کو جسم کی آلودگی سے
مجبور کر کے بلندی کی طرف لے گئے یہاں تک کہ انیت ختم ہوگئی اور وہاں سے
محیط اعظم کے اوپر لے گئے جس کی بابت تعبیر کر سکتے ہیں وہاں تجرد محض محسوس ہوا
(یعنی میں علائق مادی سے مجرد ہوگیا) لیکن اس تمام سیر کے باوجود جہت علو منقطع نہیں
ہوتی پھر اسی اثنا میں یعنی تجرد ذات کی حالت میں اپنی مجردگی کے احساس نے اس
طرح مکدر کیا جیسے گلاب صاف میں تار عنکبوت (مکڑی کا جالا) حیرت ہوئی
کہ یہ کیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ طبقہ کدورت منقطع ہوگیا (کدورت کی حالت ختم ہوگئی)
پھر تجرد ذاتی کا مجرد محض جو اطمینان قلب کا باعث تھا میسر آیا۔ اس جگہ یہ سمجھایا
گیا کہ بدن سے جدا ہونے کے بعد تیری روح کو چار گھڑی میں اس مقام تک ہم
پہنچا دیں گے۔ اور ایسا ادراک ہو رہا تھا کہ حق کے راستہ میں اس طرح مجرد ہو کہ
گویا اس شخص کے حق میں ہے جو سب سے پہلے عاقبت میں دکھلایا جائے گا
اور کہا جائے گا کہ یہ تمہارا معبود ہے اور مومنین اس سے منہ پھیر لیں گے کہ یہ
ہمارا معبود نہیں ہو سکتا۔ بعد ازاں رویت ذات سے مشرف فرمائیں گے۔ واللہ
اعلم

افادہ: ۲۱ رمضان المبارک کی شب [illegible]
ہوئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ روح کا اپنے جسم [illegible] جدا ہونے کے بعد آناً فاناً
اور زماناً فزماناً ایک قوی تحلیل اور تحکم انحلال تشخصات جزئیہ کے اس پار میں
راہ پاتا ہے جیسے نمک اگر پانی میں ڈال دیا جاتا ہے تو وہ رفتہ رفتہ اس پانی
میں تحلیل ہو جائے گا اسی طرح ان کے عوارض جسمانیہ کو انفکاک آہستہ آہستہ

تاخیر کے ساتھ ان سے ملحق ہوتا ہے۔ یہاں تک جز ولا یتجزی اور انانیت
صوری میں سے کوئی نقطہ بسیط جز وجود میں باقی نہیں رہتا۔ گویا تاریک راتوں
میں روشن ستارے دور سے تاباں اور درخشاں دکھائی دیتے ہیں اور وہ ہر وقت عالم
تجرد کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور بقیہ آثار جسمانیہ کا انکار کرتے ہیں۔ اسی دوران
حضرت قبلہ گاہ قدس اللہ سرہ کی روح پر فتوح سے شرف ملاقات حاصل
ہوا اس طرح پر کہ بغیر امر بسیط جو عالم کون و فساد کی ترکیب کے مراحل سے
بہت دور ہے کوئی دوسری چیز محسوس نہیں ہوتی۔ معارف ذات جب [illegible]
اشیائی حضوری دریافت میں اسی کی قسم میں سے ہیں اور یہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ
وہ بھی آثار تشخص رکھتی ہیں ان کو بھی چھوڑ دیں اور معرفت اصل سے ملحق ہو کر انانیت
کبریٰ میں داخل ہو جائیں۔ اسی کے درمیان ایک چہرہ نمایاں ہے جو صاف
علیم اللہ تجلی کی روح کی نشاندہی کر رہا ہے اسی صفت سابقہ اور دوسرا بقیہ
کے ساتھ جو شیشہ [illegible] اس کی تفصیل معلوم نہیں ہوتی۔ والسلام علی
من اتبع الہدیٰ

افادہ: رمضان المبارک کی متبرک راتوں میں سے ایک رات صبح سے قبل
میں مراقبہ میں تھا کہ ناگاہ لطیفہ قلبی گویا ہوا کہ مخزن علوم غیب اس وقت کھول
دیا گیا ہے جو سوال کیا جائے گا فوراً اس کا جواب دیا جائے گا۔ دل متفکر ہوا
لیکن سوا چند امور کے اور کچھ یاد نہ آئے جو پوچھے جاتے اور چونکہ اس سے
سوال واقع ہوا اور اس کے جواب سے متاثر ہوا یہ تھے۔

سوال: اعمال جوارح کا کیا ثمرہ ہے اور حضرت حق کی حضوری سے [illegible]
ہے؟

۱۔ ایسا جز جس کی تقسیم نہ ہو سکے۔

ذکر قدرے از احوال واقوال قدوۂ طالبان راہ عمدۂ سالکان حق آگاہ عالم الفروع والاصول جامع المنقول والمعقول صاحب الذوق والوجدان کامل العلم والایقان عرفان پناہ شاہ نور اسعد سلمہ اللہ تعالےٰ جو حضرت اقدس کے بزرگترین خلیفہ اور قدیم اصحاب اور احباب کاملین میں سے ہیں۔

بدو شعور ہی سے علم و فضل کی تحصیل پر مجبول و مفطور تھے اور توفیق و اصلاح سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ ایام طفولیت ہی سے اپنے حسن ادب کی وجہ سے حضرت شیخ بزرگ قدس سرہٗ کے منظور نظر تھے۔ ابتدائی کتابیں شیخ بدر الحق سے پڑھیں جو حضرت اقدس کی والدہ کے ماموں تھے اور آپ کے خلفاء اور علماء متقین میں سے تھے منجملہ ان سب کے حضرت شیخ بزرگ اور حضرت جد کی قدس اللہ اسرارہما کے شاگردوں میں سے تھے۔ اور ہر دو بزرگوار کے حضور میں مقامات طریقت سے فیضیاب تھے متوسطات کی چند کتابیں کہ آپ بخوردت کے والد ماجد سے پڑھیں اور علم کتب کی تحصیل حضرت اقدس سے کی فہم سلیم جودت ذہن اور استقلال و ثبات قدمی میں درجہ کمال پر فائز ہیں۔ رحمن الدولہ لطف خان کے مدرسہ میں طالب علمی کے دوران وظیفہ یاب ہے۔ تھے انہی ایام میں ایک دن حضرت شیخ بزرگ قدس سرہٗ کے مزار پر انوار کے قریب حضرت قدس کے پاس آپ بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے اس صاحب مزار کے اشارہ کے بموجب ان کو بیعت کا حکم دیا انھوں نے اسے نعمت من نعمات اللہ جان کر قبول کیا۔ اور اسی مجلس میں شرف بیعت حاصل کیا اور جناب کے اشغال طریقت میں سے ایک شغل کا استفاضہ کیا پھر تھوڑے دن کے بعد حضرت مرشد حقیقی نے ان کی استعداد و استعداد کا مل ملاحظہ فرما کر

اور بہت قوی و بلند دیکھ کر وظیفہ شغل خاقانی کے ترک کرنے اور فقر اختیار کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد عالی ان کے دل پر اثر انداز ہوا۔ باوجود اس کے کہ وظیفہ خود والدہ ماجدہ کی خدمت اور ان کی خوشنودی و رضامندی کے لیے قبول اور اختیار کیا تھا لیکن اذا جاء نہر اللہ بطل نہر عیسیٰ[1] سب کو ترک کر دیا اور تجرید تام اختیار کر کے اپنے مرشد برحق کے حسب الحکم کفنی پہن لی۔ بعد ازاں جب مرشد برحق نے ان کے دل کو علوم رسمیہ (علوم ظاہری) کے دقائق اور ان کے غور میں شغف تمام دیکھا۔ اور اس بات کو راہ سلوک میں حارج پایا تو متاثر کر طلبہ کی مجالس میں جانے سے علیحدگی کا حکم دیا۔ انھوں نے حسب الحکم تھوڑے ہی عرصہ میں اس ریاضت کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ اسی دوران وہ دشوار گزار اور سخت سفر در پیش ہوا جو حضرت اقدس نے بیت اللہ کے لیے اختیار فرمایا تھا آپ نے جو خدمات شاقہ انجام دیں کسی اور سے نہ ہو سکیں سفر کی مشقتوں پر صبر اور تمام رفقاء کی خدمت از قسم طعام و پانی برداری۔ مریضوں کی تیمارداری اور مختلف الطبع ہمراہیوں کی رضا جوئی حلم اور خندہ پیشانی کے ساتھ بغیر کسی ملال وکلال کے جس طرح اپنی بے نفسی سے ان سے وجود میں آیا کسی دوسرے سے ممکن نہیں۔ گویا وہ سفر آپ کے لیے سخت مجاہدہ اور ریاضت کی کسوٹی بن گیا جب ان کی استعداد کھرے خالص سونے کی طرح ہو گئی تب حضرت اقدس کی عنایات بے غایت کے مرکز و مقصد اور انوار و اسرار ولایت کے مہبط ہو گئے۔ اس سفر مبارک سے واپسی کے بعد حضرت اقدس کا قصبہ ٹھٹھہ جو آنجناب کے مخلص مریدین کا قیام گاہ تھا تشریف لائے ہوئے تھے وہاں آپ کو از خود جو قبیل الہامات الٰہیہ سے تھا خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ پھر اس کے بعد علوم ظاہری کے درس کا حکم دیا اور رشد و ارشاد کے کام پر مقرر فرمایا۔ ان توجہات عالیہ کی برکت سے ایک عالم ان کے فیض تربیت اور صحبت کی برکت سے صحرائے جہالت سے نکل کر علم و فضل کی روشن منزل اور راہ حق پر پہنچ گیا۔ اور ضلالت کی پستیوں سے نکل کر ہدایت کی

[1] جب اللہ کی نہر آ گئی تو عیسیٰ کی نہر باطل ہو گئی۔۔۔۔

اور کسی شخص نے اس بندہ کو کاتب حروف کا نام لے کر کہا کہ تم اور ایک دوسرا شخص جو تمہارا ہم نام ہے اس مجلس عالی میں اجازت یافتہ ہو۔ اور آپ کی قربت و شرف مجلس سے مشرف ہو۔ اور ہم مواجہ شریف میں کھڑے ہیں کہ اتنے میں ایک شخص حاضر ہوا اور آپؐ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ حضور! معاویہ کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی برائی کی ہے تو اس کے لڑکے نے کی ہے۔ اور لڑکے کے اعمال کا وبال و نکال باپ پر نہیں ہوتا۔ اور جس شخص نے ہماری صحبت اٹھائی ہے۔ اس کے بارے میں اگر کوئی شخص بے ادبی کرے تو ہم اس سے خوش نہیں ہیں۔ اور گویا یہ الفاظ آپؐ نے اس لئے فرمائے کہ اس نے صرف معاویہ کہا تھا بغیر کسی تعظیمی لفظ کے۔ پھر میں بیدار ہو گیا

افادہ کا :- انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک روز میں انفاس العارفین میں شیخ ابوالقاسم قدس سرہٗ کے حالات پڑھ رہا تھا جس میں ان کی غلبۂ بے خودی کی کیفیت مرقوم ہے کہ اتنے میں فرزندم عطاء اللہ آ گئے اس وقت میرے دل میں آیا کہ اب یہ بے خودی کی کیفیت کسی میں نہیں پائی جاتی۔ شب میں حضرت مقدس مدظلہم العالی کو خواب میں دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ تمہارے ہی دیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ اور آپ میں ایک بے خودی اور مدہوشی کی کیفیت جوش زن ہے۔ ایسا کہ یہ فقیر بھی متاثر ہوا۔ اور اس پر بھی بے خودی کی کیفیت طاری ہوئی جب نیند سے بیدار ہوا تب بھی اس بے خودی کا اثر باقی تھا۔ اور اللہ کے فضل و کرم سے جو وسوسہ اس عارض ہو گیا تھا وہ رفع ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

افادہ کا :- انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص جو صوفیوں کا لباس پہنے ہوئے ہے مجھ سے پوچھ رہا ہے کہ نماز سلوک کس طرح ادا ہوتی ہے میں نے کہا کہ میں اس نماز کو ادا کرتا ہوں دیکھو۔ میں نے وضو کیا اور تکبیر تحریمہ کہہ کر نیت باندھی۔ اور قیام میں بجائے قرأت کے ماثورہ دعائیں معانی پر غور کرتے ہوئے اور بہت خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھیں۔ اس سے طمانیتِ قلب

اور مشاہدۂ انوار حاصل ہوا۔ پھر جب رکوع میں گیا تو رکوع کی تسبیح کے ذریعہ افعالی پورے طور پر ظاہر ہوئی تجلی کے مشاہدہ کا اس سے قبل اتفاق رہا تھا جب سجدہ کیا تو اپنے وجود کی فنا حاصل ہوئی اور اپنے وجود میں سے کچھ باقی نہ رہا مگر وجود ایک وجود مطلق۔ اور ان تینوں حالتوں میں محبت و شوق کا رنگ بدرجۂ اتم حاصل تھا پھر جب دوسرا سجدہ کیا تو یہ وجود بھی گم ہو گیا۔ اور شوق محض بے کیفیت کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔ پھر میں نے سلام پھیرا۔ اس شخص نے کہا کہ یہ ہی خوش نمازی تھی۔ اور سالک کو اسی طرح سلوک کرنا چاہیے کہ اصل یہی نماز ہے۔

افادہ کا :- انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک روز میں قیلولہ کے وقت سو گیا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور مجھے بیدار کر کے یہ خبر دی کہ ایک شاہ بادی تمہارے دیکھنے کے لئے ملاقات کے لئے آ رہا ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ کوئی درویش صاحب شان ہوگا۔ میں اٹھا وضو کیا اور آہستہ ہو کر تیار ہو کر بیٹھ گیا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت آئی اور اس کے ہمراہ ایک دوسری عورت ہے اور وہ آ کر میرے پہلو میں زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئی۔ اس بات سے مجھے سخت تعجب اور پریشانی ہوئی کہ یہ کون عورت ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔ (انھوں نے) لوگوں نے کہا کہ یہ فاحشہ اور چھنال عورتوں میں سے ہے جس کا نام شاہ بادی ہے۔ آخر اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہنا شروع کیا کہ میری تم سے ایک غرض ہے اور وہ یہ ہے کہ میں ایک ایسا تعویذ چاہتی ہوں کہ فلاں فلاں حاکم مجھ پر مہربان ہو جائے۔ میں نے کہا کہ اس قسم کے تعویذ لکھنا میرا کام نہیں ہے مجھے معاف کرو لیکن وہ اصرار کرتی رہی اور نہیں مانی۔ مجبوراً میں نے کاغذ قلم لے کر لکھا کہ اے اللہ تو اپنی صفت غفوری سے اس عورت کو اس فعل بد سے نکال دے اور توبہ کی توفیق عطا فرما۔ پھر کر میں نے کاغذ موڑا اور اس کو دیدیا وہ اس کو لے کر بہت زیادہ عقیدہ کے ساتھ خوش و خرم چلی گئی کہ مقصد حاصل ہونے کے بعد اس کو پورا کروں گی۔ اس واقعہ کو دس دن گزرے تھے کہ ایک دولت مند

شخص نے اسکو نکاح کا پیغام دیا اور پھر اپنے عقدِ نکاح میں لے آیا۔ پس وہ اپنے
کردارِ بد سے تائب ہوئی۔

افادہ :- انھوں نے بیان کیا کہ ایک بار حضرت صاحب قبلہ مد اللہ
ظلہ العالی قصبہ بڈھانہ میں تشریف فرما تھے، ایک شخص نے ایک چھوٹی شیشی میں
گلاب پیش کیا۔ خادم نے لے کے اٹھا کر طاق پر رکھ دیا۔ چوں کہ وہ شیشی بہت خوب
صورت تھی اس لیے راقم کے دل میں آیا کہ خالی ہونے کے بعد یہ شیشی ہم لے لیں
گے۔ پس اسی وقت آپ نے قصبۂ مذکور سے پھلت پور کی طرف کوچ فرمایا، وہ
خادم اس شیشی کو مع دیگر سامان ایک چھوٹے سے [illegible] اپنے ساتھ لے
لیا۔ مجھے اس وقت دیکھا، کئی بار یہ خیال آیا کہ وہ شیشی میں اس سے لے لوں
لیکن مانگنے کی نوبت نہ آئی اور اس کی خواہش دل سے زائل نہ ہوئی۔ پھر آپ
کے تشریف لیجانے کے بعد خدام کو آپ کے حجرۂ مقدس کی جس کے طاق میں وہ
شیشی مذکور رکھی ہوئی تھی متعدد بار صفائی اور جھاڑ و وغیرہ کا اتفاق ہوا
اور تمام طاقوں کو صاف کیا کوئی چیز از قسم شیشی اس میں نہ پائی گئی۔ بعد
ازاں جب ماہ رمضان المبارک آیا۔ اور ستائیسویں شب ہوئی تہجد کے بعد
میرے دل میں خیال آیا کہ اگر اس وقت گلاب ہوتا تو استعمال میں آتا۔ اتفاقاً
میرا ہاتھ اسی طاق پر گیا دیکھا تو وہ شیشی گلاب سے بھری ہوئی طاق پر رکھی
ہے۔ میں متعجب ہوا اور پھر اس میں سے تھوڑا گلاب لے کر استعمال کیا اور
پھر اس شیشی کو اسی طرح طاق پر رکھ دیا صبح کو جب اس طاق کو دیکھا تو
وہاں پر کچھ نہ تھا۔

افادہ :- انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک بار میں مغرب کی نماز پڑھ
رہا تھا کہ حضرت مقدس مدظلہم العالی کے بعض اخلاق حمیدہ متصور ہوئے اور
اس کی وجہ سے ایک طمانیت و سرور حاصل ہوا۔ اس کے بعد خیال آیا کہ
چونکہ حضرت مقدس مرتبۂ جامعیت رکھتے ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ آپ

ہر جزوی امر میں استعداد انکی مفید رہو [illegible]، آیا کہ فیض آپ سے مثلاً
ہر امر میں مفید اور حصولِ مقصد میں موثر ہے تو۔ حضرت مقدس اس جانب
توجہ حالی مبذول کریں یا ذکر کیا۔ پھر اس کے بعد وہ حالت جو تحریر حالت
میں متصور ہوئے اور وہ آپس میں کچھ بات چیت کر رہے ہیں اور ان سے ایک
آواز سنائی دے رہی ہے اور وہ آواز کسے جیسے شور و غل کی ہوتی ہے
اور دور سے سنائی دیتی ہے لیکن ... سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ پس میں نے
کان لگا کر غور کیا تا کہ سنوں کہ کیا نظام عالم کے سلسلہ میں گفتگو کر رہے ہیں
تو صرف لفظ "اصلح" سمجھ میں آیا۔

افادہ :- آپ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے کہ ایک بار [illegible] حضرت
روز شنبہ کو حضرت مرشد تحقیق مدظلہ سے یہ عرض کیا گیا کہ عاجز کا دل چاہتا
ہے کہ جلد سے جلد موجود حضور کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کیا کروں لیکن
بعض مجبوریوں کی بنا پر اس دولت کے حصول میں تاخیر ہوتی ہے۔ حضرت
مقدس نے فرمایا کہ تمہاری یہ مجبوریاں ظاہری ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مجبوریوں
کو بھی دور فرمائے گا وغیرہ وغیرہ۔ آپ کی ان محبت آمیز باتوں سے ہوا
عاجز کے حق میں ایسے فرمائیں دل کی بیقراری اور بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ تصور و
خیال جمال مبارک کے مشاہدہ اور نظارہ سے ہر وقت لطف اندوز ہونے
لگا اور آپ کی برزخ مستقل قائم ہو گئی۔ اور یہ جذب و محبت قلبی تمام وجود
عنصری میں اس طرح سرایت کر گئی جس طرح پانی خشک ریت میں سرایت
کرتا ہے اور یہ تو ساری جسمانیت اس کی محبت و کیفیت سے پُر
ہو گئی۔ یہاں تک کہ پورے جسم نے اس حرارت کو محسوس کیا جس طرح کوئی
شخص نشہ آور چیز کھائے یا پئے تو اس کا اثر ظاہری طور پر بھی سارے
بدن میں ہوتا ہے اور اس وقت ایک صورت مثل صورت عنصری کے
جناب مقدس سے جدا ہوئی اور اس عاجز کے بدن میں حلول کر آئی۔

سر میں اور ہاتھ پاؤں میں اسی طرح باقی دیگر اعضا اور اس حسرت و افسوس
نے جو آپ کی [illegible] محسوس رہی تھی اس میں سکون ہو گیا
اور اس صورت کا حلول اب تک باقی ہے اور اب بھی نگاہوں سے غائب نہیں
ہے اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ہوگا۔ اور اب تو وہ کیفیت یعنی صورت مبارک
کی جدائی و منتقلی سب بچشم سر محسوس ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

افادہ :- آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک وقت غیبت حاصل ہوئی تو
معلوم ہوا کہ وجود و حیات اور تمام موجودات کی بقا خود فراموشی کے
بعد [illegible] ذات الٰہی سے ہے۔ اور تعجب یہ ہے کہ سارا عالم غفلت کے باوجود
وجود و حیات میں ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باوجود اس کے کہ ذات الٰہی
تمام میں ساری ہے اور احاطہ و مکان و کیفیت سے متصف نہیں ہے لیکن
اس کے باوجود ماوراء عالم میں اس کا ایک وجود ہے اور کیفیت و احاطہ و
مکان ہے برخلاف اس عالم کے احاطہ و کیفیت کے۔ اور اس وجدان کی تحقیق
حضرت مرشد حقیقی دامت افاضاتہم نے ارشاد فرمائی کہ حقیقۃ الحقائق کی
مثل [illegible] اس کے کہ مظاہر کثیرہ میں تجلی ہوئی ہے اور ہر جگہ ایک حکم پیدا
کیا ہے لیکن ہر قید سے منزہ ہے۔ اور منجملہ اس کے شخص اکبر کے قلب میں تجلی
[illegible] ہے اور اس تجلی سے ملکوت پر اس عکس کے اعتبار سے ایک نورانی
عکس پڑا ہے اگر کسی چیز کا اس عکس کے اعتبار سے اثبات کریں اور اس کی
نورانی اور شعاع انگیزی بیان کریں تو بجا ہے۔ سالک کے لئے یہ کافی ہے
کہ اس کی نگاہ معرفت اس عکس نورانی کی طرف متوجہ ہو اور عقیدہ تنزیہ اس کے
دل میں منقش ہو جائے لیکن تنزیہ و تشبیہ میں تحقیق اس طرح جمع ہے جیسا
مذکور ہوا۔ اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ہر زندہ کی زندگی (اور) بلکہ ہر
موجود کا وجود حضرت وجود کی تقوم سے ہے اور یہ وجود میں نفس الامری
ہے خواہ اس بات سے آگاہی ہو یا نہ ہو۔ بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ سالک کو

[illegible] بر صفحہ آئندہ

یہ ارتباط نفس الامری استغراق اور استہلاک علمی کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے
اور حکم کرتا ہے کہ ہر زندہ کی حیات معرفت حق کی وجہ سے ہے پھر جب بعض
حالتوں کو موجود دیکھتا ہے تو اشکال میں پڑ جاتا ہے اور اس کا منشاء یہ ہے
کہ اس سالک کے نفس میں حضرت وجود کا علم حضوری وہی اس کا نفس الامری
ارتباط ہے پس اپنا حال اس پر غالب آتا ہے اور تمام چیزوں میں ارتباط کو
اسی ارتباط علمی سے متلبس دیکھتا ہے اور یہی تحقیق ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

افادہ :- انھوں نے فرمایا کہ حب جاہ و مال اور کبر و ریا اور تمام
رذائل اور تہذیب نفس سے تخلیہ اور حمائد سے تحلیہ جیسے رضا۔ توکل تسلیم
وغیرہ تو نوع انسانی سے مقصود بالذات ہے اور یہی سے قرب و کمال اور
شریعت اس کا بیان ہے اور یہ کمال حقیقی دخل طور پر انبیاء علیہم السلام
کی ذاتوں کے سوا کسی میں نہیں بلکہ ممتنع ہے کہ کسی دوسرے کو حاصل ہو۔
اور فنا اور بقا کا طریقہ مع اسکے لوازم کے جو راہ ولایت ہے اسکے حصول کا
وسیلہ ہے مقصود اصلی نہیں ہے اور فنا و بقا سے غرض اس کمال
کا حصول ہے اور یہ کمال مخصوص صحابہ کرام کو ایک طرح کی صحبت عالیہ
سے حاصل ہے اور ان کے علاوہ کسی اور کے لیے مقصود نہیں ہے پس وہ
اس کمال کے حصول کے ساتھ اگر اس فنا و بقا سے باز رہے ہوں تو کوئی
مضائقہ نہیں ہے[1]۔ اور وہ چیز جس کی افراد کا طعن خبر دیتے ہیں یا وہ اپنی

[illegible] یعنی تنزیہ کے عکس سے تشبیہات کی تجلیات ظاہر ہوتی ہیں اور سالک [illegible]
[illegible] استغراق ہو جاتا ہے [illegible] محسوس کرنے لگتا
ہے [illegible] کے بعض اہل عقل کو فنائی اور مستہلک نہیں پاتا تو
اسے تعجب ہوتا ہے۔ تقی الدین

[1] مَنْ رَآنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ۔ (جس نے مجھکو دیکھا اس نے حق کو دیکھا)

هو من ثم واصفی مظاهر الظاهر
فاما الجزء الموصوف فانه هو المخصوص
بقرابة الذات واری انه لا یعم نوع
الانسان بل مخصوص ببعض منهم ولیس
هو داخل فی نوعیته ولا هو من لوازمه
الا انه تخصیص الانسان به من بین
الموجودات کلها اذ هو المظهر الاتم
وهو حامل الامانة واری انه بقیة
ذلک الجزء لیس من کمال النبوة او
کمالات النبوة والولایة تحت الوجود
وهو عالی من ذلک فلا احد یجد
ان علامة ..... والعلم عند الله
والراسخین بعلمه ..

وہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ عین ذات ہے
یا تقرب اور اتصال اپنے مافوق سے ہو کر
اس جگہ ظاہر کے مظاہر کے وضع کرنے والے
ہیں لیکن وہ جزو موصوف ذات کے تقرب کے
ساتھ مخصوص ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ
وہ نوع انسان پر عام نہیں ہے بلکہ ان میں
بعض کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ اس کی
نوعیت میں داخل نہیں ہے اور نہ اس کے
لوازم سے ہے مگر یہ کہ انسان کی تخصیص کے
ساتھ تمام موجودات کے درمیان سے کہ
کیونکہ وہ مظہر اتم حامل بار امانت ہے۔
اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اس جزو کی اصل
نبوت کا کمال نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبوت
ولایت کے کمالات تحت الوجود ہیں اور
وہ اس سے بلند ہے۔ پس میں اس میں کوئی
حرج نہیں پاتا ....
اور علم اللہ کو اور علماء راسخین کو ہے

تشریح: میں اس زمانہ میں خبیر باللہ کو دیکھتا ہوں کہ اس میں ایک جزو ہے
جس کی نسبت ذات کی طرف ایسی نسبت کی طرح ہے جیسی جزو کی نسبت کل
کی طرف ہوتی ہے (یعنی شاہ صاحب نے خبیر باللہ کی نسبت کا مشاہدہ فرمایا اور
معلوم کیا کہ اس کو ذات بحت سے ویسی نسبت ہے جیسی جزو کو کل کے ساتھ ہوتی
ہے) سو اس کے دو مشابہ ہے جزئی سے کل کی طرف کا تعلق ہے سب سے اس جزو کیلئے

ویسی جیسی طرح جزو میں وہی سب کچھ ہوتا ہے جو کل میں ہے سوا وسعت و گہرائی
کے یعنی کل میں وسعت و گہرائی ہوتی ہے جو جزو میں نہیں سماتی۔ لیکن جزو کی نسبت
کل کے ساتھ مکمل ہوتی ہے اور اس کے لئے عرفان یقینی ہے اور آگاہی عین
یقین عین ذات ہے (یعنی خبیر باللہ کو عرفان ... حاصل ہونا یقینی ہے کیونکہ خبیر
یعنی آگاہی ذات بحت کی صفت نہیں بلکہ حق کا وہ کمال ہے جس سے وہ اپنی ذات
کا و صفات کا ادراک کرتا ہے۔ اور یہ کمال باعتبار ذات ... بر صفت پر یقینی ہوتا
ہے۔ جاننا چاہیے کہ ذات بحت صفات کا خزانہ اور حق کی علمیت ہے اور حق
اپنی انا سے اپنی ذات اور علمیت کا ادراک کرتا ہے۔ پس آگاہی جو عرفان
کا دوسرا نام ہے حق کا کمال ذاتی یعنی انائے حق ہے جو ذات و صفات پر
پھیلے ہونے کے باعث عین ذات ہے۔ اور خبیر باللہ کو عرفان یا آگاہی
وہاں سے حاصل ہے لیکن اس کی نسبت جزئی ہونے کے باعث وہ کمال ...
اور حال کے حصول کی وسعت نہیں رکھتا۔ اس طرح نہ قرب ہے نہ توحید نہ فنا
نہ بقا۔ نہ غیبت ہے نہ حضور۔ نہ قبض ہے نہ بسط۔ نہ انس ہے نہ وحشت۔
نہ تجلی ہے نہ استتار۔ اور نہیں کہا جاتا کہ وہ کامل ہوا بعد اس کے کہ ناقص تھا (یعنی
کمال یعنی وسعت و گہرائی نہ ہونے کے باعث اس میں مذکورہ کمالات و مقامات
و احوال حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی) کیونکہ یہ مراتب لطائف کی
نشأت میں مظاہر وجود سے جو صادر اول سے جو پھیلا ہوا ہے موجودات کی صورتوں
پر (یعنی ذات باری تعالیٰ سے جو وجود و عدم سے بھی پرے ہے۔ سب سے
پہلا صادر حضرت وجود کا ہوا لہذا وہی صادر اول ہیں اور یہ سارے مراتب
انہیں کے لطائف کی پھیلی ہوئی صورتیں ہیں اور خود حضرت وجود تمام موجودات
کی صورتوں پر پھیلے ہوئے ہیں اور حضرت وجود ہی فوق الوجود ہیں۔ اور ہر
لطیفہ موجود ہے جیسے عقول، جواہر، ارواح، افلاک، عناصر اور اجزاء انسانی
شکل میں ہر جزو (یعنی وہ لطائف جن سے انسان کی شکل بنی ہے جیسے نفس، قلب ...

الذی کنت عرفته عین الحق فظهر
شانه ما بعین بل الذات تعالیٰ
الله د انما هو مظهر من مظاهره
ورأیت ان بعض الاحکام الذی
اعتقدت بها فی سابقة
الزمان لا یخلو عن تشبیه بل
انما هو تعالیٰ من الانسان
بما هو انسان فی وراء الوراء
ثم ما فی وراء وانما معرفة
النقطة فالاحکام فیها کلها کاذ
واقدام البیان عنها خاطئة
هذا ما فی الحال .. وهو اعلم
بحقیقة الحال والمآل ۔

کہ وہ وجود واحد جس کو میں عین حق سمجھا تھا وہ
عین حق نہیں ہے بلکہ وہ ذات اس سے بلند ہے
کہ وہ ہمیشہ اپنے مظاہر میں سے کسی ایک مظہر میں
ہو ۔ اور میں نے دیکھا کہ جن احکام پر میں
گذشتہ زمانہ میں اعتقاد رکھتا تھا وہ تشبیہ سے
خالی نہیں تھے بلکہ وہ (اللہ) انسان سے
بلند ہے ان چیزوں کے ساتھ جو انسان میں
ماوراء الوراء میں اور پھر وہ چیز جو اس کے بعد
وراء ہے لیکن نقطہ کی معرفت اس میں کل احکام
کاذب ہیں (یعنی نقطہ کا وجود ادراک میں موہوم ہے)
اور نقطہ کے بیان کے اقدام میں خطا ہے (یعنی
نقطہ کی معرفت دشوار ہے) یہ صورت حال اس
وقت یہ ہے اور حقیقت حال کو اللہ
زیادہ جاننے والا ہے ۔

تشریح

ذات باری تعالیٰ کی تعریف یہ ہے کہ اس پر کیا، کہاں، اور کیسے کا اطلاق نہیں ہوتا
لیس کمثلہ شئی ۔ اسی لئے ذات باری تعالیٰ میں لفظ وضع کیا گیا ہے ۔ اس لئے یہ صرف
مذکر ہے ۔ جو کچھ علم و عرفان سے معلوم یا مشہود ہوتا ہے ذات باری تعالیٰ اس کے
مافوق ہے ۔ محققین نے مشاہدات کی انتہا عالم قدس کو بسیط شخص ہے ۔ محقق اپنے
عرفان کے مطابق اسی کا مشاہدہ کرتا ہے ۔ چنانچہ اسی کے لئے فلسفہ محققین نے مختلف
اصطلاحیں استعمال کی ہیں ۔ اسی کو حقیقت محمدیؐ ، تجلی اعظم ، اور وجود واحد کہا جاتا
ہے اور پھر اعتبارات کی رو سے یہی قلم ، عقل کل ، اور روح کلی بھی کہلاتا ہے ۔

جب ذات باری تعالیٰ نے عین سرور لحظ میں اپنی ذات کا عرفان چاہا تو یہ تشخص ذات
باری تعالیٰ کے بالمقابل مشہود ہوا ۔ قل ہو اللہ احد کی رو سے یہی احد ہے اور اسی
کے امر سے تخلیق ہوتی ہے ۔ اللہ غنی عن العالمین ۔ اسی تشخص کا اجرا حضرت وجود پر پھیلا
ہوا ہے ۔ یہ تشخص ذات باری تعالیٰ کا ابتدائی تعین ہے ۔ اور اسی اعتبار سے
اسکو حقیقت محمدیؐ کہا جاتا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جس نبوی میں عندلی مع اللہ وقت
لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل کے وقت حاصل ہوتا تھا اور
بعض اوقات میں بعنوان علمی قلبی کے ذریعہ نبوت و ولایت کے امور سر انجام پاتے
تھے اسی ابتدائی تعین کا نام عالم امر میں احمد ، عالم روحانیات میں احمدؐ اور عالم
ناسوت میں محمدؐ ۔ شاہ صاحب کی اس عبارت کہ "وہ وجود واحد جسکو میں عین حق
سمجھا تھا وہ عین حق نہیں ہے بلکہ وہ ذات اس سے بلند ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے مظاہر میں
سے کسی ایک مظہر سے ہو" کا یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے ۔ یعنی شاہ صاحب کو حقیقت
محمدیؐ کی ذات باری تعالیٰ سے یکتائی کا مشاہدہ نہیں ہوا کیونکہ وہ صرف رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے ۔ نقی انور

ذکر درباره حالات کرامت سمات وکلمات حقایق آیات زبده اصحاب فضائل وعرفان خلاصہ ارباب ذوق ووجدان حافظ عبدالغنی المخاطب بہ حافظ عبدالرحمٰن جو حضرت اقدس کے خلفائے معتبر میں ہیں

کتاب وسنت کے علوم کے عالم اور شریعت وطریقت وحقیقت میں کامل ہیں۔ آنجناب سے حدیث میں صحاح ستہ وغیرہ کی کتابیں پڑھیں نیز باطنی علوم واسرار اخذ کئے۔ ان کے تمام معارف درحقیقت حضرت اقدس ہی کے معارف ہیں جنھوں نے ان کے آئینہ باطن میں بغایت صفا وجلاء پایا اور ڈالا ہے۔ ان کے تمام علوم واقفات آنجناب ہی کے علوم ہیں جو ان کی وسعت استعداد دیکھتے ہوئے ان پر وارد ہوئے ہیں۔ حالت پر نظر کرنا حضرت اقدس کے کمال تصرف اور قوت فیض پر زیادتی وافزونی ایمان کا باعث ہے۔ اور حقیقتاً ان کے تمام کمالات ذاتی ہیں جس میں کسب کو دخل نہیں ہے۔ ورزش وتعلیم اور تعلم سے تعلیم ان کی ذات میں وہبی ہے جس میں ان کے حصول کی کوشش کی کوئی کوشش نہیں ہے۔ ان کا دن رات میں کوئی وقت عبادت سے خالی نہیں گزرتا۔ یا تو وہ قیام کرتے ہیں یا نماز ومناجات میں یا تلاوت قرآن میں حضوری اوقات میں ایک خاص حالت رکھتے ہیں جس سے بڑھ کر متصور نہیں ہو سکتا اور امور معاش کی طرف قطعی کوئی التفات نہیں

(وفکر معاش سے بے نیاز ہیں) باوجود اہل وعیال ان کی کوئی پروا نہیں ہے۔ ان کا وجود شریف صرف ملکیہ ہے جو لباس بشری میں مجسم ہے۔ غرضکہ ان کے کمالات ذات ملکی صفات اس سے بالاتر اور کیا ہو سکتے ہیں جو حضرت اقدس نے اس مثال میں اپنے دست مبارک سے ان کے لیے تحریر فرمائے۔

ان اللّٰہ تبارک وتعالیٰ الطافاً خفیۃ بعبادہ من بواطنھم بغیر ادراکھا ونعماً ھنیۃ فیما بینہ وبینھم من جھۃ جذبھم الیہ بعدم فہم معانیھا ومن تلک الالطاف الخفیۃ والنعم الھنیۃ فی حق اخینا فی اللّٰہ الصالح المفلح المعمور باطاعات اوقاتہ المغمور فی بحار الحسنات انفاسہ الحافظ عبدالرحمٰن بن الحافظ نظام الدین المتوی نزیل دہلی بلدۃ اقامتھما احسن اللّٰہ الیہ فی الدنیا والعقبیٰ واجزل علیہ نعمہٗ فی الاولیٰ والاخریٰ ان ساقہ الی والھمہ طلب الطریقۃ الخاصۃ الصوفیۃ منی ثم اللّٰہ البصر فی سلوک سبلھا وغیرھا ومرھا وتحمل الشدائد فی طی حصولھا وقفرھا ووفقہ الاتصاف بالمراقبات والتوجھات وکشف علیہ التوحید ومنع النصب المشتبرۃ عنہ انعم

بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ ان کے باطن میں بغیر ان کے ادراک کے پوشیدہ مہربانیاں ہیں اور مبارک نعمتیں ہیں جو اس کے اور ان کے مابین میں اور جیسا ان کے جذب کے اس کی طرف۔ ان کے معانی کے فہم کے آگاہ کرنے سے اور وہ مخفی مہربانیاں اور مبارک نعمتیں ہمارے دینی بھائی کے حق میں ہیں جو صالح اور فلاح پانے والے ہیں ان کے اوقات اطاعتوں سے معمور اور انفاس نیکیوں کے سمندر میں مستغرق ہیں حافظ عبدالرحمٰن بن حافظ نظام الدین متوی ساکن مقیم دہلی۔ اللہ تعالیٰ دنیا وعقبیٰ میں ان کے ساتھ احسان فرمائے اور ان کو بیش از بیش نعمتیں عطا فرمائے۔ اس نے ان کو میرے پاس بھیجا اور مجھ سے صوفیاء کے خاص طریقہ کے طلب واخذ کرنے کا الہام کیا پھر ان کو بصیرت عطا فرمائی طریقہ صوفیہ کے سبل اور مشکل سلوک میں نیز اس کے سبزہ وشاداب اور دیگر

وقسبة الاحسان والنسبة الاويسية
ونسبة ياد داشت ونسبة التوحيد
ونسبة العشق وعاملة باشياء من
خرق العوائد واذاقه حلاوة المناجات
ورزقه اللذة في اصناف العبادات
واراه انوار الارواح، وسيره بسائر
لطيفة واطلع على شيء من خواص الاسماء
والآيات مع صورها بعينه مناسبة ظاهرا و
باطنا لله والرسول وبمتابعة الطريقة
وسلامة صدره من الغل والحسد
وقلة ميله الى الحرص وطول الامل
وقوة صبره في الشدائد والامراض
وعدم احساسه لتلك الالام
عند اشتغاله بالعبادات الى كثير من
الطاف الله يطول بيانها ويعسر
تعدادها .

کے طے کرنے میں سختیوں کے برداشت کی قوت
عطا فرمائی ۔ نیز ان کو مراقبات اور توجہات میں
اہتمام کرنے کی توفیق دی اور ان پر توحید کے اسرار
منکشف فرمائے ان کو وہ نسبتیں عطا فرمائیں جو
صوفیا کے نزدیک معتبر ہیں جیسے ، نسبت احسان
نسبت اویسیہ نسبت یادداشت نسبت توحید اور
نسبت عشق وغیرہ ، اور ان کو عامل کیا ان چیزوں کے
ساتھ خرق عادات سے (یعنی ان کو خرق عادت کی
قوت عطا فرمائی) ان کو مناجات کی شیرینی چکھائی
اور ہر قسم کی عبادتوں میں لذت عطا فرمائی ، ارواح کی
روشنیاں دکھائیں اور راز و نیاز کی دلکش باتیں ان
کے گوش گزار کیں اور ان کو اسماء و آیات کے خواص
پر ظاہر و باطن کی صورت کے ساتھ مطلع کیا (یعنی اسماء
و آیات کی شکلیں جس صورت کے طور پر انھیں دکھائی
گئیں) ان کے سینہ کا کینہ سے محفوظ ہونا ، ان کی حرص
اور طول امل کی جانب کم ہونا ، سختیوں اور بیماریوں
میں ان کا صبر کرنا اور ان کا عبادتوں میں مشغول ہونے کے وقت
احساس نہ کرنا ۔ یہ سب عنایات خداوندی ہیں جن کا بیان طویل اور تعداد و شمار مشکل ہے ۔
اور نیز اپنے قلم الہام رقم سے بعض مکاتیب میں ان کے حق میں اس عنوان سے تحریر فرمایا کہ اگرچہ
عزیزی بھائی عبد الرحمٰن کی طرف اللہ داعی ہے تو گویا ایک ۔۔۔ جسم و فنا باہم ان کی صورت میں
متشکل ہوتی ہے ۔ وہ لطف سے باخبر اور قیامت کے روز امت واحدہ کے برگزیدہ ہیں ان

بہت حضرت اقدس کے منظور نظر اور رات دن آپ کی توجہات عالیہ کا مرکز ہیں جو شخص آپ
سے علالتوں میں شفا کا استفاضہ کرتا ہے تو تعویذ و دعا وغیرہ اس کو عنایت فرماتے
ہیں ۔ گویا اس قسم کی برکات کے افاضہ میں حضرت اقدس کے جارحہ اعضا کے مثل
ہیں ۔ ان کے کشف و کرامات کے واقعات بکثرت ہیں جو اپنی جگہ پر لکھے گئے ہیں ۔ پھر بھی
ان میں سے بعض ان اوراق میں تحریر کیے جاتے ہیں ۔ کچھ روایت بالمعنی کچھ روایت
باللفظ

افادہ :۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک بار شام کے وقت مجھے شدت سے بھوک
معلوم ہوئی اور کھانا میسر نہ آیا جب عشاء کا وقت آیا تو میں اپنے ایک دوست کے
پاس جو میرے گھر سے تھوڑے فاصلے پر رہتے تھے مدد کی امید میں گیا اور عشاء کی نماز
ان کے ہمراہ پڑھی ۔ لیکن جب انھوں نے میری طرف کوئی توجہ نہ کی تو میں نے اپنے نفس کو
ملامت کی کہ تو نے عبث مجھکو اس لغو حرکت میں ڈالا ۔ اس خطرہ کا آنا تھا کہ بے انتہا
سرور پیدا ہوا اور کھانے سے بے نیازی پیدا ہوگئی ۔ مطلق خواہش باقی نہ رہی ۔ اور بھوک
بالکل غائب ہوگئی ۔ وہاں سے لوٹتے وقت ایک امیر کے گھر کی طرف سے گزر ہوا اس کے
ٹھاٹ باٹ دیکھ کر یہ خیال آیا کہ سبحان اللہ ایک کے لئے تو یہ دولت و حشمت ہے اور ہمارا
حال یہ ہے کہ اپنا پیٹ پالنا مشکل ہے اس خطرہ کا آنا تھا کہ بین النوم والیقظہ کی حالت
طاری ہوئی ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب و غضب نازل ہے
اور وہ عذاب و غضب بصورت طاؤس ہوا سے اتر رہے ہیں ۔ اور وہاں کے باشندوں
کا گوشت اپنی چونچوں سے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں اس طرح کہ وہ مرتے ہیں اور نہ جیتے
ہیں ۔ اس حالت میں انھوں نے اس فقیر کی طرف رخ کیا ۔ حکم ہوا کہ اس کا شمار دنیا والوں
میں نہیں ہے اس سے کوئی مزاحمت نہ کرو ۔ اور وہ دنیا دار تھے ۔ پس انھوں نے مجھ سے
منہ پھیر لیا ۔ اس وقت میں نے توبہ کی کہ آئندہ دنیا کی خواہش نہ کروں گا ۔ اس وقت پلٹا

ہوا کہ جو شخص یہ درود پڑھے وہ عذاب دوزخ سے نجات پائے۔ اللّٰھم صلِ علیٰ
محمد و علیٰ آل محمد بعدد کنہہ و کن فیکون

افادہ:- آپ نے تحریر فرمایا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ اس مقام پر جہاں حضرت
قطب الدین بختیار کاکی کا مزار ہے حاضر ہوں اور ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا یہ شعر گنگنا رہا ہوں

؎ یا حبیب الالٰہ خذ بیدی — ما لعجزی سواک مستندی

اور اس کے ذریعہ بارگاہ رسالت میں عرض پرداز ہوں اور حضرت خواجہ اپنی مزار مبارک کی
جگہ ایک چارپائی پر تشریف فرما ہیں۔ آپ پر یہ شعر سننے سے وجد طاری ہوا اور آپ رقص
فرمانے لگے حتیٰ کہ وہ چارپائی بھی رقص کرنے لگی اور میں اپنی اسی نغمہ سرائی میں مشغول تھا
اور میرا حال یہ تھا کہ کسی چیز کی طرف ملتفت نہ تھا۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ چارپائی سے
نیچے اترے اور بکمال عنایت اس غلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور دستار مبارک اپنے سر سے
اتار کر غلام کے سر پر رکھی اس کا رکھنا تھا کہ میری حالت متغیر ہوگئی اور آپ کی نسبت و برکات
مجھ میں سرایت کر گئیں

افادہ:- آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک بار میں نے خواب میں حضرت خواجہ قطب الدین
بختیار کاکی کو دیکھا کہ اپنی مزار مبارک کی جگہ پر استراحت فرما ہیں۔ میں نے آپ کے قدم
مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ حضور نے وعدہ فرمایا تھا کہ تو مرتبۂ ولایت پر پہونچے گا
اور اس بات کا دستار عطا فرمانے سے جو واقعہ سابقہ میں تھا استنباط کیا۔ وہ وعدہ پورے
طور پر متحقق نہیں ہوا اگرچہ تھوڑا سا موجود ہوا ہوں لیکن کمال کب حاصل ہوگا۔ آپ نے فرمایا
کیا تم نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا
کہ ابو جہل کو میں ماروں گا۔ باوجود اس کے کہ حق سبحانہ نے یہ فرمایا لیکن تم نے دیکھا کہ کس
قدر مدت کے بعد جنگ کے بعد یہ واقع ہوا۔ الغرض تم ابھی انتظار کرو اور دیکھو کہ کیا صورت
نکلتی ہے۔

افادہ:- آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک مجذوب تھا جو ایک نانبائی کی دکان پر بیٹھا رہتا تھا
اور کسی سے بات چیت نہیں کرتا تھا۔ مرنے کے بعد اس کو واقعہ میں میں نے دیکھا کہ اس کے
سامنے ساز اور سرود رکھے ہوئے ہیں اور وہ نانبائی سے کہہ رہا ہے کہ اسے لے اور بجا۔ وہ نانبائی
اسے لے کر بجانا شروع کیا۔ اس مجذوب کو غصہ آگیا اور ساز اس کے ہاتھ سے یہ کہہ کر چھین
لیا کہ تو بجانا نہیں جانتا اور خود بجانا شروع کیا اور گویا بجانے سے وہ ذکر و کیفیت اور معانی
معنی کے ساتھ حالت کے تحقق کا ارادہ تھا۔ جب خود ہاتھ میں لیکر بجانا شروع کیا تو ایک
عجیب حالت طاری ہوئی اور ایک وجہ سے [illegible] زبان [illegible] نفی و اثبات میں گنے
لگا۔ ایسا کہ نفی کے وقت وہ خود فنا ہو گیا اور حق جل وعلا اس میں متجلی ہو گیا۔ اور اس وقت
اس کا یہ حال تھا کہ ناف سے لے کر سر تک بجلیاں چمک رہی تھیں۔ اس حالت کے دیکھنے نے
مجھ کو یہ سمجھایا کہ ذکر اس طرح کرو کہ نفی کے وقت تم خود فنا ہو جاؤ۔ اور صرف وجود حق باقی
رہ جائے۔ پس اس کیفیت نے مجھ میں انتقال کیا۔ پھر بارہا میں نے اس طریقہ سے
ذکر کیا۔ واللہ الموفق

افادہ:- آپ نے تحریر فرمایا کہ جب حضرت مرشد حقیقی دامت برکاتہم نے رمضان
کے عشرہ اخیرہ میں اعتکاف فرمایا اور نیز خواجہ محمد امین آپ کی مجاورت کے شرف سے مشرف
ہوئے اور مجھ کو بعض مجبوریوں کی بنا پر یہ سعادت میسر نہ آئی تو مجھے بڑا افسوس ہوا رات کے
وقت واقعہ میں دیکھا کہ مسجد کے دروں پر ایک قنات کھڑی کی گئی ہے۔ اور اس کے اندر حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درود شوق کی مجلس ہے اور اس
میں شوق انگیز کلمات بیان ہو رہے ہیں اور اس شوق کی کیفیت نے اس فقیر کا احاطہ کر لیا
اور پوری مجلس سے [illegible]
[illegible]
[illegible]

اور تمام لطائف میں آرام و راحت میں نے پائی۔ لیکن رقت و سرور پیش روی کر رہا تھا
و غالب آ رہا تھا۔ بعد ازاں جب نماز سے فارغ ہوا اور حضرت مرشد حقیقی کی خدمت
میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تو دل میں آیا کہ حضرت اقدس سے یہ استفسار
کروں کہ کیفیت سرور اور رقت قلب کس ستارہ سے منسوب ہے لیکن عرض کرنے
کی جرأت نہ ہوئی۔ اس وقت اس رات کی کیفیت میں غور کیا تو ظاہر ہوا کہ ہیئت فلکی
مستحسن و مسعود ہے اور آثار افلاک و نجوم بلکہ ان سب کے آثار ارواح بالا سے
ظہور کرتے ہیں اور روحانیات اس کے ضمن میں اور تجلی اعظم کی توجہ افلاک کے ضمن میں
متعلق و مستعد ہو کر روحانیات مستحسنہ کے تولد کا باعث ہوئی ہے[1] پوری رات
جب میں نے غور کیا اس عالم پاک اس حیثیت سے امور خیر متولد ہوتے اور آمادہ بھی تھے
و تھا پاک اپنے کمال پر پہنچ جائیں گے۔ اور خیر نزول کریں گے۔ اور ان کی صورتوں کو مجملاً میں
دیکھ رہا تھا۔ اور صبح کے وقت روحانیات کا ظہور اور زائد ہو گیا۔ اور ان کو حضرت تجلی عظمیٰ نے
سعادت کے ساتھ منضم کر کے خلعت بخشا تھا اس وقت کلیتاً دعا میں مشغول ہوا اور حضرت
ذوالعزت دامت برکاتہم اور آپ کے اصحاب رفع اللہ درجاتہم کی نعمت کے شکرانہ و وظیفہ
میں مشغول ہو گیا۔ اسی ضمن میں جب میں نے خواجہ محمد [illegible] کا نام لیا تو دل کی تعلق و علاق ان
کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہیں اور وہ میری دعا کے مستحق ہیں۔ اور نیز اس شب میں توجہ علوم
اور ادراکات کا صدقہ اور ان کا مجموعہ کمال دکھائی دیا۔ اور اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک
دوسری عظیم القدر رات بھی اس ماہ میں آ رہی ہے لیکن بسبب انقضا [illegible] واضح نہ ہوا کہ اس کی رات
کس قسم کی ہوئی تھی۔

---

[1] یعنی تجلی عظمیٰ کی توجہ افلاک کے ضمن میں اس کی عظمت ہے کہ وہ روحانیات مستحسنہ کو پیدا کرے۔ [2] یعنی رقت
و سرور تمام کواکب کی تاثیرات سے نہ تھی کسی ایک سے تھی۔

افادہ:- ایک بار رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں آپ نے تحریر فرمایا کہ اس عشرہ میں دو
باب مفتوح ہوئے اور ان دونوں بابوں کی کیفیات و علوم منزل ہو کر ایک ہی باب میں ہو گئے
جن کا فتوح سبقت پا کر اور غالب و مقدم ہو کر علوم و کیفیات مطلقہ اور حقائق نفس الامریہ
ہو گیا ہے۔ یعنی وہ وہ علوم جو مجھ پر منکشف ہوئے انہوں نے سبقت پا کر و مقدم و غالب
ہو کر، جو اپنے مبدا کی طرف نسبتاً خیر محض ہیں، گو بہ نسبت اس عالم کے شر ہوں۔ اور وہ
لطائف خفیہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ عالم تکوین سے ہیں۔
اور دوسرے باب میں جس کی فتوح کا نزول مؤخر ہے وہ کیفیات اور علوم مفیدہ ہیں اور وہ لطائف
بارزہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور ان کیفیات میں پیش دستی انہیں لطائف کی ہے۔ اور
اس کا فتح باب ملاء اعلیٰ اور جبرئیل کی وساطت سے ہے اور لطیفہ بشری ان کیفیات کا مقتضی
ہے۔ اور اسی سے وہ اس کو رنگین دیکھتے ہیں مگر بنی آدم میں سے معدودے چند جو وہب کے
پائے ہوئے ہیں اور شب قدر جو اقوا [illegible] قاعدہ کی حامل اور فتح و فتوح کو نازل کرنے والی ہے
وہ یہی ہے اور پورے سال میں ان دونوں بابوں کی تفصیل ہوتی ہے۔ باب اول کے
آثار ملاء اعلیٰ کی مرضی سے نہیں ہیں لیکن وہی غالب اور سب سے زائد ہیں اور باب ثانی کے
آثار و نزول مقبول اور ان کی مرضی سے ہیں لیکن وہ قلیل ہیں۔

افادہ:- انہوں نے تحریر فرمایا کہ ایک بار معلوم ہوا کہ ان ایام میں اس دوران جو لوگ
بیمار ہو گئے ہیں ان کا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں کہ بارگاہ رب العزت میں اسم "سلام"
کے ساتھ التجا و رجوع کریں۔ اور اس کے اعداد ایک دائرہ میں کر کے تعویذ بنا کر اپنے پاس
رکھیں اور اس کا رکھنا اور دیکھنا پڑھنے کے مقابلہ میں زائد مفید ہوگا۔ اور پڑھنے کے لئے
ایک گونہ مناسبت ہونا چاہئے اور وہ دیر میں میسر ہوتی ہے۔ غرضکہ ایسی چیز عمل میں لائیں
کہ اسم "سلام" کے قویٰ اس کی ذات کے مطابق خاکی جو ب نیز اس کے مشابہ اور
مظہر ہوں اور اس کو مثلث مربع اور مخمس شکلوں میں لکھنے سے اسم "سلام" کا نقش

مناذی ہو گئے۔ اور خطاب ہوا کر فاستجبنا لہٗ فکشفنا ما بہٖ من ضر[1]۔

افادہ:- آپ نے تحریر فرمایا کہ بعض صورتوں میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کاملین (جو انبیاء کے نائب ہیں) کا قصد وارادہ اس عالم کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ان کی توجہ کھینچ کر لے آتا ہے اور ارادۂ الٰہی کو قد نریٰ تقلب وجہک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضٰھا فول وجہک شطر المسجد الحرام[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تقلب وجہ بار بار آسمان کی طرف دیکھنا فول وجہک کے حکم پر مقدم تھا۔ اور بعض مقام پر انبیاء علیہم السلام کے لئے اس کام پر جس پر وہ مامور ہیں داعیہ اور ارادۂ الٰہی مقدم اور باعث ہوتا ہے جیسا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ امرنی ان احرق قریشاً الخ

---

[1] ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کو جو تکلیف تھی وہ دور کر دی۔ پارہ ۱۷۔ سورہ انبیاء رکوع ۶۔

[2] اے محمد ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم تم کو اسی قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیں گے جس کو تم پسند کرتے ہو۔ پس تم اپنا منہ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو۔ پارہ ۲۔ سورۂ بقرہ۔ رکوع ۱۷۔

بیان دربارہ فضائل و کمالات و کلمات الہام آیات خازن امین جواہر اسرار الٰہی و حامل متین انوار لامتناہی خواجہ محمد امین ولی اللٰہی الکشمیری جو حضرت اقدس کے مخصوص احباب اور بزرگ ترین اصحاب میں ہیں۔

جب تک اپنے وطن مالوف میں رہے۔ بمقتضائے فطرت صافی اہل دل کی صحبت میں نشست و برخاست اور ان برگزیدہ لوگوں سے خاص الفت رکھتے رہے۔ پھر وہاں سے بسلسلۂ تجارت نکلے، جب لاہور پہنچے اور چند روز وہاں قیام کیا تو وہاں بھی اس گروہ عالیہ کی عنایات کے مرکز ہوئے۔ یہاں تک کہ قسمت کے مطابق شاہجہاں آباد پہنچے۔ اور کچھ عرصہ بمقتضائے کمال عقل معاش کاروبار تجارت میں مشغول رہے۔ آخر کار توفیق الٰہی کے طفیل نے خواجہ محمد ناصر نقشبندی کی رہبری میں جو حضرت شیخ محمد زبیر نقشبندی قدس سرہٗ کے سربرآوردہ خلفاء میں سے ہیں، ولایت مآب حضرت اقدس کے حضور میں پہنچا دیا، اور آپ کے جذب صحبت نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا، اور ان کی عقلی استعداد سے عقل معاد کے کمال ظاہر کیا۔ اور ایک وقت ایسا آیا کہ تمام کاروبار کو ترک کر کے آستانۂ فیض آشیانہ کی مجاورت اختیار کر لی۔ اور خدمات خاصہ کی ادائیگی پر کمر بستہ ہو گئے اور اس کے ذریعہ بے شمار ظاہری و باطنی فیوضات حاصل کئے اور آپ سے حدیث و تفسیر کی کتابیں استفادہ کیں۔ اور آپ کے بعض خاص مسودات کو اپنی سعی بلیغ سے حسن وخوبی سرانجام دیا، جیسا کہ مجموعی

نہ کی۔ وہ میرا امام و مقتدا، میرا قبلہ گاہ، میرا ملجا و ماویٰ ہے۔ اس کا نام نامی ولی اللہ ہے۔ اے اللہ میرے اس جسم خاکی کو اسی آستانہ کا پیوند کر دے اور میرے سرِ نیاز کو اس خاکساری کی بدولت سرفرازی عطا فرما۔ اور مجھ حلقہ بگوش غلام کو اس کے در دولت سے جدا نہ فرما۔ غرض کہ ان کی ذات مجمع الصفات نادرات میں سے ہے۔

افادہ :- انھوں نے حضرت اقدس کی تمام عنایات و نوازشات نقل فرمائیں۔ ازانجملہ ایک یہ ہے کہ آپ نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ جو بمصداق منطوق اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰہُ الَّذِی نَزَّلَ الْکِتَابَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصَّالِحِیْن[1] ہمارے تمام امور معاش و معاد کا متولی ہے۔ اس نے ان کو بھی اپنے فضل اور اس عنایت سے مخصوص فرمایا ہے۔ اور اس نعمت کے اظہار کا سبب یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوا ہے کہ تمھارے حق میں بھی جناب متولی الامور للعباد کے قول سے ایک حصہ شامل ہوا ہے۔ یعنی اس کی بارگاہ میں یہ مشاہدہ ہوا ہے کہ امور معاش و معاد کی کارسازی تمھارے حق میں مشہود ہو گئی ہے۔ انشاء اللہ بطور کشف کسی وقت بطور نمونہ تم کو بھی اس مرتبہ کا نمونہ دکھا دیا جائے گا تاکہ تمھارا دل مطمئن ہو جائے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

افادہ :- حافظ جیو صاحب نے تحریر فرمایا کہ ایک بار بارھویں ربیع الاول کی رات بطریق الہام خواب میں یہ معلوم ہوا کہ آج رات شب قدر ہے بس میں جاگ پڑا اور اسی وقت وضو کر کے نماز شروع کی جتنی نماز مقدور تھی پڑھی پھر سو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مرشدی مولانا [illegible] کی خانقاہ کے صحن میں آنحضرت ﷺ کی روح شریف حاضر ہے۔ اور پھر اور حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم کے بعض اصحاب جیسے خواجہ محمد امین وغیرہ آنحضرت ﷺ کے

---

[1] میرا مددگار تو اللہ تعالیٰ ہے جس نے کتاب برحق نازل کی اور وہی نیک لوگوں کا دوست دار ہے۔ پارہ ۹، سورۂ اعراف رکوع ۲۴۔

مقابل و مؤدب بطور حلقہ کھڑے ہیں۔ اور ہر ایک کے سینہ سے نورانی شعاعوں کے خطوط آنحضرت ﷺ کے نور شریف کے نور سے متصل ہو گئے ہیں، بلکہ باہم مل گئے ہیں۔ ان کی جانب سے ایمان و اخلاص اور محبت کا تشبیح ہے اور آنحضرت ﷺ کی جانب سے عنایت و شفقت۔ اور آنجناب سے ایک شعاع جو ان کی طرف فائض ہے اسی مقدار میں ہے جو ان لوگوں کے سینوں کے مقابل ہے سوا خواجہ محمد امین کے۔ کہ آنجناب کی طرف سے جو نور ان کی طرف فائض ہے وہ بہت بڑا ہے ایسا کہ ان کا مکمل طور پر احاطہ کر لیا ہے۔ اور گویا آنحضرت ﷺ اس کلام کے انداز سے متکلم ہو رہے ہیں کہ میں تم کو دوست رکھتا ہوں اور تم سے راضی و خوش ہوں۔ اگرچہ خطاب عام تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ در حقیقت اس سے مراد خواجہ مذکور ہی ہیں اور دوسرے ان کے طفیلی۔ پس آنحضرت ﷺ کی پوری توجہ و التفات وہ ان کی عظمت و رغبت [illegible] مجھ میں سرایت کر گئی اور اس وقت ان کے بارہ میں ایسی قبولیت مشاہدہ ہوئی کہ کوئی دوسرا اس خصوصیت کا نظر نہ آیا۔ اس سبب سے بیدار ہونے پر اس محبت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اللّٰھم ارزقنا زیادۃ محبتہ فی اللہ

افادہ :- عرفان پناہ شاہ نور اللہ نے فرمایا کہ ایک بار رمضان میں [illegible] خواجہ محمد امین نماز میں مشغول تھے۔ میں نے مشاہدہ کیا [illegible] نے خواجہ صاحب موصوف کا احاطہ کر لیا ہے اور اسی نور کی قوت سے ان کے تمام حرکات ظہور کر رہے ہیں۔

افادہ :- انھوں نے بیان کیا کہ رمضان کی چھبیسویں شب [illegible] تھی یا کچھ کم تھا اور نیند کا غلبہ تھا خواب [illegible] کہ حضرت ولی نعمت [illegible] شب کے ورود و برکات کے حصول کے لیے [illegible] ولی ابتدا ہے اور وجد تو کیا اور رقت تمام قلب [illegible] مشاہدہ ہوا۔ اور یہ معلوم

ہوا! آج رات شب قدر ہے۔ اسی وقت عین وجد و بکا کی حالت میں (آپ نے) فقیر کاتب حروف کے سامنے آکر دونوں ہاتھ پکڑے اور مسکرا کر فرمایا کہ تم کو یہ حالت جو حاصل ہوئی ہے اس وقت کسی اور کو میسر نہیں ہوئی۔ اور میں اس گریہ و شوق میں رقت و تملق (انکساری کا فروتنی) کر رہا ہوں۔ اسی اثنا میں بیدار ہوگیا اور حضرت کے حکم کے مطابق (جو خواب میں آپ نے تیمم کا حکم دیا تھا) تیمم کیا۔ اور تھوڑی دیر بیٹھ کر دعا میں مشغول ہوگیا۔ لیکن طبیعت نے ساتھ نہ دیا، پھر سوگیا۔ اور دوبارہ اطمینان و آرام کے آثار دل میں پائے۔ اور میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس موجود ہیں اور میں اپنے خواب کی کیفیت اور شب قدر کی برکات بیان کر رہا ہوں۔ اور آپ بھی تصدیق فرماتے جاتے ہیں۔ صبح تک یہی حالت رہی۔ صبح کو حضرت اقدس کے حضور میں یہ سب عرض کیا نیز حافظ صاحب موصوف سے بھی بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ آج کی رات وقت ورد [illegible] کی رات میں تمہاری حالت کیا ہے اور پھر فرمایا کہ میں دوستوں کے لیے دعا میں مشغول رہا تم کو ایک کیفیت عظمیٰ میں مستغرق پایا اور کچھ اثر مجھ پر بھی پڑا۔

افادہ:- انھوں نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ ہم جانتے ہیں کہ تم سید ہو لیکن اب یہ معلوم ہوا ہے کہ تم حضرت شعیب علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہو۔ اس خواب کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ حضرت شعیبؑ کو خطیب الانبیاء کہتے ہیں یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ تمہارے ذریعہ ہمارے بعض علوم رائج ہوں گے۔

افادہ:- انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایسا معلوم ہوا کہ آنحضرت کے حضرات اکابر سلسلہ

عہ: [illegible]

ذکر خیر کے ساتھ اپنے حقوق کی ادائگی کے مستحق ہیں۔ لیکن ان کا ذکر بہ حیثیت تعظیم نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ ان کا حق ہے؛ گو کہ ایک کو دوسرے پر فضیلت تقدم و تاخر کے اعتبار سے کم اور زیادہ ہو لیکن افادہ کا منصب اپنے حق کی ادائگی کا طالب ہے خواہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ۔ کیوں کہ اگر فاضل کی تعظیم دوسرے فواضل کو چھوڑ کر کی جائے تو سلسلہ منقطع ہوجائے گا اور آنحضرتؐ جو سلسلے کے منتہی ہیں ان کے علاوہ کوئی فاضل منظور نہ ہوگا ایسی صورت میں آنحضرتؐ کے علاوہ دوسرے فواضل کی وساطت کا فائدہ پوشیدہ ہوجائے گا۔

افادہ:- انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک[1] روز دل حضرت ایوب علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ کے اسرار کی کیفیت میں متفکر تھا کہ جراد ذہب کا اس کثرت سے نزول ان کے جیب و دامان پر اور صحن و بام میں اور دامن میں سے ایک بھی اگر باہر گر جاتی تھی تو اسے نہیں چھوڑتے تھے کہ کہیں ضائع نہ ہوجائے لہٰذا اس کو تلاش کرکے لاتے تھے اور باوجود الم اغنک (کیا میں نے تم کو غنی نہیں کیا) کا خطاب اور اس کا جواب بلیٰ لا غنی بی عن برکتک (تیری برکت سے مستغنی نہیں ہو سکتا) میں مستغرق

---

[1] ایک دن حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے کہ بہت کثرت سے ٹڈیاں آنا شروع ہوگئیں اور جب ان کے گھر میں گریں تو سب سونے کی ہوگئیں۔ ان میں سے ایک ٹڈی گھر سے باہر گر گئی تو آپ اسے بھی اٹھا لائے کیوں کہ آپ جانتے تھے کہ رحمت جب متوجہ ہوتی ہے تو اس کو چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ پیچھا کرنا چاہیے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی یہ حالت ان اصولوں میں شمار ہوتی ہے جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے ان کی فرمانبرداری اور اطاعت کی وضاحت ہوتی ہے۔ [illegible]

اور سب تفخات جدا جدا تفصیل رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے مثل نہیں ہیں۔
اس قسم کے بعد افاقہ ہو گیا۔

افادہ :۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص کے ساتھ افادہ واستفادہ کی گفتگو کر رہا ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ افادہ واستفادہ کے طریقہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ شخص کسی ایسے کامل کے سامنے بیٹھے جو عالم تجرد کے ساتھ توجہ کلی رکھے اور وہاں سے اس کے دل پر انوارِ فیوض ریزش کریں، اور اس کے دل سے بغیر اس کے تعلق کے دخل کیے ہوئے کیفیات عجیبہ حاضرین میں سے ہر شخص کے حالات کے مطابق ان کے باطن پر فائض ہوں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک جماعت کسی کامل کے حلقہ میں اپنے کو داخل کرے اور وہ کامل اپنے ارادہ سے حاضرین میں سے ہر ایک کے حال کی طرف متوجہ ہو کر افاضۂ برکات کرے۔ اور ہر ایک اپنی استعداد کے مطابق اس سے فیضیاب ہو۔ پس بیدار ہو کر اس واقعہ کو حضرت اقدس کے حضور میں عرض کیا۔ آپ نے تصدیق واقعہ فرمائی اور مقام اول کو انبیاء کے مقام سے تعبیر فرمایا کہ در اصل ان کا اس عالم کی طرف توجہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا اور جو کچھ انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے اس عالم پر مترشح ہے قسم اول کے مثل ہے اور قسم ثانی کا ولایت عامہ کے خواص کی طرف اشارہ فرمایا اور طور اول ہم کو دکھایا جو اس صاحب دورہ (قطب الاقطاب) کا طریقہ ہے۔

افادہ :۔ آپ نے فرمایا کہ ایک وقت ایک علم عجیب افاضہ ہوا، یعنی تجلی منشا خلق ہے۔ ایک تجلی حیوان کی موجد ہے اور دوسری تجلی دوسری مخلوق کی موجد۔ یہاں تک کہ آخری تجلی انسان کی ایجاد کا سبب ہو گئی۔ پس جب آدمی کو رفتہ رفتہ اس تجلی کی طرف رجوع ہونا پڑتا ہے تو لامحالہ وہ انا الحق کہنے لگتا ہے اور یہی تھا جو کہنے والے نے انا الحق کہا۔ لیکن وہ وہ انا الحق نہیں ہے جو زبان زد اہل توحید

بلکہ اس کے لئے زبان وبیان اور نام ونشان ہے۔ اور وہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب حجابات بشریہ کا انبوہ چھٹ جائے اور صرف وہی ایک تجلی رہ جائے اور اس وقت انا الحق کہنا اسی تجلی سے صادر ہے۔ پس اس کو حضرت اقدس کی حضور میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ علم حق ہے اور تجلی مذکور سے مطلب صاف ہے۔

بیان قدرے از فضائل وجلائل صاحب علم المؤید والعرفان المسدد سیدی شرف الدین محمد جو حضرت اقدس کے خاص شاگرد ہیں

ذہن کی سلامت روی اور قوت ادراک کی تیزی میں منجملہ صاحب استعداد حضرات میں ممتاز ہیں، خوب صفات اور حسن اخلاق میں یکتائے روزگار ہیں۔ رذائل سے معرا اور فضائل سے مالا مال نیز احکام شریعت کے ساتھ تزکیۂ ظاہر اور آداب طریقت کے ساتھ تصفیۂ باطن ان کی ذات ستودہ صفات میں فطری ہے۔ صوفیہ صافیہ کے مشرب سے مکمل طور پر سیراب ہیں اور اس طائفہ علیہ کے ذوق و شوق سے غذائے روحانی حاصل کرتے ہیں۔ علوم قوم صوفیہ میں فہم رسا رکھتے ہیں اور ان کی اصطلاحات کو خوب سمجھ لیا، گو کہ وہ حقیقت نہیں بیان کرتے ہیں لیکن بظاہر سیا بیان وضع اختیار کئے ہیں۔ حضرت اقدس کے علوم خاصہ حاصل کرنے میں پورا انہماک رکھتے ہیں۔ اور آپ کے اسرار کے ادراک میں مکمل طور پر فائز ہیں، چوں کہ فطرت صافی اور استعداد عالی رکھتے ہیں لہٰذا آنجناب کے بعض معارف کے پرتو فگن ہوگئے۔ چنانچہ رسالہ نقاوۃ التصوف جو عقائد کے اہم مسائل پر ان کی تصنیف ہے اور اس میں ادیان کے اختلافات کا سبب اور دنیا کے طریقہ کا امتیاز اور تکلیف و مجازات و اس کی جزا اور معاد جسمانی کے اسباب اور مسئلہ جبر و اختیار کا بیان ہے۔ اس سب کی نہایت محققانہ تحقیق کی۔ چنانچہ حضرت اقدس نے اس کو ملاحظہ فرمانے کے بعد ان کو اپنے قلم کی رقم سے اس انداز سے مشرف فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد

وہاب کریم جل مجدہ کی عنایات میں سے نفوس ذکیہ کے لئے افاضۂ شیوہ یقین ہے بوجہ عقائد حقہ کے اور راہ حق کے افادہ کے جو رسائی دلاتی ہے اور شبہات سے اور ابہام اور توجیہ مذاہب مختلفہ کے درمیان ہوجاتی ہے اور اس فقیر کے سامنے یہ بات حق الیقین کے ساتھ مقرر ہو گئی ہے کہ جب تک کسی شخص کے نفس ناطقہ نے صورت علمی کو مبدأ فیاض سے قبول نہیں کیا ہے اور اس کے عین ثابت میں اس نور کو ودیعت نہیں رکھا گیا ہے اس علم کے بارہ میں کلام کرنا تحقیق اور فکر کی جہت سے گویا یہ بات اس کے نفس سے پیدا ہوئی ہے کوئی اصلیت نہیں رکھتی کما قال العارف الجامی

جامی اوصاف مے صاف بیارد گفتن

گر نہ فیضش رسد از باطن خم مے دردے

اور اس گروہ میں سے وہ لوگ جو اس نعمت مبارکہ سے سرفراز ہیں ان میں ہمارے برادر روحی شرف الدین محمد بھی ہیں جو خصائل سنیہ وہبیہ و کسبیہ سے متصف ہیں۔ اور رسالہ نقاوۃ التصوف میں بلند معارف اور عقائد حقہ کی تنقیح و تحریر کی ان کو توفیق دی گئی ہے میں نے اس کا از اول تا آخر مطالعہ کیا ہے اس کو صفوۃ المعانی اور صحیح المعانی پایا۔ اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف پر اپنی نعمتوں کی بارش نازل فرمائے اور اس کے ساتھ جود و کرم سے تمام احوال میں معاملت فرمائے اور دین و دنیا میں جو بھی اس کی تمنائیں ہیں ان کو پورا فرمائے۔ آمین آمین آمین۔

کتبہ الفقیر حقیر الی رحمۃ اللہ الکریم ولی اللہ بن شیخ عبد الرحیم کان اللہ تعالیٰ لہ

اور دوسرا رسالہ موسوم بالوسیلہ الی اللہ بھی فقیر کی تصنیف ہے۔ اس میں ایسا مسئلہ بیان کیا ہے جو عطیہ الٰہی اور اسرار ولی النعمٰی کے چشموں میں سے ایک چشمہ جاری ہے جو حضرت ولی الفضل والاحسان نے محض بطور امتنان ان کو عنایت فرمایا ہے۔ اور امید ہے کہ اس بات کا کشف آنجناب کے معارف خاصہ کے بہت سے مغلق مسائل کا کھولنے والا ہوگا چونکہ مسئلہ مذکورہ اس طائفہ علیہ کے قدوم لزوم اور دل عقیدت میں جاگزیں ہے لہٰذا وہ اس کو اس کے ذکر سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ان اوراق میں لکھتا ہے اور وہ یہ ہے:

ان اول التعينات لحضرة الوجود المطلق الشان الكلي الذي له صلاحية كل شان واعتبار و اضافة يقال له في لسان الصوفية حقيقة الحقائق والبرزخ الاولى والوحدة و في هذه المرتبة كل التعينات والحقائق مندمجة والصوفية قالوا بالكشف والوجدان انها الحقيقة المحمدية وفي وجدان الافقر انه له حقيقة هو بيان هوية في تعينات الوجوبية و هو التجلي الاعظم في حاق وسط النفس الكلية الانسان الكبير و عليه ينطبق الاسماء

بیشک حضرت وجود مطلق الشان کا پہلا تعین وہ کلی ہے جس کے لیے صلاحیت ہر شان اور اعتبار اور اضافت کی ہے جس کو صوفیا کی زبان میں حقیقۃ الحقائق، برزخ اولیٰ اور وحدت کہا جاتا ہے اور اس مرتبہ میں کل تعینات و حقائق مندرج ہیں اور صوفیا نے کشف و وجدان سے یہ کہا ہے کہ وہ حقیقت محمدیہ ہے اور وجدان فقیر میں (فقیر حقیر کی جہاں تک رسائی ہے) یہ ہے کہ وہ ایک حقیقت ہے اور وہی ہویت کا بیان ہے تعینات وجوبیہ میں اور وہ تجلی اعظم ہے انسان کبیر کے نفس کلیہ کے وسط میں جس پر [illegible] منطبق ہیں اور تعینات امکانیہ میں ہویت اور [illegible]

الصفة والشئون وهويته في تعينات الامكانية وهو محمد صلى الله عليه وسلم ومن هنا قال الشيخ الكبير رضي الله عنه بان في تسامح للتجلي الاعظم انه الحقيقة المحمدية كما في باب السادس من الفتوحات المكية، وانبه على ذالك عن الحقائق عبارة عن الذات المتلبسة باحكام تلك الحقائق في حضرة العلم والموجودات عبارة عن الذات المتلبسة باحكام تلك الحقائق وآثارها في حضرة العين فاذا ظهرت الكثرة من الوحدة الحقيقية بمراتبها متفاوتة من الافراط والتفريط والاعتدال بين تلك الشئون ومن البديهي ان نسبة المرتبة العالية الى ذالك الشان الكلي اتم واولى من نسبة غيره من المراتب فاولوية نسبة التجلي الاعظم اليه بديهي لا يخفى على من له

حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اسی جگہ شیخ کبیر نے فرمایا ہے ادنیٰ تسامح کے ساتھ تجلی اعظم کیلئے کے بارے میں کہ وہ حقیقت محمدیہ ہے جیسا کہ فتوحات مکیہ کے چھٹے باب میں ہے اور آگاہ کیا ہے اس بات پر حقائق سے۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ ذات متلبس اپنے شیونات سے حضرت علم میں اور موجودات سے مراد وہ ذات ہے جو ان حقائق کے احکام اور اس کے آثار کے ساتھ حضرت عین (عین حقیقت) میں متلبس ہے پس جب اس ذات نے ظاہر فرمایا کثرت کو وحدت حقیقیہ سے اس کے مراتب کے ساتھ اس اعتبار سے کہ وہ مراتب متفاوت ہیں، یا باہم فرق رکھتے ہیں۔ افراط و تفریط اور اعتدال سے جو ان شیون کے درمیان ہیں اور یہ امر بدیہی ہے کہ مرتبہ اعلیٰ کی نسبت اس شان کلی کی طرف اتم و اولیٰ ہے مراتب میں سے اپنے غیر کی نسبت سے پس تجلی اعظم کی نسبت اولیت بدیہی ہے اور یہ بات اس پر پوشیدہ نہیں ہے جس کی طبیعت صاف ہے لیکن نبی کی نسبت کی

لطف قريحته اما اولوية نسبة محمد
صلى الله عليه وسلم فمن تتبع
احوال الكمل واخلاقهم من بدء
النوع الانساني الى آخره لا يخفى
عليه ايضا ان احواله واخلاقه
صلى الله عليه وسلم كان في حاق
وسط الاعتدال فقيه صلى الله
عليه وسلم الى ذالك الشان الكلي
اقرب واولى من جميع الافراد الكاملين
والضرب بهذا مثالا ذالك الشان
الكلي بمنزلة الدائرة المحيطة و
جميع افراد الكاملين بمنزلة النقاط
المحاطة فيها في نسبة كل واحد من
تلك النقاط الى ذالك المحيط نسبة
متفاوتة اقرب الى جانب والبعد
عن جانب الا نسبة النقطة المركزية
فانها الى جانب المحيط سواء فللمركز
مزيدة خصوصية بالمحيط ليس
لتلك الخصوصية لنقطة اخرى
فالحكم بان المحيط حقيقة المركز
اولى من غيره لان توجه المحيط

اولویت پس جس نے کاملین کے احوال اور
ان کے اخلاق کی اتباع کی آغاز نوع انسانی
سے اس کے آخر تک تو اس پر بھی یہ بات
پوشیدہ نہ ہوگی کہ نبی کے احوال واخلاق
اعتدال کے وسط میں تھے۔ پس اس میں یہ
بات ہے کہ نبی اس شان کلی کی طرف اتم و
اولیٰ ہیں تمام افراد کاملین سے اور اس کی
مثال بیان کرنا وہ یہ ہے کہ وہ شان کلی
دائرہ محیط کے مرتبہ میں ہے اور تمام افراد
کاملین ان نقطوں کے مرتبہ میں ہیں جو اس
میں گھرے ہوئے ہیں۔ ان نقطوں میں سے
ہر نقطہ کی نسبت اس محیط کی طرف ایک ایسی
نسبت ہے جو باہم فرق رکھتی ہے۔ ایک جانب
سے قریب ہے اور دوسری جانب سے
بعید لیکن نقطہ مرکز یہ کی نسبت تمام اطراف
سے برابر ہے پس مرکز کو محیط کے ساتھ
ایک مزید خصوصیت ہے جو دوسرے نقطہ
کو نہیں ہے۔ پس اس طور پر حکم کرنا کہ محیط
مرکز کی حقیقت ہے یہ اولیٰ ہے اس کے
غیر سے۔ کیونکہ محیط کی توجہ اپنے تمام شیون
کے ساتھ مرکز سے برابری کے ساتھ ہو اور

بجميع شيونه الى المركز على السواء
والى غيره من تلك النقاط بغلبة بعض
شيونه ومغلوبية بعض آخر فاذا
تمهد هذا فليعلم ان بروز الحقائق
مرة بعد اخرى من المسلمات عند
الصوفية كما قيل الياس هو
ادريس عليهما السلام يعني بذالك
ان حقيقتهما واحدة ظهرت في
شخصين وبرزت في صورتين
وهذا ليس تناسخ فيقول الحقيقة
المحمدية هي حقيقة الحقائق ظهرت
فيه صلى الله عليه وسلم باكمل
الوجوه لكن لا بد لها من ظهورين
في مظهرين آخرين هما وارثاه صلى
الله عليه وسلم وشارحا كماله و
صدقها عليه صلى الله عليه وسلم
وعلى هذين الوارثين كصدق في
الصورة النوعية على اكمل افراد
بصلاحية المادة بظهورها بتمامها
وعدم منعها بوجه من الوجوه
لكنه صلى الله عليه وسلم اقدم

اور نقاط کے علاوہ کی طرف اس کے بعض
شیون کے غلبہ سے اور بعض دوسرے شیون
کے مغلوب ہونے سے۔ جب یہ تمہید بیان
ہو چکی تو یہ جاننا چاہیے کہ ایک حقیقت کے
بعد دوسری حقیقت کا ظاہر ہونا عالم وجود
میں آنا صوفیا کے نزدیک مسلمات سے
ہے جیسا کہا گیا ہے کہ حضرت الیاس وہی
حضرت ادریس ہیں یعنی اس سے یہ مراد
لیتے ہیں کہ ان کی حقیقت ایک ہے جو
دو شخصوں میں ظاہر اور دو صورتوں میں
نمایاں ہوئی۔ اور یہ تناسخ نہیں ہے۔ پس
وہ کہتے ہیں کہ حقیقت محمدیہ وہی حقیقۃ
الحقائق ہے جس میں نبی کریمؐ مکمل طور پر
ظاہر ہوئے ہیں لیکن اس کے لئے دوسرے
دو مظہروں میں دو ظہور ضروری ہیں وہ
دونوں آپ کے وارث اور آپ کے کمال
کی شرح کرنے والے ہیں۔ اور اس کا
(حقیقۃ الحقائق) صدق آپ پر اور آپ
کے دونوں وارثوں پر صورت نوعیہ کے
صدق کی طرح ہے۔ کامل ترین افراد پر
مادے کی صلاحیت کی وجہ سے اپنے پہلے

واسبق وهما تابعاه فهو الافضل و
تلك الظهورات الثلثة حقيقة
الحقائق اقتضتها الحكمة الازلية
والرحمة الالهية قال تعالى وما
ارسلناك الا رحمة للعالمين
لان الموجودات مظاهر لحقائق
وهي منتسبة من حقيقة الحقائق
ولها جهتان جهة الاشتمال و
الاحتواء على جميع الحقائق وبهذه
الجهة العالم كله مظهرها ولو
بواسطة وجهة المعدودية في
عداد الحقائق وبهذه الجهة
لها مظاهر خاصة اما في المرتبة
الوجوبية فقد عرفت. اما في
المرتبة الامكانية ففي كل عالم
لها انموذج وظهور في حاق وسطه
اما في النوع الانساني فهؤلاء
الثلثة لان الكمالات مرجعها
الى اصلين النبوة والولاية وحقيقة
الحقائق جامعة لهما لان حقيقة
النبوة برزخية بين الحق والخلق

ظہور کے ساتھ اور بوجہ من الوجوہ اس کے
منع نہ ہونے کے سبب سے۔ لیکن آپ سب
سے پہلے اور سب سے سابق ہیں اور وہ
دونوں آپ کے تابع۔ پس آپ افضل
اور یہ ظہورات ثلثہ (یعنی آپ اور آپ کے
دونوں وارث) حقیقۃ الحقائق ہیں جیسا
حکمت ازلیہ اور رحمت الٰہیہ اس کی مقتضی
ہوئی تو اللہ نے فرمایا " وما ارسلناک
الا رحمۃ للعالمین " کیوں کہ تمام موجودات
مظاہر ہیں حقیقۃ الحقائق کے لئے اور وہ
حقیقۃ الحقائق سے نسبت رکھتے ہیں اور اس
کی دو جہتیں ہیں۔ ایک جہت اشتمال دوسری
جہت احتواء تمام حقائق پر۔ اور اس جہت سے
تمام عالم کل کا کل اس کا مظہر ہے اگرچہ
بالواسطہ ہو اور دوسری جہت جہت معدودیت
ہے اور وہ بھی حقائق میں سے ہے اور اس جہت
کے خاص مظاہر ہیں۔ مرتبۂ وجوبیت میں تو
تم نے اسے پہچانا۔ لیکن مرتبۂ امکانیہ میں پس
ہر عالم میں اس کا ایک نمونہ ہے اور ایک ظہور
ہے۔ وسط عالم میں۔ لیکن نوع انسانی میں
وہ یہ تین ہیں۔ کیوں کہ کمالات کا مرجع دو

وهي اصل البرازخ وحقيقة الولاية
القرب بالله وهي اقرب الحقائق
الى اول الاوائل فلما فتح باب النبوة
وبعث الانبياء عليهم السلام و
اتسعت دائرة النبوة درجة بعد
درجة اقتضت الحكمة والرحمة
ان تظهر حقيقة الحقائق في حاق
وسطها ظهورا تاما لا يتصور ظهورا
اعلى منه، قال النبي ﷺ بعثت لاتمم
مكارم الاخلاق وقال تعالى اليوم
اكملت لكم دينكم واتممت عليكم
نعمتي فسخ الشرائع بشريعته و
ختم الشرائع بشريعته وختم
النبوة به صلى الله عليه وسلم فهو
اول مظهر لتلك الحقيقة لكن
لما كان المقصود اتمام حقائق
النبوة واتقانها فكل ما ظهر منه
صلى الله عليه وسلم فهو من
باب النبوة وحقائقها واحكامها
وآثارها ولم يتكلم صلى الله عليه
وسلم بحقائق الولاية واسرارها

دو اصل کی طرف ہے (یعنی) نبوت اور
ولایت۔ اور حقیقۃ الحقائق اس کی جامع
ہے کیونکہ حقیقت نبوت حق اور خلق کے
درمیان ایک برزخ ہے جو برزخوں کی
اصل ہے اور حقیقت ولایت قرب اللہ
ہے جو اقرب الحقائق ہے اول الاوائل
(ذات) کی طرف۔ جب باب نبوت کھل
گیا اور انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے
اور دائرہ نبوت درجہ بدرجہ وسیع ہوتا گیا
تو حکمت اور رحمت اس کی مقتضی ہوئی کہ
حقیقۃ الحقائق اس کے عین وسط میں ظہور
تام کے ساتھ اس طرح ظاہر ہو کہ کوئی ظہور
اس سے اعلیٰ متصور نہ ہو۔ نبی نے فرمایا کہ "میں
اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی
تکمیل کروں" اور اللہ تعالیٰ نے " الیوم
اکملت لکم دینکم واتممت علیکم
نعمتی " فرما کر اور شریعتوں کو اپنی شریعت
سے منسوخ کر دیا۔ اور آپ پر نبوت ختم کر دی
گئی۔ پس آپ ہی اس حقیقت کے سب سے
پہلے مظہر ہیں۔ چونکہ حقائق نبوت کا اتمام و
استحکام مقصود تھا لہٰذا ہر وہ چیز جو آپ سے

يقصورا فهام اكثر الخلق الا برمز و ايماء مع الخواص فبعد بقي حقائق الولاية واسرارها مكتوناً لمصلحة العامة فلما ختمت النبوة والقت احكامها ورسخت في نفوس الانسانية واحاطت بها بحيث لم يبق ريبة التزلزل فيها كما قال النبي صلى الله عليه وسلم " يئس الشيطان ان يعبد غير الله في جزيرة العرب " اقتضت الحكمة ان تظهر حقائق الولاية بارزة ويتسع دائرتها فظهر للولاية في هذه الامة المرحومة شان خاص لم يكن من قبل لكن اتساع دائرتها ايضا تدريجي لان استعدادات اللاحقين ولا سباب اخر ايضا كما لا يخفى على من تتبع احوال الصحابة والتابعين وطبقات الصوفية فلما اتسعت دائرتها و استعدت النفوس استعدادا تاما ظهرت حقيقة الحقائق في حاق وسطها في مظهرها الثاني ليتقن

ظاہر ہوئی وہ باب نبوت اور اس کے حقائق واحکام و آثار سے ہے، اور نبی نے ولایت کے حقائق و اسرار کے سلسلے میں مخلوق عوام کی کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے کلام نہیں فرمایا لیکن خواص سے رمز و اشارہ سے پس اس کے بعد ولایت کے حقائق باقی رہے اور اس کے پوشیدہ اسرار مصلحت عامہ کی وجہ سے۔ پھر جب نبوت ختم ہوگئی اور اس کے احکام جمع کر دیے گئے اور وہ نفوس انسانیہ میں راسخ ہوگئے اور انہوں نے اس کو اس طرح گھیر لیا کہ اس کے متزلزل ہونے کا شبہ باقی نہ رہا۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " شیطان اس بات سے ناامید ہوگیا کہ جزیرۃ العرب میں غیر اللہ کی عبادت کی جائے " تو حکمت الٰہیہ اس کی مقتضی ہوئی کہ حقائق ولایت کھل کر ظاہر ہوں اور اس کا دائرہ وسیع ہو جائے۔ تو لہٰذا اس امت مرحومہ میں ولایت کے لیے ایک خاص شان ظاہر ہوئی جو اس سے قبل نہ تھی۔ لیکن اس دائرہ کی وسعت بھی تدریجی ہے کیوں کہ

قوانين حقائق الولاية منها القول بوحدة الوجود ولوازمها وتدوين قواعد اسرارها واحكامها وآثارها وهو الشيخ الاكبر والنور الازهر محي الدين محمد بن العربي رضي الله عنه فهو الفاتح اختام الولاية الخاصة المحمدية اما كونه فاتحا فلانه نشر الكتب في الحقائق وتعين قواعدها وتفصيل مجملها بحيث لم يتيسر لاحد قبله كما قيل على من تتبع مصنفاته اما كونه خاتما فلان حقيقة الحقائق ظهرت في هذه المظهر لاجل اظهار حقائق فيها التي هي اصل الولاية فتحقق الشيخ رضي الله عنه بهذه الجهة مقصود اولى بحيث لم يصح لاحد بعده فهو خاتم لهذه التحقق الاولى وكل من تحقق بحقائق الولاية التي فتحت بالشيخ فهو الشيخ في رتبته علم او لم يعلم لانه الفاتح السابق كما كان هو محمد صلى الله عليه وسلم في رتبة الشيخ لانه

لاحقین کی استعدادیں اور دوسرے اسباب بھی ہیں اور یہ بات اس شخص پر مخفی نہیں ہے جس نے احوال صحابہ، تابعین اور طبقات صوفیہ کی اتباع کی۔ پھر جب اس کا دائرہ وسیع ہوگیا اور نفوس استعداد تام کے ساتھ مستعد ہوئے تو حقیقۃ الحقائق اس کے وسط میں اپنے مظہر ثانی میں ظاہر ہوئی تاکہ وہ حقائق ولایت کے قوانین کو مستحکم کر دے۔ اس میں ایک قول وحدت الوجود، اس کے لوازم، اس کے اسرار کے قواعد اور اس کے احکام و آثار کی تدوین ہے، اور وہ مظہر ثانی شیخ اکبر، نور ازہر محی الدین محمد ابن عربی ہیں جو ولایت خاصہ محمدیہ کے انجام کے فاتح ہیں لیکن ان کا فاتح ہونا اس لئے ہے کہ انہوں نے حقائق کی تفصیل کے سلسلہ میں آگاہ کیا ہے اور اس کے قواعد متعین کئے ہیں اور اس کے حقائق کی مجمل طور پر تفصیل کی ہے اس حیثیت سے یہ بات ان سے قبل کسی کو حاصل نہیں ہوئی اور جس نے آپ کی تصانیف کا تتبع کیا اس پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔ لیکن آپ کا خاتم ولایت محمدی ہونا تو

صلی اللہ علیہ وسلم سابق فی مظہریۃ
حقیقۃ الحقائق وشرط لمظہریۃ
الشیخ لها لذالک. قال
فی الفصوص بعد تحقیق طویل
فی حق خاتم الولایۃ
فهو حسنۃ من حسنات
الرسول قد لما دونت علوم
الولایۃ وقواعدها وقوانینها
وبحقیقۃ النفوس الکاملۃ
باصولها وفروعها وغلب
علی الاستعدادات المختلفۃ
تابعیها وثمراتها ومر الدهور
والعصور والاعصار وتطاولت
الیها ایدی الافکار اختلطت
علوم الولایۃ لعلوم النبوۃ
بشدۃ غموضها اختلاطا
صعب التمیز بینهما بل اختلط
العلوم کلها من النافعۃ و
الضارۃ لاختلاط الناس
عربهم وعجمهم واختلاط
استعداداتهم وتفارس

تو اس لئے کہ حقیقۃ الحقائق اس مظہر
میں ظاہر ہوئی ہم میں حقائق کے اظہار کی
وجہ سے جو کہ اصل ولایت ہے. پس
شیخ رضی اللہ عنہ کی تحقیق اس اعتبار سے
مقصود اول ہے. اس حیثیت سے کہ یہ
تحقیق ان کے بعد کسی کے لئے صحیح نہیں
ہے کیونکہ آپ خاتم تھے اس تحقیق اول
قصدی کے لئے یعنی جو کچھ آپ نے لکھ
دیا اس کے بعد اب تصوف کا کوئی مسئلہ
ایسا نہیں ہے جس پر کوئی قلم اٹھا سکے
اور نہ کسی کے بس کی بات ہے، اور جو
شخص حقائق ولایت کے ساتھ متحقق ہوا
جو شیخ کے ذریعہ مفتوح ہوئی پس شیخ کا
احسان اس کی گردن پر ہے. اس نے
جانا ہو یا نہ جانا ہو، خواہ وہ سمجھے یا نہ سمجھے
کیونکہ فاتح سابق آپ ہی ہیں در فتح باب
آپ ہی سے ہے، جیسا کہ آپ نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ذات کے
لئے تعلیم حاصل کی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم حقیقۃ الحقائق کی مظہریت میں سابق
ہیں اور شیخ کی مظہریت کے لئے شرط ہیں

العلوم وتداول الکتب بینهم
تیسر بکل احد من الناس
ان یحمل ای عبارۃ من ای
علم شاء علی وفق مذاقه
بطریق فن الاعتبار ویستدل
بها علی دعواه وصولا لایدری
ان حملها بطریق الاعتبار
وان فن الاعتبار لا ینافی
به الاستدلال فاشتبه الامر
علی نفوس المستعدین
وتعسر التحقیق لها بالعلوم
علی خیالها. فاصیبت المصیبۃ
واستطارت البلیۃ کل الجهات
حتی ان الزنادقۃ والملاحدۃ
تستروا فی زی الصوفیۃ
وتطاولت ایدیهم
بعبارات القران العظیم
والاحادیث النبوی صلی
اللہ علیه وسلم وکلمات
المشائخ الکبار وحملوها
علی غیر المراد فضلوا واضلوا

اس لئے شیخ نے فصوص میں طویل تحقیق کے
بعد کہا ہے خاتم ولایت کے حق میں. پس
وہ ایک نیکی ہے نبی کی نیکیوں میں سے. پھر جب
علوم ولایت اور اس کے قاعدے و قوانین
مدون کئے گئے اور نفوس کاملہ کی حقیقت
اپنے اصول و فروع کے ساتھ مرتب کی گئی
اور اس کے تابع و قواعد استعدادات مختلفہ پر
غالب آئے اور زمانے دراز گزرتے رہے
اور فکروں کے ہاتھ اس کی طرف بڑھے
اور ولایت کے علوم نبوت کے علوم کے
ساتھ مخلوط ہو گئے. اس کی سخت پیچیدگی
کی وجہ سے اور ان کی استعدادوں کی اختلاط
وجہ سے اور علوم کے ساتھ مشق و ممارست
ہونے کی وجہ سے اور کتابوں کے متداول
ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کے درمیان. پس ہر
شخص کے لئے یہ بات آسان ہو گئی کہ وہ جیسے
مذاق کے مطابق فن اعتبار سے جو عبارت
جس علم سے چاہے اٹھالے اور اپنے دعوے
پر اس سے استدلال کرے. حالانکہ وہ نہیں
جانتا ہے کہ اس کا اعتبار صحیح طور پر بطریق
اعتبار ہے یا نہیں، اور یہ کہ اعتبار کا فن ایسا

فكاد الزمان ان يكون شبيها
بزمان الجاهلية فاقتضى
التدبير الكلي والحكمة الازلية
ان تظهر حقيقة الحقائق بالقدر
المشترك الجامع بين علوم
النبوة والولاية بل الجامع بين
العلوم كلها مرة اخرى
في مظهر الثالث فيكون
منصة بظهور حقائقها
الجامعة المميزة بين العلوم
ومراتبها فهو يعين قوانين
ويدون قواعد يحصل بها
الامتياز التام بين علوم النبوة
والولاية بل بين العلوم المعتبرة
كلها من التفسير والحديث
والفقه والكلام والتصوف
والسلوك فينزل كل علم
منزلته ويبلغ كل عبارة
اشارة مبلغه وهو الكامل
المكمل زبدة المتقدمين
قدوة المتأخرين

اس کے ساتھ استدلال کرنے کی نفی نہیں
کرتا پس یہ امر مستعدین کے نفوس پر مشتبہ
ہو گیا (یعنی انہوں نے صحیح تحقیق نہیں کی اور
اصول کا لحاظ نہیں کیا) اور ان کے لیے علوم
کی تحقیق ان کے خیال پر مشکل ہو گئی پس دقت
پیدا ہو گئی اور ہر سمت سے مصیبتیں کھڑی
ہو گئیں یہاں تک کہ زندیقین اور ملحدین
صوفیاء کے لباس میں جا چھپے اور ان کے
ہاتھ قرآن عظیم کی عبارتوں، احادیث نبوی
اور مشائخ کبار کے کلمات پر دراز ہو گئے
(یعنی انہوں نے خوب تحریفات کیں) اور
قیاس کیا اصل مقصد کے غیر پر (یعنی جو
معنی مراد نہیں تھے وہ مراد لے) وہ خود بھی
گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔
پس قریب تھا کہ زمانہ جاہلیت کے زمانہ
کے مشابہ ہو جائے پس تدبیر کلی اور حکمت
ازلی اس کی مقتضی ہوئی کہ حقیقۃ الحقائق قدر
مشترک کے ساتھ ظاہر ہو (یعنی ایسے معنی جو
سب کو جامع ہوں) جو نبوت و ولایت
کے علوم بلکہ کل علوم کے درمیان جامع ہے
دوبارہ مظہر ثالث میں، تاکہ وہ مظہر ظہور

قطب المدققين، غوث
المحققين الشيخ ولي الله
المحدث الدهلوي سلمه
الله سبحانه وتعالى ومن
كان له لطف قريحة
وطالع مصنفاته الشريفة
وتحقق بقواعدها و
قوانينها خصوصًا الكتاب
حجة الله البالغة،
واللمحات، والطاف
القدس، والهمعات
والمكتوب المرسل الى
المدينة والكتاب
المسوى في شرح الموطا
لم تبق له ريبة في
تصديق هذا المطلب
الاعلى والمقصد الاقصى
قل الحق من ربكم
فمن شاء فليؤمن
ومن شاء فليكفر،
فضل مصنفاته الشريفة

پر (علانیہ طور پر) اس کے حقائق کی تصحیح
کرے اور علوم اور اس کے مراتب کے درمیان
تمیز کرا دے اور قاعدے و قوانین متعین
و مدون کرے تاکہ ان کے ذریعہ امتیاز
حاصل ہو اور وہ نبوت و ولایت کے علوم
کے درمیان امام ہو، بلکہ تمام علوم معتبرہ
کے درمیان جیسے تفسیر، حدیث، فقہ
کلام، تصوف اور سلوک۔ اور وہ ہر علم
کے مرتبہ کو پہنچے اور اسے ہر عبارت و اشارت
پر رسائی حاصل ہو۔ اور وہ کاملین میں
سب سے مکمل، زبدۃ المتقدمین، قدوۃ
المتاخرین، قطب المدققین، غوث المحققین
شیخ ولی اللہ محدث دہلوی ہیں، اللہ ان کو
سلامت رکھے۔ اور جو شخص پاکیزہ طبیعت کا
اور اس نے آپ کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہے
اور آپ کے قواعد و قوانین کی تحقیق کی ہو۔
خصوصاً کتاب حجۃ اللہ البالغہ، لمحات
الطاف القدس، ہمعات، مکتوب مدنی
اور کتاب مسوی شرح موطا کا۔ اس کے
لیے اس بلیغ مطلب و مقصد کی تصدیق میں
کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے گا۔

بالنسبة الى التصانيف السابقة في العلوم مثل رجل ماهر باللغات باسرها اتى جماعة وجدوا دينارا لطلب به كل واحد بلغته العنب فوقع اللدغ والدفع بينهم بسبب اختلاف الفاظهم فأخذ هذا الرجل دينارا من ايديهم واشترى عنبا واعطاهم فلما رأوا ذالك شكروا له ورضوا بينهم وتعانقوا فافهم۔

"کہہ دو حق تمہارے رب سے ہے، جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے" پس آپ کی تصنیفات شریفہ کی مثال بہ نسبت تصنیفات سابقہ فی العلوم کے اس مرد ماہر کی طرح ہے جو تمام زبانوں کا ماہر ہے۔ وہ ایک ایسی جماعت کی طرف آیا جس نے ایک دینار پایا اور اس جماعت کا ہر فرد اپنی زبان میں عنب (انگور) طلب کر رہا تھا۔ بات یہاں تک بڑھی کہ ان میں آپس میں جھگڑا ہونے لگا۔ (یعنی ان کی زبانیں مختلف تھیں جس کی وجہ سے لفظی نزاع واقع ہوا) پس اس شخص (ماہر فن) نے (ان کی لڑائی دیکھ کر) وہ دینار ان سے لے لیا۔ اور انگور خرید کر ان کو دیدیے۔ جب انہوں نے انگور دیکھے تو اس کا شکریہ ادا کیا۔ خوش ہوئے اور ایک دوسرے کے گلے ملے (اس بات سے تم خود سمجھ لو)

تشریح :- بیشک حضرت وجود مطلق شان کا پہلا تعین وہ کلی ہے جس میں ہر شان و اعتبار و اضافت کی صلاحیت ہے (یعنی حقیقت محمدی) جو ذات باری تعالیٰ کا پہلا تعین ہے ذات کی ہر شان و اعتبار و صلاحیت کا جامع ہے جس کو صوفیا کی زبان میں حقیقت الحقائق، برزخ اولیٰ اور وحدت کہا جاتا ہے اور اس میں

میں کل تعینات و حقائق مندرج ہیں۔ اور صوفیا نے کشف و وجدان سے کہا ہے کہ یہ حقیقت محمدیہ ہے۔ اور میرے وجدان میں وہ ایک حقیقت ہے جو عالم امر کے مشکل تعینات میں ہویت کا بیان ہے۔ اور وہ عالم کبیر یعنی کائنات کے نفس کلیہ کے وسط میں تجلی اعظم ہے جس پر ننانوے اسماء منطبق ہیں (یعنی ذات باری تعالیٰ کے ننانوے اسماء کی جامع تجلی ہے) ظاہر ہوتی ہے۔ اور پیدا ہونے والے تعینات میں ہویت ہے (یعنی ان تعینات پر باطنی طور سے ساری و طاری ہے) اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یعنی کائنات کا مادہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے ظاہر ہوا ہے) اور اسی جگہ شیخ اکبر نے اولی تسامح سے تجلی اعظم کے بارہ میں کہا ہے کہ وہ حقیقت محمدیہ ہے جیسا کہ فتوحات مکیہ کے چھٹے باب میں۔ اور اس بات پر حقائق سے آگاہ کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ذات حضرت علم میں اپنے شیونات میں متلبس ہے (یعنی ذات باری تعالیٰ علم سے پرے ہے البتہ اس کے شیونات کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے) اور موجودات سے۔ اور وہ ذات ہے جو شیونات کے احکام و آثار کے ساتھ حضرت عین (یعنی حقیقۃ الحقائق) میں متلبس ہے۔ پس جب ذات یعنی حقیقۃ الحقائق نے کثرت کو وحدت حقیقت سے اس کے مراتب کے ساتھ افراط و تفریط اور اعتدال کے ساتھ ظاہر فرمایا۔ تو یہ امر بدیہی ہے کہ مرتبہ اعتدال کی نسبت دوسرے مراتب کی نسبتوں سے اس شان کلی کی طرف اتم و اولیٰ ہے۔ پس تجلی اعظم کی نسبت اولیت بدیہی ہے اور جس کی طبیعت صاف ہے اس پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔ پس جب ہم نے کاملین کے احوال اور ان کے اخلاق کی اتباع آغاز نوع انسانی سے اس کے آخر تک (یعنی بشریت کی ابتداء سے بشریت سے مبرا ہونے تک) کی اس پر یہ بات چھپی نہ رہے گی کہ نبی کے احوال و اخلاق اعتدال کے وسط میں تھے۔ اور یہی ان کی اولویت ہے۔ النبی اولیٰ بالمومنین الخ پس اس میں یہ بات ہے کہ نبی [illegible] تمام افراد کاملین میں سے اتم و اولیٰ ہیں۔ (یعنی حقیقت محمدی یا تجلی اعظم [illegible]

گئی تو روح وقلب ونفس کا شہود انسانی میں ہوا، اور کامل ترین افراد پر اسے
کی صلاحیت کے باعث حقیقت حقائق کا اپنے پورے ظہور کے ساتھ ظاہر ہونا
منع نہیں ہے. لیکن آپ سب سے پہلے اور سب سے سابق ہیں اور وہ دونوں
آپ کے تابع ہیں پس آپ افضل ہیں اور یہ تینوں ظہور مختلف اوقات میں حقیقت
الحقائق کے مظاہر کلی ہیں۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کی رو سے حکمت
ازلیہ اور رحمت الٰہیہ اس کی مقتضی ہوئی، کیونکہ جب تک نبوت وولایت کی
پوری پوری تشریح نہ ہو جائے حقیقت الحقائق کا رحمۃ للعالمین ہونا ثابت نہیں
ہوتا. نبوت کی مکمل تشریح کے بعد ولایت کی تشریح مکمل ہونے کے لئے قیامت
تک جاری رہے گی، کیونکہ تمام موجودات حقائق کے مظاہر ہیں اور حقیقت الحقائق
سے منسوب ہیں. اس نسبت کی دو جہتیں ہیں. جہت اشتمال (شامل کرنا) اور جہت
احتواء (گھیر لینا) اور اس جہت سے تمام عالم کل کا کل اس کا (حقیقت الحقائق کا)
مظہر ہے اگر بالواسطہ ہو. دوسری جہت معدودیت ہے اور وہ بھی حقائق میں سے
ہے (یعنی ایک کے عدد سے بے شمار اعداد وجود میں آئے جن کی انتہا نہیں) اور اس جہت
کے مظاہر جامعہ میں (یعنی) ایک حقیقت الحقائق سے سارے انبیاء و اولیاء کی حقیقتیں
ظاہر ہوئی اور یہ حقیقت ایک حقیقت خاص ہے ہر مرتبہ واحدیت میں تو تم نے اسے
پہچانا، جیسا کہ نقشہ منسلکہ سے ظاہر ہے ہر مرتبہ ہر عالم کے وسط میں اس کا
ایک نمونہ اور ظہور ہے. لیکن نوع خاص انبیاء و اولیاء ہیں کیونکہ کمالات کا مرجع دراصل
نبوت وولایت کی طرف ہے. اور حقیقت الحقائق ان دونوں کی جامع ہے کیونکہ نبوت
کی حقیقت حق اور خلق کے درمیان ایک برزخ ہے اور وہی برزخوں کی اصل ہے اور
حقیقت ولایت اللہ کے ساتھ قریب ہے اور وہ اقرب الحقائق ہے اول الاول [illegible]
ذات باری تعالیٰ کی طرف. انتہی

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۔ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ
مَا لَمْ يَعْلَمْ ۔
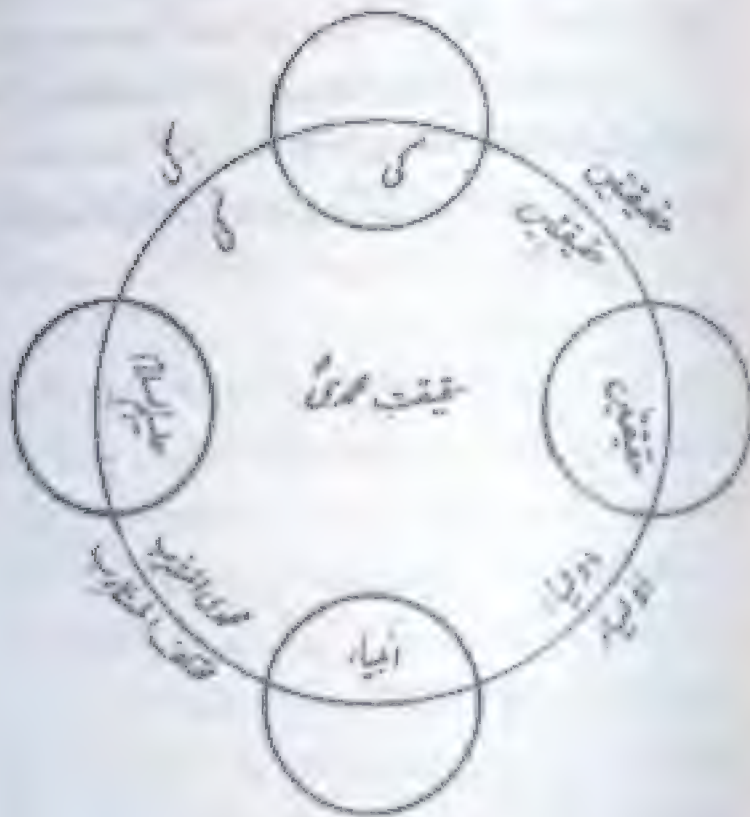
نبوت وولایت حقیقت محمدیؐ کے دو اطوار ہیں۔ پہلے طور سے انبیاء کی حقیقتیں (سرخ نقاط) وجود میں آئیں۔ پھر ان حقائق نے دوائر بنائے وہ اولیاء کی حقیقتیں (سبز اور نیلے نقاط) ہیں۔ سبز نقاط حقیقت محمدیؐ سے اقرب ہونے کے باعث اولیاء امت کا انبیاء بنی اسرائیل کی حقیقتیں ہیں جو محمدیؐ المشرب ہیں۔ اور نیلے نقاط بعد کی وجہ سے اولیاء مختلف المشارب کی حقیقتیں ہیں۔ اور دونوں زیر قدم انبیاء ہیں حقائق سحق کر قلم ہیں۔ اور اپنے انبساط میں روح کلی ہیں۔

(نوٹ:۔ نقشہ میں محیط کے صرف چار نقاط کے دوائر دکھلائے گئے ہیں درحالیکہ محیط کا ہر نقطہ ایک دائرہ بناتا ہے) نقی انور۔

تذئیل

درحکایت حال عبد ذلیل

مؤلف کتاب ہذا واضح کرتا ہے کہ جب یہ بندۂ ضعیف ان اوراق کی ترتیب وتسوید سے فارغ ہو چکا تو اسے بغرض ملاحظہ مجدد ملت حکیم الامت حضرت ولی نعمت دام مجدہم کی خدمت عالی میں پیش کیا آپ نے اسے ملاحظہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس میں اپنے حال کا بھی اضافہ کرو۔ اس غلام نے چونکہ اس قسم کے حالات جو اس کتاب میں تحریر کئے اس میں سے اپنے میں کوئی بات بھی نہ پائی اور نیز آنجناب کے اصحاب کاملین سے منسلک ہونے میں اسے شرم آئی کہ لہٰذا اس حکم کی تعمیل میں معذرت خواہ ہوا۔ جب اس سلسلہ میں میرا عذر اور تاخیر ملاحظہ فرمائی تو خود بنفس نفیس ایک اپنی تحریر مشتمل بر بیان کرامتہائے ذات منبع اسرار ولایت تحریر فرما کر جو اس ناکارہ کی نسبت ظاہر ہوئیں خاکسار کو شرف امتیاز وافتخار بخشا۔ اور حکم دیا کہ اپنے حال کی ابتداء اس سے کرو۔ پس بحکم اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ناچار اس جلیل القدر حکم کی تعمیل میں مشغول ہوا اور ذات مصدر کرامات کی توجہات کے نتائج کی حکایات کو جو اس مقالہ میں مقصود بالذات ہیں۔ شکراً و ثناءً لا فخراً ولواۃً اس مکتوب کے بعد درج کیا۔ و من اللہ العصمۃ والسداد فی المبدء والمعاد۔

اور وہ مکتوب یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ . امابعد

فان اخانا الشیخ محمد عاشق نعمہ اللہ تعالیٰ علی ظاهرہ و باطنہ کثیرۃ لا تحصی ولا احصیها وبرغ من جملتها ان خلقہ اول ماخلق زاهدا فی الدنیا راغبا فی سلوک طریق الوصول الی اللہ تعالیٰ . فلا اذکر انی سمعت منہ اول سن تمیزی و تمیزہ کلاما یدل علی رغبتہ فی الاموال والمناصب واللذات الحسیۃ الخسیسۃ . بل کان من اول عمرہ غایۃ همتہ و نهایۃ نهمتہ ان یصل الی ما ینزعہ الیہ استعداد الجبلی وجذبہ الیہ اللطف الازلی ومن جملتها ان انشاہ من بیت الولایۃ وجعل الانظار المشائخ . فکم من لطف حصل لہ من سیدنا

ہمارے بھائی شیخ محمد عاشق جن کے ظاہر و باطن پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں اور میں ان کو شمار نہیں کر سکتا . ان میں سے قدرے یہ ہے کہ وہ ولادت کے وقت سے لیکر اب تک دنیا میں متقی و پرہیزگار اور وصول الی اللہ کے طریقہ کے مشتاق رہے مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے بدو شعور سے ان کے متعلق کوئی ایسی بات سنی ہو جو ان کی رغبت مال و منال اور لذات حسیہ خسیسہ و لذات دنیاوی پر دلالت کرتی ہو بلکہ ابتدا عمر سے ہی ان کی ہمت و دانشمندی کی نہایت کا حال یہ تھا کہ وہ اس مقام پر فائز ہو جائیں جس کی جانب ان کو استعداد فطری کھینچ رہی ہے . وپھر ایک وقت ایسا آیا کہ لطف ازلی نے ان کو اس جانب کھینچ لیا . اور منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خانۂ ولایت میں

الوالد قدس سرہ ومن ابیہ وعمہ قدس سرهما ومن جملتها ان جعلہ بارا باباۂ العنصریین والروحانیین منقادا لهم غیر منازع معهم ولا عاصیا علیهم سواء فی ذالک قولہ و فعلہ و قلبہ و لسانہ ومن جملتها ان رزقہ من علم الکتاب و السنۃ وما یستقیم بہ هو وکل من التزم اتباعہ علی جادۃ السنۃ ومن جملتها ان جعل بینی و بینہ محبۃ فی اللہ سرت فی کلنا احکامها و اسرارها فقرنا والحمد للہ متحابین فی اللہ اجتمعنا علی ذالک وتفرقنا علی ذالک واثمرت فینا فوائد لا تحصی وهدایات لا اذکر الناس منہ علی هذا القدر وما اذکرها الی عند اللہ اذا حصل ما فی الصدور و بعثر من فی القبور

پیدا فرمایا . اور مشائخ کی نظر عنایت ان پر مبذول فرمائیں . اور میرے والد ماجد اور اپنے والد بزرگوار اور عم کرم قدس سرہم کی کس قدر الطاف وعنایات ان کے شامل حال رہیں اور منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مادی و روحانی باپوں کے ساتھ نیکی کرنے والا بنا دیا ان کے ساتھ جھگڑنے اور نافرمانی کرنے والا نہ بنایا ان کا قول و فعل . زبان و قلب اس سلسلہ میں (یعنی اطاعت وغیرہ میں) مساوی ہیں ان کو کتاب و سنت کا علم عطا ہوا جس سے وہ مستقیم ہوں نیز جس شخص نے ان کی اتباع کو بطور خود پر لازم کر لیا . اور منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ میرے اور ان کے درمیان محبت فی اللہ رکھی اور ہم سب میں اس کے احکام و اسرار جاری ہوئے اور الحمد للہ ہم حب فی اللہ میں باہم محبت کرتے ہوئے اس میں کامیاب اس پر مجتمع اور اسی پر متفرق ہوئے اور بفضل اللہ ہم کو اس کے بے شمار فوائد حاصل ہوئے .

ومن جملتها ان وفقه بسلوك
طريق الله والفناء فی الله والبقاء
بالله فشاهد عجائبها ومارش
غرائبها وتفحص سيئها وشينها
وسار فی غورها ونجدها ومن
جملتها ان وفقه الحج بيته المكرم
وزيارة نبيه المعظم صلوة الله
عليه وسلامه . ولم يجعل
حجه حجا عاميا ولا زيارته زيارة
عميا بل جعله فی كل ذالك علی
بينة من ربه ويتلوه شاهد
منه ومن جملتها ان فتح عين
بصيرته فانكشف له من
اسرار الكتاب والسنة ما سبق
به كثيرا من السابقين واعجز
عن شاوه كثيرا من اللاحقين
ومن جملتها ان احل فيه سر
الارشاد وجعله وكرا لعناية
الارواح الطيبة ......
.... يجدون به حظا من
الوجود الناسوتی . وهذا سر

اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو
سلوک طریقت فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی
توفیق عطا فرمائی پس انھوں نے اس کے
عجائب و غرائب مشاہدہ کئے۔ اور نیک و
بد کی تلاش و جستجو کی۔ اور اس کے نشیب و
فراز میں سیر کیں۔ اور منجملہ ان کے ایک یہ
بھی ہے کہ انھیں حج بیت اللہ اور نبی کریم
کی زیارت کی توفیق عطا ہوئی۔ نہ ان کے
حج کو عام لوگوں کا حج بنایا اور نہ ان کی
زیارت کو اندھی زیارت بنایا بلکہ ان کے
لئے اس سب کو اپنے رب کی طرف ایک دلیل
بنایا اور اس کا اس پر ایک گواہ بھی ہے
اور منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ان کی چشم بصیرت
وا ہو گئی اور کتاب و سنت کے وہ اسرار
ان پر منکشف ہو گئے جن پر سابقین میں سے
اکثر لوگوں کی رسائی نہ ہو سکی۔ اور بہت سے
لاحقین اس سے عاجز رہے۔ اور منجملہ
ان کے یہ بھی ہے کہ ان کے لئے سر ارشاد
کھول دیا گیا اور ان کو ارواح طیبہ کی
عنایت کا آشیانہ بنا دیا ......
ان کے وجود ناسوتی سے لوگ ایک حظ

فشاهدت منه امرا عظيما و
جاءنی به الثلج مرة بعد اخری
الی غير ذالك من مناقب يعجز
عن شرحها البيان ويكل دون
احاطتها اللسان وبالجملة فاشهد
الله بالله انه صفوة الله فی خلقه
وحجة الله فی ارضه وانه سر الا
الاسرار ونور الانوار وانه مهبط
النفحات ومعدن البركات وانه
سابق السباق والبديع النادر
فی الآفاق وانه صاحب صدق
وجنان حق وانه للاولياء كريم
ابن الكريم ابن الكريم ابن الكريم
ابن الكريم كما كان يوسف الصديق
بشهادة نبينا صلوات الله عليهما
فی الانبياء الكريم ابن الكريم ابن
الكريم ابن الكريم وهو معدن
اسراری وحامل انواری قلبی
معه ابدا ونظری اليه سرمدا
يده كيدی وصحبته كصحبتی
وقوله كقولی وفعله كفعلی

پاتے ہیں۔ اور یہ وہ سر ہے جس سے میں نے
امر عظیم کا مشاہدہ کیا اور مجھے اس سے بار بار
ٹھنڈک ملی۔ اس کے علاوہ ان کے بہت سے
اور بھی مناقب ہیں جن کی تشریح سے بیان
عاجز اور اس کے احاطہ سے زبان قاصر
ہے۔ اور میں یہ بات اللہ کو گواہ کر کے
کہتا ہوں کہ وہ اس کی مخلوق میں برگزیدہ
ہستی اور اس کی زمین میں حجت ہیں۔
صاحب اسرار و انوار و صاحب نفحات
ہیں۔ برکتوں کی کان۔ ترقی کرنے والوں
میں سب سے سبقت کرنے والے آفاق
میں نادر و عجوبۂ روزگار، صاحب صدق
و یقین و صاحب جنان ہیں۔ اولیائے
کاملین میں کریم ابن کریم ابن کریم ابن
کریم جیسے حضرت یوسف صدیق ؑ
ہمارے نبی کی شہادت کے مطابق انبیاء
علیہم السلام میں کریم ابن کریم ابن کریم
ابن کریم ہیں۔ وہ میرے اسرار کے مخزن
اور میرے انوار کے حامل ہیں۔ ان کا ہاتھ
میرا ہاتھ ہے۔ ان کی صحبت میری صحبت
ان کے اقوال و افعال [illegible]

ورضاءہ صو بعینہ رضائی
کشفہ و وجدہ نہ صو بعینہ
شقی و وجدانی سه

آں کہ تو از نامہ توئی بارد عشق
واز نامہ و پیغام تو بی بارد عشق
عاشق شود آں کس کہ ادیب گذرد
آں سے زور و بام تو ہی بارد عشق

طوبیٰ لمن اتبعہ ولاذ بہ و
استرشد منہ واعتمد علیہ
حفظنی اللہ تعالیٰ وایاہ وجمیع
بلدیاتی فی مقعد صدق عند
ملیک مقتدر اقول قولی
ھذا واستغفر اللہ لی ولہما
ولجمیع المسلمین آمین

میرے ہی اقوال و افعال ہیں۔ ان کی
رضا اور کشف و وجدان عین میری
رضا اور کشف و وجدان ہیں ے

تم وہی ہستی ہو جس کے نام ہی سے عشق برس
رہا ہے یعنی اسم با مسمیٰ ہو اور تمہارے
نامہ و پیام سے عشق کی بارش ہو رہی ہے
جو ہستی بھی تمہاری گلی سے گزر جائے
ناممکن ہے کہ وہ عشق میں مبتلا نہ ہو جائے
کیوں نہ ہو جب کہ تمہارے در و بام سے
عشق کا مینہ برس رہا ہے۔

مبارک ہے وہ جس نے ان کی اتباع
کی اور ان سے لذت یاب و فیضیاب
ہوا ان سے ہدایت حاصل کی اور ان
پر اعتماد کیا۔ اللہ تعالیٰ مجھکو اور ان کو
تمام آفات سے محفوظ رکھے اور مقعد
صدق میں جگہ عطا فرمائے

اور جاننا چاہئے کہ اس صحیفہ کا ترجمہ جو دین و دنیا کیلئے باعث افتخار (اور)
دوسری تقریر و تحریر سے پر معنی ہے۔ لیکن بمصداق

ے چوں طمع خواہد ز من سلطان دین — خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

اطاعت ولی الامر کرتا ہے۔ اور اپنا حال تحریر کرتا ہے

ولادت اس بندہ کی ۱۰ ماہ رمضان سنہ ۱۱۱۱ھ میں ہوئی۔ بعض اعزہ نے محمد غازی
سے تاریخ نکالی ہے جدہ مادری نے اپنی فرزندی میں لیکر اپنی آغوش تربیت میں
پرورش کیا۔ پھر جب پڑھنے کے قابل ہوا۔ اور دو ایک سیپارے قرآن کے پڑھے۔
پھر میرے جد مادری شیخ عبدالوہاب نے جو اپنے اعزہ میں سب سے بزرگ تھے۔ اور شیخ
بزرگ حضرت شاہ عبدالرحیم قدس سرہ العزیز کے اصحاب میں سے تھے۔ اور خط نسخ میں
استاد تھے۔ پورا قرآن اور نسخہ نصاب صبیان تعلیم فرمایا۔ اسکے بعد رسالہ میزان صرف
و پنجم کتاب بوستان سعدی کی اپنے جد اکمل العارفین اعلم الواصلین بالله الصمد حضرت
شیخ محمد قدس سرہ سے پڑھی۔ اور آپکے افادہ نے اس بندہ کو شرف امتیاز بخشا اور یہ
بندہ ضعیف گو کہ ان ایام میں بوجہ طفولیت کو نہ پہنچا تھا لیکن پھر بھی چند بار آنجناب کے
ساتھ سیر و سفر میں برکات سعادت سے مشرف اور آپکی صحبتوں سے فیضیاب ہوا

اور آپکی توجہات و عنایات عظیمہ اپنی حال پر مبذول پاتیں مجھے یاد ہے کہ ایک دن آپ
پر ایک عجیب حالت طاری تھی اور یہ شعر انتہائی ذوق میں پڑھ رہے تھے

؎ خیال زلف تو پختن نہ کار خامان است — کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاری است

اور دوسرے وقت ایک عجیب کیفیت طاری تھی اور یہ شعر زبان اسرار بیان سے پڑھ رہے تھے

؎ ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار — کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

اور رحلت کے وقت انکے پاس حاضر تھا اس وقت ان پر ایک عجیب کیفیت مشاہدہ ہوئی۔

بعد ازاں تمام کتب درسیہ کی ابتدائی کتابیں معقول و منقول کی شرح مواقف تک حضرت قبلہ گاہی معدن برکت قدوۃ اولیاء اللہ حضرت شیخ عبید اللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں استفادہ کیں لیکن قدوسے کافیہ و شرح ملا حضرت عمی عمدۃ الواصلین شاہ حبیب اللہ قدس سرہٗ سے پڑھی تھیں۔ اسی طالب علمی کے زمانہ میں ایک بار رمضان میں حضرت قبلہ گاہی قرآن با تدبر معانی و مطالب با تفسیر تلاوت فرما رہے تھے۔ اور یہ غلام بھی موجود تھا۔ جب اس آیت ففروا الی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین پر پہونچے تو اس بندہ کی طرف متوجہ ہو کر دو تین بار اس آیت کی تکرار فرمائی پس ان کلمات نے مجھے اسطرح پکڑ لیا اور ایسا جکڑ لیا کہ سلوک طریقت کا تخم شوق بو گئی۔ پھر تھوڑے دنوں بعد اشغال طریقت میں سے ایک شغل تعلیم فرمایا میں نے اسکی مشق اختیار کی۔ لیکن طمانیت قلبی کماحقہ حاصل نہ ہوئی اور حضرت عم کرم قدس سرہٗ بھی اس بندہ ضعیف کے حال پر بے انتہا کرم و توجہ خاص فرماتے تھے بارہا انکے حلقہ مراقبہ میں حاضر ہوا اور چند بار اس بندہ کو توجہ دی۔ اور جب حقائق و معارف خاصہ بیان فرماتے تھے۔ تو مجھے مخاطب فرماتے تھے اور انکے لکھ لینے کا حکم دیتے تھے۔ دنیا کا کوئی دوسرا اس سعادت میں شریک نہ تھا۔ جمیع کمالات شیخ بزرگ امام الطریقۃ قطب الحقیقۃ شیخ [illegible] کی خدمت میں بہت بار فیضیاب ہوا اور درس اور حقائق و معارف کے بیانات کی مجلسوں میں شرف حضوری سے مشرف ہوا۔ اور حلقہ مراقبہ میں باریاب ہو کر سعادت اندوز ہوا۔ اور آپ نے بے انتہا عنایات اس خاکسار کے حق میں مبذول فرمائیں۔ آپ کے عرس

اور حاصل میں ہمہ وقت شرف حضوری سے مشرف رہتا تھا۔ بعض اوقات جب آپکے روبرو حضرت مولائی و مرشدی مد اللہ ظلہم العالی کے شرف صحبت سے مشرف ہوتا تھا۔ اور حضرت شیخ بزرگ آنجناب کی توجہ اس فدوی کی طرف اور اس عبودیت گزیں کی معتقدیت آنجناب کے ساتھ ملاحظہ فرماتے تو از حد مسرور ہوتے۔ چنانچہ ایک بار انتہائی خوشی کی حالت میں حضرت قبلہ گاہی والد محترم شیخ عبید اللہ سے فرمایا کہ ان دونوں کے مابین بہت اخلاص و محبت ہے۔ اور ہم اس بات سے بہت خوش ہیں۔ ایک رات اس غلام نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ بزرگ وضو کے ارادے سے بیٹھے ہیں اور اس غلام سے فرما رہے ہیں کہ تم اس جگہ کیوں نہیں رہتے۔ اور شرح ہدایہ حکمت کی قرأت کی سماعت اپنے حضرت اقدس سے کیوں نہیں کرتے۔ اس خاکسار نے گستاخانہ عرض کیا کہ حضرت سلامت (خودہی) ہماری طرف کوئی التفات نہیں رکھتے ہیں۔ اسی اثنا میں حضرت اقدس اس جانب سے گذرے۔ حضرت شیخ بزرگ نے اپنے دست مبارک سے آپ کا دامن پکڑا۔ اور اس غلام سے اشارہ فرمایا کہ اسکو مضبوط پکڑو۔ پس اس نے لپک کر دامن تھام لیا۔ الحاصل بعد تحصیل کتب مذکورہ حضرت قبلہ گاہی نے برائے استفادہ و استفاضہ علوم و آداب طریقت اسلاف کے طریقے کے مطابق جو اس خاندان عالیشان کا معمول ہے جناب ولایت مآب امام المحققین وارث الانبیاء والمرسلین شیخ الوقت ولی الزماں حضرت اقدس دامت برکاتہم کی خدمت میں رخصت کیا۔ جب سعادت ازلی کے تقاضہ نے اس خاکسار کو کھینچکر خدمت عالی میں حاضری سے مشرف کیا تو آپ سے بڑی بڑی کتابیں جیسے شرح تجرید مع حاشیہ قدیم و شمس بازغہ و محکم الاصول و افق المبین کا استفادہ کیا۔ ان میں سے بعض قرأۃ پڑھیں اور بعض سماعاً۔ اور ہر ایک سے ایک مقدار عجیب اقتضائے وقت حاصل کی۔ اور چند جزو صحیح مسلم کے بھی پڑھے۔ اور کتب سلوک بجاوہ الیسیت الشریف میں مطول شرح تفسیر بیضاوی میں سے سورہ فاتحہ کی تفسیر برکۃ فیما آنحضرت سے پڑھی اور شغل طریقت کے ارشاد سے مشرف ہوا۔ ایک دن آپ حضرت شیخ بزرگ کے مزار منبع اسرار پر تشریف فرما تھے اور

یہ غلام بھی حاضر تھا۔ اس وقت زبان غیب سے فرمایا کہ انقیاد و اطاعت باطن انقیاد ظاہر
کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ اس فدوی نے اسکو نحو من نفحات اللہ جانا اور اسی وقت بلا توقف
سعادت بیعت حاصل کی۔ اور اس سے سابقہ خواب کی تعبیر متحقق ہو گئی۔ اور آنجناب کی اسی
توجہ کی برکت نے توحید محبت کی صورت جلوہ گر کر دی۔ اسی دوران آپ کو حرمین شریفین
کے لیے سفر کا داعیہ پیش آیا اور اس خاکسار کو بھی برکات فیض انتساب کی توفیق نے کھینچ لیا
اور درحقیقت دل نے سیر در سفر سلوک طریقت ہو گیا جسمیں فنائی الشیخ کی صورت جلوہ نما ہوئی
چنانچہ اپنے قصد و ارادہ کا انسلاخ آنجناب کے ارادہ و مشیت کے رنگ میں رنگ گیا جس
کی وجہ سے صبر بلکہ التذاذ بالبلوی جس سے مطلب بلاؤں سے لذت حاصل کرنا ہے میسر
ہو گیا۔ اور اسکی وجہ سے سفر کی تمام کلفتوں میں ایک فرحت ملتا تھا اور ہر کلفت میں آنجناب کا التفات
بہ ذوق و وجدان معلوم ہوتا تھا۔ اور بے اختیار یہ آیت زبان پر جاری ہو جاتی تھی۔ بَلِ اللّٰهُ
يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدٰكُمْ لِلْاِيْمَانِ۔ اور جس کسی سے بھی اپنے حال کی تکالیف بہ لطف
و حدود کی دیکھتا تھا اس سے سخت وحشت و بیزاری ہوتی تھی۔ اور اس سفر سعادت میں آٹھ
دن ایک گھڑی بھی دولت حضوری سے محروم نہ رہا۔ حالت بیداری میں محو جمال روئے مبارک
رہتا اور بحالت خواب بلا فصل بستر خاص کے قریب ہوتا۔ اور ہر معروف و غم جدید جو اس دن
آپ پر وارد ہوتا اس سے یہ غلام مخاطب ہوتا اور وہ اسکی تحریر کے اسباب مہیا کرتا۔ اس
دوران آپکی بہت سی کرامات کا مشاہدہ ہوا۔ چنانچہ ان سب کو اس کتاب کی قسم اول میں
تحریر کر دیا۔ اور اس سفر میں آنجناب کی توجہات کے ثمرات کا خوارق بیداری میں اپنے میں مشاہدہ
کرتا تھا۔ ایک شب خواب دیکھا کہ کچھ لوگ ذکر نفی و اثبات کر رہے ہیں۔ اس غلام نے کہا
کہ نفی و اثبات اس طرح کرنا چاہیے جس طرح ہم کرتے ہیں پھر میں نے اخیر شروع کیا۔ جب
لا کے لفظ کھینچا تو خود سے غائب ہو گیا۔ ایسا کہ مجھے محسوس ہوا کہ کوئی چیز مجھ سے گم ہو گئی
جس طرح زمین نظر سے غائب ہو جاتی ہے جس وقت میں نے نفی کی یہی صورت ظاہر ہوئی

اس سے منجذب ہوتا تھا۔ ایک دن وقت صبح نیند سے افاقہ ہوا۔ اس وقت خیال میں ایسا آیا
کہ گویا میں نے اپنی آنکھیں کھولیں اور دیکھا کہ آفتاب نکل آیا ہے اور نماز کا وقت باقی نہیں
رہا ہے نیند کی شدت کی وجہ سے میرا نفس گویا ہوا کہ اب نماز کا وقت چلا گیا ہے اب اطمینان
سے [illegible] اور اس [illegible] کے متصل ایک خطرہ دل میں القا ہوا کہ هِيَ مِنْ اَسْبَابِ اللُّطْفِ
وَالْمُنْتَشِ اللُّطْف۔ اس کلمہ کے وارد ہوتے ہی نیند کی غفلت کافور ہو گئی۔ اور اسی وقت میری
آنکھ کھل گئی دیکھا کہ نماز کا وقت باقی ہے۔ میں جلدی سے اٹھا وضو کیا۔ اور نماز پڑھی اور اللہ
تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ایک بار یہ غلام مرض تپ و لرزہ میں مبتلا ہوا جس وقت باری
آتی تھی بڑی شدت سے آتی تھی ایسا کہ حرکت کرنے کی بھی قوت نہیں رہتی تھی۔ اسی وقت
ایک شعر یاد آیا ہے۔ یار از آغوش ما بیرون شد از دوم پیتور صد تجلی ساقی بزم است و مخمور جز
جب اسکی دو تین بار تکرار کی تو مجھ میں شدت کی تاثیر ہوئی۔ اور ایک ایسی حالت و کیفیت
قائم ہوئی جسنے اس مرض کا مکمل ازالہ کر دیا۔ اور توانائی عود کر آئی۔ اور اس حالت میں
اپنے میں ایک قوت محسوس کی کہ اگر میں چاہتا تو دس کوس تک پیدل چلا جاتا۔ اور اس وقت حرکت
وجد پیدا کرتا تھا۔ اور لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ بیماری کا اضطراب ہے۔ میں نے اسے کہا
کہ یہ بیماری کی تکلیف ہے۔ بلکہ اس کا ازالہ اس طرح ہوا ہے کہ پھر پلٹ کر نہ آئیگا۔ پس ایسا
ہی ہوا کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ اور اسی روز صبح کے مراقبہ میں اس بات کا کشف
مثالی ایک صورت میں مصور ہوا۔ اور شروع میں حضرت محمد باقی بیرنگ قدس سرہ سے فیضیاب
ہوا۔ بارہا واقعات میں حضرت شیخ بزرگ عبد الرحیم قدس سرہ کی صحبت سے مشرف ہوا۔ اور
اپنے میں ان کی کیفیات و تاثیرات پائیں۔ اور اسی طرح ایک واقعہ میں پیر جیلانی کی زیارت
ہوئی۔ [illegible] حضرت سید آدم بنوری کے مشائخ میں سے طریقہ قادریہ میں ہیں میسر ہوئی۔ اور ایک اثر بلیغ
پایا۔ اور بعض خواص اور بعض مجذوبوں کا بھی خواب میں مشاہدہ ہوا۔ اور ان کی توجہ کا اثر پایا۔ اور
شیخ [illegible] نے اپنے شہادت میں [illegible] کو مجھے گلے لگایا تھا اور اپنا خرقہ عطا فرماتے دیکھا

والحمد للہ علی ذالک حمداً کثیراً۔

ایک بار یہ بندۂ ضعیف حضرت اقدس کی طرف سے وطن میں تین مہینے کے چلہ اعتکاف پر مامور ہوا اور اس دوران حضور کی توجہات عالیہ سے صوفیائے کرام کی انواع واقسام کی نسبتوں مثلاً نسبت مناجات، نسبت توحید وغیرہ کا ادراک حاصل ہوا۔ اور آنجناب کی قوت توجہ کا ایسا مشاہدہ کیا کہ جس وقت کرامت نامہ (والانامہ) جو نسبت وحالت کے ارشادات پر مشتمل ہوتا تھا پہنچتا تھا تو اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کیفیت کا فائضہ بھی فرماتے تھے۔ اس کیفیت کے فیوض کو بھی منکشف فرماتے تھے کہ اس کا مطالعہ کرتے ہی اس حال اور کیفیت میں رنگ جاتا ؎

رنگ لایا ہے یہ ضبط الفت گیسوئے دوست   یعنی اپنے پیرہن سے پھوٹ نکلی بوئے دوست

اور اسی درمیان بعض آیات قرآنی کے معنی تصوف کے مذاق کے مطابق واقع ہونے نیز اسی طرح بعض دوسرے اسرار کا بھی عرفان ہوا۔ بعدازاں کتاب وسنت کے حقائق و اسرار ظاہر ہونے لگے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

اور اللہ تعالیٰ کی منجملہ نعمتوں کے ایک یہ بھی ہے جو بلاکسب و عمل کے محض اللہ کی محبت سے اس بندۂ ضعیف کو نصیب ہوئی وہ یہ ہے کہ بدو شعور سے ہی حضرت اقدس سے خلوص ومحبت اس کے دل میں جاگزیں کردی گئی تھی مجھے یاد نہیں پڑتا کہ بچپن سے لے کر اب تک سوا ادب و تعظیم کے کوئی ایسی بات جو عام طور پر لڑکوں و ہمعمروں میں آپس میں ہوتی ہے آنجناب کی شان میں اس غلام سے صادر ہوئی ہو۔ بلکہ مجھے یاد ہے کہ کوئی ایسا حرف بھی جس سے آنجناب کی ہمسری اور آپ کی بزرگی و تعظیم میں کمی یا کوتاہی متصور ہوتی ہو کبھی زبان سے نہ نکلا اور نہ کوئی خطرہ جو آپ کے کمال اعتقاد سے خالی ہو دل میں گزرا بلکہ بیشتر اوقات وہ الفاظ جو اولیائے کاملین کی شان میں ؎ کے طور پر منقول ہیں جاری ہوتے ہیں آنجناب کی

شان میں بے اختیارانہ زبان پر جاری ہوجاتے تھے۔ اور اس سے مجھے بڑی لذت ملتی تھی اور آنجناب کا بھی وہ لطف وکرم جو اس غلام کے شامل حال تھا کیا بیان کیا جائے ؎ دل من داند و من دانم و داند دل من۔ بعدازاں جب دونوں جانب نوشت وخواند کا سلسلہ شروع ہوا تو خط وکتابت کا دروازہ کھل گیا۔ اور یہی بات حصول (مقصد) کتابت کی صنعت میں ملکہ حاصل ہونے کا سبب ہو گئی۔ ورنہ اس غلام نے کبھی بچوں کی طرح تختی پر بھی مشق نہ کی تھی۔ پھر جب آپ پر معارف واسرار کے ظہور کی ابتداء ہوئی تو اس غلام کو خطاب خاص سے مشرف فرمایا چنانچہ اگر سعادت حضوری سے مشرف ہوتا تو میں ہی مخاطب ہوتا اور اگر کبھی بظاہر اس محفل ولایت منزل سے جدا ہوتا تو والانامہ میں اس عنایت سے مخصوص ہوتا۔ حتیٰ لو حلف علی ان کل ما ظهر من علومه واسراره دامت برکاتهم لاسیما من باب التصوف فاظهر الا لعبد العبد الضعیف وفی مخاطبته ان شاء الله لا یحنث ۱؎ اس لئے کہ اکثر اس سلسلے میں کوئی دوسرا اس خطاب میں اس غلام کا شریک نہیں ہے (ساجھے دار نہیں ہے) اور بعض خطابات میں بظاہر دوسرے بھی شامل رہتے تھے جیسے کہ عربی کا شعر جو اپنے نوازش ناموں میں اس خاکسار کو عنایت فرمایا کہ ؎

انّی وان خاطبت الف مخاطب   فانت الذی اعنی وانت المخاطب ۲؎

۱؎ اگر مجھے قسم دی جائے اس بات کی کہ ہر وہ چیز جو ظاہر ہوئی ان کے علوم و اسرار سے بیشتر میں ان کی بکثرت خاص کر تصوف کے سلسلے میں پس وہ نہیں ظاہر ہوئی ہیں مگر اس عبد ضعیف کی وجہ سے اور ان شاء اللہ کہتے ہیں وہ کبھی حانث نہیں ہوا یعنی جب میں نے انشاء اللہ کہا تو کبھی قسم توڑنے والا نہیں ہوا وہ بات ہو کے رہی ۲؎ اگرچہ میں نے ہزاروں سے خطاب کیا ہے لیکن در اصل ان ہزاروں میں میری مراد اور مخاطب تم ہی ہوتے ہو۔

حقیقتاً اسی کے ساتھ مخصوص ہوگیا اور کتاب حجۃ اللہ البالغہ جو آنجناب کی عمدہ تصانیف میں ہے
اور اسرار شریعت کے علم خاص میں ہے اس کے انتساب کو کمترین فدوی کے نام سے معنون
فرمایا۔ بعد ازاں ان کلمات معجز آیات کے تحریر کرنے کی توفیق عنایت فرمائی پھر ان میں سے
بعض کتب و رسائل جو مرتب تھے مسودات سے نکال کر مبیضہ صاف کیا ہوا تیار کیا۔
اور جب خیر کثیر کے مبیضہ سے مشرف ہوا تو سبقاً سبقاً اس کے رموز و نکات آنجناب کے
حل کرکے تحریر کئے اور آپ نے اس کو مدون کرکے خیر کثیر سے موسوم فرمایا۔ اور ایک مجموعہ
کو جس میں رقعات مختلف تھے مدون کرکے الگ خطوط کا ایک مجموعہ مرتب کیا۔ اور کچھ کو
جو خلوت کی مجلسوں میں زبان الہام بیان سے سنی تھیں اپنی فہم کے مطابق تحریر کرکے اسی
رسالہ میں شامل کیا پھر تمام رسائل تصوف کو ایک جلد میں جمع کرکے ایک کلیات مدون
کیا۔ اس سے آنجناب نہایت مسرور ہوئے اور خوش ہوکر ان کلمات نوازش آیات کے ساتھ
بعنایت بندہ نوازی اس خاکسار کو شرف امتیاز بخشا کہ ھذا امر منک بدأ والیک
یعود و تلک الکلمۃ انت احق بھا و اھلھا و حق الرب المعبود۔ بر بنائے خصوصیت
و محرمیت اسرار و معارف خاصہ پر اطلاع کے اپنے راسخ فدوی کو "علی" کے لقب سے
سرفراز فرمایا۔ اور اس عنایت سے دونوں عالم کی سرفرازی بخشتے ہوئے اس شعر سے
خطاب فرمایا ؎

لک یا علی یا علی عہد مودۃ   ینمو ولا تفنی ولا تغییر

اور اس سب سے بڑھ کر منت عظیمہ الہیہ یہ ہے کہ اپنے بیت کرم کا حج اور اپنے حبیب

لے اس ... و افادات ... [illegible]
... [illegible]
... [illegible]

مکرم کی زیارت حضرت اقدس اور حضرت قبلہ گاہی کے ہمراہ میسر فرمائی اور اس سفر مبارک
میں جس کا ۱۱۴۳ھ میں اتفاق ہوا ہر طرح سے آنجناب کی قربت سے مشرف فرمایا چنانچہ
خواب و بیداری میں قدمہائے مبارک سے جدا نہ ہوتا اور دوران سفر آنجناب کے مرکب
خاص پر آپ کا ردیف ہوتا۔ اور دونوں حجوں کے تمام مناسک اور عرفات میں حضرت
رسالت پناہ علی صاحبہا افضل الصلوات واکمل التسلیمات کے مکان آرامگاہ میں
حضرت اقدس کے پہلو بہ پہلو قیام میں آیا اور مخصوص دعاؤں میں سعادت سے مشرف ہوا
اور اسی عمرے میں جو رمضان کی راتوں میں آپ نے ادا کئے خدمت عالی میں موجود
رہا اور رمضان المبارک کے آخر عشرہ کے اعتکاف میں مسجد بیت الحرام نیز حضرت
کے حجرے میں اور مسجد نبوی شریف میں جلسہ کے وقت بیٹھے   کے پہلو بہ پہلو باریاب
رہا۔ اور حضرت اقدس کے اس پر کرامت مقام کے بعض احوال اور خاص واردات کا
عینی شاہد رہا اور جناب رسالت مآب سے حضرت اقدس پر فائض ہونے والے اسرار
سے مطلع رہا اور حرمین شریفین کے تمام معارف میں خطاب کی سعادت سے مستفید
و مشرف ہوا۔ بلکہ کتاب "فیوض الحرمین" اسی بندہ ناچیز کی گزارش پر تالیف
ہوئی۔ اور اس کے مبیضہ کی سعادت سے یہ خاکسار بہرہ ور ہوا اور حضرت اقدس کے
نئے و تازہ سلوک کے بعد طریق اویسی حضرت خاتم الرسل صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی
روح کریمہ سے پہلا شخص جو آنجناب کے شرف بیعت سے مشرف ہوا یہی غلام تھا
اور یہ دوسری بیعت تھی اور یہ بیعت شب قدر میں ثلث اخیر میں خانہ کعبہ میں میزاب
رحمت کے نیچے ہوئی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

اور حضرت اقدس کے صحیح بخاری و دیگر کتب حدیث قدوۃ المحدثین شیخ ابو طاہر
کردی مدنی سے پڑھنے کے وقت شرف سماع سے مشرف رہا اور اجازت روایت
میں آپ کا طفیل ہوا اور جب اس سفر کرامت اثر سے واپسی کے بعد حضرت اقدس نے

اور اس منجانب اللہ بشارت کو غنیمت سمجھیں اور ان نعمتوں میں سے سمجھیں جس کے قابل نہ تم تھے اور نہ میں اور نہ کوئی اور، بلکہ بغیر کسی وجہ اور بغیر اپنے میں کسی سابقہ قابلیت کے محض اپنے کرم سے اللہ نے عطا فرمایا۔ فاذا وصل الیک کتابی ھذا فارکع رکعتین للہ شکرا علی ما قضی لک من المبرات وغفر وجھک فی التراب وارج رجائہ واتقا ولا تدع ذلک سبیلا للتشویش اللھم عظیم جودک وکرمک وانی لی لسان اشکرک علیہ فانت کما اثنیت علی نفسک۔ جب تم کو میرا یہ خط پہونچے تو دو رکعت نماز شکرانہ پڑھو اس بات پر کہ جو اللہ نے تمہارے لئے فیصلہ کر دیا ہے نیکیوں سے اور قبر میں تمہاری مغفرت کر دی گئی اور امید رکھو اپنی امید کے ساتھ بھروسہ رکھتے ہوئے اور کسی قسم کی تشویش و فکر نہ کرو۔ اے اللہ تیری بخشش و کرم بہت عظیم ہے اور میری زبان کو اتنی طاقت کہاں حاصل ہے کہ میں اس بات پر تیرا شکر کروں جیسی تو نے اپنی ذات کی تعریف کی (تو وہ ہے جس نے اپنی ذات کی تعریف فرمائی)۔

اور ایک بار اور ان بشارات عظیمہ سے فرمایا کہ اللہ کے فضل سے اس کی پوری امید ہے کہ جب تجلی اعظم کے مشاہدہ کے عکوس تجلی اعظم کی حقیقت میں مل جائیں اور اس کی شعاعیں ان عکوس کے گرد جمع ہو جائیں، ہم اور تم ابدالآباد تک ایک دوسرے کے قریب آسودہ ہو کر رہیں۔ ایک ایسا وصال ہو جس کے بعد کوئی فراق نہ ہو اور ایسا انبساط ہو جس کے بعد کوئی انقباض نہ ہو۔ اسی سلسلہ میں ایک ہندی شعر دل میں ڈالا ؎

میرے من نت بسے جس دیکھے مجھے چین | گلی گلی اب کیوں ڈھونڈے کون کو کے دن رین

اور اپنے کرم عمیم سے نعیم مقیم کی بشارت کے ساتھ جو تمام بشارات کی جان جہان و آرزو ہا اور خلاصہ ہے۔ اس عاجز و خاکسار کے سر کو سدرۃ المنتہیٰ کے بلندیوں

کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔ اس کو وہ اس رسالہ کے آخر میں خاتمہ بالخیر ہونے کی آرزو میں تحریر کرے گا۔ اور اسی طرح آنجناب کے بے شمار الطاف اور کرم ہائے بے پایاں اس غلام کے حق میں شب و روز مبذول رہیں ؎

گر بر تن من زبان شود ہر موئے | یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

دوسرے آپ کی بہترین عطا کردہ چیزوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کمترین خادم کو حضرت قبلہ گاہی اور حضرت عمی قدس اللہ اسرارہما نیز دیگر علماء و مشائخ کی موجودگی میں عطائے خرقہ جامعہ اور اجازت طرق ثلاثہ نقشبندیہ، قادریہ و چشتیہ اور دوسرے مشائخ صوفیہ علیہ کے طریقہ اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی روایت سے سر بلند فرمایا اور ایک طویل مثال علوم کبیرہ کے اسرار پر مشتمل جس میں چند کلمات وہ اس جگہ تبرکاً لکھتا ہے عنایت فرمائی۔ اور اس کے بعد حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ نے حضرت اقدس کے اشارہ پر دستار خلافت اور اجازت طرق ثلاثہ مذکورہ اور دوسرے فوائد طریقت جو آبائے کرام اور حضرت شیخ بزرگ قدس سرہ کی جانب سے آپ کو پہنچے تھے ایک مجلس عام میں مرحمت فرمائی۔ اور تمام اشغال و اوراد تلقین فرمائے اور اس وقت مصافحہ معہودہ (یعنی جس کا مشائخ میں معمول ہے) کیا اور فاتحہ استقامت پڑھا۔

الکلمات المعہودۃ المثالیۃ

سیوایۃ

ان اخانا الفاضل الکامل سیوایۃ	ہمارے فاضل و کامل بھائی کاملین کے
الکاملین ووارث اجدادہ الواصلین	سردار اپنے اجداد واصلین کے وارث
الماہر قصبات السبق فی میدان	عالم ماہر، سبقت لے جانے والے علم و عمل
العلم والعمل المجتنب باتم وجہ	کے میدان میں لغزشوں اور خطاؤں سے

من موجبات الزلل والخلل سباق
الغايات وصاحب الانابة الشيخ
محمد عاشق ابن مولانا المكرم المتحلي
والمتجلي، الموصوف بالفضائل الكسبية
والوهبية الشيخ عبيد الله
متع الله المسلمين ببقائه، ابن
الشيخ الاكمل الاجل العارف
العالم ولي الله الصمد مولانا الشيخ
محمد قدس الله سره العزيز وهو
رضي الله عنه جدي ابو امي و
قد ورثت منه في نفس اشياء
الحصرها اذا تاملت في نفس نعم
الله تعالى عليه متواترة متكاثرة
لا تحصى ولا تعد ولا تنازع فيها
ولا وتر، ومن جملتها ان اودع
فيه محبتي من اول ترعرع وكان
سيدي الوالد صاحب الكرامات
الجليلة والمقامات الجزيلة
قدس الله سره العزيز وا في
وا يا ذا متحابين في الله متحابين
لله فيقول اني اراهما متحابين

مکمل طور پر محترز، انابت تک پہونچنے والے اللہ
کی جانب رجوع کرنے والے شیخ محمد عاشق
ابن مولانائے مکرم و معزز صاحب فضائل
کسبیہ و وہبیہ شیخ عبید اللہ اللہ تعالیٰ
ان کی درازی زندگی کی بقا سے مسلمانوں کو مستفید
فرمائے۔ ابن شیخ اکمل بزرگ عالم و
عارف، ولی اللہ الصمد مولانا شیخ محمد قدس
اللہ سرہ العزیز۔ اللہ ان سے راضی ہو
وہ میرے جد مادری ہیں اور میں چند چیزوں
میں ان کا وارث ہوں۔ جب میں نے غور
کیا تو ان چند چیزوں میں سب سے زیادہ
بصیرت بخش چیز اللہ کی بے شمار نعمتیں ہیں
اور اس میں کوئی تنازع نہیں ہے اور نہ
کوئی شک ان بخوا نعمتوں میں ایک یہ ہے کہ
ان میں میری محبت سن طفولیت سے
ہی ودیعت کر دی گئی اور میرے والد عالی
صاحب مقامات جلیلہ و مقامات عظیمہ
قدس سرہ نے مجھ کو اور ان کو باہم محبت
کرنے والا اور باہم ملنے والا دیکھا اللہ
کے لیے نیز وہ فرمایا کرتے تھے کہ ان
دونوں میں بڑی محبت ہے اور ...

وانه يسر في ذالك وعسى ان
يكون له شان ضخم الهم طلب
طريق مني وحكمتي في هذا الطريق
ومنح محبة عظيمة لي مستوعبة
بظاهره وباطنه وقلبه وقالبه
ولسانه ورزق اقبال الانام الاخذ
مني فما زال تيسر الله .....
.... حتى رأيت فيه تيقظ لطيفة
انا والجو البحت وحتى رأيت فيه
تمكنا تاما واستقرارا قويا وامنت
من تقلب احواله وتذبذب
اقواله، ورأيت قد انفتح له الباب
الذي بينه وبين عينه الثابتة
فهو ياخذ ما ياخذ من منبعه
غير تقليد ورضيت اخلاقه و
اعماله واستحسنت اطواره و
اوضاعه وبينا انا نائم رأيت
كان جالس في جماعة عظيمة
من ارواح الصالحين والملائكة
فنزلت صحيفة فيها اسماء
... المنيني دار بيد ان اقرأها

بات سے بہت مسرور ہوتے تھے امید
ہے کہ یہ ان کے لئے بڑی شان۔ انھوں نے
مجھ سے طریقہ معرفت طلب کیا اور میرے
ساتھ محبت عظیمہ کی جس نے ان کے
ظاہر و باطن اور قلب و قالب و زبان
کا احاطہ کر لیا۔ اور وہ مخلوق کے متوجہ
ہو جانے کے مجاز کئے گئے، (یعنی میرے
علوم اور معارف لوگ ان سے اخذ کریں)
پس اللہ آسانی فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ
میں نے ان میں لطیفہ انا اور بحر بحت کی
تیقظ نیز تمکن تام اور استقرار قوی دیکھا
اور میں ان کے تقلب احوال اور تذبذب
اقوال سے مطمئن ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا ان کے
اور ان کے عین ثابتہ کے درمیان کا
دروازہ کھل گیا۔ وہ جو کچھ اخذ کرتے
ہیں وہ بغیر تقلید کے اسی چشمہ سے اخذ
کرتے ہیں۔ میں ان کے اخلاق و اعمال
و کردار سے راضی ہوا اور مجھے ان کے
طور طریقے اچھے معلوم ہوئے اور اس
دوران (ایک روز) جب کہ میں سو رہا
تھا میں نے دیکھا اپنے کو ملائکہ اور ارواح

على اسمي المذكور والاشارة
اليه. فقرأت منه ثلثة السيد
والرحمن والرحيم. ثم ولت صحيفة
اخرى قد كتب فيها اسماء النبي
واريد مني ان اقرأها على اسمه
والاشارة اليه. فقرأت منها
اسمين السيد وابو فاطمة فما
تيقظت حتى فطنت انه سيكون
له شان وسينال نصيبا من
التخلق باسماء الله تعالى واسما
نبيه المصطفى وظني في سر تخصيص
السيد وابو فاطمة والله اعلم
ان الدعوة الى الله كلمة باقية
في عقبه وعطية خالدة تالدة
في ذريته وقد جرى على لساني
يوما ولا اشك انه ليس جاريا
على اللسان بحكم العادة بل هو
مجرى من حيث ...... هذا
البيت في مخاطبته ؎
واني وان خاطبت الف مخاطب
فانت الذي اعني وانت المخاطب

کی ایک بڑی جماعت میں بیٹھا ہوں مجھے
ایک صحیفہ دیا گیا جس میں اللہ تعالیٰ کے
اسماء حسنیٰ لکھے ہوئے تھے۔ اور مجھ سے یہ
چاہا گیا کہ میں اسے پڑھوں اپنی مذکورہ کے
نام کے ساتھ۔ اور اشارہ اسی کی طرف
تھا۔ جب میں نے اسے پڑھا تو تین نام
سید اور رحمان اور رحیم۔ پھر ایک دوسرا
صحیفہ دیا گیا جس میں نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے دو نام لکھے تھے اور مجھ سے یہ چاہا
گیا کہ اسے بھی پڑھوں۔ اور اس سے بھی
اشارہ اسی طرف تھا۔ پس میں نے اس میں
دو نام پڑھے۔ سید اور ابو فاطمہ پس بیدار
ہوتے ہی میں سمجھ گیا کہ ان کی بڑی شان
ہوگی۔ اور ان کو اسماء الٰہی کے تخلق اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں اسمائے
گرامی سے ایک حصہ حاصل ہوگا۔
سید اور ابو فاطمہ کی تخصیص کے سلسلہ
میں اس سر میں میرا گمان یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ کی طرف دعوت کلمہ باقیہ ہے
ان کی نسل میں اور ان کی ذریت میں
ہمیشہ رہنے والا انعام ہے اور وہ بطور

وهو محمد الله عقبية لعمي ودعاء
على وحافظ اسراري
وناظور كتبي بل هو كان الباعث
على تسويد كثير منها و
المبالغة في تبييضها واظن ان
ما سيبقى في الناس من
جهته. والله اعلم فالهمت
ان ابث في الناس خيره والاح
سره مكنونا ....
فالبسته الخرقة الصوفية
الباسا اجازة ونيابة كما
البسنيها سيدي الوالد
الباسا اجازة ونيابة وكما
البسنيها الشيخ ابو طاهر
المدني وخرقتهما بحمد الله
مستوعبة لجميع طرق الاولياء
ان شاء الله تعالى واجزت له
ان يلقن الاشغال الصوفية
التي سمعها مني او لم يسمعها
وانه بحمد الله ممن يسلم
له في ذلك الاجتهاد.

وراثت کے ان کی ذریت میں ہمیشہ باقی رہے
گا۔ اور ایک دن میری زبان پر یہ جاری ہوا
اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ میری زبان
پر عادتاً نہیں جاری ہوا ..... "اگرچہ میں نے
ہزاروں سے خطاب کیا ہے لیکن دراصل
ان ہزاروں میں میری مراد تم ہی ہو اور
اصل مخاطب تم ہی ہو"۔ اور وہ بحمد اللہ
میری سراپا نصیحت اور میرے علم کا ظرف ہیں
میرے اسرار کے محافظ اور میری کتابوں کے
نگہداشت رکھنے والے ہیں بلکہ میری کتابوں
کے بیشتر مسودوں کے صاف کرنے والے ہیں
اور مجھے یقین ہے کہ میرے علوم لوگوں میں
ان کے ہی ذریعہ باقی رہیں گے۔ واللہ اعلم۔
پس مجھے الہام کیا گیا کہ میں لوگوں میں ان
کے خیر کو پھیلاؤں اور ان کے راز کو پوشیدہ
نہ چھوڑوں ... پس میں نے ان کو خرقہ صوفیہ
اجازت نیابت اور اس کی خصوصیات کے
ساتھ پہنایا جس طرح میرے والد ماجد نے مجھے
خرقہ پہنایا اور مجاز کیا۔ نیز جیسا مجھے شیخ
ابو طاہر کردی مدنی نے خرقہ پہنایا اور بحمد اللہ
ان دونوں کے خرقے اولیاء اللہ کے تمام

ویجوز علی فراسته الاعتماد وان
یتصرف فی المریدین السالکین
وان یدرس الحدیث والتفسیر
والفقه وسائر علوم الدین مما
اخذ منی او شارکنی فی اخذ من
مشائخ الحرمین المحترمین علیهم
رحمة رب العالمین وان یبایع
الناس ویلبسهم الخرقة الصوفیة
واجزت له روایة جمیع ما صنفت
له من العلوم المتنوعة ما قرأ
علی وهو الاکثر او لم یقرأ واجزت
له بمثل ذالک لکل من قام بنشر
علمی من ذریته طبقة بعد طبقة
وقد [illegible] عنده الصالحین من اصحابی
وذریتی من الله وهم امانتی
عند الله ارجو ان یحفظ الله امانته
واما هذه ترکتی فلا یزال یسلک
بهم الجادة الجلیة السنیة البیضاء
ویحیی بهم القلوب القریبة الضعیفة
ویوفقهم لنشر دین النبی صلی الله
علیه وسلم وروایة حدیثه

خرقوں کو پہنے ہوئے ہیں اور میں نے
ان کو اجازت دی کہ وہ لوگوں کو ان اشغال
صوفیہ کی تلقین کریں جو انھوں نے مجھ سے سماعت
کئے ہیں یا نہیں سماعت کئے ہیں۔ اور وہ
بحمد اللہ ان لوگوں میں ہیں جن کے لئے اس
سلسلہ میں اجتہاد مسلّم ہے اور ان کی فراست
پر بھروسہ کرنا جائز ہے نیز یہ کہ وہ مریدین
سالکین پر تصرف کریں اور حدیث و تفسیر
اور فقہ کا درس دیں اور وہ تمام علوم جو انھوں
نے مجھ سے اخذ کئے ہیں یا حرمین شریفین
کے مشائخ سے اخذ کرنے میں میرے شریک
رہے ہیں ان سب پر اللہ کی رحمت ہو،
نیز یہ کہ وہ لوگوں سے بیعت لیں اور ان کو
خرقہ پہنائیں اور میں نے ان کو تصنیف کی
روایت کرنے کی اجازت دی جس کو میں نے
ان سے بیان کیا۔ اور وہ علوم متنوعہ جو انھوں
نے میرے روبرو پڑھے یا نہیں پڑھے اور
وہ کثیر ہیں، اور اسی طرح میں نے اجازت
دی ہر اس شخص کو جو میرے علوم کو ان کی
ذریت سے یکے بعد دیگرے نشر کرے اور
میں نے ان کے اصحاب میں سے صالحین کو

ویهدی بهم اهل القرآن
طبقة بعد طبقة بعونه
وعنایته انه قریب مجیب
وهذا ما جری به اللسان
وتحرک به البیان من مآثر
اخینا المذکور کان الله تعالی
له وراء ذالک عندی منزلة
وفی قلبی مکانة وفی حقه
بشارات والی ما عنده
اشارات لا تدرکها الافهام
ولا یحیط بجوانبها الکلام
والقلیل یکون انموذج کثیر
والغرفة تنبئ عن البحر
الکبیر ـه
ووراء ذالک فلا اقول لانه
سر لسان المنطق عنده اخرس
والحمد لله اولاً واخراً
وظاهراً وباطناً .

وصالح اصحاب، اور ذریت کو بجانب اللہ
ان کے سپرد کر دیا اور وہ اللہ کے پاس میری
امانت ہیں مجھے امید ہے کہ اللہ میری امانت
کی حفاظت فرمائے گا اور میرے ترکہ کو
باقی رکھے گا اور ان کو روشن اور بلند راستہ
کا سالک رکھے گا، اور تنبیہات قویہ جو لوگوں کے
دلوں کا تصفیہ کرنے والی ہیں ان کے ذریعہ زندہ
رہیں گی، اور ان کو نبی کے دین کی اشاعت اور
روایت حدیث کی توفیق عطا فرمائے گا اور
اپنی حمایت و عنایت سے اہل قرآن کو ان کے
ذریعہ ہدایت دے گا بیشک وہ قریب اور
دعاؤں کا قبول فرمانے والا ہے اور یہی وہ چیز
ہے جو زبان پر جاری ہوئی اور اس سے بیان
متحرک ہوا ہمارے مذکور بھائی کے مآثر سے اللہ تعالی
ان کے لئے کافی ہو مدد فرمائے۔ اس کے علاوہ
میرے دل میں ان کا ایک مقام اور میرے دل میں
ایک جگہ ہے اور ان کے حق میں بشارتیں ہیں
اور جو کچھ ان کے پاس ہے ان کی طرف صرف اشارہ
کیا جا سکتا ہے۔ نہ عوام کی عقل و فہم اس کا ادراک
کر سکتی ہیں اور نہ کلام و بیان اس کا احاطہ کر سکتا ہے اور قلیل کثیر کا نمونہ ہوتا ہے [illegible]
کے سلسلہ میں کیا وہ بطور نمونہ ہے ورنہ باتیں بہت ہیں اور ایک چلو پانی سمندر کا اشارہ کرتا ہے
[illegible] کے علاوہ کوئی بات [illegible] کیونکہ وہ گونگے کے نزدیک لسان نطق کا راز ہے [illegible]

کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ گونگے کے سامنے تقریر کرنا ہے جس کا جواب نہیں ملتا)

اور بعد وفات حضرت قبلہ گاہی خرقہ فخریہ پہنا کر تحریری اجازت رشد وارشاد و ارادت حصول استقامت ظاہر و باطن سے کونین میں سربلندی عطا فرمائی۔ اور اسی دوران میں لوگوں کے کثیر مجمع میں کلمہ ید؛ کیدی و محبتہ محبتی و رضائہ رضائی مکرر و بتکرار فرمایا اور اس کا اپنی مختلف تحریروں اور تقریروں میں اظہار فرمایا اور خرقہ پوشی کے دوسرے روز وہ خرقہ متبرک جو عارف بزرگوار شیخ نظام نار نولی نے اس غلام کے جد حقیقی شیخ ابوالفتح قدس سرہٗ کو عطا فرمایا تھا اور وہ اس کو ایام عرس میں پہنتے رہے تھے اس عاجز کو پہنایا۔ اور انھیں ایام میں بہ اصرار تمام اپنی موجودگی میں مشکوٰۃ شریف کے درس دینے کا حکم فرمایا۔ اور اس کے بعد ہر نوازش نامہ میں بیشتر سجادہ نشین اسلاف کرام کے الفاظ سے بہ استحقاق تمام افتخار بخشا۔ اور یہ بشارت دی کہ گویا ارواح طیبہ نفس ناطقہ کے وجود کو اپنے نفس کا وجود سمجھتے ہیں اور اس بشارت سے اس خاکسار کو سرفرازی بخشی جاننا چاہیے کہ جب آفتاب ذرّہ کو چمکائے درحقیقت اس نے اپنی ہی ستائش کی ہے اور اپنے ہی نور و ضیا کی توصیف میں لب کشائی کی ہے ورنہ یہ معلوم ہے کہ ذرہ کا جب خود کوئی وجود نہیں ہے تو نمود کہاں سے لائے گا۔ پس اس کتاب کے الفاظ کو کسی غلط بینی و خوش فہمی میں نہ پڑنا چاہیے اور نہ کسی کمال کا گمان اس عاجز پر کرنا چاہیے کہ اس میں نہ کسی قسم کی استعداد ہے اور نہ اہلیت۔ نہ اس کی کوئی قیمت ہے اور نہ اس کو کوئی قدر و اعتبار حاصل ہے ؎

من ہماں عاشق پارینہ کہ ہستم ہستم

الحاصل ذرہ۔ وہ خود ہی کہتا اور خود ہی سنتا ہے ہم کو اور تم کو محض ایک بہانہ بنا رکھا ہے۔

وھٰذہ ھی البشارۃ الموعودۃ کتابتھا نرجو من فضل اللہ تعالیٰ رجاءً اموکداً محققاً ان یجمع بیننا و بینکم فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔ حیث لا حیث و ایضاً حیث یکون اعالی الجہات تصور الشمس و اسافلھا مثل السراب… متفوض جمیعاً فی ذالک البحر البشارۃ لم ترفع رؤسنا بعد الغوص ولا ھناک رؤسنا و لا نحن بل یکون کل ذالک للہ باللہ فی اللہ من اللہ الی اللہ و تلک الامثال نضربھا الخ

اور یہی وہ بشارت ہے جس کی کتابت کا وعدہ کیا گیا تھا ہم امید کرتے ہیں اللہ کے فضل سے اس امید کی جو موکد اور محقق ہو (اور وہ یہ ہے کہ وہ ہم کو تم کو مقام صدق پر اکٹھا فرمادے جہاں کوئی مقام نہیں ہے (یعنی لامکان میں) نیز اس مقام پر جو جہت شمس سے بھی بلند ہو اور ہم اس کا تصور بھی نہ کر سکیں اور جس کا نچلا حصہ مثل سراب کے ہو…… یہ سب اس بشارت دینے والے سمندر میں متفوض (ڈالتی) ہیں پھر ہم ڈوبنے کے بعد اپنا سر اٹھائیں نہ اس جگہ ہم ہوں گے اور نہ ہمارا سر بلکہ یہ سب اللہ باللہ فی اللہ من اللہ الی اللہ ہوگا اور یہی وہ مثالیں ہیں جس کی ہم مثال دیتے ہیں الخ

تمام ہوئی اور انجام کو پہنچی کتاب "قول جلی و اسرار الخفی"

بتاریخ ۲۵ ماہ جمادی الاول ۱۳۲۹ھ فقط۔

قارئین کرام سے امید ہے کہ جس جگہ کوئی سہو یا غلطی ہو تو چشم پوشی کریں اور کاتب و جامع اوراق پر لعن طعن نہ کریں کیونکہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان اگر تم کسی غلطی پر واقف ہو جاؤ تو اس پر طعنہ زنی مت کرو کیونکہ نفس انسانی خطاؤں سے خالی نہیں ہے۔ یا اللہ تینوں شخصوں یعنی مصنف کی کاتب کی اور پڑھنے والے کی مغفرت فرما۔

مخدوم و رابطہ شاہجہاں آباد ۲ رجب ۱۳۲۹ھ محمد حسن مذکورہ عبادت بھی صلوٰۃ آخر ہر ایک کو نے بہر قوم ہے

تقریظ کتاب و مدح مترجم و شارح

(عالی قدر مولوی حافظ تقی انور صاحب علوی سلمہٗ جلوہ کاظمی)

بہ باغ کاظم گلِ دمیدہ کہ نامِ نامی تقی انور

چہ حسن پر رعنا چہ طبع خوش کہ شد قتیل شاہ تقی حیدر

چہ سیر عرفاں نمود جلوہ ز علم حاضر ز کشف محکم

بہ فیض شاہِ حبیب حیدر ز جذب حُبِّ علی حیدر

لباس اردو شدہ مزین ز حسنِ اظہار قال عارف

تمام اشکالِ حالِ ایشاں شدند آسان و صاف یکسر

چو حال و قال و آلی نوشتند ز عزم ہمت و ذہن روشن

چہ پاک طینت چہ نیک خصلت بذات زیبا سر ثریا فہم

التجائے رنجور

تقی انور نگہ سے کر حسنہ عالم و نا مسعود

بہ وقت آخر بیابیاں کہ روزِ محشر خلاص یابم

• — از معین الدین حسن علوی کاکوروی، ایم اے،
(ریٹائرڈ لکچرار اسلامیہ کالج لکھنؤ)

قطعہ تاریخ طبع

از نتیجۂ فکر رنگیں طبع معانی آفریں ماہر نکاتِ خفی و جلی

شاعر دلپذیر منشی مصلح الدین احمد صاحب اسیر کاکوروی

جھوم اٹھی آج ساری کائنات	پھوٹ نکلی ہے نباتِ اندر نبات
تم کو بخشی ہے خدا نے وہ حیات	جس کے ہاتھوں میں ہے نبضِ کائنات
اے کہ تو مسرورِ عشق و عاشقی	اے کہ تو ہے باقیات الصالحات
لن ترانی کی صدا آتی نہیں	اے کہ تو مسرور از ذات و صفات
اے مہ انور تقی انور جناب	تم نے دے دی اب زمانہ بھر کو مات
شیر وِلی اللہ کا قولِ جلی	بادۂ صافی ست باقی ترہات

۱۹۸۲۰۹۹۲۶۱۸۸ — ۲۱۰ — ۳ — ۱۲

بادۂ صافی کو کر دو بادۂ صافی اسیر — بے تکلف عیسوی سن آ گئے ہات

زندہ جاوید اس کو کر دیا — کس قدر تعریف کے قابل ہے بات
لوگ سمجھے تھے کہ اب نایاب ہے — تم نے اس کو بخش دی پھر سے حیات
سب کو ہی ممنون آخر کر دیا — لے کہ ہے پائندہ تر اس کی ہی ذات
یہ علوم معنوی اسرار حق — بے شبہ بخشیں گے تم کو علم ذات
حضرت الحضرات کے لے لو قدم — جن کی بخشش سے ملا آب حیات
مصطفےٰ حیدر قلندر بادشاہ — جن کے قدموں میں ملی راہ نجات
مجتبیٰ حیدر قلندر شاہ باش — جن کی برکت سے کھلا راز حیات
فاذکرونی اذکرکم سن اے تیر — بر محمد نیز بر آلش صلوٰات

لفظ حضرت سے نکالو سال طبع
۱۳۰۸ھ
لے کہ تیری ذات ہے جامع صفات

قطعہ تاریخ طبع

از قلم فصاحت رقم۔ ادیب نازک خیال۔ شاعر شیریں مقال۔ بلبل گلستانِ سخن۔ حبیب مشفق کہن منشی معین الدین حسن علوی کاکوروی ۔

این سوانح عاشق شاہِ ولی — نام ملفوظش شدہ قولِ جلی
علم سینہ در سفینہ شد عیاں — شاد و فرحاں از حقائق طالب
داد ہمت قلب خستہ ایں کتاب — گنج خیالاں شد مسار و لا جواب
دانش و علم و عمل شانِ ولی — مسلکِ او مسلکِ مولا علی
بود پنہاں در حجاب اندر حجاب — بعد مدت بارے آمد از نقاب
نورِ ذاتش ماوراے آفتاب — آخر آخر شد بر آمد از سحاب
کنز مخفی بود شد ظاہر زغیب — نکتہ ہائے دلکشا بالاتر یب
واردات مستند قولِ جلی — حال و قال حضرت شاہ ولی

داستان عشق و خود راز دلی | ذکر کردہ بہر عشق معنوی
وہ چہ خوش گفت حضرت مولائے روم | در کتاب مثنوی کردہ رقم
عشق جان طور آمد عاشقا | طور مست و خر موسیٰ صاعقا
شاد باش اے عشق خوش سودائے ما | اے طبیب جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما | اے تو افلاطون و جالینوس ما
ترجمہ شد پر سلامت دلنشیں | اے تقی انور ترا صد آفریں
رانیہ یزداں فاش کردی برملا | قلب و جاں از نور ایماں پر ضیا
سال تاریخ طباعت از خرد | بے کم و بے کاست جستم از عدد

ہاتفش گفتا بہ آواز بلند
گو "چراغ در فروغ نقشبند"
۱۴۰۸ھ

قطعہ تاریخ طبع

از تراوش خامہ شگفتہ نگار سخنور بے مثال، شاعر نازک خیال نقشبند معانی پرور
ڈاکٹر افتخار احمد صاحب عسلوی کاکوروی

خوشا فیضان حق باری تعالیٰ
مبارک آفریں شہکار اعلیٰ
نگاہ شارح قول جلی را
سلامت تہنیت حضرت تقی را
ازیں نور ترا جسم خلد پیکر
گر از فیضان رحمت یزداں سراسر
خوشا تحفے پے حسن طریقت
منور شد مقامات محبت
نوائے دلنشیں ایمان افزا
فروغ آگہی جسم سراپا
زبان شستہ بیان روح پرور
رقم کردہ تقی انور قلندر
مشو عسلوی پے طبعش پریشاں
ندائے غیب آمد شان رضواں
۱۴۰۸

اس کتاب کے کل صفحات کی تعداد ۸۰۳ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ابتدائی صفحات و انتساب	۴
فہرست	۳۸
مقدمہ	۵۵
عرض مترجم و اظہار تشکر	۲۱
عکس تحریر حضرتِ اقدس	۲
ترجمہ	۶۷۵
تقریظ و قطعات تاریخ	۷
صفحۂ آخر	۱
	۸۰۳

کتب خانۂ انوریہ خانقاہِ کاظمیہ کاکوری میں دستیاب چند مطبوعات

خانقاہِ کاظمیہ کاکوری برصغیر کی خانقاہوں میں ابتداء سے ایک ممتاز اور منفرد مقام کی حامل رہی ہے۔ یہاں کے بزرگوں کی روحانی، علمی و ادبی خدمات کا اعتراف بیشتر ملک کے معاصر صوفیاء و علماء کرتے رہے ہیں۔ بانی خانقاہ حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر ۱۷۴۵ء تا ۱۸۰۶ء سے موجودہ صاحب سجادہ حضرت شاہ محمد مصطفیٰ حیدر قلندر اور ان کے برادر گرامی مولانا حافظ شاہ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر مدظلہما تک تمام حضرات صاحب درس و تصنیف علماء بھی رہے ہیں۔ وقت کے تقاضوں کے پیش نظر بکثرت بزرگوں نے اشاعتِ اسلام کے لیے قلم فرمائے اور صدہا مفید عام تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ بکثرت مصنفات مخطوطات کی شکل میں ہیں۔ زیر نظر فہرست میں ان کے حضرات اور ان کے مسترشدین و متوسلین کی صرف ان چند مصنفات کی ہے جو ہنوز کتب خانۂ انوریہ سے دستیاب ہیں۔

- نورِ ربانی فی ترجمۃ فتوح الغیب (فارسی) حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہٗ ۲۰/-
- روض الازہر فی مآثر القلندر (فارسی) حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہٗ ۲۵/-
- تحفہ شرح تصویر (شرح فارسی حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ) اردو ترجمہ مع اصل متن حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ ۲۵/-

۴:۔ القول المختار فی مسئلۃ الجبر والاختیار (شرح فارسی حضرت مولٰنا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ۔ اردو ترجمہ مع اصل متن، حضرت مولٰنا شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ) ۱۰/-

۵:۔ زواہر الافکار شرح جواہر الاسرار ۲۰/-

۶:۔ الدر الملتقط فی شرح تحفۃ المرسلہ ۳۵/-

۷:۔ تنویر الافق فی شرح تبیین الطرق ۳۵/-

۸:۔ فیوض العارفین (فارسی) حضرت مولٰنا شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ ۲۰/-

۹:۔ تعلیمات قلندریہ . . . ۲۵/-

۱۰:۔ رموز الغیب فی ترجمہ فتوح الغیب {اردو ترجمہ مع اصل متن) از مولوی محمد عالم صاحب قیصری کاکوروی} ۳۵/-

۱۱:۔ الکہف الرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شرح از شاہ محمد وباج الدین قلندر (ڈپٹی کلکٹر) اردو ترجمہ مع عربی از حضرت مولٰنا شاہ تقی حیدر قلندر رحمۃ اللہ علیہ

۱۲:۔ تحریر الانور فی تفسیر القلندر (فارسی) حضرت مولٰنا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ ۱۰/-

۱۳:۔ فاتح الابصار (فارسی) {حضرت مولٰنا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ (ترجمہ اردو حضرت مولٰنا شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ)} ۱۰/-

۱۴:۔ الدر النظیم فی بیان ایمان آباء النبی الکریم (عربی) حضرت مولٰنا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ۔ ترجمہ اردو حضرت مولٰنا حافظ شاہ علی حیدر قلندر قدس سرہٗ؛ ۲۰/-

۱۵:۔ سانت رس المعروف بہ نغمات الاسرار (برج بھاشا) حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہٗ۔ شرح اردو ترجمہ حضرت مولٰنا حافظ شاہ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر مدظلہٗ ۲۰/-

:۔ امرت رس (ہندی) حضرت مولٰنا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ (مقدمہ شرح حضرت مولٰنا حافظ شاہ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر مدظلہٗ) ۱۵/-

:۔ مطالب رشیدی (فارسی) حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ ۲۵/- ترجمہ اردو حضرت مولٰنا شاہ محمد مصطفیٰ حیدر صاحب قلندر مدظلہٗ

:۔ ہمارے تیجا (اردو) (حضرت مولٰنا شاہ مصطفیٰ حیدر قلندر مدظلہٗ) ۵/-

:۔ الکبریت الاحمر فی تحقیق القلندر (اردو) {شاہ محمد وباج الدین قلندر (ڈپٹی کلکٹر)} ۱۰/-

:۔ مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ (اردو) {حضرت مولٰنا حافظ شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ} ۵۰/-

:۔ نفائس المنن فی فضائل سیدنا ابی الحسن (اردو) . . ۵/-

:۔ تسکین الفواد بذکر خیر العباد (اردو) حضرت مولٰنا شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہٗ ۱۲/-

:۔ رفع الحجاب عن فصل الخطاب (اردو) مولوی ایوب احمد صاحب نبیرہ استاذ العلماء مولٰنا مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی ۵۰/-

:۔ مجموعۂ خطب (عربی) مولوی محمد حیدر صاحب علوی کاکوروی

:۔ مولود کعبہ (اردو) ۱۰/-

:۔ تذکرۂ گلشن کرم (خانقاہ کاظمیہ کے اور نگ نشینوں کے حالات) (اردو) مولوی حافظ تقی انور علوی کاکوروی ۳۰/-

:۔ خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی (اردو) . . ۵۰/-

۲۱:۔ مقالات انور (اردو) ڈاکٹر مسعود انور علوی کاکوروی ۱۰/-

۲۹:۔ رشحاتِ قیصری (اردو) ڈاکٹر مسعود انور علوی کاکوروی

۳۰:۔ ابو نواس اور متنبی (اردو) " " "

۳۱:۔ انتخاب کلام خسرو کاکوروی (اردو) " " "

۳۲:۔ کواکب (اردو) " " "

۳۳:۔ ادبی مقالات (اردو) " " "

۳۴:۔ بہارستانِ تراب (اردو) {ادیب سحر طراز منشی امیر احمد صاحب کاکوروی (ڈپٹی کلکٹر)}

۳۵:۔ عباسیان کاکوری (اردو) مولوی محمد حسن صاحب عباسی کاکوروی

۳۶:۔ تنبیہ المفترین (اردو) مولوی محمد عاصم صاحب قیس کاکوروی

۳۷:۔ سلسلۂ سوال و جواب (اردو) " " "

۳۸:۔ جلوۂ بینش (اردو) مظہر عزیز صاحب مرحوم (ڈ...

الفضل جل ...

Masud Anwar Alavi
Deptt of Arabic
A.M.U.
ALIGARH
202002
(U.P.)